دینی، سماجی، اخلاقی اور ملّی اقدار کا محافظ
جوہر آباد
سلسلہ

انوارِ رضا

چیف ایڈیٹر
ملک محبوب الرسول قادری

2011ء کا چوتھا شمارہ



تحریکِ خلافت، تحریکِ ترکِ موالات، تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء، تحریکِ پاکستان کے عظیم مجاہد

بین الاقوامی شہرت یافتہ مسلم مبلغ و مصلح، عالمی مبلغ اسلام خلیفۂ سیدی امام احمد رضا

قائدِ اعظم محمد علی جناح کے رفیقِ سفر اور معتمد دینی مرجع

حضرت مولانا
شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

کی گراں قدر دینی، علمی، سماجی، ملّی، قومی، روحانی خدمات

اور انتھک پُرخلوص جدوجہد

کے اعتراف میں اشاعتِ خاص



حضرت سفیرِ اسلام نمبر

E-mail:mahboobqadri787@gmail.com



بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح عید گاہ گراؤنڈ کراچی کے اجتماع عید میں آمد اور حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب



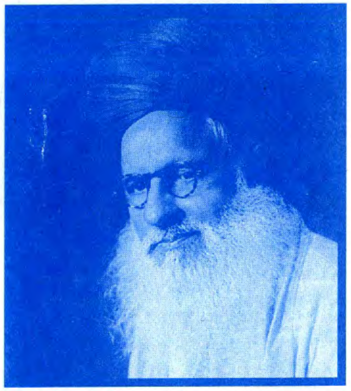
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

(سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو مرشد)



حضرت علامہ محمد عبدالحکیم جوشؔ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

(حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی)



سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ



جانشین سفیر اسلام حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ



حضرت صاحبزادہ شاہ محمد انس نورانی



حضرت صاحبزادہ شاہ محمد اویس نورانی

انٹرنیشنل غوثیہ فورم

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملّی اقدار کا محافظ جوہر آباد

سہ ماہی انوارِ رضا

چیف ایڈیٹر
ملک محبوب الرسول قادری

2011ء کا چوتھا شمارہ



تحریکِ خلافت، تحریکِ ترکِ موالات، تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء، تحریکِ پاکستان کے عظیم مجاہد
بین الاقوامی شہرت یافتہ مسلم مبلغ و مصلح، عالمی مبلغ اسلام، خلیفہ سیدی امام احمد رضا
قائدِ اعظم محمد علی جناح کے رفیقِ سفر اور معتمد دینی مرجع
قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کے والد گرامی

حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

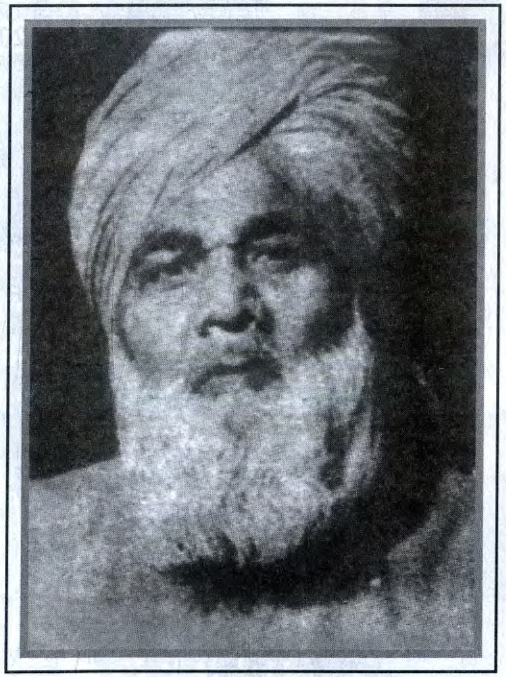
کی گرانقدر دینی، علمی، سماجی، ملّی، قومی، رُوحانی خدمات
اور انتھک پُرخلوص جدوجہد
کے اعتراف میں اشاعتِ خاص



حضرت سفیرِ اسلام نمبر

E-mail:mahboobqadri787@gmail.com

تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت ﷺ کے رہنما، جمعیت علماء پاکستان اور مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ﷺ کے پہلے منتخب مرکزی صدر



خلیفۂ اعلیٰ حضرت بریلوی
رفیق سفیر اسلام
غازیٔ کشمیر

علامہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری قدس سرہ



مفسر قرآن علامہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری (۱۸۹۶ء۔۱۹۶۱ء) حضرت مولانا سیّد دیدار علی شاہ محدث الوریؒ قدس سرہ کے فرزند ارجمند، سیّدی امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے خلیفۂ مجاز تھے۔ الور میں پیدا ہوئے۔ صدر الافاضل مولانا سیّد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ کے تلمیذ رشید تھے۔ حضرت سیّدنا علی حسین کچھوچھوی قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت کی علوم شرعیہ اسلامیہ کی تکمیل کے ساتھ متعدد فنون میں مہارت حاصل کی۔ تحریک پاکستان اور آزادیٔ کشمیر کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو جمعیت علماء پاکستان کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے برکت علی اسلامیہ ہال لاہور منعقدہ کنونشن دسمبر ۱۹۵۲ء کی قراردادوں کی منظوری اور تحریک ختم نبوت کو منظم کرنے کے لیے پاکستان کے تمام سنی ، دیوبندی، غیر مقلد، جماعت اسلامی اور شیعہ علماء و زعماء سب نے مل کر "مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت" قائم کی یہ مجلس ۱۹۵۳ء میں قائم ہوئی اور اس کے مرکزی صدر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری منتخب ہوئے۔ مسجد وزیر خان لاہور کے خطیب رہے۔ حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قدس سرہ کے پیر بھائی اور ان کے مشن کے ترجمان تھے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ کے دربار شریف کے احاطۂ میں مدفن نصیب ہوا۔



خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا ابوالبرکات سیّد احمد قادری قدس سرہٗ

حضرت مولانا ابوالبرکات سیّد احمد قادری قدس سرہٗ (۱۸۹۶ء۔۱۹۷۸ء) حضرت مولانا سیّد دیدار علی شاہ محدث الوریؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ خانوادۂ رضویہ مشہدیہ کے چشم و چراغ ہیں۔ مستند اور جید ماہر مدرسِ علوم شرعیہ کی حیثیت سے معروف ہوئے۔ طبیبِ حاذق تھے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے دستِ مبارک پر سلسلہ قادریہ شریف میں بیعت ہوئے اوراد و وظائف کے خصوصی عامل تھے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ہی سے خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے تحریک پاکستان میں اپنے برادر بزرگوار اور والد گرامی مولانا سیّد دیدار علی شاہ محدث الوریؒ قدس سرہٗ کی طرح بھرپور کام کیا۔ تحریک ختم نبوت میں کلیدی حیثیت سے شریک رہے آپ بھی حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قدس سرہٗ سے کمال محبت رکھتے تھے دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور میں مزار مبارک مرجعٔ خلائق ہے جہاں آپ کے فرزند و جانشین شارح بخاری علامہ سیّد محمود احمد رضوی محدث لاہوری قدس سرہٗ بھی آپ کے پہلو میں آسودۂ خاک ہیں آج کل علامہ صاحبزادہ سیّد مصطفیٰ اشرف رضوی سجادہ نشین ہیں۔ اور ان کے باصلاحیت فرزند صاحبزادہ سیّد محمد آپکے مشن کے حوالے سے اپنے موروثی اشاعتی پلیٹ فارم مکتبہ رضوان کے کام کو آگے بڑھا رہے ہیں تاہم انہوں نے ادارے کا نام رضوان کتب خانہ کردیا ہے خدا کرے وہ اس مشن کو جاری وساری رکھ کر جہالت کے خلاف اس عملی جہاد میں شریک رہیں۔

رفیقِ راہِ محبت کدھر گئے یارب
کہیں نظر نہیں اب وہ قافلہ پڑتا

..........اس شمارے میں..........

یہ حقیقت ہے کہ بعض تصاویر تاریخ کا اہم باب اور حصہ ہوتی ہیں بلکہ بعض تصاویر تو بول بول کر حقائق بیان کرتی ہیں ہم نے تاریخ کو محفوظ کرنے کی غرض سے بعض ایسی ہی تصاویر کا انتخاب کیا ہے۔۔۔۔۔ یقیناً یہ تصاویر ہماری تاریخ کا اہم حصہ ہیں اور ان کی اشاعت کا مقصد اس تاریخی ریکارڈ کو محفوظ کرنا ہے نیز دوسری طرف اس عمل سے مخصوص طبقہ کی طرف پھیلائی گئی غلط فہمیاں بھی از خود دم توڑ جائیں گی۔ واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سمیت آپ کے درج ذیل 10 خلفاء مجاز کی تصاویر کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جو پہلی مرتبہ یکجا چھپ رہی ہیں۔ ان اکابر کی تفصیل یہ ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

تاجدارِ بریلی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام

- شیخ التبلیغ سفیر اسلام مبلغ اعظم مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
- صدر الافاضل مفسر قرآن مولانا سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ
- عاشقِ مدینہ حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
- مترجم و مفسر قرآن حضرت علامہ سیّد محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ
- امام اہل سنت حضرت مولانا سیّد دیدار علی شاہ محدث الوریٰ رحمۃ اللہ علیہ
- استاذ العلماء سراج اہل التقویٰ حضرت علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
- سیّد المدرسین حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ
- مفسر قرآن زینت السادات حضرت علامہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
- نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا مفتی تقدس علی خاں رضوی رحمۃ اللہ علیہ

..........حضرت سفیر اسلام نمبر کے صفحات کی تقسیم..........

-1	حصہ اُردو	480	صفحات
-2	حصہ انگریزی	112	صفحات
-3	تصاویر 16، اندرون سرورق (دو اطراف) 4 خصوصی اوراق 4، رنگین صفحات 4 =	28	صفحات

کل صفحات = 620

قیمت = 550 روپے

مذہبی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ — جوہرآباد

سہ ماہی انوارِ رضا

تحریکِ خلافت، تحریک ترکِ موالات، تحریک ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء، تحریکِ پاکستان کے عظیم مجاہد
بین الاقوامی شہرت یافتہ مسلم مبلغ و مصلح، عالمی مبلغ اسلام، خلیفۂ سیدی امام احمد رضا
قائداعظم محمد علی جناح کے رفیقِ سفر اور معتمد دینی مرجع

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

کی گرانقدر دینی، علمی، سماجی، ملی، قومی و روحانی خدمات
اور انتھک پُرخلوص جدوجہد
کے اعتراف میں اشاعتِ خاص

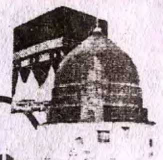
حضرت سفیر اسلام نمبر

ملک محبوب الرسول قادری

ادارہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان 198/4 جوہرآباد (41200)
0092-300/321-9429027 E-mail: mahboobqadri787@gmail.c

حضرت سفیرِ اسلام نمبر

سہ ماہی انوار رضا جوہر آباد





بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین
الرحمن الرحیم مالک یوم
الدین ایاک نعبد وایاک
نستعین اھدنا الصراط
المستقیم صراط الذین
انعمت علیھم غیر المغضوب
علیھم ولا الضالین

برائے ایصالِ ثواب

قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (مدفن: کراچی)

امیدوار رحمت رب غفور ماسٹر عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (مدفن: نزد یو ای ٹی، لاہور)

حضرت پیر طریقت صوفی فضل محمد ڈوگر سیفی محمدی رحمۃ اللہ علیہ (مدفن: پکا جنڈیالہ ۹۹ آر بی فیصل آباد)

غازی اسلام جانثار پاکستان ملک عبدالرسول قادری رحمۃ اللہ علیہ (مدفن: جوہر آباد)

اشاعت خاص

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

حضرت سفیرِ اسلام نمبر

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ

جوہر آباد

سہ ماہی

انوار رضا

چیف ایڈیٹر ملک محبوب الرسول قادری

2011

جلد نمبر 5 شمارہ نمبر 4

ایڈیٹر: ملک محمد قمر الاسلام قمر

چیف ایگزیکٹو: مفتی آصف محمود قادری

معاون ایڈیٹرز: سید غفران شرف گیلانی، علامہ محمد شاہد جمیل اویسی، علامہ ظہیر عباس قادری

زیر سرپرستی

☆امیر اہل سنت حضرت پیر میاں عبدالخالق قادری (بھر چونڈی شریف)

☆استاذ العلماء مولانا مفتی محمد عبدالحق بندیالوی ☆ علامہ سید محمد انور حسین کاظمی ☆ مولانا محمد محفوظ چشتی
☆ پیر طریقت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی ☆ پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری (بہاری شریف)
☆پروفیسر صاحبزادہ محبوب حسین چشتی (بیربل شریف) ☆ الحاج بشیر احمد چوہدری (لاہور) ☆ محمد اشرف کوثر
☆سید ضیاء النور شاہ ☆ ڈاکٹر خالد سعید شیخ ☆ سید عبداللہ شاہ قادری ☆ علامہ اقبال احمد فاروقی

مجلس تحریر

محقق العصر مفتی محمد خان قادری۔ ادیب شہیر پیر سید محمد فاروق القادری
علامہ محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری۔ علامہ قاری محمد زوار بہادر
پروفیسر محمد ظفر الحق بندیالوی۔ سید وجاہت رسول قادری، عبدالمجید ساجد
مفتی محمد ابراہیم قادری۔ مفتی محمد جمیل احمد نعیمی۔ مفتی عبدالحلیم ہزاروی
صاحبزادہ واحد رضوی۔ الحاج مفتی محمد شفیع ہاشمی۔ پروفیسر قاری محمد مشتاق انور

مجلس مشاورت

پیر سید مرید کاظم بخاری، ملک مطلوب الرسول اعوان، ملک محمد فاروق اعوان
صوفی گلزار حسین قادری رضوی، محمد ادریس خان سواتی، الطاف چغتائی
ماہ رخ خان قادری، مولانا صوفی غلام مرتضی سیفی، مولانا محمد اختر نورانی
ملک الطاف عابد اعوان، ملک قاری محمد اکرم اعوان، محمد جاوید اقبال کھارا
مرزا عبدالرزاق طاہر، پیرزادہ محمد رضا قادری، صاحبزادہ محمد بلال الہاشمی
سید عارف محمود مجہور رضوی، پیر محمد فراز چشتی، قاری محمد عامر خان
حافظ محمد خان ماہل ایڈووکیٹ، مولانا محمد بشیر احمد فریدی، محمد مزمل مرتضی

مجلس انتظامیہ

محمد فواد علی قادری

قیمت فی شمارہ: 550 روپے

سالانہ رکنیت فیس: 1000 روپے

انٹرنیشنل غوثیہ فورم انوار رضا لائبریری بلاک نمبر ۴ جوہر آباد ضلع خوشاب

0300-9429027
0321-9429027
Ph: 0454-721787

کلماتِ تشکر

...........حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ نمبر........... کی ترتیب و تدوین اور ترسیل و اشاعت کے سلسلہ میں مجھ اپنے جن معزز ساتھیوں، رفقاء، بزرگوں اور کرم فرما احباب کا تعاون حاصل رہا۔ میں صمیم قلب سے سپاس گزار ہوں اور ان کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں بہتر جزا کی دُعا کرتا ہوں۔ میرے ان احباب میں خصوصاً زینت السادات، آبروئے اہل سنت حضرت پیر سیّد محمد فاروق القادری سجادہ نشین شاہ آباد شریف رحیم یار خان اور حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری مدظلہ جن کی مشاورت و راہنمائی نے بنیادی اکائی کا کام کیا۔ مخدومہ ومحترمہ ڈاکٹر فریدہ احمد صاحبہ، صاحبزادہ والاشان جناب صاحبزادہ محمد اویس نورانی، علم اور اہل علم کے قدردان جناب پروفیسر محمد احمد صدیقی، نظریۂ پاکستان ٹرسٹ (ایوان کارکنانِ تحریک پاکستان) کے چیئرمین اور روزنامہ نوائے وقت کے چیف ایڈیٹر جناب مجید نظامی، محترم پیر طریقت حضرت ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی، مفکر اسلام حضرت علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری، برادر طریقت محترم محمد طاہر فاروق النورانی، حضرت صاحبزادہ پیر سیّد فیض الحسن شاہ بخاری (بہاری شریف)، حاجی محمد صدیق چشتی ڈڈیالوی، شیخ طریقت حضرت صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین چشتی (ادارہ معین الاسلام، بیربل شریف)، حضرت پیر علامہ عبدالقادر (جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ)، برادرم محمد عثمان رضوی (دارالعلم لاہور)، حضرت علامہ محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری، حضرت صاحبزادہ سیّد عارف محمود مجور رضوی، قومی اسمبلی کے سابق رکن اور اپنے نظریاتی وفکری بھائی برادرم عثمان خان نوری، نامور مورخ جناب خلیل احمد رانا (منڈی جہانیاں)، پنجاب یونیورسٹی میں ہمارے پی ایچ ڈی اسکالرز باصلاحیت نوجوان دوست مرزا مجاہد احمد اور حیدر رضا، صاحبزادہ سیّد صبغت اللہ شاہ بخاری، حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے مسند نشین اور مشنری جذبے سے سرشار جناب میاں محمد زبیر قادری ضیائی، ماہر اقبالیات زینت السادات حضرت علامہ سیّد نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند صاحبزادہ سیّد محمد عبداللہ شاہ قادری (واہ کینٹ)، میاں ندیم عباس لاہور، برادرم منیر سلطان رضوی، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کی اشاعت میں جدید معیار کے ساتھ کام کرنے والے حضرت صوفی محمد طفیل (علم دین پبلشرز)، چوہدری عبدالمجید، وزیر اعظم آزاد کشمیر کے پرائیویٹ سیکرٹری مولانا مفتی وسیم رضا، ذیشان اکیڈمی جوہر آباد کے پرنسپل برادرم ملک الطاف عابد اعوان، ادارہ صوت القرآن پاکستان (رجسٹرڈ) جوہر آباد کے بانی اور ہمارے ''مدنی بھائی'' پروفیسر قاری محمد مشتاق انور، اہل سنت کے بے لوث اور خاموش طبع مولانا محمد یونس قادری نوشاہی (حافظ آباد)، برادرم ایم اے رضوی، صاحبزادہ عاطف جاوید قادری، شاعر اور قلمکار برادرم ندیم احمد نورانی (کراچی)، مفتی محمد رفیق اشرفی (لاہور)، مولانا محمد یٰسین قصوری نقشبندی، مولانا صلاح الدین سعیدی، صاحبزادہ پیر سیّد محمد صفدر شاہ بخاری (پروٹ)۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے حریم خاص سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

حُسنِ ترتیب

اعتراف عظمت

خراج عقیدت

احوال و آثار

قیام پاکستان اور تحریکی جدوجہد

افکار و نظریات

خاندانی نجابت و شرافت

دستاویز و نوادرات، اسانید و تبرکات

..........تاریخی لمحات..........

(جو کیمرے کی آنکھ نے محفوظ کر دئیے)

اپنی بات

ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا

غور و فکر اور تدبر و تحمل کے ساتھ کیا جانے والا غیر جانب دار مطالعہ انسان کو حقیقت آشنا کرتا ہے اگر دیانت داری اور خلوص بھی تو پھر اس کے نتیجہ میں قاری صائب رائے اور ثقہ موقف اختیار کرتا ہے اگر ہم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ سیّدی امام احمد رضا خان رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کے جملہ خلفائے کرام اور تلامذہ کے افکار و نظریات، جدوجہد اور تعلیمات کا جائزہ لیں تو اتباع شریعت و سنت اور دین فہمی کی بڑی واضح تصویر سامنے آجاتی ہے...... انہوں نے جس انداز میں حالات کے تیور کو بھانپ کر انتہائی کڑے اور مشکل حالات کا مقابلہ کیا۔ حکمتِ عملی اختیار کی۔ اللہ کی مخلوق اور حضور اقدس ﷺ کی امت کی خیر خواہی کی روش پر کاربند ہوئے۔ مسلمانوں کے لئے الگ آزاد وطن ...... اسلامی جمہوریہ پاکستان.......... حاصل کیا وہ اس دھرتی پر نظامِ مصطفےٰ ﷺ کے عملی نفاذ و رواج کے خواہش مند اور اسی عظیم مقصد کے لیے ساعی تھے۔ مفسر قرآن حضرت صدر الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی، حضرت علامہ سیّد دیدار علی شاہ محدث الوریٰ، حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی، مفسر قرآن حضرت علامہ سیّد ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری، حضرت علامہ پروفیسر سیّد سلیمان اشرف (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)، سفیر اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی، مفسر قرآن علامہ سیّد محمد محدث کچھوچھوی، عاشقِ مدینہ منورہ علامہ محمد ضیاء الدین احمد مدنی، نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفتی تقدس علی خان رضوی اور دیگر خلفاء و تلامذہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی عظیم جدوجہد، تحریک آزادی میں بھرپور حصہ، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک ختم نبوت اور پھر استحکام پاکستان کے لئے عوام و خواص کی ذہن سازی میں بھرپور کردار ادا کیا ان حضرات کی قلبی کیفیات، ان کے نور بصیرت، دولتِ ایثار و وفا اور مشنری جذبے سے سرشاری کی آئینہ دار ہے۔ حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے جس انداز میں اس دور میں کام کیا وہ ہماری تاریخ کا روشن باب ہے اور ان کی جدوجہد کو دیکھ کر آج کے

مسلمان کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔ پھر انہوں نے اپنا مشن اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے فروغ کے لئے انتھک مسلسل جدوجہد کی۔ انہوں نے اپنی اولاد کو بھی وہ مشن سونپا۔ آپ کے فرزند ارجمند حضرت شیخ الاسلام قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیاتِ مستعار کا ایک ایک لمحہ اس مقصد کے لیے وقف کیا، انہوں نے بھی اپنے عظیم والد کی طرح ساری دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجایا۔ حضور اقدس رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے گن گائے۔ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لئے اپنے آپ کو ہر طرح کی قربانیوں کے لیے تیار رکھا۔ وہ زندگی کی آخری سانس تک میدان میں رہے اور بالآخر ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء کو اسی راہ میں اپنا سفر جاری رکھتے ہوئے اور اپنے رب کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اگلا جہان سدھار گئے...... رحمتہ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

آپ کی صاحبزادی محترمہ ڈاکٹر فریدہ احمد صاحبہ اس وقت بھی خواتین اسلامی یونیورسٹی، نیشنل اسمبلی، دروس قرآن، دروس حدیث اور خواتین اسلام کے حقوق کے تحفظ جیسی جدوجہد میں اپنا وقت صرف کر رہی ہیں وہ ایک پڑھی لکھی متقی و صالحہ خاتون ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہمارے والد گرامی حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے جس انداز میں اپنی اولاد بالخصوص ہم بیٹیوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرمایا وہ ان کی راست اور صائب فکر کا آئینہ دار ہے۔ حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی باقی اولاد بھی ماشاء اللہ دین کی خدمت میں معروف عمل رہی۔ ''انوار رضا'' کی اس اشاعت خاص میں آپ اُن کی تمام خدمات کی تفصیلات سے آگاہ ہوں گے۔ ان شاء اللہ

ورلڈ اسلامک مشن، جمعیت علماء پاکستان اور مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان میں ماشاء اللہ حضرت قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں فرزند حضرت مولانا صاحبزادہ شاہ محمد انس نورانی اور حضرت صاحبزادہ والاشان شاہ محمد اویس نورانی سرگرم ہیں اور جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں خدا کرے وہ حضرت قائد اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کی تکمیل و فروغ کے لئے نتیجہ خیز جدوجہد جاری رکھیں اور ہماری یہ بھی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے وطن عزیز میں انقلابِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ ہموار کر دے تو اس سے کچھ بعید نہیں اور بلاشبہ وہ اس امر پر قادر ہے۔

قارئین کرام! جدید دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر ہمیں انقلابِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چند فیصلے کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ جمعیت علماء پاکستان کو منظم کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی سیاسی قوت کو مجتمع کرنے کی ضرورت ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں میں دینی فکر کے حامل افراد کو یکجا کرنے کی ضرورت ہے۔ اتحاد اہل سنت کے لئے قربانیاں دینے کی ضرورت ہے۔ متفقہ قیادت پر اعتماد کی ضرورت ہے دینی امور میں اکابر کے اعتقادی پہلوؤں کو ہمہ وقت سامنے رکھنے کی ضرورت ہے اور بڑی جانفشانی سے تعلیمی اداروں میں محنت کر کے افراد سازی کے عمل کو تیز تر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ جہالت کا خاتمہ ہو علم کا نور اجالا ہو کیونکہ یہی وہ عمل ہے جس سے جملہ مسائل حل ہو سکتے ہیں بلکہ حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری اکثر ارشاد فرماتے ہیں اور یہ بالکل بجا ہے کہ مرنے کے بعد قدر افزائی کی ریت کے بجائے زندوں کی قدر کرنا ملک، ملتؒ، معاشرے اور اُمت کے حق میں کہیں بہتر ہے لہٰذا اہل علم و دانش کی زندگی ہی میں اُن کی قدر کی جائے تاکہ اُن کی صلاحیتوں سے کماحقہ استفادہ ہو سکے۔

قارئین! ہمیں افراط و تفریط سے جان چھڑانے اور راہِ اعتدال اختیار کرنے کی ضرورت ہے وگرنہ آنے والا دور بڑا عجیب نقشہ پیش کرے گا اور پھر اس وقت حالات کو کنٹرول نہیں کیا جاسکے گا......

ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا

لہٰذا اجتماعی لائحہ عمل اختیار کرنے کے لئے ٹھوس بنیادوں پر اقدام اٹھائے جائیں۔ ....حضرت سفیر اسلام نمبر...... کے متعلق تو میں اس وقت کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ اس کے بارے میں جو کچھ کہنا ہے وہ آپ کا حق ہے۔ ہمیں آپ کی آراء و تاثرات اور مشاورت کی ضرورت رہے گی اگر آپ بھجوائیں گے تو ہم خیر مقدم کریں گے۔ اللہ پاک حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کا مشن جاری رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین

ملک محبوب الرسول قادری

............(مدیر اعلیٰ)............

0300/0321-9429027
mahboobqadri787@gmail.com

ماہی انوارِ رضا
مدیر اعلیٰ ملک محبوب الرسول قادری

حضرت سفیرِ اسلام نمبر

قطعہ اشاعت سال
۱۴۳۲

''بے بدل تجلیات فیضِ مصطفٰے''
۲۰۱۱ء

شاہ نورانی کا والد حق نوا عبدالعلیم — اعلیٰ حضرت کا خلیفہ باوقار و اعتماد
اس کی طبیعت میں گندھا تھا عشقِ محبوب خدا — وہ خجستہ بخت یار غار کا تھا خانہ زاد
دستِ قدرت نے سمویا اس کی شخصیت میں خوب — علم و دانش کا وفورِ عشق و ادب کا ازدیاد
معرکہ آراء مناظر تھا وہ نام آور خطیب — اس کے آگے جو حریف آیا گیا وہ نامراد
اس نے پہنچایا پیامِ حق بشرق وغرب دہر — سامنے اس کے رہا دینِ محمد ﷺ کا مفاد
وہ سفیر اسلام کا تھا بندۂ میموں سرشت — وہ وکیل اس ارضِ پاکستان کا فرخ نہاد
کامیابی جس سے اس کو غیر معمولی ملی — خوبیٔ کردار تھی اس کی بحسنِ اعتقاد
قادری محبوب صاحب نے بڑے اخلاص سے — خوبصورت اس اشاعت سے کیا ہے اس کو یاد
یہ حکایت دلنواز اس نے سنائی ہے ہمیں — خوبیاں رکھتا تھا کیا وہ شیخ تبلیغ ورشاد
خاص اس نمبر کی طارق نے کہی تاریخ چاپ — ''مسندِ علم و فراست پیکرِ سعی و جہاد''

۱۴۳۲ء

(طارق سلطانپوری)

حمد و مناجات، نعت و منقب

حمدِ باری تعالیٰ

ہے تو ہی تو اگر تجھے پہچان جائیں ہم — پھریاں سے کیوں بہ حسرت و ارمان جائیں ہم
وہ علم دے ہمیں کہ تجھے جان جائیں ہم — بندے ہیں تیرے اور کو کیوں مان جائیں ہم
ہر شان میں ہے جلوہ نما تو ہی اے خدا — آنکھیں عطا ہوں کاش کہ پہچان جائیں ہم
یارب ہمارے ساقیٔ کوثر ہوں میزباں — جب حشر میں بصورت مہمان جائیں ہم
شانِ جنابِ احمد مرسل حبیب حق — گر حق نما نظر ہو عطا جان جائیں ہم
برقع اٹھایئے رخ روشن سے یا نبی — اللہ کے حبیب ہو قربان جائیں ہم
لاتقنطو ہے سامعہ افروزِ جاں حکیم — واعظ کے قیل و قال کو کیوں مان جائیں ہم

(مولانا محمد عبدالحکیم صدیقی جوشؔ و حکیمؔ قدس سرہٗ)

☆

ہے پاک رتبہ فکر سے اس بے نیاز کا — کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا
شہ رگ سے کیوں وصال ہے آنکھوں سے حجاب — کیا کام اس جگہ خردِ ہرزہ تاز کا
لب بند اور دل میں وہ جلوے بھرے ہوئے — اللہ رے جگر ترے آگاہِ راز کا
غش آگیا کلیم سے مشتاقِ دید کو — جلوہ بھی بے نیاز ہے اس بے نیاز کا
ہر شے سے ہیں عیاں مرے صانع کی صنعتیں — عالم سب آئینوں میں ہے آئینہ ساز کا
افلاک و ارض سب ترے فرماں پذیر ہیں — حاکم ہے تو جہاں کے نشیب و فراز کا
اس بیکسی میں دل کو مرے ٹیک لگ گئی — شہرہ سُنا جو رحمتِ بیکس نواز کا
مانندِ شمع تیری طرف لو لگی رہے — دے لطف میری جان کو سوز و گداز کا

تو بے حساب بخش کہ ہیں بے شمار جرم — دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا
بندے پہ تیرے نفسِ لعیں ہوگیا محیط — اللہ کر علاج مری حرص و آز کا
کیوں کر نہ میرے کام بنیں غیب سے حسنؔ — بندہ بھی ہوں تو کیسے بڑے کارساز کا

(حضرت حسن رضا خاں حسن بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

☆

نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں — جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں
جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ اُن کی آنکھیں — جلتے بجھا دیے ہیں روتے ہنسا دیے ہیں
اک دل ہمارا کیا ہے آزار اُس کا کتنا — تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیے ہیں
اُن کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو — جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں
ہم سے فقیر بھی اَب پھیری کو اُٹھتے ہوں گے — اب تو غنی کے در پر بستر جما دیے ہیں
اسرا میں گزرے جس دم بیڑے پہ قدسیوں کے — ہونے لگی سلامی پرچم جھکا دیے ہیں
آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب — کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اُٹھا دیے ہیں
دُولہا سے اتنا کہہ دو پیارے سواری روکو — مشکل میں ہیں براتی پُرخار بادیے ہیں
اللہ کیا جہنم اَب بھی نہ سرد ہوگا — رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیے ہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا — دریا بہا دیے ہیں دُربے بہا دیے ہیں
ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم — جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں

(امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

☆

منقبت

فریاد بہ بارگاہِ سرکار بغداد

یا سیدنا غوث الاعظم شَیئًا لِله شَیئًا لِله
سرکار عرب سالار عجم شَیئًا لِله شَیئًا لِله
اے آل نبی اولاد علی اے محی دین مصطفوی
اے صاحب فضل وجود کرم شَیئًا لِله شَیئًا لِله
عزت والے حرمت والے طاقت والے قوت والے
اے صاحب دولت و جاہ حشم شَیئًا لِله شَیئًا لِله
یا نورًا من انواراللہ یا سِرًّا من اسرار اللہ
یا بحرًا من ابحار کرم شَیئًا لِله شَیئًا لِله
اے جلوۂ حسن و حسین اے لختِ بتول و شیرزمن
اے جان جانانِ عالم شَیئًا لِله شَیئًا لِله
ہاں اے محبوب سبحانی، قطب اقطاب ربانی
اے غوث و غیاث و مغیث امم شَیئًا لِله شَیئًا لِله
بیمار ہوں میں ناچار ہوں میں، دنیا سے بہت بیزار ہوں میں
مونس ہے کوئی نہ کوئی ہمدم شَیئًا لِله شَیئًا لِله
اب حرص و ہوا نے گھیر لیا، خ نفس و شیطان نے زیر کیا
دیتا ہوں دہائی میں ہر دم شَیئًا لِله شَیئًا لِله
کشتی ہے بھنور میں آن پھنسی اور کھیون ہار نہیں ہے کوئی
سب عرض یہ کرتے ہیں پیہم شَیئًا لِله شَیئًا لِله

میں آپ ہی کا کہلاتا ہوں، اس نسبت پر اتراتا ہوں
رکھ لیجئے آپ ہی میرا بھرم شیئاً للہ شیئاً للہ

میلہ ہے قادری مستوں کا، ریتی ہے چڑھی اور رنگ رچا
برکھا ہو کرم کی اب چھم چھم شیئاً للہ شیئاً للہ

ہاں بادۂ عشق پلا دیجئے، مست عرفاں بنا دیجئے
رنگ جائیں آپ کے رنگ میں ہم شیئاً للہ شیئاً للہ

در پر یہ بھکاری آیا ہے اور خالی جھولی لایا ہے
اے قاسم رزق و فضل و نعم شیئاً للہ شیئاً للہ

ہو وقت مدد یا محی الدین پھر ہوا احیاء دین متین
پھر فتح مبیں کا اڑے پرچم شیئاً للہ شیئاً للہ

ہے عبد علیم صدیقی وابستۂ دامان قدسی
ہاں صدقہ اجداد کرم شیئاً للہ شیئاً للہ

(حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ)

سہ ماہی انوار رضا

حضرت سفیرِ اسلام نمبر

نذر عقیدت بحضور حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ

امیرِ کاروانِ عشق و مستی | اسیرِ زلفِ شاہ بزم ہستی
سفیر اہل حق در جملہ عالم | نصیرِ حاملانِ حق پرستی
بلند از سعی پاکش دینِ احمد | ولے زو کفر شد درکار پستی
ز مرقد سر بر آور اے مسیحا | جہاں شد باز پُر از چیرہ دستی
تُرا حاصل چہ شد بر تر مقامے | ز نور دیدۂ صدیقؓ ہستی
فقیرِ ایں مدح شہ عبدالعلیم است | مرا سرمایۂ فیروز بختی

علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی
شاہ والا شریف۔ خوشاب
0300-4730455

پیغامات

پیغام

عظیم مبلغۂ اسلام

محترمہ ڈاکٹر فریدہ احمد صاحبہ

وائس چانسلر: اسلامی یونیورسٹی برائے خواتین (سابق: ایم این اے)

میں ملک محبوب الرسول قادری چیف ایڈیٹر انوار رضا کی بے حد مشکور وممنون ہوں جنہوں نے بڑی محنت اور مشقت سے میرے والد مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے چھپے ہوئے گوشوں کا اجاگر کرنے کے لیے "سفیر اسلام" کی طباعت کا خصوصی اہتمام کیا جو ہمارے موجودہ علماء دین کے لیے مشعل راہ ہوگا۔

والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم مشفق ومہربان باپ تھے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی اسلام کی عظمت کے وہ پرچم بلند کیے جو آج بھی دنیا کے گوشوں گوشوں میں بڑی آب و تاب کے ساتھ لہرا رہے ہیں۔ پوری دنیا کو اسلام کی خوشبو سے معطر کیا، عیسائیت، مرزائیت اور لادینیت کے خلاف سخت چٹان بن کر کھڑے ہوگئے اور فتنہ قادیانیت کے خلاف تن تنہا جدوجہد کرکے مقام مصطفیٰ کا تحفظ کیا اور ختم نبوت کا دفاع کیا۔ دین اسلام کی تبلیغ کے لیے وہ اندرون ملک و بیرون ملک دو دو، تین تین سال ہم سے جدا رہتے۔ اور انکی جدائی کا قلق میرے قلب کو ہمیشہ مغموم رکھتا تھا لیکن چونکہ وہ اللہ کی راہ میں ہم سے دور رہتے تھے اس لیے مغمومیت کے ساتھ ساتھ قلبی سکون بھی رہتا تھا۔ گو کہ والد ماجد دو دو، تین تین سال کے عرصہ کے بعد مختصر وقت کے لیے گھر واپس آتے لیکن اس دوران وہ ہم بھائی بہنوں خصوصی طور پر مجھ کو اتنا پیار دیتے کہ ماضی کی اُداسیاں خود بخود دم توڑ دیتی تھیں۔



ہمارے بچپن کا وہ زمانہ تھا جب بچیوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے بڑی مخالفت ہوتی تھی۔ لیکن میرے والد کی نگاہ بڑی دوراندیش تھی لہذا انہوں نے ہمیں تعلیم دلانے کا بندوبست کیا۔ مجھے یاد ہے کہ مجھے اپنی گود میں بٹھا کر بے حد پیار کرتے اور فرماتے تھے کہ میں نے مردوں میں جو کام کیا ہے میری یہ بیٹی عورتوں میں وہی کام کرے گی۔ یہ میرے والد ماجد کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ آج خواتین میں تبلیغ وتدریس کا کام سرانجام دے رہی ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کام میں مدد فرمائے اور تمام مشکلات کو حل فرمائے۔ میرے والد ماجد صرف دین اسلام ہی کی آبیاری نہیں کی بلکہ قیام پاکستان کے لیے انہوں نے پوری دنیا میں اس کے لیے جدوجہد کی اسی لیے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو "کشتی سفیر اسلام" کا خطاب دیا تھا۔

پیغامِ اقبال

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد

○

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

○

تفریقِ ملل حکمتِ افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملتِ آدم

پیغام

حضرت زینت السادات، آبروئے مشائخ

پیر سیّد محمد فاروق القادری

سجادہ نشین: خانقاہ قادریہ شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خان، ضلع رحیم یار خان

○

یہ اسلام کی انفرادیت اور اس کا اعجاز ہے کہ ہر دور میں اسے اپنی ترجمانی کے لیے عظیم سکالر، محقق، مبلغ اور مصنف غیبی طور پر میسر آتے رہے ہیں اور یہ پاکیزہ لوگ بغیر کسی دنیاوی منفعت کے صرف رضائے الٰہی کی خاطر دنیا کے کونے کونے اپنی گوناگوں صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پیغام حق پھیلانے میں مشغول رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں بجا طور پر اسلام کے تابندہ ستارے کہا جاسکتا ہے۔

مبیں حقیر گدایانِ عشق کیں قوم   شہانِ بے کمر و خسروان بے کلہ اند

اسی مبارک جماعت کے ایک فرد فرید سفیر اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی ہیں آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ اور خلیفہ تھے اور مختلف زبانوں، بالخصوص انگریزی اور عربی پر مہارت کی وجہ سے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے انہیں دنیا کے دور دراز ممالک میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سونپا۔

ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا آپ نے پڑھے لکھے طبقے کو زیادہ متاثر کیا۔ افریقی ممالک میں آپ کے ذریعے ریاستوں کی ریاستیں مسلمان ہوئیں پھر آپ نے جگہ جگہ مدارس، ہسپتال اور مساجد قائم کرائیں۔ اخبارات و جرائد کا اجراء کیا اور یوں تبلیغی نتائج حاصل کرنے کے لیے مربوط نظام قائم کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی نگاہ میں تاثیر اور زبان میں ایسی شیرینی رکھی تھی کہ جہاں

جاتے دلوں کے شہر آباد ہو جاتے۔

آپ کی تربیت نے ملت اسلامیہ پاکستان کو علامہ شاہ احمد نورانی ایسا استقامت و عزیمت اور علم و عمل کا پیکر عطا کیا۔

شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہ حضرت سے جو تعلق خاطر تھا اس نے آپ کو جوارِ رسول میں آخری جگہ عطا فرمائی۔

انوارِ رضا کا ....سفیر اسلام نمبر..........حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کا عکس ہے اس پر ملک محبوب الرسول قادری بجا طور پر شکر کے حق دار ہیں۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی، اور کافری کیا ہے؟

○

زندگی کیا ہے مدینے کے کسی کوچہ کی موت
مَوت کیا ہے ہند کے ظلمت کدہ کی زندگی

○

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتداء ہے اسماعیلؑ

○

راہِ حق کربلا کو جاتی ہے
اِس میں ہوتے ہیں سَر قلم، ساقی

پیغام

مصنفِ کتبِ کثیرہ، علامۂ زماں، وارثِ علوم امام رازی

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

امیر: کاروانِ اسلام

○

حضرت شیخ التبلیغ سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قدس سرہٗ کا وجود گذشتہ صدی میں اسلام اور اہل اسلام کے لئے عزت و وقار کا استعارہ اور علامت تھا انہوں نے جس مسلسل محنت، خداداد لیاقت و ذہانت، خلوص اور دیانت کے ساتھ اشاعت و ابلاغ دین کے لئے جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں وہی دین و دانش کا تقاضا ہے۔ آپ ایک علمی و روحانی خانوادہ کے چشم و چراغ تھے اور خاندانی نجابت و شرافت کے اثرات بھی ان کی سوچ اور فکر سے عیاں تھے۔ آپ نے جس انداز میں ساری دنیا کے اطراف و اکناف کا دورہ کیا، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، آل انڈیا سنی کانفرنس، تحریک آزادی، تحریک قیام پاکستان، تحریک ختم نبوت کے علاوہ اپنی حیاتِ مستعار کے ہر لمحے میں اسلام کے لئے جو جدوجہد کی وہ اس وقت ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ سعودی فرمانروا شاہ سعود بن عبدالعزیز سے ملاقات کر کے انہیں "حج ٹیکس" کے خاتمے کے لئے قائل کرنا بجائے خود حضرت سفیر اسلام کا کارنامہ ہے۔ جارج برنارڈ شا سے ان کا مکالمہ سنت نبوی ﷺ پر عمل بھی ہے اور حقاقِ حق کی عمدہ مثال بھی ہے ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ غیر مسلموں کا آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہونا اسلام کی حقانیت اور آپ کے اخلاص کی کرامت ہے بلکہ ان کے اس روشن کردار کے سبب تو بعض لوگوں کی طرف سے امام اہل محبت مولانا احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ پر بے جا شدت کے الزامات ازخود بہتان ثابت ہو جاتے ہیں کہ شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم اسکالر اور اعلیٰ حضرت کے تربیت یافتہ خلفاء و تلامذہ کی فکر اور کردار اصل معاملہ کا آئینہ ہے۔

☆ ترجمہ تفسیر کبیر، بانی: جامعہ اسلامیہ لاہور، ایچی سن سوسائٹی (ٹھوکر نیاز بیگ)
0321-9494173, 042-35300353

عصری ضرورتوں کے مطابق حضرت سفیر اسلام نے مسلم سوسائٹی میں وحدت و بھائی چارے کے قیام اور امت کے اجتماعی مسائل کے حل کے لئے جن ناساعد حالات میں جو نتیجہ خیز کام کیا وہ انہی کا حصہ ہے۔ بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح اور آپ کے خاندانی تعلقات و روابط اگرچہ کئی نسلوں سے آرہے تھے مگر آپ نے اپنے برادران عزیز کے ساتھ مل کر جس انداز میں انہیں نبھایا وہ ہماری تاریخ کی عمدہ مثال ہے۔

بہت اچھا ہوا کہ سہ ماہی "انوارِ رضا" جوہر آباد نے حضرت شیخ التبلیغ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی گراں قدر علمی و تبلیغی، ملی و قومی خدمات کے اعتراف میں اشاعت خاص کا اہتمام کیا اور اس وقت "حضرت سفیر اسلام نمبر" منظرِ عام پر لایا جارہا ہے۔ اگر اہل سنت کے تمام ادارے اور جرائد اس نہج پر کام شروع کرلیں اور اپنی علمی شخصیات اور ان کے نمایاں کارناموں سے نسل نو کو روشناس کرانے کی ذمہ داری قبول کرلیں تو ایک طرف یہ اپنی تاریخ کو محفوظ کرنے کی خوبصورت کوشش ہوگی اور دوسری طرف وہ اپنی اہم ترین ذمہ داریوں کو بطریق احسن ادا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ میں اپنے عزیز ملک محبوب الرسول قادری کو اس اشاعت خاص پر خراج تحسین اور مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ورنہ حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ہم نے اپنی ذمہ داریوں سے روگردانی کی اور دوسروں نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اہل سنت بہرِ قوالی و عرس — دیوبندی بہرِ تصنیفات و درس
خرچ نجدی بر علوم و درس گاہ — خرچ سنی بر قبور و خانقاہ

(دیوانِ سالک)

اہل سنت کے مبلغین کے لئے میری گذارش ہے کہ وہ تبلیغ دین کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس عظیم خلیفۂ مجاز کے روش اور رویے کو اپنائیں تاکہ دورِ حاضر میں ہماری محنت ضائع نہ ہو اور اہل سنت کی کوششیں ثمر بار ہوسکیں۔

اللہ تعالیٰ اہل سنت کو اور بالخصوص ہمارے روحانی مراکز کو خدمتِ دین کے لیے اشاعت وابلاغ پر توجہ مرتکز کرنے کی توفیق دے اور ملک محبوب الرسول قادری کو جزائے خیر سے نوازے آمین۔

پیغام

عالی جناب

صاحبزادہ شاہ محمد اویس نورانی صدیقی

سینئر نائب صدر: جمعیت علمائے پاکستان، نائب صدر: ورلڈ اسلامک مشن پاکستان
نگران اعلیٰ: مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان

سفیر اسلام مبلغ اعظم سیاح عالم فنا فی اللہ و فنا فی الرسول شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جامع الصفات شخصیت کے حامل تھے شرق سے غرب تک شمال سے جنوب تک آپ نے اسلام کے آفاقی پیغام کو پہنچایا۔ آپ نے یورپ کے کلیساؤں میں بھی توحید کے پیغام کو پہنچایا اور افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں بھی عشق مصطفےٰ ﷺ کی شمع کو روشن کیا۔ افریقہ، انڈونیشیا، ترکی، ملائیشیا، سری لنکا، یورپ اور امریکا میں آج بھی کئی مساجد اور مراکز آپ کے نام سے موسوم ہیں دنیا کے مختلف ممالک میں آپ کے نام سے موسوم کئی تنظیمیں مذہبی اور فلاحی کام احسن انداز میں سرانجام دے رہی ہیں۔ آپ کے کئی علمی مراکز ایسے ہیں جن میں آج بھی دینی و دنیوی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے اور وہ علم کی روشنی کو پھیلا رہے ہیں ان میں دو درجن سے زائد ادارے کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر کام کر رہے ہیں ہند کی سرزمین کے پہلے مبلغ حضرت اقدس شاہ عبدالعلیم صدیقی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا۔

معروف ڈرامہ نگار یہودی اسکالر جارج برنارڈ شا نے جب حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی سے اسلام کی حقیقت کے متعلق مکالمہ کیا تو بالآخر اُسے یہ کہنا پڑا کہ اگر مسلمانوں کے اندر شاہ عبدالعلیم صدیقی جیسے عالم اور مبلغ ہوں تو آئندہ صدی

☆ بیت الرضوان، ایف، ۱۸ بلاک نمبر ۴، کلفٹن کراچی 0333-3015151

مسلمانوں کی ہوگی۔

حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی نے افریقہ کا دورہ مکمل کرنے کے بعد جب اعلیٰ حضرت امام شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی تو آپ نے فخر کے طور پر اپنا جبہ اور دستار آپ کو عنایت فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا۔

عبدِ علیم کے علم کا سنکر جہل کے بہل بگاتے یہ ہیں

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سنی کانفرنس پٹنہ اور سنی کانفرنس بنارس میں آپ نے نہ صرف شرکت کی اور خطاب فرمایا بلکہ امن کے قیام کے لئے بھی فضا سازگار کی قیام پاکستان کے بعد آرام باغ کراچی میں پہلی نماز عید آپ ہی نے پڑھائی حضرت قائداعظم محمد علی جناح اور نوابزادہ لیاقت علی خان سمیت کئی زعماء نے آپ کی اقتدا میں نماز عید ادا کی۔ قائداعظم کی خصوصی درخواست پر آپ نے مصر، انڈونیشیا اور دیگر ممالک کا دورہ کیا اور قائداعظم نے ہی آپ کو ''سفیر اسلام'' کا لقب دیا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کی قیادت میں علمائے کرام کے ایک وفد نے حضرت قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کی اور اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ کیا اور ایک دستاویز یاداشت کے طور پر پیش کی افسوس کہ قائداعظم کی زندگی نے وفا نہ کی اور یہ مطالبہ ابھی تک پورا نہیں ہو سکا قائداعظم نے متعدد مواقع پر اس بات پر فخر کا اظہار کیا کہ حضرت شاہ عبدالعلیم جیسی شخصیت ہمارے ساتھ ہے۔

آپ نے اسلام کی حقانیت، تصوف کی جامعیت اور ردّ قادیانیت سمیت مختلف موضوعات پر متعدد کتب تحریر کیں جو سینکڑوں مرتبہ مختلف زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں آپ نعت گو شاعر بھی تھے آپ موریشس میں تھے ایک محفل نعت کے دوران ایک نعت خواں نعت پڑھ رہا تھا جس کا قطعہ یہ تھا کہ

مدینے جاؤں پھر آؤں پھر جاؤں یوں ہی قصہ تمام ہو جائے

آپ نے نعت خواں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یوں نہ کہیے بلکہ یوں کہیے۔

مدینے جاؤں پھر واپس نہ آؤں یوں ہی قصہ تمام ہو جائے

نبی اقدس ﷺ نے آپ کے اس استغاثہ کو قبول فرما لیا آپ موریشس سے مدینے طیبہ گئے اور وہاں ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے الحمد للہ شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا مدفن ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں بنا۔ الحمد للہ حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام رسائل ایک کتاب کی صورت میں یکجا ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں، آپ کی حیات پر مختلف علمی، فکری اور ادبی حلقوں کے تاثرات کو یکجا کر کے محترمہ مکرمہ ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی نے کتابی شکل میں شائع کروا دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف اشاعتی ادارے اور تنظیمیں حضرت کے رسائل کو وقتاً فوقتاً شائع کرتی رہتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ حضرت کی حیات اور شخصیت پر ایک جامع کتاب کو منظر عام پر لایا جائے۔

ماضی کی طرح ایک بار پھر اس کار خیر میں جناب ملک محبوب الرسول قادری بازی لے گئے اور سفیر اسلام سے موسوم انوار رضا کا خصوصی نمبر شائع کر رہے ہیں جناب ملک صاحب ہم سب اہل سنت کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے تمام اکابر کی خدمات کو یکجا کر کے منظر عام پر لائے۔

تاجدار بریلی نمبر، خواجہ احمد میروی نمبر، حضرت اخند زادہ مبارک نمبر، حضرت طارق سلطانپوری نمبر، مجاہد ملت نمبر، مولانا نیازی نمبر، قائد اہل سنت پر تو کئی خصوصی نمبر اور اب سفیر اسلام نمبر اسی سلسلہ نور کا تسلسل ہے۔ عوام اہلسنت کی ناقدری اور عدم توجہی کے ماحول میں جناب ملک صاحب نے جو قدم اٹھایا ہے ہم سب کو ان کا دست و بازو بننا چاہیئے اشتہارات کے سلسلے میں اُن کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے اور اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ کاپیاں خریدنی چاہیئے اور اپنے حلقہ احباب میں اس کو خرید کر تقسیم کرنا چاہیئے تا کہ ان کے اشاعتی سلسلہ میں تعطل نہ آئے بلکہ تسلسل جاری رہے۔ آیئے سب مل کر ملک صاحب کے لئے دُعا کریں کہ

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

پیغام

حضرت پیر طریقت ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول اسلام آباد

مجھے یہ جان کر انتہائی خوشی ہوئی کہ "انوارِ رضا" نے سفیرِ اسلام اور دنیائے اہلسنت کی عظیم شخصیت حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کی حیات و خدمات کے سلسلہ میں ایک خاص نمبر شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہلسنت کی ان باکمال ہستیوں سے نئی نسل کو روشناس کرانا کسی جہاد سے کم نہیں۔ اہلسنت وجماعت کو جن ممتاز اور محقق علماء کی سرپرستی حاصل رہی ان میں ایک نمایاں نام مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی اور احسان فراموشی ہے کہ سلف صالحین کی محبت کا تو ہم دم بھرتے ہیں لیکن ان اعلیٰ ہستیوں کے کارناموں کی قدرو قیمت تو درکنار ان کے متعلق معمولی آگاہی بھی نہیں رکھتے۔

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار مشاہیر اہلسنت اور اکابرینِ ملت کی اس سنہری لڑی سے ہے جن کا احسان اہلسنت کی گردنوں پر ہمیشہ رہے گا اور یہ ایک قرض تھا جو ملک محبوب الرسول قادری نے اتارنے کی ایک کامیاب کاوش کی کیونکہ اسلاف کے کارناموں سے آگاہی و روشناس کرنا اس دور کی شدید ضرورت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی دعوت وتبلیغ کی ذمہ داری ایسے نفوس قدسیہ کے فرائض میں داخل کی جنہیں ہم انبیائے کرام کہتے ہیں ایسی عظیم ہستیوں کے بارے میں اسلام نے بتایا کہ ان سے کبھی بھی کسی قسم کا کوئی گناہ سرزد نہیں ہوسکتا وہ معصوم ہیں اور

ان کا عمل ہی اہلِ دنیا کیلئے اسوۂ حسنہ اور حجت کاملہ ہے۔ یہ دعوت وتبلیغ کا کام کرنا بھی اللہ عزوجل کے برگزیدہ بندوں کا کام ہے بچوں کا کھیل نہیں۔ اگرچہ یہ انبیاء کی طرح معصوم نہیں ہوتے لیکن فضیلت کے اعتبار سے ماشاء اللہ بلند مرتبہ کے حامل ہوتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَا تَصَدَّقَ النَّاسُ بِصَدَقَةٍ مِّثْلَ عِلْمٍ يُّنْشَرُ

کسی آدمی کا صدقہ کرنا اس شخص کے صدقہ کی مثل نہیں ہوسکتا جو علم دین کی نشرو اشاعت میں مصروف ہو۔

شاہ عبدالعلیم صدیقی وہ عظیم مبلغ اسلام اور محسن اہلسنت ہیں جنھوں نے نہ صرف ہندوستان، پاکستان بلکہ پوری دنیا میں اپنی عمر عزیز کے 40سال اسلام کی ترویج اور اشاعت میں لگا دیئے جس کیلئے آپ نے حجاز، سنگاپور، ملائشیا، تھائی لینڈ، برما، ویتنام، چین، جاپان، برطانیہ، جنوبی افریقہ، کینیڈا اور امریکہ جا کر اسلام کو روشناس کرایا بالخصوص جنوبی افریقہ میں آپ کی اسلام کی خدمات ناقابل فراموش ہیں جہاں آپ کی کاوشوں سے ہزاروں لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور لاکھوں لوگوں کو دین کی حقیقی روح تک رسائی انہی کے توسط سے ملی۔ انہیں عربی، اردو، فارسی، انگریزی، فرنچ، انڈونیشین اور جاپانی زبانوں پر عبور حاصل تھا عظیم انگریز مفکر برنارڈ شا کے ساتھ مکالمہ آپ کا ایک علمی اور تاریخی حصہ ہے جس پر اہلسنت جتنا فخر کریں تھوڑا ہے۔

لوگ کہتے ہیں بدلتا ہے زمانہ سب کو
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

آپ نے صرف اسلام کے خلاف غیر مسلموں کے اعتراضات کا مثبت جواب دینے کا علمی کارنامہ ہی انجام نہیں دیا بلکہ لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کر کے دعوتی و اصلاحی میدان میں بھی بہت اونچا مقام حاصل کیا آپ نے تحریر و تقریر شاعری اور تصوف میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا

خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور نظام مصطفےٰ ﷺ کیلئے آپ نے زندگی وقف کر رکھی تھی اور حق کے متلاشیوں کو اسلام کا صحیح تعارف کراتے ہوئے سالکینِ راہ ہدایت کو منزل کا پتہ دیا۔ کردار و عمل کی زمین پر اللہ نے اُن سے جو کام کرائے، اُن سے واضح ہوگیا کہ اِس بڑی ذمے داری کے اِس عہدے کے لیے، اُن کا انتخاب توفیقِ ربّانی کی دین ہی تھا۔

تقریر سے ممکن ہے نہ تحریر سے ممکن
وہ کام جو اِنسان کا کردار کرے ہے

آپ قائد ملت اسلامیہ شاہ احمد نورانی کی صورت میں جو اہلسنت کو ہیرا عطا کر گئے یہ بھی ان کی اسلام سے والہانہ محبت اور ملک و ملت کیلئے عظیم اثاثہ ہے جنہوں نے ورلڈ اسلامک مشن اور سیاسی جدو جہد کیلئے جمیعت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم کو جاری و ساری رکھا اور اپنے والد گرامی کے عظیم مشن کو آگے بڑھایا اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے نقیب بن کر پوری دنیا میں اہل سنت وجماعت کی راہنمائی کی۔

اس کاوش پہ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ملک محبوب الرسول قادری کو اس عظیم کام پر جزائے عظیم عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلی آله واصحابه اجمعین

یہی بات کہنے کو جی چاہتا ہے
مدینے میں رہنے کو جی چاہتا ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَسَلِّمْ

پیغام

نظریۂ پاکستان ٹرسٹ
Nazaria-i-Pakistan Trust

NPT/CH/II/984
24-08-2011

سہ ماہی ”انوار رضا“ جوہر آباد کی اشاعتِ خاص بعنوان ”حضرت سفیر اسلام نمبر“ کے لیے

نظریۂ پاکستان ٹرسٹ کے چیئرمین جناب مجید نظامی کا پیغام

برصغیر میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے علمائے کرام کی جدوجہد تاریخ اسلام میں سنہری حروف سے رقم ہے۔ یہ ان کی شبانہ روز مساعی کا ہی ثمر شیریں ہے کہ کفر و شرک کے گڑھ ہندوستان میں توحید و رسالت کا نور پھیلا اور کثیر تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اہل ایمان پر فرض ہے کہ ان پاک طینت بزرگوں کی مساعی جلیلہ کا نہ صرف اعتراف کیا جائے بلکہ ان کے فکر و عمل کی ترویج و اشاعت کے ساتھ ساتھ ان کے نقش ہائے قدم پر چلنے کی بھی بھرپور کوشش کی جائے۔

مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی ہے کہ سہ ماہی ”انوار رضا“ کا ایک خصوصی مجلہ برصغیر پاک و ہند کی معروف دینی و ملی شخصیت حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ کی بیش بہا دینی، ملی و قومی خدمات کے اعتراف میں شائع کیا جا رہا ہے۔ میں اس احسن اور بروقت اقدام پر اس کے منتظمین کو تہ دل سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اس خصوصی مجلے کے مندرجات ہماری نسل نو کو ہمارے اکابرین میں سے ایک اہم شخصیت کی حیات و خدمات سے روشناس کروانے کا موجب بنیں گے۔

آپؒ انیسویں صدی کے علمائے حق میں ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ آپؒ نے برصغیر میں تبلیغ دین کے حوالے سے جو تابندہ نقوش رقم فرمائے ہیں وہ ہم سب کے لیے بالعموم اور علمائے کرام کے لیے بالخصوص مشعل راہ ہیں۔ آپؒ کا نعتیہ کلام اس امر کا گواہ ہے کہ آپ ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے اور آپؒ کی زندگی کا وصف خاص سنت رسول ﷺ کا کامل اتباع تھا۔ آپؒ نے اپنی حیات مستعار کا ہر لمحہ دین مصطفوی ﷺ کے لیے وقف فرما دیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ تقریباً پونے دو لاکھ افراد آپؒ کے دست حق پرست پر ایمان کی دولت سے بہرہ مند ہوئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ نے تحریک قیام پاکستان میں بھی زبردست خدمات سرانجام دیں۔ بابائے قوم حضرت قائداعظم بھی آپ کے تبحر علمی اور عالمی سطح بالخصوص براعظم افریقہ کے ممالک میں دین اسلام کی تبلیغ کے حوالے سے آپ کی جدوجہد کے نہ صرف معترف تھے بلکہ آپ کا بڑا احترام کیا کرتے تھے۔ حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ نے ہی آپ کو ”سفیر اسلام“ کا خطاب دیا تھا اور قیام پاکستان کے فوراً بعد عید الفطر کی پہلی نماز حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ ہی کی اقتداء میں ادا کی تھی۔

میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور پاک ﷺ کے صدقے حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ کو ان کی کاوشوں کا اجر عظیم عطا فرمائے اور انہیں مقام علیین میں جگہ عطا فرمائے (آمین)

مجید نظامی
چیئرمین نظریۂ پاکستان ٹرسٹ
24-8-2011

National Headquarters, Awan-i-Karkunan-i-Tehreek-i-Pakistan, Madar-i-Millat Park, 100-Shahrah-i-Quaid-i-Azam, Lahore-54000 Pakistan
Ph: 9920121 3-99201214 Fax: 99202930 Web: www.nazariapak.info E-mail: [illegible]

پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وزیر اعظم
آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر
مظفرآباد

مکرمی جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب

السلام علیکم!

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امّا بعد

سب تعریفیں اللہ جل جلالہ کیلئے جس نے ساری کائنات کوتخلیق فرمایا۔ کروڑوں درود وسلام ہادی عالم محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ پر جنہوں نے ساری انسانیت کو اللہ کی راہ دکھائی۔ رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں مجھے ملّت اسلامیہ کے ایک عظیم راہنما کے بارے میں کچھ لکھنے کو کہا گیا جو میرے لیے باعث فخر وبرکت ہے۔ بلاشک وشبہ اسلام کی ترویج واشاعت میں علماء کرام کا کردار نا قابل فراموش ہے۔ بالخصوص برصغیر پاک وہند میں اسلام کی دعوت کوصوفیا عظام، علماء عظام نے عام کیا۔ اور جس شخصیت کے بارے میں مجھے کچھ کہنا ہے وہ عالم اسلام کی ایک نامور شخصیت سفیر اسلام مبلغ اسلام علامہ الشاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ گزشتہ صدی عیسوی میں اسلام کو دنیا بھر میں بالخصوص موریشس سمیت افریقی ممالک میں تبلیغ دین کا فریضہ نبھایا۔ ہزاروں لوگوں کو دین اسلام سے واقف کروایا، اور انہیں دین اسلام میں داخل بھی کیا۔ مولانا مرحوم کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائیگا، اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلاف کے کارہائے نمایاں کو اجاگر کرنا اخلاف کی ذمہ داری ہے۔ مدیر اعلیٰ انوار رضا کو اس عظیم کاوش پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ علماء کرام سے گزارش ہے کہ پاکستان اس عظیم ملک میں امن کیلئے مذہبی رواداری بھائی چارے کو قائم کرنے کے لیے ایسے بزرگوں کی تعلیمات سے سبق حاصل کیا جائے اور وطن عزیز میں تمام کلمہ گو لوگوں کو آپس میں ملانے کی تگ ودو تازی کی جائے، اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے درجات بلند فرمائے، اُن کے تلامذہ، مریدین چاہنے والوں کو اُن کے پیغام محبت کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اُن کی تعلیمات کو چراغ راہ بنائے اور اُن کی تعلیمات سے ملت اسلامیہ کو بالخصوص اور قافلہ انسانیت کے ہر فرد کو سہریاب فرمائے۔ آمین بجاہ طہٰ ویٰسین

والسلام

چوہدری عبدالمجید،

ملک محبوب الرسول قادری
چیف ایڈیٹر "انوار رضا"
198/4، جوہرآباد (41200) پنجاب

نمبر پی ایس/ 3038/ 2011،
مورخہ 24 اگست 2011

پیغام

پیکر اخلاص و جہد مسلسل

پروفیسر محمد احمد صدیقی

سابق مدیر ہفت روزہ 'احوال' کراچی

سابق مرکزی سیکرٹری اطلاعات: جمعیت علماء پاکستان

میں مبارکباد دیتا ہوں ملک محبوب الرسول قادری چیف ایڈیٹر انوار رضا کو جنہوں نے بڑی عرق ریزی سے حضرت سفیر اسلام کے ان کارناموں کو جو کہ بستہ راز رہے ہیں ان کو اجاگر کر کے عقیدہ اہل سنت کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا۔

وہ سنی کانفرنس جس نے بھارت کے برہمنوں کی کمر توڑ دی وہ سنی کانفرنس جس نے انگریز سامراج کے غرور کو خاک میں ملادیا۔ وہ سنی کانفرنس جس نے پاکستان کے وجود کی داغ بیل ڈالی۔ وہ سنی کانفرنس جس میں برصغیر کے چودہ ہزار علماء اہل سنت اور چار لاکھ عوام اہل سنت شامل ہوئے۔ وہ سنی کانفرنس جس نے مخالفین پاکستان دیوبند کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ وہ سنی کانفرنس جس کے بعد بھارت کے ہر شہر سے ہر گلی و کوچہ اور ہر محراب و منبر سے قیام پاکستان کا مطالبہ ہوا۔ اس سنی کانفرنس کا انعقاد و انتظام "سفیر اسلام عظیم مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ" نے کیا تھا۔ دوران کانفرنس کچھ علماء کرام نے احتجاج کیا کہ بھارت میں اتنے بڑے شہر مثلاً دہلی، ممبئی، کلکتہ، مدراس، لاہور وغیرہ ہیں وہاں اس کانفرنس کو منعقد کرنے کے بجائے بنارس جیسے چھوٹے شہر میں اسکو منعقد کیوں کیا گیا۔ حضرت علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت جلسہ کی صدارت کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا جلسہ کا انعقاد و انتظام

شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے وہ آئیں اور اسکا جواب دیں۔ مبلغ اسلام نے فی البدیہہ اتنا ٹھوس اور مدلل جواب دیا کہ معترضین اور سامعین ششدر ہو کر رہ گئے۔ آپ نے فرمایا چونکہ پاکستان میں قرآنی احکامات نافذ ہوں گے اور قرآن کا پہلا لفظ "ب" سے (یعنی بسم اللہ) اور آخری لفظ "س" (یعنی والناس) پر ختم ہوتا ہے۔ اور بنارس کا بھی پہلا حرف "ب" سے اور آخری حرف "س" پر ختم ہوتا ہے اس لیے اس جگہ کا انتخاب کیا گیا۔ یہ علامہ کی فصاحت و بلاغت کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔ آپ نے اپنی پوری عمر دین اسلام کی خدمت میں صرف کر دی اور بیرون ملک قادیانیوں کے خلاف سخت جہاد کیا۔ جس کام کو والد ماجد نے شروع کیا تھا اسکو منطقی انجام تک پہنچانے میں ان کے فرزند ارجمند علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے اہم کردار ادا کیا۔ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں ان کی پچاس سالہ برسی کے موقع پر ہم نے .... عظیم مبلغ اسلام .... خواتین اسلام مشن پاکستان کی طرف سے خصوصی مجلہ شائع کیا تھا جس میں پوری دنیا سے حضرت کے تبلیغی مشن کو بڑی عرق ریزی سے شائع کیا گیا ہے آپ اس سے جس قدر چاہیں استفادہ کر لیں آپ کو ہماری طرف سے خوش دلی کے ساتھ اجازت ہے اور ہمارے لئے یہ امر باعث مسرت ہے اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی سے نوازے۔ آمین

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

نہیں ہے نا امید اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

پیغام

حضرت پیر سیّد انور حسین شاہ کاظمی

سجادہ نشین: دربار عالیہ کاظم آباد شریف (آزاد کشمیر)

الحمد للہ! آپ نے بہت تھوڑے عرصہ میں بہت اعلیٰ اور معیاری علمی کتابیں، کتابچے شائع کیے ہیں۔ ماہنامہ "سوئے حجاز" اور سہ ماہی "انوار رضا" کی ادارت کا فریضہ بجائے خود نہایت اہمیت کا حامل ہے آپ نے اسلام کے مختلف پہلوؤں، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے حوالے سے مختلف جہتوں اور مشاہیر اسلام کے کارناموں پر مشتمل اہم خصوصی اشاعتیں پیش کر کے اپنی ذمہ داریوں کو خوب نبھایا ہے۔ میں نے انوار رضا کے "تاجدار بریلی نمبر"، "قائد ملت اسلامیہ نمبر"، "حضرت مجاہد ملت نمبر"، "حضرت اخند زادہ مبارک نمبر"، "حضرت طارق سلطانپوری نمبر" ...... "حضرت خواجہ احمد میروی نمبر" اور بالخصوص "مولودِ کعبہ نمبر" دیکھے۔ آپ نے جس سرعت کے ساتھ یہ کام بطریق احسن نبھائے ہیں وہ یقیناً آپ کا کارنامہ ہے۔ مولودِ کعبہ نمبر کی اشاعت نے ہمارے دل میں خوشی کے گلاب کھلا دیئے اور اُس کی خوشبو سے اس وقت بھی مشامِ جاں معطر و معنبر ہے۔ حضرت سیّدنا مولائے کائنات، قاسم ولایت، بابِ مدینۃ العلم، مولائے مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ نے جس انداز میں معترضین کے اعتراضات کا علمی محاکمہ کیا ہے وہ مخالفین کے لیے تازیانہ عبرت ہے۔ ہماری دُعائیں اور نیک تمنائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے گی اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کا فیض نصیب فرمائے گا بلکہ یہ کام اُنہی کے فیض کا نتیجہ وثمر ہے۔ میری طرف سے مبارک قبول فرمایئے۔ حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جیسی برگزیدہ اور مثالی شخصیت پر آپ نے قلم اٹھا کر وقت کی اہم ضرورت کو پورا کرنے کی عمدہ کوشش کی ہے اور یہ پوری قوم کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کرنے کی سعی کی ہے۔ آپ میری دُعاؤں میں ہمیشہ شامل رہتے ہیں اور رہیں گے۔ خدا آپ کے عزم و ہمت میں استقامت کی کرامت کو دوام عطا فرمائے۔ آمین

پیغام

ادیب شہیر، عظیم سماجی شخصیت، کالم نگار

علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری

کنٹری کوارڈینیٹر: اسلامک ہیلپ (یو کے) مدیر اعلیٰ: ماہنامہ سوئے حجاز لاہور

برادر عزیز فاضل جلیل علامہ محبوب الرسول قادری ہمارے مسلک کے دینی صحافیوں میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ایک عرصہ سے ماہنامہ سوئے حجاز کی ادارت کے ساتھ ساتھ سہ ماہی انوار رضا کی اشاعت کی ذمہ داری بطریق احسن نبھا رہے ہیں ان کے سینکڑوں دینی مضامین اور مقالات ملک بھر کے اخبارات اور جید دینی جرائد و رسائل کی زینت بن چکے ہیں۔

عصر حاضر میں بلاشبہ یہ منفرد اعزاز کسی اور کو حاصل نہیں کہ وہ پیہم جدوجہد کے ذریعے اکابر اہلسنت کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے سہ ماہی ''انوار رضا'' کے خصوصی نمبر شائع فرماتے رہتے ہیں۔ ان کا یہ عمل گوناگوں برکات اور فیوضات کے حصول کا باعث ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''فاذکرونی اذکر ....'' پس تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

دراصل خادمینِ دین اور پاکباز ان امت کا ذکر کرنا عین اللہ رب العزت ہی کا منشا ہے اور بایں طور پر ایک ایسا عمل صالح ہے جس سے اللہ کی رضا کی منزل کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''البرکت مع اکابرکم ......'' اکابرین کی معیت میں برکت ہے۔

لہٰذا علامہ موصوف گوناگوں برکات کثرت کے ساتھ سمیٹ چکے ہیں جبکہ فیوضات

برکات کے حصول کا یہ سفر جاری و ساری ہے۔ اس دفعہ انہوں نے سفیر اسلام حضرت غوث شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ پر انوار رضا کا خصوصی نمبر شائع کیا ہے۔

آپ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ قائد اہل سنت حضرت مولانا الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی اور امام اہلسنت حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ دعوتِ دین کے جذبے سے سرشار تھے۔ چنانچہ ترویج و اشاعتِ آپ نے دین کے لئے دنیا بھر میں سفر کئے۔

دعوت دین کی حکمتوں اور مصالح سے خوب آگاہ تھے ان کا طریق دعوتِ دین حضور ﷺ کے طریق پر تھا جس میں نہ صرف انسان کے فہم و بصیرت کو جھنجھوڑا جاتا ہے اور اس کی دانش کو دلائل و براہین سے مسخر کیا جاتا ہے بلکہ اپنے مثالی کردار اور نمونہ سیرت سے اس پر ابلاغ دعوت و دین کی محبت کچھ یوں تمام کر دی جاتی ہے کہ اسے اسلام کی ابدی صداقتوں کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر سے ان کے دست حق پرست پر ڈیڑھ لاکھ لوگوں نے اسلام قبول کیا انہیں دعوت اسلام کو درپیش چیلنجز کا نہ صرف کماحقہ ادراک تھا بلکہ وہ ان چیلنجز سے نپٹنے کے لئے مؤثر حکمت عملی بھی رکھتے تھے ان کی نظر ابلاغ دعوت دین کے حوالے سے اہل اسلام کی کوتاہیوں بے تدبیریوں پر بھی تھی اور غیر مسلموں کی غلط فہمیوں، الزام تراشیوں اور ان کی طرف سے اسلام پر اٹھائے جانے والے اعتراضات پر بھی تھی ۔ وہ غیر مسلموں کے بعض متعصب گروہوں کی طرف سے اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔ اور ان کا مؤثر تدارک اور انسداد بھی حکیمانہ طرز عمل کے ذریعے کرنا چاہتے تھے اس غرض سے انہوں نے اطراف و اکناف عالم میں تبلیغی دورے کئے اور طویل عرصہ تک اشاعت دین کے لئے مخلصانہ اور حکیمانہ جدوجہد فرمائی ۔ ان دوروں میں ان کی ملاقاتیں بعض مغربی مشاہیر عالم سے بھی ہوئیں جن میں جارج برنارڈ شا کا نام نمایاں طور پر قابل ذکر ہے۔ جارج برنارڈ شا کے ساتھ انہوں نے افریقہ میں اسلام پر اہل مغرب کی طرف سے اٹھائے جانے والے بعض اہم اور حساس

اعتراضات کے حوالے سے نہایت خوبصورت اور مدلل مکالمہ فرمایا۔ یہ مکالمہ بھی اس خصوصی اشاعت میں شامل ہے اور بلاشبہ یہ خاصے کی چیز ہے اس مکالمہ سے ان کے تبحر علمی، اخلاص اور ان کی داعیانہ تڑپ میں بسنے والے، ژرف نگاہی اور بردباری کا اندازہ اچھی طرح سے ہو جاتا ہے۔ انہیں یورپ، امریکہ اور افریقہ والے مسلمانوں کو مذہبی حوالے سے درپیش مسائل اور مشکلات کا بھی مکمل فہم و ادراک تھا وہ اس جدید معاشرے کے مذہبی رجحانات پر گہری نظر رکھتے تھے اور انہوں نے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ تبلیغی مساعی کے ذریعے وہاں دعوت دین کے کام کو خوب منظم فرمایا۔ لندن میں پہلا اسلامی ثقافتی مرکز انہی کی کاوشوں سے قائم ہوا۔ انہوں نے اس مرکز میں ایک وسیع و عریض لائبریری قائم کر ڈالی وہاں کے مسلمانوں کے لئے ان کی طرف سے کی جانے والی تبلیغی جدوجہد نے یہ اسلوب متعین کر دیا کہ اسلام کی دعوت کی بنیاد قصے کہانیوں کی بجائے کتاب و سنت پر مبنی استدلال کو بنایا جائے اور فروغ علم کی تحریک کے ذریعے اسلامی تعلیمات کا نور ہر سو پھیلایا جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اہل مغرب کو امن کا پیغام دیا اور ان کے ذہنوں میں موجود اسلام کے بارے میں بہت ساری بدگمانیوں کو دور کرنے کے لئے بصیرت افروز خطابات اور مکالمے کئے۔ ان کی انہی گرانقدر خدمات کے پیش نظر قائد اعظم نے انہیں "سفیر اسلام" کا خطاب دیا۔

یقیناً ان کی ذات ہمارے عظیم محسنین میں سے ہے۔ جن کی خدمات کا تذکرہ ہمارے لیے کئی اعتبارات سے باعث برکت ہے اور حصولِ رہنمائی کا باعث ہے برادر عزیز علامہ محبوب الرسول قادری بجا طور پر ہدیۂ تہنیت کے حق دار ہیں کہ انہوں نے حضرت کی شخصیت اور ان کے فقید المثال خدمات کے تذکرے کے لئے اس خصوصی نمبر کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ رب العزت ان کی یہ مساعی جمیلہ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور انہیں خدمت دین کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بجا سید المرسلین ﷺ

پیغام

عزت مآب

علامہ صاحبزادہ سیّد مصطفیٰ اشرف رضوی

امیر: مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور

نہایت خوشی ہوئی آپ اپنے مؤقر رسالہ "انوارِ رضا" میں حضرت سفیر اسلام عالمی مبلغ روحانی و علمی پیشواہ حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی قدس سرہٗ العزیز (والد ماجد حضرت قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ) کی عالم اسلام اور بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں دینی و ملی خدمات کے اعتراف میں خصوصی نمبر شائع کر رہے ہیں۔ حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ متعدد مرتبہ لاہور میں دارالعلوم حزب الاحناف کے سالانہ جلسوں میں مشاہیر علماء مثلاً حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا بریلی شریف، حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، حضرت محدث اعظم سیّد محمد کچھوچھہ شریف رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ شرکت فرماتے رہے ہیں۔ جبکہ میزبانی کے فرائض میرے جدِّ امجد مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد رضوی قادری خلیفہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ حضرت سفیر اسلام کے حزب الاحناف لاہور کے ساتھ نہایت قریبی روابط تھے۔

میرے والد گرامی شارح بخاری حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی محدث لاہوری نے جب دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے تکمیل دورۂ حدیث فرمائی تو ان کی دستار بندی حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان بریلی شریف، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ برصغیر کے علماء و

مشائخ کی موجودگی میں کی گئی۔ صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت اور اپنی ٹوپی عطاء فرمائی اور آپ کے سر پر دستار باندھنے والے مقتدر علما میں حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے اس کے علاوہ حضرت سفیر اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ میرے والد گرامی علامہ سیّد محمود احمد رضوی کو فن تقریر کی تربیت کے لئے دہلی لے گئے جہاں وہ دہلی اور قرب و جوار کے دیگر شہروں میں منعقدہ جلسوں اور تبلیغی و روحانی اجتماعات میں ہمراہ رکھتے اور اپنے خطاب سے قبل ان کی تقریر کراتے اور راہنمائی فرماتے تھے۔ والد گرامی کی سیاسی تہذیبی تربیت بھی حضرت علامہ میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی جس کا اظہار والد گرامی اکثر فرماتے تھے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل حضرت سیّد عالم نورِ مجسم ﷺ "انوارِ رضا" کے اس تاریخی نمبر کو قبول و مقبول اور منظور فرمائے۔ اس نمبر کے ذریعے ایک بہت بڑی علمی، روحانی، سیاسی ہستی سے اہل سنت و جماعت اور مسلمانانِ پاکستان اور قارئین کو آگاہی ہوگی۔ اس تاریخی کاوش پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ نیز کچھ نادر و نایاب تصویریں پیش کر رہا ہوں کیونکہ یہ تاریخ کا حصہ ہیں انہیں تاریخ میں محفوظ ہونا چاہیے اور آپ کے ذریعے یہ کام سرانجام پا جائے تو بہت اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و فضل اور اس روح پرور رسالہ انوارِ رضا کی مقبولیت وحسن جمال میں مزید برکت عطا فرمائے۔ آمین

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

○

سبب کچھ اَور ہے جس کو تو خود سمجھتا ہے،
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں!

پیغام

صاحبزادہ سیّد ضیاء النور

کنٹری منیجر: مسلم ہینڈز

○

قیام پاکستان میں علماء و مشائخ اہلسنت کا کردار روز روشن کی طرح عیاں ہے لیکن آج کی نوجوان نسل تک یہ حقیقت مکمل طور پر واضح نہ کی جاسکی جس کی وجہ سے خود ساختہ حصہ دار تاریخ کے اوراق پر قابض ہو گئے۔

برصغیر میں بالخصوص ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر نوجوان علامہ محمد عبدالستار خان نیازی تک نے انگریز اور ہندو سامراج کے خلاف مسلمان قوم کو اپنا حق لے کر دینے میں جو کردار ادا کیا وہ ہم سب کے لیے باعثِ فخر ہے۔ ان اکابرین میں ایک چمکتا اور روشن نام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔جنہوں نے انگریز اور ہندوؤں کے گٹھ جوڑ اور سازشوں سے مسلمان قوم کو باخبر رکھا اور اُن سے آزادی کے لیے پورے ہندوستان کے دورے کیے یہاں تک کہ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ بھی اُن کی اِن کاوشوں کے معترف نظر آئے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے بزرگ اور ہمارے ادارے آج کی نوجوان نسل کو اپنے اکابرین کی اسلام اور قیام پاکستان کے حوالہ سے خدمات کو ایک منظم طریقہ سے آگاہ کریں اور اس سلسلہ میں ادارہ سہ ماہی "انوارِ رضا (جوہر آباد)" نے ہمیشہ جاندار خدمت سرانجام دی ہیں اور نوجوان نسل کو ہمیشہ نظریاتی اور فکری تحریریں مہیا کی ہیں۔ جن سے تاریخ کی حقیقت اُن تک مکمل آشکار ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس ادارہ کو تعمیر و ترقی ، نتیجہ خیزی اور اثر انگیزی عطاء فرمائے۔ آمین

ماہنامہ انوارِ رضا

حضرت سفیرِ اسلام نمبر

رجل عظیم

سپاسِ عقیدت بخدمت قائد اہلسنت بطلِ حریت

مولانا **شاہ احمد نورانی** مدظلہ صدر جمیعۃ العلماء پاکستان

شاہ نورانی میاں، شمع رسالت کی ضیا — آبروئے اہل سنت مظہر نور رضا
پیکر علم و عمل اس دور میں اس کا وجود — حق پرستوں کے لئے ہے اک متاع بے بہا
امتزاج سیرت و صورت نمونۂ سلف — جس نے ارباب وفا کا نام روشن کر دیا
خوبیٔ گفتار وہ جس پر فدا حسنِ کلام! — وہ خطیب عصر حاضر قائد شعلہ نوا
وہ مقام مصطفٰے کے حفظ کا سچا نقیب — وہ نظام مصطفٰے کی فکر کا درد آشنا
جو سیاست تھی عبارت بس فریب و مکر سے — اس کے ایوانوں میں گونجی ہے صداقت کی صدا
قافلے نے پا لیا گم گشتہ منزل کا چراغ — خوش نصیبی سے ملا ہے وہ مثالی رہنما
ہم ظہوریؔ آج ہیں بیدار اس کے کام سے — ”جگمگائے گی سدا تاریخ اس کے نام سے
(نتیجۂ فکر: جناب الحاج محمد علی ظہوری قصوری)

اعترافِ عظمت

مبلغ اسلام...... جیسا کہ میں نے دیکھا

تحریر......مولانا عبدالحامد قادری بدایونی ☆

ولادت

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ کو محلہ مشائخان میرٹھ میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا شاہ عبدالحکیم صاحب نے جو اپنے وقت کے اکابر علماء وصوفیاء میں شمار کئے جاتے تھے پرورش پر خصوصی توجہ فرمائی۔

بچپن

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی بچپن ہی سے ذکی و ذہین تھے تھوڑے ہی عرصہ میں کلام پاک ختم فرمالیا۔

تحصیل علوم عربیہ

ختم کلام پاک اور ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد ہی آپ کو مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ میں داخل کیا گیا۔ آپ کی قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ اساتذہ جس قدر درس دیتے اس کا ایک ایک لفظ محفوظ کر لیتے۔ جب ساتھی درس کی تکرار کرتے تو آپ استاد کی پوری تقریر سنا دیتے۔ آپ کے اکثر اساتذہ کہا کرتے ہمارا یہ شاگرد مستقبل قریب میں اپنے وقت کا ایسا فاضل ہوگا جو علماء اور اپنے آباؤ اجداد کا نام روشن کرے گا۔ مدرسہ عربیہ کے علاوہ آپ نے مدرسہ عربیہ قومیہ میرٹھ میں بھی تعلیم پائی اور علوم عربیہ کی تکمیل کی۔

☆ سابق مرکزی صدر جمعیت علماء پاکستان، عظیم مصنف، سفرنامہ نگار، خطیب، سیاست دان اور بیدار مغز دینی اسکالر

تبلیغ و اشاعت دین کا ذوق

طالب علمی کے زمانے ہی سے آپ کو تبلیغ و اشاعت دین مناظرہ و مکالمہ مذاہب عالم کے مطالعہ کا شوق تھا۔ آپ والد ماجد سے اکثر کہا کرتے خدا نے اگر مجھے موقعہ دیا تو میں ہندوستان سے نکل کر دنیا کے ہر حصہ میں اشاعت دین کروں گا۔ اسی جذبہ کے ماتحت آپ نے علوم عربیہ کی تکمیل کے بعد علوم جدیدہ کی تحصیل کا ارادہ کیا۔ اولاً اٹاوہ ہائی اسکول اور بعد میں میرٹھ کالج کے اندر انگریزی علوم کی تحصیل فرمائی۔ کتب بینی کے شوق نے عربی و فارسی اردو کی طرح زبان انگریزی کا ماہر بنا دیا۔ میرٹھ کالج کی طالب علمی کے زمانہ ہی میں آپ کو آل برما مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی صدارت کے لئے تجویز کیا گیا۔ اس کانفرنس میں آپ نے جو معرکتہ الآرا خطبہ صدارت دیا وہ برما، سیلون کے ایک ایک گوشہ میں پہنچا۔ اس خطبہ سے آپ کی علمی شخصیت ان اطراف میں مشہور ہو گئی۔ برما کے احباب و اخوان سے تبلیغ و اشاعت دین پر جو گفتگوئیں ہوئیں وہ دراصل مستقبل کے تبلیغی مشن کے لئے بنیاد و اساس بن گئیں۔

روحانی حیثیت

مولانا کا خاندان عرصۂ دراز سے طریقت و روحانیت کا مرکز تھا۔ آباؤ اجداد اپنے وقت کے مسلم شیوخ سلسلہ سے تھے اور طریقت کی امانتیں سینہ بہ سینہ چلی آ رہی تھیں۔ مولانا نے اپنے بڑے بھائی سے بیعت کی۔ شدید ریاضتیں کیں بعد میں شیخ طریقت قطب عالم حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی اور حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی جیسے اکابر نے آپ کو اسناد خلافت دیں جس نے مراتب روحانی میں ازدیاد فرما دیا اور جن اقطاع میں آپ گئے خلق خدا سلسلہ میں داخل ہوتی جہاں تک مجھے اپنے تعلقات دیرینہ کے لحاظ سے علم ہے ہندوستان و بیرون ہند تقریباً ایک لاکھ افراد آپ سے بیعت ہوئے۔

خطابت اور زورِ تقریر

خدا نے تقریر و وعظ میں وہ اثر خاص عطا فرمایا تھا کہ ہر طبقۂ و خیال کے افراد خواہ مشائخ و صوفیاء ہوں یا علماء اور جدید علوم انگریزی سے تعلق رکھنے والے سب یکساں طور پر متاثر ہوتے۔ قلوب کے صد ہا شبہات آپ کی تقریر میں دور ہو جاتے غیر مسلمین اکثر آپ کے مواعظ میں مشرف بہ اسلام ہوتے۔

سیاسی وقومی تحریکات میں آپ کا نمایاں مقام

تحریکات خلافت کے اس ابتدائی دور میں جب کہ انگریزوں کے خلاف زبان کھولنا مشکل امر تھا آپ علی برادران امام العلماء حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالماجد صاحب قادری بدایونی، حضرت تاج العلما مولانا عبدالباری فرنگی محلی، حضرت مولانا نثار احمد کانپوری، حضرت مولانا فاخر الہ آبادی و دیگر زعماء خلافت کی صف اول میں شامل تھے۔ آپ نے تحریک خلافت کو بامِ ترقی پر پہنچایا۔

تحریک شدھی

جب تحریک خلافت کے بڑھتے ہوئے سیلاب اور مسلمانانِ ہند کے سیاسی عروج کو ختم کرنے کے لئے مہا سبھائی ہندوؤں نے پہلی بار یو پی اور دیگر صوبجات ہند میں شدھی کا جال پھیلانا شروع کر دیا اور گاندھی جی کی سیاست بے نقاب ہو گئی تو مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی اپنے محترم علماء اور رفقاء کے ساتھ تحریک خلافت سے علیحدہ ہو گئے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالماجد صاحب قادری بدایونی نے متھرا، آگرہ، لدھ وغیرہ میں تبلیغی مراکز قائم فرمائے اور حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب نے صوبہ بمبئی، کرناٹک، احمد آباد، گجرات میں تبلیغی جماعتیں قائم فرمائیں۔ بہترین مبلغین مامور کئے اور سارا نظام اپنے ذمہ لے کر کامیاب قیادت فرمائی اس نظام کے قیام کا نتیجہ ان اضلاع میں کامیاب ثابت ہوا۔ مسلمان شدھی کی لعنت سے محفوظ ہو گئے۔

دنیا کے ہر حصہ میں تبلیغ و اشاعت کے عملی اقدامات

چونکہ آپ دنیا کی مختلف زبانوں کے ماہر تھے اور مذاہب عالم اور علوم جدیدہ پر آپ کی نظر وسیع تھی اور ایک جامع مبلغ اسلام میں جو صفات ہونی چاہئیں وہ بدرجۂ اتم موجود تھیں اس لئے آپ نے دنیا کے ہر حصہ میں پہنچ کر تبلیغ و اشاعت کا ٹھوس کام کیا۔ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۹ء تک آپ کا طویل عرصہ سیلون، برما، ملایا، انڈونیشیا، ماریشیس، مشرقی افریقہ، برطانوی مشرقی افریقہ، جنوبی افریقہ، فرانسیسی ہند چینی، چین، جاپان میں صرف فرمایا۔

ان ممالک میں دنیا کے تمام مذاہب کو دعوت اسلام دی۔ اسلام کا لٹریچر ہر ملک کی زبان میں شائع فرمایا۔ مذاہب عالم کی کانفرنسیں کیں مناظرے بھی ہوئے۔ تبلیغی سوسائٹیاں، لائبریریاں، کالج، مدارس، مساجد قائم کرائے۔ ان ممالک میں زیادہ تر علوم جدیدہ کے ماہرین سائنسدان، فلسفہ، دھریئے، مذہب سے بعید ہونے والے اور اپنے فنون وعلوم میں کامل عناصر سے آپ کو تبلیغ و اشاعت کے دوران سابقہ ہوا اور مقام مسرت بلکہ باعث فخر ہے کہ حضرت مولانا کے سامنے ان مقتدر و محققین کو اپنے سرخم کر کے دولت اسلام سے مالا مال ہونا پڑا۔ ایک اندازے کے مطابق حضرت مولانا کے دست حق پرست پر ۶۰ ہزار غیر مسلمین نے اسلام قبول کیا۔ ان میں زیادہ تر سائنس و فلسفہ کے ماہرین، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے فضلا تھے جو اس وقت بحیثیت مبلغ کام کر رہے ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں آپ یورپ کا دورہ کرنے والے تھے کہ جنگ کے آغاز نے آپ کے دورۂ یورپ کو ملتوی کر دیا اور آپ ہندوستان واپس چلے آئے۔

بعض تعمیری کاموں کا ذکر جیسا کہ ہم نے مذکورہ بالا سطور میں اشارہ کیا حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی ایک اچھے قائد و رہنما تھے وہ جس قدر ممالک میں گھومے یوں تو ہر جگہ علمی، مذہبی، تعمیری ادارے قائم کئے۔ یہاں ہم ان چند خاص اداروں کا ذکر کرتے ہیں جو ہنوز معروف عمل ہیں اور غیر معمولی کامیابی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ پاکستان نیوز جنوبی افریقہ، مسلم ڈائجسٹ ٹرینیڈاڈ، مسلم اینول جنوبی افریقہ، ملایا

میں عربی یونیورسٹی ہر جگہ مدارس و اسکولوں کے ساتھ مساجد بنوائیں ان میں جو سب سے زیادہ مشہور ہیں حسب ذیل ہیں۔ حنفی جامع مسجد کولمبو، سلطان مسجد سنگاپور، مسجد ناگریا جاپان، اسکول، لائبریریاں اور تبلیغی سوسائٹیوں کی تعداد ہزارہا سے تجاوز ہے۔

مسلم لیگ اور تحریک پاکستان

تحریک خلافت کے بعض علماء و زعماء ہندو ذہنیت کو دیکھ کر کانگریس سے علیحدہ ہو چکے تھے وہ چاہتے تھے کہ ہندوستان سے انگریز جائیں اور ایک آزاد اسلامی حکومت قائم ہو چنانچہ جیسے ہی مسٹر محمد علی جناح نے پاکستان کی تحریک شروع کی فرنگی محل، بدایوں، مراد آباد اور میرٹھ کے علماء مسلم لیگ اور پاکستان کے قیام کی تحریک میں پوری قوت سے شامل ہو گئے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب نے ۱۹۴۶ء میں بنارس سنی کانفرنس میں ہراول دستہ کا کردار ادا کر کے تحریک پاکستان میں ایک نئی روح پھونک دی۔

انسداد حج ٹیکس اور مسلم لیگ کا وفد

میں نے قائداعظم مسٹر محمد علی جناح، نوابزادہ لیاقت علی خان اور نواب محمد اسماعیل خان صاحب کے سامنے ایک تجویز پیش کی کہ بزمانہ حج مسلم لیگ کا ایک وفد بھیجا جائے جو عالم اسلام کے مشاہیر سے پاکستان اور مسلم لیگ کے بارے میں تبادلۂ خیال کرے اور یہی وفد حکومت سعودی عربیہ کے سارے حج ٹیکس بند کرانے کی کوشش کرے۔ مجھے وفد کا سیکریٹری اور حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب کو امیر وفد تجویز کیا گیا اور ایک نمائندہ سیدنا ملا طاہر سیف الدین صاحب کی طرف سے شامل کیا گیا۔ وفد نے مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب کی قیادت میں مکہ معظمہ، منیٰ اور مدینہ منورہ کے اندر مشاہیر عالم اسلام سے مسلم لیگ اور پاکستان کے متعلق تفصیلی تبادلۂ خیال کیا مصری قائد استاد حسن البنا، مسلم لیگ اور پاکستان کے پُرجوش حامی بن گئے اسی طرح عالم اسلام کے مشاہیر کو مسلسل مدعو کیا جاتا رہا۔ حج ٹیکس کے سلسلہ میں جلالتہ الملک ابن سعود سے

مولانا کی قیادت میں متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔ پہلی ملاقات تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ رہی۔ حضرت مولانا صاحب نے حج پر ٹیکس نہ لگانے کی تجویز کو اس عمدگی سے پیش فرمایا کہ جلالۃ الملک نے فرمایا کہ حج پر ٹیکس لگانا حرام ہے میں نے یہ ٹیکس اس لئے لگایا ہے کہ شیوخ اور قبائل کے لوگوں پر اس کی آمدنی صرف کروں میں جلد ہی ٹیکس اٹھانے کی اسکیم پر عملی قدم اٹھاؤں گا۔ وفد کے ارکان مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور بیس دن حاضر آستانہ رہ کر مسلم لیگ کا پیغام مشاہیر عالم اسلام کو دے کر ہندوستان واپس ہوئے اور مولانا صاحب سیدھے مصر، عالم اسلامی اور پھر کل دنیا کے دورے پر تشریف لے گئے۔ امریکہ، جرمنی و تمام مغرب ممالک کا مکمل دورہ کیا اور کل دنیا کے تمام خاص خاص مقامات میں آپ تشریف لے گئے۔ اس طویل دورہ میں ہر جگہ آپ نے اسکول، مدارس، لائبریریاں، تبلیغی ادارے، اسلامی سوسائٹیاں اور اسکول و کالج قائم کرائے ہزارہا لوگوں کو مخاطب کیا۔ اسلامی لٹریچر ہر ملک کی زبان میں تیار کر کے شائع فرمایا۔ کئی ہزار یورپین فضلاء جن میں مایہ ناز سائنسدان ارکانِ حکومت اور فلاسفر تھے داخل اسلام ہوئے صدہا قادیانی بھی تائب ہو کر اسلام میں داخل ہوئے۔

قیام پاکستان کے بعد مولانا کی خدماتِ جلیلہ

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی کل دنیا کے دورے کے بعد ۱۹۴۷ء میں کراچی تشریف لائے اور صدر بازار میں قیام فرمایا اولاً پاکستان کے حالات کا مکمل جائزہ لیا۔ سب سے پہلے آپ نے مشائخ وصوفیا کی تنظیم کے لئے صوبہ سندھ و پنجاب کے خصوصی علماء وصوفیا کا اجتماع بلایا اور ایک لائحہ عمل مرتب کیا۔ علما و مشائخ نے منظور فرمایا۔ آپ کی قیادت میں ایک وفد قائداعظم سے ملا اور پوری تفصیل کے ساتھ مسائل حاضرہ اور اسلامی دستور پر قائداعظم اور مولانا کے مابین مذاکرہ رہا۔ قائداعظم نے تسلیم کیا کہ مملکت پاکستان کا دستور کتاب و سنت کے مطابق ہو گا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب پہلے شخص تھے جنہوں نے قائداعظم کو اسلامی دستور کا مفصل خاکہ بتایا۔

نمازِ عید کی امامت

قیام پاکستان کے بعد پہلی نماز عید عیدگاہ میدان میں حضرت مولانا کی امامت میں ہوئی۔ قائداعظم اور تمام عمال جماعت میں شریک ہوئے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب نے اپنے خطبے میں اسلامی دستور اور مذہبی لائحہ عمل پر روشنی ڈالی۔ یہ خطبہ مسائل کی اہمیت و جامعیت کے لحاظ سے ایک تاریخی حیثیت اختیار کر گیا۔

تنظیم مہاجرین اور مرکزی مہاجرین کمیٹی کا قیام

۱۹۴۷ء میں جب کہ مہاجرین کا کوئی نظام نہ تھا اور مہاجرین ہر طرح برباد ہو رہے تھے میں نے مولانا صاحب کے مشورے سے مرکزی مہاجرین کمیٹی قائم کی اور آپ کے زیر سرپرستی ادارۂ مہاجرین بنایا گیا۔ جب تک آپ کراچی میں مقیم رہے مرکزی مہاجرین کمیٹی آپ کے مفید مشورے سے استفادہ کرتی رہی۔

حضرت مولانا اور جمعیت علماء پاکستان

مرکزی مہاجرین کمیٹی کے علاوہ پاکستان میں علماء کی کوئی تنظیم نہ تھی اور نہ منظم طور پر علماء کی جماعت کی طرف سے کوئی کام ہو رہا تھا۔ کافی شور وشر کے بعد ۱۹۴۸ء میں حضرت مولانا کی سرپرستی میں جمعیت علماء پاکستان قائم کی گئی۔ جمعیت کی ہر سال سالانہ کانفرنسیں ہوتی رہیں۔ جمعیت نے آخری کانفرنس میں فیصلہ کیا کہ کشمیر اور دیگر اہم مسائل پر علماء کے جذبات ظاہر کر دیئے جائیں۔ چنانچہ حضرت مولانا جب کہ طویل دورے پر تھے انڈونیشیا وغیرہ اطلاعات بھیج کر عرض کیا کہ حضرت صدارت کانفرنس فرمائیں۔ حضرت نے جمعیت کی درخواست قبول فرمائی اور طویل ترین سفر فرما کر کراچی تشریف لائے۔ یہ کانفرنس تین دن مولانا کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ حضرت مولانا نے جو خطبہ صدارت دیا وہ اپنی نوعیت کا بے مثال خطبہ تھا۔ کانفرنس نے آپ کی زیر قیادت اہم تجاویز منظور کیں۔ جمعیت کی اس کانفرنس میں وزراء و عمال و مشاہیر بھی شریک ہوئے۔ اسی ہزار سے متجاوز روزانہ شریک رہے۔ حضرت مولانا اس کانفرنس کے

بعد ہی حجاز مقدس کے لئے روانہ ہو گئے کیا خبر تھی کہ مولانا کا یہ سفر آخری ہے۔ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ سے حضرت مولانا پھر عالم دورے کے ارادے سے روانہ ہوئے لیکن اس دورے میں حضرت کی طبیعت برابر ناساز رہی اور آپ مدینہ منورہ تشریف لا کر مقیم ہو گئے اور برابر جمیعت علماء پاکستان اور مرکزی مہاجرین کمیٹی کو ہدایات روانہ فرماتے رہے۔ وہاں تقریباً چار ماہ قبل جس قدر خطوط فقیر کے نام آئے ان میں شدید علالت کا ذکر فرما کر اشارتاً نہیں بلکہ صراحتاً مدینہ منورہ میں وصال کی اطلاعات ہوئیں۔ آخری گرامی نامہ جو ۲۲ اگست سے قبل فقیر کے پاس آیا وہ ۱۸ اگست کا حضرت شاہ علی حسین صاحب مدظلہ کا تحریر کردہ تھا اس میں بھی مایوس کن حالت تحریر تھی اور عزیزی مولانا احمد نورانی میاں کو فوراً بھجوانے کا ذکر تھا۔ میں نے وزارت خارجہ سے پاسپورٹ کی تکمیل کرائی لیکن جہاز میں کوئی سیٹ نہ مل سکی۔ اس لئے صاحبزادگان میں سے کراچی سے کوئی نہ پہنچ سکا۔ جب روانگی کا وقت طے کر لیا تو ۲۴ اگست کی صبح کو رحلت کا تار ملا آپ نے ۲۲ اگست کو شب دوشنبہ میں وصال فرمایا۔ دوشنبہ کو جنت البقیع میں اپنی دیرینہ آرزو کے مطابق دفن ہوئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

دنیائے اسلام کے ایک عدیم النظیر عالم نے رحلت فرمائی جس کی خدماتِ تبلیغی کو دنیا کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ ۳۰ اگست ۱۹۵۴ء)

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

○

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

اسلام کا ایک آفاقی سفیر: بحر و بر کی وسعتوں میں

تحریر......علامہ ارشد القادری ☆

۲۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو ورلڈ اسلامک مشن کے زیر اہتمام ہالینڈ کے بین الاقوامی شہر ایمسٹرڈم میں مبلغ اعظم حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ الرضوان کا جشن صد سالہ منایا گیا جس کی صدارت کے فرائض ان کے فرزند ارجمند علامہ شاہ احمد نورانی نے انجام دیئے۔ مبلغ اعظم کی پُرسوز زندگی کا تعارف کراتے ہوئے میں نے بھی اس تاریخی اجلاس کو خطاب کیا جس کا خلاصہ ذیل میں پیش کر رہا ہوں۔ ....(ارشد القادری)

کچھ قمریوں کو یاد ہیں، کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے مری داستاں کے ہیں

حضرت مبلغ اعظم اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۳ اپریل ۱۸۹۱ء کو میرٹھ کے مشہور عالم دین اور پاک باطن روحانی پیشوا حضرت علامہ شاہ عبدالحکیم صدیقی کے یہاں پیدا ہوئے جن کا سلسلہ نسب خلیفۂ اول امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کا وصال شریف ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو مدینہ طیبہ میں ہوا۔ اس طرح آپ کی کل عمر شریف ۶۳ سال کی تھی۔ سولہ سال کی عمر میں جامعہ قومیہ میرٹھ سے آپ نے درس نظامیہ کی تکمیل فرمائی اور فضیلت کی دستار سے مشرف ہوئے۔ اسی سال بریلی شریف حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کے دست حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ میں مرید ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں حج و زیارت سے مشرف ہو کر بریلی شریف میں اپنے مرشد طریقت امام عشق و محبت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ان کی شان میں اپنی لکھی ہوئی ایک منقبت انہیں پڑھ کر سنائی جس میں چند اشعار خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

☆ بانی وائس چیئرمین: ورلڈ اسلامک مشن، مصنف کتب کثیرہ، معروف انڈین مسلم اسکالر

تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں — امام اہلسنت نائب غوث الوریٰ تم ہو
علیمِ خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانے کا — کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

منقبت کے اشعار سن کر اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا میرا عمامہ اس قابل نہیں ہے کہ آپ کے ان مبارک قدموں پر نثار کروں جنہیں حرمین طیبین کی مقدس سرزمین سے مس ہونے کا شرف حاصل ہے۔ البتہ میرا ایک قیمتی جبہ ہے جسے خرقۂ خلافت کے طور پر آپ کی نذر کرتا ہوں۔ آپ اسلام کے نقیب اور عشق رسالت ﷺ کے امین ہیں۔ رب ذوالجلال کے حفظ و امان میں جایئے اور بحر و بر کی وسعتوں میں حق کے جھنڈے گاڑیئے۔ مشائخ کرام کی برکتیں اور ہماری نیک دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اس طرح بریلی شریف سے اکناف عالم میں ۱۹۱۹ء سے آپ کا تبلیغی سفر شروع ہوا اور ۱۹۵۴ء تک لگاتار پینتیس سال تک جاری رہا۔ اس مدت میں آپ نے جن ملکوں کا سفر کیا اور وہاں اسلام کو جوت لگائی اور سینوں میں عشق ایمان کی شمعیں روشن کیں ان میں ہندوستان، پاکستان، برما، برطانیہ، بلجیم، فرانس، کینیڈا، سیلون، ایسٹ انڈیز، گھانا، کانگو، چین، مصر، مشرقی افریقہ، ساؤتھ افریقہ، شرق الہند، جرمنی، گیانا، نیدر لینڈ، انڈونیشیا، اٹلی، جاپان، اردن، فلسطین، عراق، شام، افغانستان، لبنان، ماریطانیہ، مڈغاسکر، کینیا، پرتگال، فلپائن، سنگاپور، سعودی عرب، جنوبی امریکہ، تھائی لینڈ، تنزانیہ، یوگنڈا، ویتنام، غرب الہند، نیوزی لینڈ، زنجبار، ماریشس، ری یونین، سائبیریا، رومانیہ، ترکی اور ارجنٹائن کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرات! جتنی آسانی کے ساتھ میں نے ان ملکوں کے نام گنائے ہیں ذرا آپ سانس روک کر ان صعوبتوں کا اندازہ لگایئے جو ان اجنبی ملکوں کے اسفار میں انہیں پیش آئے ہوں گے پھر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ آج سے پچاس سال پیشتر وسائل سفر اور راستے کی وہ سہولتیں بھی میسر نہیں تھیں جو سائنس کی ترقی اور تمدن کے اس عہد جدید نے فراہم کر دیئے ہیں لیکن اس راہ کی ساری تکلیفوں کو حضرت مبلغ اعظم نے صرف اس جذبے میں خوشی خوشی جھیل لیا کہ وہ زمین کے کناروں تک دین پھیلانے کا عزم لے کر

اٹھے تھے اور زمانہ گواہ ہے کہ جس مشن کو وہ لے کر بریلی سے چلے تھے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے بعد ہی انہوں نے آخرت کا نیا سفر شروع کیا۔

حضرات! مبلغ اعظم کی پرسوز زندگی کے جو نقوش تاریخ کے اوراق پر بکھرے ہوئے ہیں ان کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بیک وقت وہ علم اور عشق دونوں دریاؤں کے سنگم پر تھے۔ ان کے علم کا جلوۂ بے حجاب دیکھنا ہو تو آٹھ اجنبی زبانوں پر اہل زبان کی طرح ان کی بھرپور قدرت دیکھئے اور اسلام کے ایک دردمند اور وارفتۂ حال داعی کی حیثیت سے دجاجلہ کفر و الحاد کے ساتھ انہوں نے بحث و مناظرہ کے جو بے شمار معرکے سر کئے ان کی روداد پڑھئے تو آپ کو ان کے علم و آگہی کی جلالت شان ان کی فکر و ذہانت کی رفعت و برتری عالمی مذاہب و ادیان پر ان کی وسعت معلومات ان کی قوت بحث و استدلال اور ان کے انداز گفتگو کی سحر انگیزی کا صحیح اندازہ لگ جائے گا۔ اگرچہ ان کے فکر انگیز مناظروں اور ان کی زلزلہ فگن تقریروں کی روداد ہمارے سامنے نہیں ہے لیکن ان معرکوں کے نتائج کی تفصیلات سے ہم ان کی علمی اور فکری برتری کا تصور ضرور کر سکتے ہیں۔

حضرات! اس دلیل کی قوت سے کوئی بھی صاحب عقل و شعور ہرگز انکار نہیں کر سکتا کہ اگر ان کی شخصیت میں علمی اور روحانی کمالات کی غیر معمولی کشش نہیں تھی تو ان کے دست حق پرست پر ستر ہزار غیر مسلم افراد کیونکر مشرف بہ اسلام ہوئے؟ اور سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان نومسلموں میں عیسائی، یہودی، بدھشٹ، ہندو، قادیانی اور قدیم و جدید بھی طرح کے کفار و ملحدین شامل تھے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ مختلف مذاہب و ادیان اور مختلف عقائد و افکار سے تعلق رکھنے والے لوگوں پر کسی کا اتنا اثر انداز ہو جانا کہ وہ اپنے آبائی مذہب و اعتقاد سے رشتہ توڑ کر ایک نئے دین سے منسلک ہو جائیں یہ علم و استدلال کی ساحری اور روحانی کمالات کی اثر انگیزی نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟ یہ بات بھی توجہ کی مستحق ہے کہ سادہ ورق پر اپنی پسند کا کوئی بھی نقش آسانی سے بنایا جا سکتا ہے لیکن جو کاغذ آڑھی ترچھی لکیروں سے سیاہ ہو چکا ہے اس پر کوئی نیا نقش بنانا آسان نہیں تھا اور وہ بھی اسلام کا نقش جو کفر کے سیاہ دھبوں کے ساتھ اس طرح کا کوئی بھی سمجھوتہ ہی

نہیں کر سکتا کہ ایک ہی صفحۂ دل پر تم بھی رہو اور ہم بھی رہیں تب اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مبلغ اسلام کو توحید کا نقش ثبت کرنے سے پہلے دل کے صنم خانہ سے کفر کے سارے نشانات مٹانے پڑے دوہرے عمل کی یہی وہ عجوبہ کاری ہے جہاں حضرت مبلغ اعظم کے تبلیغی کردار اور ان کی ایمانی قوت کو بار بار جھک کر سلام کرنا پڑتا ہے۔

حضرات! مبلغ اعظم کے علمی جلال و جبروت اور ان کے روحانی کمالات کے قصے میں کہاں تک سناؤں کہ وہ روئے زمین کے دو تہائی حصوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔ خدا توفیق دے تو آپ بحر و بر کی وسعتوں میں پھیل جایئے جگہ جگہ روشنی کے مینار آپ کو نظر آئیں گے۔ وہ زبان حال سے عظمت رفتہ کی پوری کہانی آپ کو سنا دیں گے۔ اب آیئے بصیرت کی آنکھیں کھول کر ہم ان کی قوت عشق کا بھی ایک جائزہ لیں کہ علمی معرکوں کی ساری فیروز مندیاں اور دلوں کی کشور کشائی پر سارے کارنامے عشق محمدی ﷺ ہی کے فیضان سے انہیں عطا کئے تھے۔ عشق رسول ﷺ صدیقی خانوادہ سے انہیں ورثے میں ملا تھا ان کے خون کے ہر قطرہ میں عشق کا عنصر اتنا غالب تھا کہ وہ خود بھی تن جاناں کی خوشبو سے معطر رہتے اور جو قریب بیٹھ جاتا وہ بھی مہکنے لگتا۔ مدنی سرکار کا عشق ان کی ہستی پر اس طرح چھایا ہوا تھا کہ مدینے کا اشتیاق ان کی نبض حیات کی تپش اور ان کے پُرسوز دل کی دھڑکن بن گیا تھا۔ تصور جاناں میں بھیگی ہوئی پلکوں کا عالم نہ جانے کتنی آنکھوں کو گریۂ شوق کا لذتوں سے آشنا کرتا گیا۔ چنانچہ انہی کے خلف الرشید قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کی روایت کے مطابق یہ شعر مبلغ اعظم اپنی تقریروں کے درمیان اکثر پڑھا کرتے تھے۔

مدینے جاؤں پھر آؤں مدینے پھر جاؤں تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

عمر کے آخری حصے میں نماز تراویح کے موقع پر ایک عقیدت کیش نے جب مبلغ اعظم سے اس شعر کے سنانے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ عمر کا وہ حصہ اور تھا جب مدینہ جانے اور اعلائے کلمہ حق کے لیے مدینہ سے واپس آنے کی میں دعا مانگا کرتا تھا لیکن اب جب کہ دل کے دروازے پر اپنے وجدان کی دستک سن رہا ہوں تو اب یہ شعر اس ترمیم کے ساتھ میں پڑھا کرتا ہوں۔

مدینے جاؤں پھر آؤں مدینے پھر جاؤں در حبیب پہ قصہ تمام ہو جائے

در حبیب پہ قصہ تمام ہونے کی یہ تمنا اس طرح پوری ہوئی کہ مدینے میں گھر خریدا اور اس تمنا میں وہیں جا کر بس گئے کہ پیک اجل آئے تو یہیں آئے۔ چنانچہ ۱۳۷۳ھ کا سال آرزوئے شوق کی تکمیل کا سال تھا۔ اسی سال کے ماہ ذی الحجہ میں بیمار ہوئے دن بہ دن حالت سنگین ہوتی گئی۔ جب محسوس ہوا کہ سفر کا وقت قریب آ گیا ہے تو بالیں کے قریب کھڑے ہونے والوں سے ارشاد فرمایا۔

"میری چارپائی کاندھے پر اٹھاؤ اور باب السلام پر لے چل کر رکھ دو کچھ عجب نہیں کہ سرکار میری روح کو اذن باریابی مرحمت فرمائیں اور در پاک پر مرمٹنے کی آخری آرزو بھی پوری ہو جائے۔" جیسے ہی باب السلام کی چوکھٹ پر چارپائی لا کر رکھی گئی کسی نے یہ شعر گنگنایا۔

علیم خستہ جاں اب تھک گیا ہے دردِ ہجراں سے الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمان محمدؐ ہو

شعر کیا تھا کہ حسرت و بیقراری کی ایک تڑپتی ہوئی بجلی تھی جو لوگوں کے سینے میں کوند گئی۔ ہر طرف گریۂ درد سے چیخیں بلند ہونے لگیں۔ ۴۵ سال سے عشق محمدی کا پرچم اٹھاتے ہوئے جس پیکر وفا نے سارے جہاں کی خاک چھانی تھی آج اس کی زندگی کا سفینہ ساحل مقصود پر کھڑا تھا۔ دل کا اضطراب اب مچل رہا تھا کہ کب اذن باریابی ملے۔ نگاہ شوق طلوع ہونے والی صبح امید کے انتظار میں بار بار جھک رہی تھی۔ اٹھ رہی تھی کہ کرم کی کوئی تجلی نمودار ہو اور کب جلوے اپنا نقاب الٹیں۔ امید و آرزو کی بیتابیوں کا یہی عالم تھا کہ حجرۂ عائشہؓ کے پردوں کو جنبش ہوئی۔ حریم رحمت کا در کھلا ایک روشنی چمکی ایک خوشبو پھیلی اور اس کے بعد کیا ہوا کسی کو نہیں معلوم بس اتنا یاد ہے کہ باب السلام پر ایک شور بپا تھا کہ آخر ایک عاشق کی بے چین روح اپنے محبوب کے قدموں پر نثار ہو ہی گئی۔

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا

نقیب غوث الوریٰ، قطب مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین مہاجر مدنی پاس ہی کھڑے تھے۔ آگے بڑھے اور برستی ہوئی آنکھوں سے پیشانی کی فیروز بختیوں کو بوسہ دیا۔ بھرائی ہوئی آواز میں ارشاد فرمایا: علیم خستہ جاں کو مبارک ہو کہ محمد ﷺ کے گھر کی

مہمانی کا اعزاز قیامت کے لئے محفوظ ہو گیا۔

ترے ہم میہماں ہیں جہاں بٹھا سر عرش روئے زمیں سہی
صفِ آخری سے بھی دور تر جو جگہ بھی ملے تو وہیں سہی

روح تو عزت و اکرام کی خلعتوں سے نہال ہو گئی۔ اب ذرا جسد خاکی کا اعزاز دیکھئے کہ جنازہ کسی اور کے در سے نہیں خود درِ مصطفیٰ ﷺ (مدینہ منورہ) سے اٹھایا گیا اور یہ اعزازِ علیم خستہ جاں کا نہیں صدیقی خانوادے کا تھا۔ اپنے عہد میں جس کے وہ چشم و چراغ تھے۔ چودہ سو برس پہلے حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر ایک جنازہ اور دیکھا گیا تھا۔ تاریخ سے پوچھیے کہ وہ کس کا جنازہ تھا؟ آخر وہ کون یارِ غار تھا جس کے خیر مقدم کے لئے خود بخود دربار نبوی ﷺ کا دروازہ کھل گیا تھا اور اندر سے آواز آئی ”دوست کو دوست کے پاس لاؤ“۔ دیکھنا یہ ہے کہ جس خانوادے کے مورثِ اعلیٰ کو تقرب خاص کو یہ عزت ملی اگر اس کی آل کو بھی باب السلام پر بلا کر اپنی رحمت خاص سے نوازا گیا تو دنیا کو اس اعزاز پر حیرت کیوں ہے؟ آخر محبت کے رشتے سے پیارے کی اولاد بھی تو پیاری ہوتی ہے۔ آل رسول ﷺ کی عظمت و تکریم کا حق اپنی جگہ پر ہے کہ شمع رسالت کی کرنیں ہیں لیکن پروانے کے بغیر اگر شمع کا تصور ہو سکتا تو آل رسول ﷺ سے آلِ صدیق رضی اللہ عنہ کو کیوں جدا کیا جا سکتا ہے؟

ہے ان کے عطر بوئے گریباں سے مست گُل — گُل سے چمن، چمن سے صبا اور صبا سے ہم

ایک منٹ کے لئے سانس روک کر ذرا خون کے رشتے کی یہ کشش دیکھئے کہ جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں مدفن کے لئے جگہ کی کمی نہیں تھی۔ کہیں بھی سر چھپانے کی جگہ مل سکتی تھی۔ لیکن پاکباز اور وفا شعار بیٹے کو رضوان کا گھر بھی مطلوب تھا اور ماں کے قدموں کے نیچے کی جنت بھی مطلوب تھی۔ اس لیے لحد کے لئے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں جگہ ملی کہ وہ ایمان کے رشتے سے بھی ماں تھیں اور خون کے رشتے سے بھی۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

(بشکریہ ماہنامہ کنزالایمان۔ دہلی۔ ستمبر ۱۹۹۹ء)

جیسا میں نے دیکھا

حضرت مبلغ اسلام شاہ

محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

پیر علی محمد راشدی ☆

ایک پرانا قرضہ پچیس سال سے میرا ذمہ رہ گیا تھا، جو میں اس موقع پر چکا دینا چاہتا ہوں۔ یہ مرحوم و مغفور حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی کمالات کے بارے میں چند یادیں، چند تاثرات ہیں۔ مولانا مرحوم سے میری ملاقات صرف سرسری طور پر ایک مرتبہ ہوئی۔ پاکستان بنتے ہی ان کے بارے میں سنا جاتا تھا کہ وہ اکثر ملک سے باہر اسلام کی تبلیغ فرماتے رہتے ہیں۔ وہ جب بھی واپس تشریف لاتے تھے تو میں سیاست میں پھنسے رہنے کی وجہ سے ان کی زیارت سے معذور رہتا تھا، تا آنکہ وہ خود انتقال فرما گئے۔ مگر ان کی تبلیغی کاوشوں اور اسلامی خدمات کا صحیح اندازہ مجھے تب ہوا جب میں پاکستان کا سفیر بن کر فلپائن پہنچا۔ وہاں کے حالات یہ تھے کہ کسی زمانے میں انڈونیشیا کی طرح فلپائن بھی مسلمانوں کی اکثریت کا ملک تھا۔ بعد میں جب سپین والے وہاں آئے اور مسلمان راجہ سلیمان کو شکست دے کر ان جزیروں پر قابض ہو گئے تو انہوں نے زبردستی مسلمانوں کو تقریباً من حیث القوم مرتد (کرستان) بنایا۔ یہاں کئی سو سال سپین والوں کی حکومت چلی اور یہ ہر وقت ان کی طرف سے کوشش رہی کہ ان جزیروں سے اسلام کا نام مٹا دیا جائے۔ چنانچہ وہ نوے فیصد آبادی کو کرستان بنانے میں کامیاب ہو گئے اور فلپائن رومن کیتھولک فرقہ کا مشرق بعید میں ایک گڑھ بن گیا۔ یہ صورت حال آج تک قائم ہے۔ فلپائن آج بھی سپین اور روم کے بعد کرسچین مذہب کا سب سے بڑا مرکز سمجھا جا رہا ہے، جو فضا آپ سپین میں پائیں گے، وہی فضا مجموعی طور پر فلپائن میں بھی آپ کو نظر آئے گی۔

☆ صحافی، دانشور، مؤرخ

اس فتنۂ ارتداد کے سیلاب سے اگر کوئی دور افتادہ جزیرے جزوی طور پر محفوظ رہ سکے
تھے تو وہ منڈاناؤ، ہولو وغیرہ تھے، جہاں نہایت ہی سخت جنگجو عرب نژاد مسلمان قبیلے بستے
تھے جن کو اسپین والے مورو کہتے تھے۔ ان قبیلوں نے نہ تو اپنا مذہب تبدیل کیا نہ
حقیقت بھول سکے کہ ان کا تعلق اسلام سے ہے جس کی خاطر وہ سارا وقت لڑتے مرتے
رہے۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ ان تین چار سو سال سے ان غریبوں کا اسلامی مراکز سے
کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ نہ کوئی ان کے یہاں ان کی راہنمائی یا امداد کے لئے جانے کی
زحمت گوارا کرتا تھا نہ خود کسی باہر کے اسلامی ملک سے رابطہ رکھ سکتے تھے مگر پھر بھی وہ
اپنے دین اور ایمان پر مستحکم رہتے آئے۔ وہ ہر طاقت (انگریز، امریکی، اسپینی، چینی)
سے لڑتے رہے۔ مگر جہاں تک مذہب کا معاملہ رہا، انہوں نے کبھی کسی کی بات نہیں
سنی۔ ان کی جدوجہد اب تک جاری و ساری ہے۔ پچھلے ۱۸ برس سے وہ اپنی موجودہ
کرسچین حکومت سے بھی برسرپیکار ہیں۔ کبھی ادھر جاتے ہیں اور کبھی ادھر مگر کہیں سے
مؤثر طریقہ پر ان کی دستگیری نہیں ہو رہی ہے۔ حالانکہ اسلامی دنیا اب آزاد ہو چکی
ہے اور اس وقت ۴۴ سے اوپر آزاد مسلمان ریاستیں دنیا میں دندنا رہی ہیں۔

اس پس منظر میں ہمارے بزرگ حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ
اللہ علیہ کی شخصیت مجھے بے انتہا نمایاں نظر آئی۔ میں جب ۱۹۵۷ء میں سفیر بن کر
فلپائن پہنچا تو مجھے جاتے ہی محسوس ہونے لگا کہ اس شخص نے وہاں کے مسلمانوں کو
بیدار اور منظم کرنے میں اتنا بڑا کام کیا ہوا تھا۔ جو ان سے پہلے نہ کسی مسلمان ریاست
سے نہ کسی باہر کے شیخ یا پیر سے ہو سکا تھا ان کا خود تو اس سے پہلے انتقال ہو چکا تھا مگر
ان کا نام فلپائن کے حلقوں میں ہنوز گونج رہا تھا۔ گویا وہ اب بھی ان میں موجود ہیں اور
روحانی طریقہ سے ان کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ خود پاکستان کے سفیر کو وہاں کے مسلم
عوام اس نسبت سے پہچانتے ہیں کہ اس کا تعلق اس ملک سے ہے جہاں سے مولانا
صاحب تشریف لائے تھے۔ ہر شخص ان کے روحانی فیوضات بلکہ کرامات کا ذکر کرتے
نہیں تھکتا تھا۔ مجھ سے براہ راست پوچھتے رہتے تھے کہ کیا میں نے کبھی ان کی کچھ

کرامات دیکھیں جس سے پوچھو وہ خود کوئی نہ کوئی عجیب وغریب بات بتاتا تھا۔ معلوم
ہوتا تھا کہ اسلام کی تبلیغ کا کام انہوں نے اس قدر عقلمندی اور دور اندیشی سے سرانجام
دیا تھا کہ ایک طرف تو مقامی مسلمانوں کو وہاں کی سوسائٹی کی دشمنی قبل از وقت مول نہ
لینی پڑے اور دوسری طرف ان میں اپنی جگہ پر یہ احساس بھی پیدا ہوتا جائے کہ بطور
مسلمان ان کی اپنی علیحدہ شخصیت ہے۔ مجموعی طور پر ان کی یہ کوشش تھی کہ مسلمان پہلے
اپنے وجود اور اپنے مقام کو پہچانیں اور منظم ہو کر اسلام کا رشتہ کو پکڑ لیں اور اس کے بعد
جو کچھ قدرت کو منظور ہو گا وہ ان سے کروا لے گی۔ بہرحال ان کوششوں کا نتیجہ جو میں
نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ مختصراً یہ تھا۔

۱۔ مسلمان کو اپنے مذہب پر فخر ہونے لگا تھا۔
۲۔ ان میں اندرونی تنظیم آ گئی تھی۔
۳۔ غیر مسلموں سے ہمسائیگی کی وجہ سے جو غیر اسلامی رسومات ان میں پھیلنے لگی تھیں وہ مسدود ہو گئی تھیں۔
۴۔ قرآن اور حدیث سے ان کی وابستگی پہلے سے بدرجہا زیادہ بڑھ گئی تھی۔
۵۔ مساجد تعمیر ہونے لگی تھیں۔ مدرسے اور مکتب کھولے جا رہے تھے۔ دینی علوم پڑھانے کے لئے اساتذہ اور کتابیں مصر سے منگائی جاتی تھیں۔ دارالحکومت منیلا کی مرکزی مسجد کا سنگ بنیاد خود میں نے اپنے ہاتھوں سے رکھا (بعد میں یہ سکیم پایۂ تکمیل تک پہنچی یا نہیں مجھے خبر نہیں)۔
۶۔ ارتداد اور شرک کے دروازے بند ہو گئے تھے۔ پادریوں کی ساری کوششیں بیکار ثابت ہو رہی تھیں۔

ان کے اس تعمیری پروگرام میں جو خاص چیزیں میں نے محسوس کیں وہ یہ ہیں:

۱۔ یہ سارا کام بغیر شور وغوغا ہوتا رہا اور ہر ممکن کوشش کی گئی کہ اس کو بازاری، نمائشی یا سیاسی نہ بنایا جائے تاکہ وہ حقیقی دینی اور روحانی برکتوں سے محروم نہ رہ جائے۔
۲۔ معاشرتی اور ثقافتی طور پر خواہ ذاتی طرز زندگی میں مسلمان ایک غیر مانوس

جانور یا بھوت نظر نہ آئے یعنی دیکھنے میں یا عادات و اطوار کے لحاظ سے اس مخلوط معاشرہ میں نا قابل ارتباط وحشی نہ لگے۔

۳۔ ذاتی یا سیاسی مقاصد کی خاطر بنیادی مذہبی روایات اور رسومات کو اس قدر نہ بڑھایا جائے یا اس غلو سے پیش نہ کیا جائے کہ اس کی دشمنیاں بڑھیں۔ دقیانوسیت کا پہلو سب چیزوں پر حاوی پڑ جائے اور ہمسائے خود ہمارے دین سے متنفر ہو جائیں (یہ بات اب ایران کی انقلابی تحریک کے قائد بھی محسوس کرنے لگے ہیں)۔

اس پروگرام پر انتہائی انہماک اور خاموشی سے تقریباً چالیس سال کام ہوتا رہا۔ تاوقتیکہ وہاں کے مسلمانوں کی ایک نئی نسل سامنے آ گئی اس کے بعد وہی ہونے لگا، جو مولانا کی تحریک کی حقیقی روح تھی۔ یعنی مسلم اقلیت نے اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے ایک نا قابل تسخیر قوت بن کر اسلحہ بند جہاد شروع کر دیا۔ باہر کے مسلمان ملکوں سے تو ان کو کوئی خاص امداد نہیں پہنچی مگر مقامی طور پر تنظیم اور صحیح جذبے کی وجہ سے اب ان میں اتنی اندرونی سکت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ اس وقت مخالف حکومت کی افواج تک سے مقابلہ کرنے کے قابل ہو گئے اور اٹھارہ سال سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ یہ پودا تھا جو ہمارے مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے ایک مدت پہلے وہاں لگایا تھا جو آج پھل پھول دے رہا ہے۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ، کراچی ۲۱ ستمبر ۱۹۸۴ء، جمعۃ المبارک، صفحہ ۳)

چومی گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الہ را

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

وہ محسنِ ملت، نازشِ اہل سنت

علامہ عبدالحکیم شرف قادری ☆

محسنِ ملت، نازش اہلسنت، مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی ابن حضرت مولانا محمد عبدالحکیم قدس سرہما ۱۵ رمضان المبارک، ۳ اپریل (۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۸۹۲ء) کو میرٹھ (یو-پی) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد عظیم المرتبت درویش صفت عالم دین اور بلند پایہ شاعر تھے۔ جوش تخلص کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ چار سال دس ماہ کی عمر میں قرآن پاک پڑھ لیا، اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی بعدازاں جامعہ قومیہ میرٹھ میں داخل ہوئے اور سولہ سال کی عمر میں درس نظامی کی سند حاصل کی۔ آپ کو چونکہ شروع ہی سے تبلیغ اسلام کا شوق تھا اس لئے علوم جدیدہ حاصل کرنے کے لئے اٹاوہ ہائی اسکول سے میٹرک پاس کیا اور پھر ڈویژنل کالج میرٹھ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۱۷ء میں بی-اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا، کالج کی چھٹیوں کے دنوں میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں بریلی شریف حاضر ہو کر اکتساب فیض کرتے رہے۔ میرٹھ کالج کی تعلیم کے دوران آپ کو آل برما ایجوکیشنل کانفرنس کا صدر منتخب کیا گیا۔ اس کانفرنس میں آپ نے جو خطبہ دیا وہ برما اور سیلون میں مقبول عام ہوا اور برما کے احباب سے دینی نشر و اشاعت پر آپ کی جو گفتگو ہوئی وہ مستقبل کے تبلیغی مشن کے لئے بنیاد ثابت ہوئی۔ امام اہلسنت احمد رضا خان بریلوی آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور انہوں نے آپ کو خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ اپنے تلامذہ اور خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

☆ سابق شیخ الحدیث: جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ، لاہور جامعہ اسلامیہ لاہور ایچی سن سوسائٹی ٹھوکر نیاز بیگ لاہور ... (لاہور میں طویل علالت کے بعد اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ مزار مبارک لالہ زار ٹھوکر نیاز بیگ میں ہے)

عبدِ علیم کے علم کو سن کر جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

حضرت مولانا صدیقی قدس سرہ کو اپنے شیخ طریقت سے کمال عقیدت تھی۔ حرمین طیبین کی زیارت سے واپسی پر آپ نے ایک طویل قصیدہ مدحیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو ۔۔۔ قسیم جام عرفاں اے شہِ احمد رضا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا ۔۔۔ محبّ خاص، منظور حبیب کبریا تم ہو

تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں ۔۔۔ جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو

علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا ۔۔۔ امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو

کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو ۔۔۔ کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

جب یہ اشعار سنا چکے تو امام اہلسنت نے اپنے قیمتی عمامہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: مولانا! آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ آپ اس دیارِ پاک سے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ عمامہ تو آپ کے قدموں کے بھی لائق نہیں، البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جبہ ہے، وہ حاضر کئے دیتا ہوں۔ اس واقعہ اور مندرجہ بالا قصیدے کو غور سے پڑھئے اور دیکھئے کہ آج کل وہ خلوص و محبت کہاں جو ان مقدس ہستیوں کا طرۂ امتیاز تھا۔

حضرت مولانا محمد عبدالعلیم شعلہ بیان خطیب، بلند پایہ ادیب اور عظیم مفکر اسلام تھے۔ جب آپ اپنی نغمہ ریز آواز میں دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت بیان کرتے تو حاضرین پر سکوت چھا جاتا اور بڑے بڑے سائنسدان، فلاسفر اور دہریہ قسم کے لوگ آپ کے دست اقدس پر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے۔ آپ تقریباً دنیا کی ہر زبان میں روانی سے تقریر کرتے تھے کہ خود اہل لسان ورطۂ حیرت میں رہ جاتے۔ آپ نے پوری قوت اور بے باکی سے دینِ فطرت اسلام کا پیغام لے کر گوشے گوشے میں پہنچایا جس کے نتیجے میں ساٹھ ہزار سے زائد غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ وہ ناقابل فراموش کارنامہ ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ۱۹۵۱ء میں آپ نے پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا جس

میں قابل ذکر ممالک انگلستان، فرانس، اٹلی، برٹش گیانا، مڈغاسکر، سعودی عرب، ٹرینیڈاڈ، امریکہ، کینیڈا، فلپائن، سنگاپور، ملائیشیا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا اور سیلون تھے۔ اس کے علاوہ برما، سیلون، ملائشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، انڈوچائنا، چین، جاپان، ماریشس، جنوبی و مشرقی افریقہ کی نوآبادیات، سعودی عرب، عراق، اردن، فلسطین، شام اور مصر کے متعدد تبلیغی دورے کئے۔ تمام مذاہب کے لوگوں کو دعوت اسلام دی اور ہر زبان میں اسلام کا لٹریچر شائع کیا۔ آپ کی تبلیغی کوششوں سے بورنیو کی شہزادی ماریشس جنوبی افریقہ کے فرانسیسی گورنر مروات اور ٹرینیڈاڈ کی ایک خاتون وزیر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح، مراکش کے غازی عبدالکریم، فلسطین کے مفتی اعظم سید امین الحسینی، اخوان المسلمین کے سربراہ حسن البناء، سیلون کے آنریبل جسٹس ایم مروانی، کولمبو کے جسٹس ٹی اکبر، سنگاپور کے ایس این دت اور مشہور انگریز ڈرامہ نویس اور فلسفی جارج برنارڈ شا آپ کی علمی شخصیت سے بے حد متاثر تھے۔ ۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو ممباسا (جنوبی افریقہ) میں جارج برنارڈ شا سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے برنارڈ شا کے مختلف سوالات کے جوابات اس انداز سے دیئے کہ دنیا کا عظیم فلاسفر آپ کے سامنے طفل مکتب نظر آنے لگا۔ آپ نے اسلام اور عیسائیت کے اصولوں کا تقابلی جائزہ تاریخ، سائنس اور فلسفہ کی روشنی میں اس طرح بیان کیا کہ جارج برنارڈ شا کو اسلام کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑا۔ اس گفتگو کا اردو ترجمہ ماہنامہ ترجمان اہلسنت، کراچی شمارہ محرم و صفر ۱۳۹۲ھ میں شائع ہو چکا ہے۔

حضرت مولانا صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیمات اسلامیہ کو عام کرنے کے لئے ہر پہلو پر توجہ دی۔ متعدد مساجد تعمیر کرائیں جن میں سے حنفی جامع مسجد کولمبو، سلطان مسجد سنگاپور اور مسجد ناگریا جاپان زیادہ مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ عربی یونیورسٹی ملایا، پاکستان نیوز، مسلم ڈائجسٹ، ٹرینیڈاڈ، مسلم اینول (جنوبی افریقہ) کی بنیاد آپ ہی نے قائم کی۔ ۱۹۴۹ء میں سنگاپور میں تنظیم بین المذاہب کے نام سے ایک ادارے کی بنیاد ڈالی اور تمام دنیا کے عیسائی، یہودی، بدھ مت اور سکھ مذاہب کے پیشواؤں کو ایک پلیٹ فارم پر

جمع کر کے لادینیت کا قلع قمع کرنے کی اپیل کی۔ تمام مذاہب کے راہنماؤں کی اس مشترکہ کانفرنس میں آپ کو ہز اکزلٹیڈ ایمی نینس His Exalted Eminence کا خطاب دیا گیا۔ نیز مصر میں تنظیم بین المذاہب الاسلامی کے نام سے مختلف مکاتب فکر کی ایک تنظیم قائم کی۔

۱۳۵۶ھ/۱۹۳۶ء میں حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قدس سرہ رابطہ اسلامیہ ہند کے رئیس وفد اور ملایا، شرقی و جنوبی افریقہ اور جزائر شرقیہ کے مندوب کی حیثیت سے سعودی عرب تشریف لے گئے اور سعودی حکومت کی طرف سے حجاج پر عائد کردہ ٹیکسوں کے خاتمہ اور حجاج کے لئے سہولتیں فراہم کرنے کے لئے دنیا بھر سے آئے ہوئے اجلہ علماء حکومت سعودیہ کے عمائدین اور عبدالعزیز بن سعود سے مذاکرات کئے۔ جن کا خاصا اثر ہوا۔ ان مذاکرات کی تفصیل البیان کے نام سے عربی میں شائع ہوئی تھی جس کے آغاز میں اخوان المسلمین (مصر) کے بانی حسن البناء نے ابتدائیہ لکھا اور حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قدس سرہ کی مساعی جمیلہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

كما كان من فضل الله و توفيقه ان التقينا معذ عامين فى الارض المقدسة و عند البيت العتيق بصاحب الفضيلة الداعية الاسلامى الشيخ محمد عبدالعليم صديقى ......ونحن نسأل الله تبارك و تعالى ان يجزى الاستاذ المفضال الشيخ محمد عبدالعليم الصديقى عن المسلمين عامة خير جزاء.

"اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو سال ہوئے ہماری ملاقات ارض مقدس میں بیت اللہ شریف کے پاس صاحب فضیلت مبلغ اسلام الشیخ محمد عبدالعلیم صدیقی سے ہوئی (کچھ عبارت کے بعد) ہم اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صاحب فضیلت استاذ شیخ محمد عبدالعلیم صدیقی کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔"

تبلیغ اسلام کی قابل قدر خدمات کے علاوہ آپ کی سیاسی خدمات بھی ناقابل

فراموش ہیں۔ دنیا کے کسی گوشے میں مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھایا جاتا تو آپ بے چین ہو جاتے۔ تحریک خلافت، شدھی تحریک اور تحریک پاکستان میں مردانہ وار حصہ لیا۔ صرف پاک و ہند ہی میں نہیں بلکہ دیگر ممالک میں بھی تحریک پاکستان کے لئے فضا ہموار کی۔ مصر اور انگلینڈ میں کانگریسی ایجنٹوں سے مناظرے کئے، مسلم لیگ کی طرف سے باقاعدہ طور پر علماء کی ایک جماعت کے قائد کی حیثیت سے حج کے موقع پر مکہ مکرمہ جا کر دنیا کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے مسلمانوں کے سامنے پاکستان کی اہمیت کو واضح کیا۔ مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی، حسن البناء قائد اخوان المسلمین، سید عبداللہ شاہ (اردن)، اور دیگر عرب لیڈروں کو تحریک پاکستان سے پوری طرح روشناس کرایا۔

۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس میں شرکت فرمائی اور علی الاعلان تحریک پاکستان کی حمایت فرمائی۔ قائداعظم کی وفات کے کچھ عرصہ پہلے عالمی دورے سے واپسی پر کراچی میں عظیم کانفرنس منعقد کی جس میں سندھ، پنجاب اور مشرقی پاکستان کے اکابر علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں پاکستان کے لئے آئین اسلامی کے جامع دستور کا مسودہ تیار کر لیا گیا، علماء نے تائیدی نوٹ لکھے اور حضرت مولانا صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سرکردگی میں قائداعظم کی خدمت میں مسودۂ آئین پیش کیا گیا۔ قائداعظم نے تین گھنٹہ تک مسودۂ آئین کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی۔ حضرت مولانا نے انہیں اس خوش اسلوبی سے مطمئن کیا کہ قائداعظم نے یقین دلایا کہ انشاء اللہ قومی اسمبلی کے منظور کرنے پر بہت جلد یہ آئین نافذ کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد جلد ہی ان کی وفات ہو گئی اور قائداعظم علماء کرام سے کیا ہوا یہ وعدہ ایفاء نہ کر سکے۔ یاد رہے کہ پاکستان بننے کے بعد قائداعظم نے پہلی نماز عید آپ ہی کی اقتداء میں ادا کی تھی۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تالیف و تصنیف پر بھی خاطر خواہ توجہ دی اور کثیر التعداد، قابل فخر تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا لیکن افسوس ان میں سے بہت سی تصانیف زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں اور جو ہوئیں ان کا شایان شان اہتمام نہ کیا گیا۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں: (۱) ذکر حبیب (دو حصے)..........

(۲) کتاب تصوف............(۳) بہار شباب (نوجوانوں کی اصلاح کے لئے بہترین کتاب)..........(۴) احکام رمضان (یہ تصانیف اردو میں ہیں)............(۵) اسلام کی ابتدائی تعلیمات.......... (۶) اسلام کے اصول.......... (۷) اسلام اور اشتراکیت...... (۸) مسائل انسانی کا حل.......... (۹) اسلام میں عورت کے حقوق.........(۱۰) مکالمہ جارج برنارڈ شا.......... (۱۱) مرزائی حقیقت کا اظہار (یہ تصنیفات انگریزی میں ہیں)۔

چالیس سال تک دنیا بھر میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے کر ۲۲ ذوالحجہ، ۲۲ اگست (۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء) کو مدینہ منورہ میں اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے اور تعلیمات اسلامیہ کی تبلیغ و اشاعت کے انعام کے طور پر جنت البقیع میں جگہ ملی۔ اس نابغۂ روزگار ہستی کے وصال سے تاریخ اسلام کا ایک روشن باب الٹ گیا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے محبوب خلیفہ اور داماد حضرت مولانا حافظ ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ بین الاقوامی تبلیغی جماعت ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز کے بانی وصدر اور فرزند ارجمند حضرت مولانا علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی (صدر جمعیت علمائے پاکستان) نے نہ صرف حضرت علامہ میرٹھی صدیقی قدس سرہ کے مشن کو جاری رکھا بلکہ اسے آگے بڑھایا۔ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی وہ حق گو، بیباک اور مرد مجاہد ہیں جن کی جرأت ایمانی کو موافق و مخالف نے تسلیم کیا ہے۔ ان دنوں پاکستان میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لیے تمام تر مساعی کو وقف کئے ہوئے ہیں۔ اللہ رب العزت انہیں کامیابی عطا فرمائے۔ ملک و ملت کی بقاء، استحکام اور عزت و آبرو کا راز صرف اور صرف آئین اسلامی کے نفاذ میں ہے۔

نوٹ: اس مضمون کا خلاصہ "دارالبرور کراچی" کی شائع کردہ کتاب ......"ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات......" مرتبہ: حامد علی علیمی (۱۷ تا ۱۹) نے بھی شائع کیا ہے)

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو

تحریر......نواب مشتاق احمد خان ☆

تحریک پاکستان کے زمانے میں وہ ہندوستان کے گوشے گوشے میں پہنچے اور پاکستان کی اہمیت وضرورت پر پُر جوش تقریریں کیں۔ اسی طرح بیرونِ ملک انہوں نے مخالفین پاکستان سے مناظرے کیے اور انہیں نیچا دکھایا۔

پاکستان میں مملکت آصفیہ حیدر آباد کی نمائندگی کرنے کے دور میں مجھے بہت سے اکابر ملت سے ملنے اور ان سے تبادلہ خیال کرنے کا موقع ملا۔ ان میں بیشتر بزرگ اب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ ان مرحوم شخصیتوں میں سے جس بزرگ نے مجھے بہت متاثر کیا وہ حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی تھے۔ ۱۹۴۸ء کا مئی یا جون کا مہینہ تھا۔ حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی مرحوم کے ہمراہ ایک بزرگ میرے ہاں تشریف لائے۔ تعارف ہوا تو پتہ چلا کہ وہ حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی مشہور مبلغ اسلام ہیں جنہوں نے نہ صرف ایشیا اور افریقہ بلکہ یورپ کے بیشتر ملکوں میں پرچم اسلام لہرانے کی سعادت حاصل کی ہے۔ حتیٰ کہ خود پاکستان میں مسلمانوں کو حقیقی معنوں میں مسلمان بنانے کے کام میں بھی قابلِ قدر پیش رفت کی ہے۔

مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی سے میرے گہرے دوستانہ مراسم تھے اور انہوں نے پاکستان میں میرے سفارتی مشن سے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔ دوران گفتگو حیدر آباد کا ذکر چل نکلا تو مولانا عبدالحامد صاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالعلیم صدیقی صاحب مظلوم قوموں کی حمایت میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ چنانچہ کشمیر اور فلسطین کے مسائل میں انہوں نے بڑا مفید کام کیا ہے۔ اس لیے انہیں یقین ہے کہ مملکت حیدر آباد (جو اس وقت خطرات میں گھری ہوئی تھی) کے مؤقف کو عالمی برادری کے سامنے

☆ تحریک پاکستان کے ممتاز راہنما، مورخ اور فکر کار

پیش کرنے میں بھی شاہ صاحب کا تعاون حاصل ہوگا۔ میں نے شاہ عبدالعلیم صدیقی کو حیدرآباد کے حالات تفصیل سے بتائے اور ان سے استدعا کی کہ وہ اندرون اور بیرون ملک اس کی وضاحت فرمائیں۔ مولانا صدیقی نے میری درخواست کو خوشی سے قبول کیا اور اپنے اس وعدے کو بڑی ہی کامیابی سے نبھایا۔

اس کے بعد مولانا صدیقی سے میری دو اور ملاقاتیں ہوئیں۔ ان کی شخصیت کے جس پہلو نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا، وہ ان کی منکسر المزاجی اور خلوص تھا۔ ایک ایسا شخص جس کی دعوت حق نے چاردانگِ عالم میں اسلام کا پیغام پہنچایا ہو اور جس کو ہزاروں مسلمان دنیا کے ہر کونے میں عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہوں، اس کے مزاج میں انتہائی انکسار کوئی معمولی بات نہ تھی۔ تکبر یا غرور کا کوئی شائبہ تو بڑی بات ہے، ان کے لباس اور انداز میں بھی بے حد سادگی تھی۔ وہ مشرقی اور مغربی دونوں قسم کی تعلیم سے بہرہ ور تھے۔ کئی زبانوں پر مکمل عبور تھا۔ وہ اعلیٰ پایہ کے خطیب تھے، ایسے شعلہ بیان خطیب جو سننے والوں کو اپنی خطابت کے جادو سے مسحور کر سکتے تھے اگر ان کی زبان میں اثر نہ ہوتا تو وہ اپنے تبلیغی مشن میں ہزاروں انسانوں کے قلوب میں انقلاب کیسے پیدا کر دیتے۔ بتایا جاتا ہے کہ ان کی تبلیغی کوششوں سے ۵۰ ہزار انسان دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

مولانا صدیقی کو حضرت شاہ احمد رضا خاں سے خاص عقیدت تھی۔ وہ انہی سے بیعت تھے اور ان کی طرف سے خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ اسلامی تعلیمات کو عوام میں مقبول بنانے کے لئے انہوں نے ہر وہ اقدام کیا جس کی حالات کے تحت ضرورت محسوس کی گئی۔ دنیا کے ہر گوشہ میں مسجدیں اور ادارے قائم کیے۔ وہ ہر ملی تحریک میں پیش پیش رہے۔ تحریک خلافت میں کچھ وقت مولانا محمد علی جوہرؔ کے ساتھ کام کیا۔ شدھی تحریک کے سامنے بند باندھنے میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ تحریک پاکستان میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ ہندوستان کے چپہ چپہ میں جا کر اس تحریک کو روشناس کرایا۔ بیرون ملک پاکستان کے مخالفین سے مناظرے کیے اور الحمدللہ انہیں نیچا دکھایا۔

بتایا جاتا ہے کہ مفتی اعظم فلسطین اور دوسرے محترم عرب لیڈروں کو بھی تحریک پاکستان سے روشناس کرانے اور ان کی ہمدردیاں اور تعاون حاصل کرنے میں مولانا صدیقی کا بہت حصہ تھا۔ انہوں نے اپنے چند ساتھیوں کی مدد سے آئین اسلامی کا ایک

مسودہ بھی تیار کیا جسے انہوں نے قائداعظم کی خدمت میں پیش کیا۔ افسوس کہ قائد کی عمر نے وفا نہ کی، ورنہ یقیناً نظام اسلامی کا نفاذ آج سے ۳۰ برس پہلے ہو چکا ہوتا۔ بہرحال مولانا صدیقی نے اپنی حد تک اس کی بنیاد فراہم کر دی۔ اگر وہ مسودہ اب بھی دستیاب ہو جائے تو اسلامی آئین کے تیار کرنے والوں کے لیے یقیناً مفید ثابت ہوگا۔

مدینہ منورہ کی محترم شخصیت حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب سے مولانا صدیقی کے خاص مراسم تھے جو بعد میں رشتہ داری تک پہنچ گئے۔ مولانا کے منجھلے صاحبزادے شاہ احمد نورانی صاحب کی شادی مولانا ضیاء الدین کی پوتی سے ہوئی۔ مولانا صدیقی کی بڑی آرزو تھی کہ ان کا وصال دیارِ حبیب ﷺ میں ہو اور ان کی تدفین جنت البقیع میں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ آرزو پوری کر دی۔ ان کا وصال مدینۃ النبی ﷺ ہی میں ہوا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے دین اسلام کی خدمت اور جذبہ ملی کے صلہ میں انہیں جنت البقیع میں اکابر اسلام، صلحاء امت اور فضلا ملت کا قرب عطا فرمایا۔ اس سال بھی عمرہ کے موقعہ پر مجھے مولانا صدیقی کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

مولانا صدیقی صاحب کے انتقال کے بعد ان کے مشن کو ان کے داماد ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے جاری رکھا۔ ان کے صاحبزادے شاہ احمد نورانی صاحب جمعیت علمائے پاکستان کے صدر ہیں۔ بڑے صاحبزادے جیلانی صدیقی صاحب سے اس مرتبہ لندن میں ملاقات ہوئی۔ وہ اس وقت قومی اتحاد کی انگلستان کی شاخ کے صدر تھے اور وہاں کی مخالف قوتوں سے نبرد آزما تھے۔

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی ایک یگانہ روز شخصیت تھے۔ انہوں نے عمر بھر اپنی ذہنی اور جسمانی قوتیں تبلیغ اسلام اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام کی سربلندی کے لیے وقف کر دیں۔ وہ مردِ مومن تھے اور دین کی خدمت ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ باری تعالیٰ ان کی دینی خدمات اور ملی خدمات کے صلہ میں ان کے درجات بلند فرمائے اور اس کا کچھ پرتو ہماری نئی نسل پر بھی ڈالے کہ ہمارے نئی نسل اسلاف کی اعلیٰ خدمات سے روز بروز غافل ہوتی جا رہی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، اگرچہ اس جرم میں تم کو مار ڈالا جائے یا جلا دیا جائے۔'' (ماہنامہ ضیائے حرم، بابت ماہ نومبر ۱۹۷۸ء)

حضرت مبلغ اسلام

عظمتوں کا پیکر

سید محمد ریاست علی قادری مرحوم☆

حق اور انصاف کا تقاضا ہے کہ تحریک پاکستان کے ان محسنوں کی خدمات کا تاریخی حقائق و شواہد کی روشنی میں جائزہ لیا جائے جنہوں نے سالہا سال کی جدوجہد کے بعد پاکستان حاصل کیا۔ مسلمانان ہند و پاک کی رہنمائی ہمیشہ علماء و مشائخ نے کی اور جب بھی کوئی ضرورت پڑی تو علماء میدان عمل میں آئے اور ہر طرح کی قربانیاں دیں ان لوگوں نے دین حق کی تبلیغ کے سلسلے میں کبھی ذاتی اغراض و مقاصد اور نام و نمود کو اپنے قریب نہ آنے دیا۔ انہوں کی ولولہ انگیز قیادت میں مسلمانان ہند نے عظیم قربانیوں کے بعد پاکستان حاصل کیا۔ تحریک آزادی ہند کی پہلی اور تاریخی اینٹ اسی وقت رکھ دی گئی تھی جس دن انگریزوں نے ہندوستان میں اپنے قدم جمائے تھے۔

۱۸۵۷ء میں مسلمانان ہند نے اپنا خون بہا کر آزادیٔ ہند کے عظیم مشن کو زندہ و تابندہ کیا۔ کیا پاکستان کی کوئی تاریخ علماء و مشائخ کے عظیم الشان کارناموں کا احاطہ و تذکرہ کئے بغیر مکمل ہو سکتی ہے؟ یہ عظیم شخصیتیں اور لاکھوں انسانوں کے مقتدا کون ہیں؟ وہی تو ہیں جنہوں نے "بنارس سنی کانفرنس" کے فقید المثال اجتماع میں کھل کر پاکستان کی حمایت کی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مسلک اور پیروؤں میں جہاں صدر الافاضل مولانا حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید محمد شاہ محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی، حضرت مولانا سید امجد علی، حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوڑوی، حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی، حضرت مولانا پیر سید مغفور القادری، حضرت مولانا ابو الحسنات قادری، حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، پیر صاحب مانکی شریف، پیر صاحب

☆ بانی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

گولڑہ شریف اور حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی قابل ذکر ہیں وہاں حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کا نام لئے بغیر بات بنتی نظر نہیں آتی۔ مولانا حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ خاص ہونے کی وجہ سے اہل سنت والجماعت میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار صفِ اول کی ان عظیم ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے نہ صرف آزادیٔ ہند کی جدوجہد میں کارہائے نمایاں انجام دیئے بلکہ قیام پاکستان اور آگے چل کر استحکام پاکستان کے سلسلے میں بھی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی پاکستان سے والہانہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کے اس دلی لگاؤ کا اندازہ ان تاریخی یادگار دعائیہ کلمات سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے پاکستان بننے کے بعد رب کائنات کے حضور کہے تھے جس کا ذکر ان کی کتاب "ذکر حبیب ﷺ" میں درج ہے۔ "اے غلاموں کے سر پر تاج رکھنے والے! اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے! سن لے! سن لے! ہم بے کسوں کی سن لے! ہم سیہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے! دین کی عزت رکھ لے! علم کو سرنگوں نہ ہونے دے! حمیت دے! غیرت دے! برصغیر میں جو چھوٹی سی آزاد خودمختار پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اس کی حفاظت فرما! اسے قوی سے قوی تر بنا! صحیح معنیٰ میں اسلامی دولت اسلامی سلطنت اور الٰہی مملکت بنا! جہاں تیرا قانون، تیرے احکام جاری ہوں، تیرے دین کا علم بلند ہو اور تیرے نام کا ابدالآباد تک بول بالا رہے۔ مولیٰ! مولیٰ! اے رحم کرنے والے! اے کرم والے! اے مولیٰ ہماری دعائیں قبول فرما!"

کس قدر افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ انگریزی سامراج سے ٹکر لینے والے اور برطانوی قصر و پارلیمان کی بنیادیں ہلانے والے اسلامی حکومت کے اولین معماروں کے کارناموں کو پس پشت ڈال دیا جائے۔ وقت کا اہم تقاضا ہے کہ پاکستان کے بنانے میں جن حضرات نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنی زندگیاں ختم کر دیں ان کے کارناموں کو نئی نسل کے سامنے پیش کیا جائے جنہوں نے پاکستان کو اقوام عالم میں

متعارف و مقبول کیا۔ ہمارا دینی، اخلاقی، قومی اور ملی فریضہ ہے کہ ہم ان کو خراج عقیدت پیش کریں اور آنے والی نسلوں کو ان کے عظیم کارناموں سے روشناس کرائیں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع و عمیق ہے کہ ان کا احاطہ کرنا مجھ جیسے کم مایہ اور حقیر کے بس میں نہیں۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک افریقہ، امریکہ، انگلینڈ، انڈونیشیا، سنگاپور اور ملایا وغیرہ میں اسلام کا پیغام پہنچایا اور ستر ہزار کے لگ بھگ غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پر اسلام میں داخل ہو کر سعادت ابدی حاصل کی۔ آج حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی ہم میں نہیں لیکن ان کے گرانقدر کارنامے ہمیشہ ان کی یاد دلاتے رہیں گے۔ ان کی روز و شب کی کاوشوں اور انتھک محنت و جدوجہد سے براعظم افریقہ نور اسلام سے منور ہوا۔ انہوں نے تاریک براعظم کے تاریک دلوں کو اسلام کا ابدی پیغام پہنچایا۔ ان کی علمی و روحانی شخصیت سے وہاں کے بڑے بڑے مفکرین متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ مشہور انگریز اور عالمی شہرت یافتہ مفکر جارج برنارڈ شا حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی کی شخصیت سے اتنا زیادہ متاثر ہوا کہ تنگئ وقت کا شکوہ کرتے ہوئے بولا "افسوس ہے کہ مجھے زیادہ دیر تک آپ سے گفتگو کا موقع نہ مل سکا۔" اسلام اور عیسائیت کے موضوع پر حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی اور جارج برنارڈ شا کے درمیان مناظرہ ہوا جس سے جارج برنارڈ شا پر آپ کی علمی دھاک بیٹھ گئی اور وہ اسلام کے ابدی اصولوں سے اتنا متاثر ہوا کہ یہ جملہ کہے بغیر نہ رہ سکا جو تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ "آئندہ سو سال بعد دنیا کا مذہب صرف اسلام ہی ہوگا۔"

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کی خدمات اس قدر ہیں کہ پوری دنیا ان کے کارناموں سے مالا مال ہے۔ اندرون ملک اور بیرون ملک ان کی خدمات کا اگر جائزہ لیا جائے تو ایک ضخیم کتاب درکار ہوگی۔ جس وقت ہندوستانی مسلمان اپنی جدوجہد آزادی اور قیام پاکستان کے سلسلے میں مصروف جہاد تھے اس وقت بیرونی دنیا میں تحریک پاکستان کو روشناس کرانے کے لئے ان کے پاس کوئی مسلمان نہ تھا جس کی وجہ سے

ہندو اور کانگریسی مسلمان عالم اسلام میں ہندی مسلمانوں کے خلاف گٹھ جوڑ میں لگے ہوئے تھے اور پاکستان کے مطالبے کو "دیوانے کا خواب" سے تعبیر کر رہے تھے۔ ایسے میں اسلام کا یہ فرزند جلیل اور مجاہد اپنے ہم مسلک علماء و مشائخ اور دوسرے پاکستان دوست حضرات کی طرح تحریک پاکستان کے لئے دن رات کام میں مشغول تھا۔ شاہ صاحب کا شمار تحریک پاکستان کے ان عظیم مجاہدین میں ہوتا ہے جن کی خدمات کو تاریخ پاکستان میں سنہری الفاظ سے لکھا جانا چاہیے۔ آپ کی ذات شریف پر نہ صرف پاکستان بلکہ پورا عالم اسلام نازاں ہے۔ پاکستان کے خلاف ہندوؤں اور کانگریسی مسلمانوں کی سرکوبی کے لئے آپ نے ملک گیر دورے کئے۔ نیز بیرون ملک جا کر دشمن کے عزائم کو خاک میں ملایا۔ پاکستان آخرکار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بن کر رہا۔ شاہ صاحب نے عرب ممالک میں جا کر وہاں کے علماء اور عوام کو تحریک پاکستان سے متعارف کرایا اور ان کی تائید و حمایت حاصل کی۔ آپ کی انہیں خدمات کے سلسلے میں قائداعظم نے زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے پاکستان بننے کے بعد شاہ صاحب کو اسلامی ممالک میں پاکستان کا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ شاہ صاحب نے اس مشن کو اس احسن طریقے سے انجام دیا کہ پاکستان کا وقار بیرونی ممالک میں بڑھ گیا اور جو ممالک پاکستانی مملکت سے اس وقت تک ناآشنا تھے پاکستان سے واقف ہوئے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی نے مسلمان ملکوں کا دورہ کیا جن میں مصر، فلسطین، شام، لبنان، عراق اور اردن شامل تھے۔ بعد میں آپ نے پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا۔ برما، ملائیشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، ویت نام، چین، جاپان، فلپائن، سری لنکا، ماریشس، مڈغاسکر، جنوبی افریقہ، پرتگال، مشرقی افریقہ، کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، بلجیم، کانگو، حجاز مقدس، فرانس، برطانیہ، جزائر غرب الہند، گیانا، امریکہ، کینیڈا وغیرہ کے تبلیغی دورے کر کے وہاں کے لوگوں کو دین حق کا پیغام سنایا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۳ اپریل ۱۸۹۲ء میں ضلع یوپی بھارت کے مشہور شہر میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی میرٹھ

ہے جہاں سے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ابتدا ہوئی تھی۔ آپ کے والد ماجد اپنے وقت کے مشہور و معروف عالم دین تھے جن کا اسم گرامی حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی نے ابتدائی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ سولہ سال کی عمر میں درس نظامی کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کیا علوم جدیدہ کے حصول کے لئے آپ نے اٹاوہ ہائی اسکول سے میٹرک کے بعد میرٹھ کے ایک کالج میں داخلہ لیا اور وہاں سے ۱۹۱۷ء میں امتیازی حیثیت سے بی اے کیا۔ اسی دوران امام اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلویؒ کی خدمات میں حاضر ہوئے جہاں علم و معرفت کے موتیوں سے آپ کو نوازا گیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے خلفاء میں آپ کو ایک منفرد مقام حاصل رہا۔ پیر و مرشد کی خاص نظر سے آپ آفتاب کی طرح چمک کر آسمان پر ایسے نمودار ہوئے کہ اپنی روحانی اور علمی لیاقت سے لاکھوں انسانوں کو مستفید کیا۔ ۲۳ ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو آپ کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا اور آپ جنت البقیع میں خاتون جنت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں دفن ہوئے۔

نوٹ: یہ مضمون ہمیں حضرت صاحبزادہ سیّد محمد عبداللہ شاہ قادری ابنِ ماہر اقبالیات حضرت علامہ سیّد نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مخزومہ سے دستیاب ہوا۔

من کی دنیا؟ من کی دنیا، سوز و مستی، جذب و شوق
تن کی دنیا؟ تن کی دنیا، سُود و سَودا، مکر و فن!

○

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دِل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

یادیں ان کی...... باتیں ان کی

مولانا مفتی محمد اطہر نعیمی ☆

تاریخ کیا ہے اور یہ نام کس لئے اور کیونکر دیا گیا ہے یہ بذات خود ایک علیحدہ اور علمی موضوع ہے جس پر تبصرہ نہ تو یہاں مقصود اور نہ مجھ جیسے بے بضاعت سے ممکن البتہ عرف عام میں تاریخ ماضی میں گزرے ہوئے واقعات کا اعادہ کا دوسرا نام ہے۔ آج کل تو اقدار بدل گئی ہیں اس لئے کہ ہم نے ماضی کی طرف نظر ڈالنی چھوڑ دی ہے اور جن قوموں نے اپنے ماضی کو بھلایا ہے انہیں ہمیشہ ندامت سے ہمکنار ہونا پڑا ہے۔ تفصیل سے قطع نظر اور تمہید سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اس ترقی یافتہ دور میں جبکہ ہر چیز کو سائنس اور ٹیکنالوجی کی عینک سے دیکھا جا رہا ہے ایسے دور میں اس ماضی کی اہمیت کو ختم ہی نہیں بلکہ کم بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جس ماضی کو ہم غیر متمدن اور غیر مہذب جیسے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ معاشرہ افراد سے بنتا ہے اور جیسے افراد ہوں گے ویسا ہی معاشرہ تشکیل پائے گا۔ میں نے سابق سطور میں ماضی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ زمانہ کی تین اقسام کی ہیں۔ ماضی، حال اور مستقبل۔ لیکن ماضی کو بھی دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ماضی قریب اور ماضی بعید۔ آمدم برسر مطلب ہمارا ماضی جو بعید زمانہ سے متعلق تھا وہ تاریخ کے اعتبار سے انتہائی نازک تھا لیکن بدلتے ہوئے حالات میں وہ تابانی باقی نہ رہی اور وہ آفتاب کی طرف چمکنے والا ماضی غروب کی طرف مائل ہوا لیکن ایسے حالات میں بھی اس میں کچھ روشنی باقی رہی۔ میرا تعلق برصغیر ہند و پاکستان سے ہے اس لئے فطری طور پر میری دلچسپیاں بھی اسی علاقہ کی تاریخ سے وابستہ ہیں۔

برصغیر کی گزشتہ سو سال پہلے کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو اس صدی میں ۱۸۵۷ء کو بہت اہمیت حاصل ہے اور جغرافیائی طور پر اس سال کو برصغیر کے ایک اہم شہر کے واقعہ

☆ استاذ دارالعلوم نعیمیہ، دستگیر ۱۵، فیڈرل بی ایریا کراچی پاکستان

نے بڑی شہرت دلائی۔ میری مراد یو پی کے شہر میرٹھ سے ہے۔ اس شہر نے وہ ہمہ گیر شہرت حاصل کی جو آج تک صفحات تاریخ پر درخشاں اور تاباں ہے۔ ایک مشہور ضرب المثل کے مطابق مکان کی حیثیت مکیں سے ہوتی ہے شہر میرٹھ نے اپنے جن بسنے والوں کی وجہ سے شہرت حاصل کی ان میں ایک شخصیت حضرت علامہ مولانا الحاج محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ موصوف مشہور (نام نہاد غدر) جنگ آزادی کی تحریک کے ۳۵ سال بعد ۱۳ اپریل ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ والد محترم نے پہلے علوم اسلامیہ کی تعلیم دی اور یہ ہونہار فرزند ابھی سولہ سال ہی کے تھے کہ علوم دینی میں مہارت حاصل کی اور سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ والد محترم نے نوشتۂ دیوار پڑھ لیا تھا اور اپنی فراست سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ اس فرزند کو مستقبل میں کچھ کرنا ہے۔ یہاں یہ بات توجہ طلب ہے کہ موجودہ معاشرہ میں علم کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ علم ظاہری اور علم باطنی۔ لیکن علم ظاہری میں بھی دو قسمیں ہو جاتی ہیں دینی و دنیاوی۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی قدس سرہٗ نے علم ظاہری دینی و دنیاوی حاصل کر لئے تو علم باطنی کی جانب متوجہ ہوئے اور اپنے برادر اکبر مکرم مولانا احمد مختار صاحب سے بیعت و خلافت حاصل کی اور علوم روحانی کی تعلیم و تربیت حاصل کی لیکن جذبۂ شوق و محبت کی تکمیل کے لئے ۱۹۱۹ء میں مرکز روحانیت و عقیدت کی طرف متوجہ ہوئے اور بارگاہ بیکس پناہ سید المرسلین ﷺ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ یہاں اطراف و اکناف عالم سے آئے ہوئے صاحبان علوم روحانی سے استفادہ کیا۔

راقم الحروف کو یہ سعادت حاصل ہے کہ میں نے حضرت مولانا احمد مختار قدس سرہٗ کی زیارت کی۔ موصوف سفر افریقہ سے جب واپس آئے تو آپ کے ساتھ تشنگان علوم دینی میں سے چار افراد تھے انہیں لے کر مولانا موصوف مراد آباد تشریف لائے اور حضرت صدر الافاضل محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا میں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے اب تشنگان علم کی سیرابی آپ کے ذمہ ہے ان چار طالب علموں میں دو کے نام ذہن میں ہیں۔ اس میں ایک مولوی محمد بشیر اور دوسرے مولوی نظام الدین تھے۔ ان کا

تعلق ڈربن (افریقہ) سے تھا۔ مولوی محمد بشیر مرحوم سے میری خط و کتابت بھی تھی۔ موصوف نے اس علاقہ میں کافی خدمت کی اور مولانا احمد مختار قدس سرہٗ کے مشن کو جاری رکھا تھا۔ مولانا احمد مختار صاحب کو جب میں نے دیکھا تو موصوف کی بصارت ختم ہو چکی تھی۔ مراد آباد کے دوران قیام میں نے مولانا کو لکھتے ہوئے دیکھ کر تعجب کیا لیکن اس سے قبل مولانا کی تحریریں خط و کتابت میں دیکھ چکا تھا اس وقت احساس ہوا کہ مولانا نظر ختم ہونے کے باوجود ایسا پاکیزہ لکھتے ہیں جیسا کہ آنکھیارے نہیں لکھ سکتے۔ ہر ہر حرف اپنی جگہ، نہ سطر ٹیڑھی اور نہ عبارت میں کوئی سقم۔ گفتگو کا انداز اتنا پیارا بولتے وقت یہ معلوم ہوتا کہ زبان سے موتی جھڑ رہے ہیں۔ مولانا احمد مختار قدس سرہٗ کے دو صاحبزادے عزیزی ظہور الحق رحمانی اور عزیز الحق عرفانی بھی جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔

کچھ عرصہ بعد حضرت علامہ مولانا عبدالعلیم صدیقی قدس سرہٗ مراد آباد تشریف لائے اور جب مولانا کی زیارت ہوئی تو اندازہ ہوا کہ اس گلشن کا ہر پھول ہی منفرد اور یگانہ ہے۔ مولانا عبدالعلیم صاحب میرٹھ سے غالباً بریلی تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں مراد آباد کے اسٹیشن پر گاڑی بدلنا پڑتی تھی اس لئے مولانا صاحب موصوف نے اپنا پروگرام اس طرح ترتیب دیا تھا کہ چند گھنٹہ مراد آباد میں صدر الافاضل سے ملاقات کر کے تبادلۂ خیال کیا جائے اس لئے اسٹیشن سے سیدھے حضرت کے دولت کدہ پر تشریف لائے۔ انہی دنوں جامعہ نعیمیہ مراد آباد کا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد ہو رہا تھا۔ راقم الحروف اور مدرسہ کے چند طالب علم جو حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر تھے انہوں نے مولانا صاحب کی اس وقت تشریف آوری کو نعمت غیر مترقبہ سمجھا۔ موقع ملتے ہی حضرت صدر الافاضل سے عرض کیا کہ آج مولانا صاحب کو مراد آباد روک لیا جائے تو رات کو مدرسہ کے جلسہ میں تقریر ہو جائے۔ حضرت صدر الافاضل نے فرمایا مولانا کو اس وقت جلسہ میں شرکت کی دعوت دینا مناسب نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مولانا کے لئے اپنے پروگرام میں تبدیلی کرنے سے دشواریاں

ہوں گی۔ علاوہ ازیں مدرسہ کے جلسہ میں مولانا کو مدعو بھی نہیں کیا گیا اب اگر ان سے تقریر کے لئے کہا جائے تو میرے کہنے سے انکار تو نہیں کریں گے لیکن یہ طریقہ اکابر علماء کے وقار کے منافی ہے اور اگر ہم اپنے علماء کے وقار کو ملحوظ نہ رکھیں گے تو عوام پر اس کا برا اثر ہوگا۔ تم لوگ خود مولانا سے درخواست کرو اگر وہ راضی ہو جائیں تو مناسب ہوگا۔ ہم طالب علم حضرت صدر الافاضل کی گفتگو سے مایوس ہوئے تو براہ راست مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست پیش کی۔ مولانا نے اپنے مخصوص متبسم انداز میں فرمایا۔ میں طالبانِ علم دین کا بہت احترام کرتا ہوں اور آپ لوگ تو حضرت استاد العلماء سے تلمذ کی نسبت رکھتے ہیں اس لئے مزید احترام کے لائق ہو۔ قصہ مختصر یہ کہ مولانا نے فرمایا پروگرام میں تبدیلی کے سلسلہ میں اب چند جگہ اطلاع کرنی ہوگی لہٰذا آپ تار سے فلاں فلاں جگہ اطلاع کر دیں۔ رات کو حضرت مولانا قدس سرہٗ تقریباً گیارہ بجے اسٹیج پر تشریف لائے۔ جامعہ نعیمیہ کا وسیع و عریض میدان نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے گونج اٹھا۔ تقریباً نصف شب کے بعد مولانا نے تقریر شروع فرمائی۔ یہاں یہ بات بے محل نہ ہوگی کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے مولانا کو حسین صورت و سیرت سے سرفراز فرمایا تھا وہاں حسن صوت پر بھی مولانا صاحب کی ممتاز حیثیت تھی۔ عجیب والہانہ اور پیارے انداز سے مولانا صاحب نے خطبہ مسنون پڑھا اور مجمع کو مبہوت فرمایا۔ خطبہ کے بعد حضرت مولانا نے جس عقیدت و محبت کے ساتھ بارگاہ سید الانام میں منظوم نذرانہ عقیدت پیش فرمایا ایسے مناظر دیکھنے کے لئے آنکھیں ترستی ہیں۔ یہاں مولانا کی عقیدت و محبت نبوی کے علاوہ بارگاہ رسالت ﷺ میں ان کی مقبولیت کا اندازہ ہوگا۔ مولانا نے جو نعت شریف پڑھی تھی اس کا ایک مصرعہ اب بھی حافظہ پر باقی ہے۔

مدینہ کی زمین میں دفن ہوں یہ ہڈیاں میری

دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ انتقال سے قبل حضرت مولانا قدس سرہٗ اتنے نحیف ہو گئے تھے کہ جسم صرف پوست و استخوان کا مجموعہ تھا اور رب العالمین نے حضرت مولانا

کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور مولانا قدس سرہٗ جنت البقیع میں آسودہ خاک ہوئے۔ راقم الحروف نے حضرت مولانا کے مزار مقدس پر حاضری دی ہے۔

برصغیر کی تقسیم سے قبل حضرت مولانا قدس سرہٗ سے بارہا شرف نیاز حاصل ہوا اور حضرت مولانا قدس سرہٗ کے معمولات دیکھنے کے بعد جو تاثر حضرت مولانا کی ذات سے قائم ہوا اس کو ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ مولانا عشق نبوی ﷺ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بڑوں کا ادب، چھوٹوں سے شفقت، انداز گفتگو متانت، سلاست، سادگی غرض کہ کون سا وصف ایسا تھا جو حضرت مولانا کی ذات میں نہ ہو۔ سادات کرام سے حسن عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ایک حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی صاحب سے جو اس زمانہ میں میرٹھ میں مقیم تھے کسی شرعی مسئلہ پر گفتگو اتنی بڑی کہ معاملہ شکر رنجی تک آ گیا لیکن مولانا کی سادات کرام سے حسن عقیدت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جامعہ نعیمیہ کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر ہر دو حضرات جلسہ پر مدعو تھے۔ جلسہ کے بعد صبح کو معاملہ حضرت صدر الافاضل کے سامنے پیش ہوا تو حضرت مولانا عبدالعلیم قدس سرہٗ نے فرمایا کیسی شکر رنجی اور کیسا نزاع؟ ہمارے درمیان ایسی کوئی بات ہی نہیں یہ شرعی مسئلہ ہے ہم دونوں نے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق نفس مسئلہ پر اظہار خیال کیا ہے۔ چونکہ ہم دونوں کی رائے مختلف ہے اس لئے جو فیصلہ استاد العلماء فرمائیں گے وہ ہم دونوں کے لیے قابل قبول ہوگا۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب میرے لئے قابل قدر و احترام ہیں کیونکہ انہیں علم و فضل کے علاوہ ایک ایسی نسبت حاصل ہے جس پر سب کچھ نثار کیا جا سکتا ہے اور وہ نسبت ہے آل رسول ﷺ ہونے کی۔ یہ تھا وہ جذبہ و عقیدت کہ باوجود اس کے کہ میری یادداشت کے مطابق مولانا غلام جیلانی صاحب قدس سرہٗ، حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب سے عمر میں کچھ کم ہی تھے لیکن سادات کرام سے نسبت کی وجہ سے قابل صد احترام تھے۔ حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب قدس سرہٗ کو میرے استاد محترم صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی صاحب علیہ الرحمہ سے کمال عقیدت تھی۔ میرے مشاہدہ کے مطابق حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کی

زبان سے نکلے ہوئے الفاظ مولانا کے لیے حرف آخر ہوا کرتے تھے لیکن حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ حضرت مولانا سے اس طرح ملتے تھے جیسے یہ دونوں حضرات ہم پلہ ہوں۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ آپ اگر اپنے برابر والوں کے ساتھ یہ رویہ اختیار کرتے تو ٹھیک ہے لیکن چھوٹوں کے ساتھ یہ انداز اختیار کرنے کی وجہ سمجھ نہیں آتی تو آپ نے فرمایا ہم اگر اپنوں کی قدر نہ کریں اور ان کے ساتھ اچھی طرح پیش نہ آئیں تو کیا غیر ان کی قدر و قیمت سمجھنے آئیں گے۔ علاوہ ازیں میرے طرز عمل کو دیکھ کر یہ چھوٹے بھی سیکھیں گے اور حقیقت بھی یہی تھی کہ ہم جب یہ دیکھتے تھے کہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ علماء کا ایسا احترام کرتے ہیں تو ہم بھی ایسے احترام پر مجبور ہوتے تھے۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ نے تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ تصوف و روحانی میدان میں بھی بہت کام کیا۔ محراب و منبر کے علاوہ مسند رشد و ہدایت پر تبلیغ دین کے فریضہ میں مشغول رہے لیکن ان کے علاوہ بھی ایک فریضہ ملی تھا جس کے سلسلہ میں حضرت مولانا قدس سرہٗ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ مولانا نے سیاسی پلیٹ فارم سے ملک وملت کی جو خدمات انجام دیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ تحریک پاکستان کے سلسلہ میں مولانا نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ مولانا صاحب قدس سرہٗ کو اردو کے علاوہ انگریزی، عربی، فارسی پر عبور حاصل تھا۔ ایک مرتبہ آپ کراچی تشریف لائے ہوئے تھے۔ آرام باغ میں ان کے اعزاز میں جلسہ ہوا اس میں حضرت مولانا نے برجستہ فارسی میں اس انداز میں تقریر فرمائی تھی جس طرح اہل زبان تقریر کرتے ہیں۔

حضرت مولانا نے تحریک پاکستان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں ان پر دوسرے مضمون نگار حضرات تبصرہ کریں گے۔ میں خود کو اس قابل بھی نہیں سمجھتا کہ اس موضوع پر قلم اٹھاؤں۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس منعقدہ بنارس میں حضرت مولانا نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور تحریک پاکستان کی مکمل اور بھرپور تائید کی۔ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی مدظلہ اور احباب رفقاء کار نے اس کانفرنس کے ذریعہ مسلم لیگ کی تائید

ہی نہیں بلکہ ان نام نہاد مسلمانوں کے بت کو پاش پاش کیا جو اسلامی چولے پہن کر مسلمانوں کو گمراہ کر رہے تھے۔ اس کانفرنس میں پشاور سے راس کماری تک کے ہزارہا علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی تھی۔ میں اگر یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ مجھے شاید ہی اب ایسا اجتماع دیکھنا نصیب ہو میری پیر صاحب مانکی شریف سے اسی اجتماع میں ملاقات ہوئی تھی۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ نے اس کانفرنس میں امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ، محدث کچھوچھویؒ، والد محترم مولانا محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحامد بدایونی قدس سرہٗ کے شانہ بشانہ کانفرنس کے انتظامات اور دوسرے امور میں جو کام کیے وہ تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مولانا والد محترم تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی قدس سرہٗ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ۱۹۵۱ء میں جب والد صاحب مراد آباد سے براہ کراچی بغداد مقدس جانے کے لئے تشریف لائے تو انہی دنوں دونوں ملکوں کے تعلقات کچھ زیادہ ہی خراب ہو گئے اور لیاقت علی خان مرحوم نے ہندوستانی حکومت کو مکہ دکھایا تھا ایسی حالت میں حضرت مولانا نے والد محترم کو مراد آباد نہ جانے دیا اور پاسپورٹ لے کر اپنی ذاتی کوشش اور اثر ر رسوخ کو استعمال کر کے والد صاحب کو پاکستانی شہریت دلائی۔ مولانا نے والد صاحب سے فرمایا حضرت والا! آپ مراد آباد جانے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل و کرم فرمایا ہے کہ آپ کو کراچی بھیجا ہے کیونکہ میں عرصہ سے کراچی میں ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھنے کی کوشش میں تھا۔ لیکن اب تک مجھے کوئی ذمہ دار شخصیت جو علمی حیثیت کے علاوہ انتظامی اقتدار کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ ایسا دیانتدار ہو جس پر میں اس طرح اعتماد کرسکوں جیسا کہ اپنی ذات پر مگر نہیں مل سکا تھا۔ آپ کے تشریف لانے سے مجھے اب یہ امید ہوگئی ہے کہ آپ کراچی میں دارالعلوم کا نظم ونسق سنبھالیں اور میں باہر رہ کر کام کرسکوں لیکن افسوس یہ ہے کہ مولانا کا غیر ملکی دورے کا پروگرام بنا اور ہنگامی طور پر مولانا تشریف لے گئے۔ اس غیر ملکی سفر کے علاوہ بھی چند باتیں اور ایسی پیش آئیں جن کی وجہ سے مدرسہ کا معاملہ تعطل میں پڑ گیا۔

مولانا کے کراچی میں قیام کے دوران والد محترم روزانہ ہی صبح کو حضرت مولانا کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور دوپہر تک مولانا کے پاس رہتے۔ مولانا کو والد صاحب کی آمد کی اطلاع ملتی تو نیچے تشریف لا کر استقبال فرماتے اور واپسی کے وقت نیچے چھوڑنے تشریف لاتے۔ والد محترم کو یہ بات گوارا نہ تھی۔ ایک دن والد صاحب نے مولانا صاحب سے فرمایا مولانا میں کل سے نہیں آؤں گا۔ مولانا نے تعجب سے والد صاحب کی جانب دیکھا اور فرمایا حضرت کیا وجہ ہے مجھ سے کیا کوتاہی ہوئی اور آپ جیسی شخصیت جو کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوتی مجھ سے یہ فرماتے ہیں۔ والد صاحب نے فرمایا ناراضگی کوئی نہیں لیکن میں کسی قیمت پر یہ گوارا نہیں کرتا کہ آپ مجھے لینے نیچے تشریف لائیں اور واپسی کے وقت نیچے چھوڑنے کے لئے آئیں۔ مولانا نے فرمایا حضرت میں اپنے جذبۂ عقیدت سے مجبور ہو کر یہ عمل کرتا ہوں لیکن الحکم فوق الادب کے مصداق تعمیل ارشاد ضروری ہے۔ اس دن کے بعد صاحبزادگان میں جو صاحب بھی موجود ہوتے ان کو یہ خدمت تفویض فرماتے کہ مولانا صاحب کے ساتھ نیچے جاؤ اور سواری میں بٹھا کر آؤ۔ یاد رہے کہ حضرت مولانا کا قیام ماسٹر ہاؤس صدر میں پہلی منزل پر تھا جہاں گذشتہ سال تک مولانا شاہ احمد نورانی قیام فرماتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب قدس سرہٗ کی ذات ایسی تھی جن کے متعلق جتنا بھی کہا جائے حقیقت یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوگا۔ موجودہ دور کی زبان میں اگر یہ کہا جائے کہ ہشت پہلو ذات تھی کہ جس زاویہ سے نگاہ ڈالی جائے ہر طرف سے محاسن ہی نظر آئیں گے۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ کو ذات پاک نبوی ﷺ سے جو والہانہ عشق تھا اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ مراد آباد میں جامعہ نعیمیہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر مولانا عارف اللہ شاہ قادری مرحوم و مغفور بارگاہ رسالت ﷺ میں صلوٰۃ و سلام کے موتی نچھاور کر رہے تھے اور مجمع پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسٹیج پر موجود تھے۔ مولانا آگے بڑھے اور حضرت عارف اللہ شاہ صاحب کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنے لگے۔ جن حضرات نے حضرت مولانا عارف اللہ شاہ صاحب کو دیکھا ہے اور ان

کی تقریر اور ان کی نعت نبوی ﷺ سنی ہے وہ یہ جانتے ہوں گے کہ حضرت مولانا عارف اللہ شاہ صاحب مولانا عبدالعلیم صاحب کی ہو بہو نقل تھے۔ اطوار و انداز، تقریر و تحریر غرضیکہ ہر ادا میں حضرت مولانا عبدالعلیم قدس سرہٗ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ان دونوں حضرات نے مل کر جب صلوٰۃ و سلام پڑھ کر ختم کیا اور اس کے بعد حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں دعا فرمائی آج پینتیس سال گزرنے کے بعد بھی اس انداز میں دعا کرتے ہوئے مشکل ہی سے کسی دوسرے کو سنا ہوگا۔ حضرت مولانا کی دعا کا انداز غالباً (مولانا کی مرتب فرمودہ کتاب) کے مطالعہ سے معلوم ہوگا جس میں حضرت مولانا کی ایک دعا کو نقل کیا گیا ہے۔

مجھ جیسا بے بضاعت خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتا کہ حضرت مولانا کی شخصیت پر اظہار خیال کر سکے اور حضرت مولانا کی ذات پر روشنی ڈال سکے بہرحال حضرت مولانا کی شخصیت اور مولانا کے ملی اور تبلیغی کارناموں پر تبصرہ کرنا اہل علم کا کام ہے جس کو وہی انجام دیں گے۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ان اللہ والوں سے اپنی وابستگی کا اظہار مقصود تھا جو میرے لئے ذخیرہ آخرت ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان بزرگوں سے وابستگی کو قائم رکھے اور ان کے فیوض سے فیضیاب فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

توحید کا دم بھر شام و سحر
اللہ کے بندے شرک نہ کر

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِ آدم ہے ضمیرِ کن فکاں ہے زندگی

نام نیکاں رفتگاں ضائع مکن

تحریر......استاذ العلماء مولانا مفتی جمیل احمد نعیمی ☆

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو نہ صرف حسن معنوی اور صوری سے نوازا تھا بلکہ حسن اخلاق مروت اور محبت کا پیکر بھی بنایا تھا۔ جو شخص ایک مرتبہ حضرت کی صحبت میں بیٹھ جاتا بار بار حاضر ہونے کی اور شرف ملاقات کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اسی لئے ہم اپنے اکابر کے وصال اور عرس شریف کے موقع پر ان کے حالات زندگی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے ان کی حیات مستعار مشعل راہ بن سکے۔ بقول حضرت سعدی کے۔

نام نیکاں رفتگاں ضائع مکن تا بماند نام نیکت برقرار

"اپنے اسلام و اکابر کے کارناموں کو فراموش نہ کر، تاکہ آنے والی نسلیں تمہیں بھی یاد رکھیں۔"

اگر مبلغ اسلام، سیاح عالم اور سفیر اسلام کی حیات مبارکہ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کی زندگی سعی پیہم اور جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ بظاہر آپ کی حیات مستعار ترسیٹھ (۶۳) سالہ ہے لیکن شبانہ روز کی خدمات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اللہ تبارک تعالیٰ کے دین متین اور حضور اکرم ﷺ کی دعوت دین کو بھرپور انداز میں نہ صرف امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا بلکہ دیگر مذاہب اور اقوام عالم کے سامنے بھی پیش کرنے کی بھرپور کوشش فرمائی۔ ویسے تو اس عاشق رسول ﷺ کے حالات زندگی پر کچھ نہ کچھ شائع ہو چکا ہے۔ لیکن ابھی تک حضرت کے حالات زندگی پر کوئی شایانِ شان تحریر احقر کی نظر سے نہیں گذری۔ کاش کہ مولائے کریم موصوف کے حالات زندگی پر کسی کو لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اس سلسلے میں احقر کی معلومات کے مطابق حضرت علامہ نور احمد قادری حامدی جے پوری علیہ الرحمۃ کی وقیع

☆ ناظم تعلیمات، جامعہ نعیمیہ، دستگیر ۱۳۔ فیڈرل بی ایریا، کراچی 0300-3532440

اور مؤقر کتاب تاریخ تمدن انڈونیشیا ہے۔ مبلغ اسلام ایک ایسے علمی، روحانی خانوادے کے چشم و چراغ اور گل سرسبد ہیں کہ آنے والی نسلیں آپ کی خدمات پر فخر کریں گی۔ آپ کے خانوادے اور آپ کی دینی، سماجی، اصلاحی اور تبلیغی خدمات پر بہت کچھ تحریر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ ہم نے اس عظیم عالم اور مبلغ اسلام جن کی تعمیر و تشکیل پاکستان میں دیگر علماء و مشائخ اہلسنت کے ساتھ عظیم و بیش بہا خدمات ہیں۔ فراموش کر دیا۔ اگر دیانت داری سے توجہ کی جائے تو آپ کی خدمات سنہری حروف میں تحریر کیے جانے کے قابل ہیں۔ احقر نے اپنے بعض اکابر سے یہ بھی سنا ہے کہ علامہ موصوف کی ایمانی، روحانی اور تبلیغی صلاحیتوں کو دیکھ کر بعض غیر مسلموں نے یہاں تک کہا کہ ان عظیم صلاحیتوں کی شخصیت اگر ہمارے پاس ہوتی تو ہم نہ صرف ان کو سرآنکھوں پر بٹھاتے بلکہ ان کو اس سے کہیں زیادہ بلند مقام دیتے۔ بقول شاعر۔

وہ لوگ ہم نے ایک ہی شوخی میں کھودیئے ڈھونڈا تھا آسمان نے جنہیں خاک چھان کر

حضرت علامہ کی خدمات کی ایک طویل فہرست ہے۔ تقریر کا میدان ہو یا مناظرہ ہو یا مکالمہ کا میدان، تصنیف و تالیف کا مرحلہ ہو یا تربیت و تزکیے کی دنیا، موصوف ہر میدان کے شہسوار نظر آئیں گے۔ اس سلسلے میں چند رسالے قابل مطالعہ ہیں۔ (۱) ذکر حبیب (۲) بہار شباب نیز جارج برنارڈ شا سے آپ کا مناظرہ و مکالمہ اس کے علاوہ آپ کا خطبہ صدارت بھی ایک بنیادی اور کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔ جو کہ آپ نے مجاہد ملت، فاتح سرحد حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحامد بدایونی قادری علیہ الرحمہ کی خواہش پر ۲۵، ۲۶ اگست ۱۹۵۱ء میں آرام باغ میں ارشاد فرمایا تھا۔ جس میں ایک کثیر تعداد میں علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی تھی اور ہزاروں افراد نے اس خطبے کو سنا۔ حضرت نے اس میں نہ صرف مشائخ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ فرمایا بلکہ عمال حکومت اور تجار کو بھی ان کی ذمہ داریوں سے باخبر کیا۔ اگر خطبۂ صدارت کا از اول تا آخر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت کے قلب منور

میں نہ صرف حضور انور ﷺ کی امت مرحومہ و مغفورہ کے لئے کیا جذبات و احساسات تھے بلکہ تمام عالم انسانیت کے لئے آپ کے دل میں جذبہ اور تڑپ تھی کہ جس نے ہوش سنبھالنے کے بعد تادم وصال اللہ تبارک و تعالیٰ کے سچے دین کے علم بردار اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے شیدائی اور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے فدائی کی حیثیت سے اپنے تمام کام کو بخیر وخوبی سرانجام دیا اور ہمیشہ یہ آرزو رہی کہ مولائے کریم جب تک عبدالعلیم زندہ رہے تیرے اور تیرے محبوب کی اطاعت و اتباع کرتا رہے اور جب خاتمہ ہو تو ایمان کے ساتھ مدینۃ الرسول ﷺ میں ہو۔ آپ نہ صرف اپنے والد ماجد شاہ محمد عبدالحکیم صدیقی قادری علیہ الرحمہ سے بیعت تھے بلکہ امام اہلسنت الحافظ، الشاہ احمد رضا خان صاحب قادری نوری علیہ الرحمہ سے بھی خلافت یافتہ تھے۔ آپ آخری عمر میں اکثر اس شعر کو کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

علیم خستہ جاں تنگ آ گیا ہے دردِ ہجراں سے — الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمان محمد ﷺ ہو

آپ کا وصال مبارک ۲۳ ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ، مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک، صاحب لولاک ﷺ کے صدقے حضرت مبلغ اسلام اور سیاح عالم پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین ثمہ آمین۔ بجاہ حبیبہ الامین۔

(بشکریہ: مجلہ خصوصی، مطبوعہ کراچی)

وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خواجگی نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات

کر نہ سکی جن کو محو گردشِ لیل ونہار

چودھویں صدی کی شخصیت

پروفیسر شاہ فرید الحق ☆

میرٹھ (یوپی) کے مشہور صدیقی خانوادہ کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ان کے گھر کا ایک چشم و چراغ ایسی شہرت دوام حاصل کرے گا کہ لوگ اسے مبلغ اسلام، سفیر اسلام، عظمت روحانی کا علمبردار، اخوت عالم اسلامی کا شاہکار، عالم نبیل، فاضل جلیل اور عاشق رسول ﷺ کے القابات سے یاد کریں گے۔ بلاد عالم میں اسلام کی شمع روشن کرنے والا جس نے اپنے دست مبارک پر ہزاروں مشرکوں اور کافروں کو مسلمان کر کے ان کے دلوں میں محبت مصطفےٰ ﷺ کی شمع روشن کر دی۔ ایک عظیم گھرانے کے ایک عظیم فرد حضرت مولانا عبدالحکیم صدیقی کا نور چشم تھا۔ ہر مسلمان کا گھر رمضان المبارک میں برکتوں اور نعمتوں کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ اسی برکت والے مہینہ کی ۱۵ تاریخ کو حضرت عبدالحکیم کا گھر حضرت عبدالعلیم صدیقی القادری کے وجود مسعود سے مزید بابرکت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ مہینہ برکت والا جسے اللہ نے اپنا مہینہ قرار دیا۔ پیدائش و اموات بھی اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔ داد و دہش اور انعامات بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ گھرانہ بھی علم و عمل کا گہوارہ، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی نظر کرم سے نرینہ اولاد کی آمد یہ بھی خوش بختی کا نشان برکت و رحمت کے سارے خزینے جب جمع ہوں تو پھر عبدالعلیم جیسے مولود کی کیا حیثیت ہو گی اس کا اندازہ اہل علم و دانش نیز جاں نثاران مصطفےٰ ﷺ ہی لگا سکتے ہیں۔

۱۳ اپریل ۱۸۹۲ء مطابق ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ کا سال میرٹھ کے اس خانوادہ ہی کے لئے بابرکت ثابت نہیں ہوا بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے خصوصاً اور

☆ سینئر نائب صدر جمعیت العلماء پاکستان
(آپ نے کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کو انگریزی کے قالب میں ڈھالنے کا فریضہ بھی پہنچایا)

بلاد عالم کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے بھی نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ بڑا خوش نصیب ہے وہ باپ اور وہ گھرانہ جس نے عبدالعلیم جیسے مولود کو جنم دیا۔ دینی علوم کا حصول اور بات ہے لیکن اس علم کو دوسروں تک پہنچا کر اپنا ہمنوا بنا لینا اور بات ہے۔ یہ سب کو نصیب نہیں ہوتا۔ یہ بھی اسی خالق حقیقی کی ہمنوائی اور کرم نوازی ہے کہ جسے چاہتا ہے نواز دیتا ہے اور پھر اپنے آخری رسول ﷺ کا سچا خادم اور غلام بنا کر مسجد نبوی کے سائے میں روح نکال کر جسم کو صحابہ کرام اور شہدائے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سایۂ عاطفت میں زمین کے اندر محفوظ کر دیتا ہے۔ مسلمان اور سچا عاشق رسول ﷺ ہو کر کسی قسمت والے ہی کو جنت البقیع میں جگہ ملتی ہے۔

۹ سال کی عمر میں ہی میرٹھ کی جامع مسجد میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ مذہبی تقریر کی۔ سامعین حیرت زدہ تھے اور ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے کہ یہ کون بول رہا ہے کہاں سے روشنی آ رہی ہے۔ عنایت مصطفےٰ ﷺ کی بارش ہو رہی ہے تقریر میں ایک خصوصی ملکہ حاصل کر لیا۔ دینی تعلیم کے بعد جدید تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ میرٹھ کالج میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اسی دوران اس زمانہ کے عظیم محدث، مجدد، مفسر فقیہ اور سلسلہ قادریہ کے مشہور و معروف بزرگ مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تعلق پیدا کر لیا۔ ان کے یہاں حاضری معمول بن گئی۔ جو کمی تھی رضوی دربار سے پوری ہو گئی۔ عشق رسول ﷺ کے اس عظیم پیکر نے عبدالعلیم کو بھی دیوانہ مصطفےٰ ﷺ بنا دیا۔ پھر کہاں چمن، کیسا آرام، کیسا گھر، کہاں بیوی بچے، تبلیغ کے خاردار میدان میں قدم رکھ دیا۔ حرمین شریفین کا سفر کیا۔ قرآن و حدیث، فقہ اور تصوف میں وہاں کے علماء سے مزید استفادہ کیا جس میں شیخ احمد الشمس مراکش، شیخ سنوسی لیبیا، مولانا عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ علم و عمل کے ساتھ تصوف اور روحانیت میں بھی اگر مکمل تربیت حاصل ہو جائے تو مدارج کا طے کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ قلب کو ایمان کی طرف مائل کرنے کے لئے روحانیت سے ہی کام لیا جا سکتا ہے۔ صوفیائے کرام یوں تو تبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں اور آج بھی دے رہے ہیں لیکن اس میدان

میں کامیابی کا دارومدار علم و عمل کے ساتھ ساتھ روحانی توجہ پر بھی ہے۔ قلب کی پاکیزگی، روح کے ارتقاء کا سبب بنتی ہے۔ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری میں اللہ تعالیٰ نے بیک وقت علم و عمل، روحانیت اور قلب و نظر میں وسعت عطا فرما دی تھی۔ طریقت و تصوف میں ایک طرف اپنے بڑے بھائی حضرت پیر طریقت مولانا شاہ احمد مختار صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت و اجازت حاصل کی تو دوسری طرف قادری سلسلہ کے مشہور بزرگ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی سے بھی خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ اس طرح اسلام کے اس بے باک سپاہی اور مبلغ کے علم و عمل کو جلا مل گئی۔ قلب عشق رسول کی آماجگاہ بن گیا۔ زبان کو تاثیر حاصل ہو گئی۔ چہرہ پر شگفتگی، رونق اور جلال و جمال کا آغاز مل دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعض لوگ دیکھتے ہی گرویدہ ہونے لگے۔ بعض زبان و تقریر کی وجہ سے دامن سے لپٹ گئے۔ بعض علم کی گہرائی اور عشق رسول ﷺ کی پنہائی کے سبب زیر دام آ گئے۔ وہ دیار عرب ہو یا عجم، جنوبی امریکہ کی غیر ترقی یافتہ قوم ہو یا شمالی امریکہ کا جدید سائنٹیفک دور، افریقہ کی سنگلاخ زمین ہو یا خشک علاقہ، انڈونیشیا، ملائشیا اور سنگاپور کے جزائر ہوں یا یورپی دنیا کی بے حیا اور نام نہاد ترقی یافتہ قوم، اسلام کے اس سفیر بے مثال نے تاجدار مدنی آقائے نامدار ﷺ کا پیغام پہنچایا، ہزاروں قلوب کو پاک و صاف کیا، اندھیرے میں روشنی کے چراغ جلائے، مکتب و مدرسے قائم کئے۔ مسجد تعمیر کرائیں، عقائد درست کئے، تحریر و تقریر کا ایک خزانہ لٹایا جو آج تک مسلمانوں کے قلوب کو عشق رسول ﷺ اور شریعت مصطفےٰ ﷺ سے سرشار کر رہا ہے۔

کتنوں نے شاگردی اختیار کی صحیح تعداد کا اندازہ ممکن نہیں ہے۔ تھوڑا بہت اندازہ ایک سووینیر کے ان الفاظ سے ہوتا ہے جو ماریشس میں ۱۹۴۱ء میں مولانا کی آمد کے موقع پر انگریزی میں چھپا۔ دنیا کے مختلف حصوں میں ان کے لاتعداد شاگرد ہیں جن میں صرف ماریشس میں ان کے دس ہزار شاگردوں پر اس جزیرہ کو فخر ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ مولانا بیک وقت کئی محاذوں پر نبرد آزما تھے اگر ایک طرف اپنی تقریر و تحریر سے اسلام کی حقانیت کا درس دے رہے تھے تو دوسری طرف بدعقیدگی، گمراہی اور حضور اکرم

ﷺ کے دشنام طرازوں سے جنگ کر رہے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ اسکول و مدارس کا قیام تبلیغی سرگرمیوں کے لئے لائبریریوں اور مشنری انجمنوں کی تشکیل اور تعمیر مسلمانانِ عالم کی یک جہتی اور اتحاد کی کوشش یہ سارے ہی کام جاری و ساری تھے۔

مولانا موصوف دین کو ایک مکمل ضابطہ اور نظام تصور کرتے تھے۔ وہ مسلمانوں کو ہر شعبہ زندگی میں کامیاب اور کامران دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کے نزدیک مذہب، سیاست، شریعت وطریقت، کاروبار و مسائل کوئی علیحدہ علیحدہ حیثیت نہیں رکھتے تھے بلکہ یہ تمام ایک کُل یعنی دین اسلام کے اجزاء ہیں۔ ایک کی خرابی بغیر دوسرے کو متاثر کیے نہیں رہ سکتی۔ برصغیر میں کچھ اور لوگوں نے بھی تبلیغ کا بیڑہ اٹھایا بلکہ باقاعدہ ایک منظم جماعت قائم کی لیکن ان کی حیثیت بالکل وہی ہوگئی جو کچھ عرصہ پہلے عیسائی راہبوں کی تھی جو گرجا کے گرو ہی سب کچھ کرتے تھے۔ دنیا و مافیہا سے انہیں کوئی تعلق نہ تھا۔ نام نہاد تبلیغی آج یہی کردار ادا کر رہے ہیں۔ قربان جایئے اس مبلغ اعظم پر جس نے اسلام کو اس طرح پیش کیا جو اس کے پیش کرنے کا حق ہے۔ وہ بیک وقت عالم بھی تھے، صوفی باصفا بھی۔ قدیم علوم کے شہ سوار ہونے کے ساتھ ساتھ جدید علوم کے نابغہ روزگار بھی۔ کئی زبانوں پر بیک وقت مہارت حاصل تھی۔ کاروباری معاملات میں شروع شروع میں ایک بہترین تاجر بھی اور ملکی سیاست کے ایک درخشندہ ستارہ بھی۔ پاکستان کی تحریک میں کون ہے جو عبدالعلیم صدیقی قادری کے کارناموں سے چشم پوشی کر سکتا ہے۔

یوں تو بہت سے مفکر، مدبر، مبلغ اور مفسر کہلاتے ہیں۔ کتابیں بھی تصنیف فرماتے ہیں، روپوں کی ریل پیل ہوتی ہے، شہرت بھی پاتے ہیں، دوسروں کو متاثر بھی کرتے ہیں لیکن مرنے کے بعد شاید باید ہی کوئی صحیح جانشین چھوڑتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں بھی برصغیر پاک و ہند میں کئی ایسے مبلغ، مفسر اور مفکر گزرے ہیں لیکن ان کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ ان کے سارے معاملات ختم ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اولاد میں بھی کوئی اس قابل نہیں ہوتا جو ان کی جگہ سنبھال سکے۔ مولانا موصوف نے اگر دنیا کے مختلف علاقوں میں تبلیغ کے فرائض انجام دیئے، لوگوں کی تطہیر کی تو خود اپنے گھر پر بھی نظر رکھی۔

کون نہیں جانتا کہ ان کے صاحبزادے مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی کی کیا حیثیت ہے، ان کا کیا مقام ہے اور وہ کس طرح دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ ہونہار بیٹے نے باپ کے جانشین کی حیثیت سے ان تمام کاموں کو جسے ان کے والد بزرگوار انجام دے رہے تھے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کامیابی سے اسے چلا رہے ہیں۔ تبلیغی فریضہ بھی انجام دے رہے ہیں اور ملکی سیاست میں سوادِ اعظم اہلسنت کے صحیح مقام کے حصول کی جدوجہد بھی کر رہے ہیں۔ باپ نے تحریک پاکستان میں عملی حصہ لے کر پاکستان بنایا۔ بیٹا مقصد کی تکمیل یعنی نظام مصطفےٰ ﷺ کے مکمل قیام کی جدوجہد کر رہا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی سحر انگیز شخصیت، سریلی اور مسحور کن قرأت، دلیرانہ جدوجہد، حق گوئی و بے باکی سے برصغیر پاک و ہند ہی نہیں بلاد اسلامیہ کے لوگ بھی واقف ہیں۔ آج بھی ورلڈ اسلامک مشن کے پلیٹ فارم سے وہ اپنے والد محترم کے چھوڑے مشن کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں۔ بیٹے ہی کو نہیں بلکہ بیٹی اور داماد کو بھی نوازا۔ مولانا فضل الرحمان کی شخصیت، ان کے علمی اور عملی کارناموں سے کون واقف نہیں ہے۔ المرکز اسلامی کراچی آج بھی مسلمانوں کو فیض پہنچا رہا ہے۔ یہ صدقہ ہے جناب عبدالعلیم صدیقی کا۔ اسی طرح ڈاکٹر فریدہ احمد ان کی بیٹی عورتوں میں جو تبلیغی کام انجام دے رہی ہیں یہ بھی باپ کی صحیح تربیت اور پرورش کا نتیجہ ہے۔ عموماً یہی دیکھا گیا ہے کہ گھر والے جلدی متاثر نہیں ہوتے لیکن مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جیتی جاگتی کرامت ہے کہ گھر والے بھی قدرداں ہیں، باہر والے تو خیر ہیں ہی۔ ایک عاشق رسول، مبلغ اسلام کی وفات کا منظر بھی ملاحظہ فرمائیں۔ بیمار ہوئے، مدینہ میں مقیم ہیں۔ آخری وقت ہے، جب قریب آیا فرمایا کہ میری چارپائی باب السلام مسجد نبوی پر لے جائی جائے۔ مجھ سے خود مدینہ منورہ میں ایک شخص نے بیان کیا کہ جب حضرت کی چارپائی باب السلام پر لائی گئی تو نظر اٹھا اٹھا کر روضہ انور ﷺ کی طرف دیکھتے تھے۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اسی اثناء روح قلب سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اس موت پر جتنا بھی رشک کیا جائے کم ہے۔

حجۃ الاسلام مولانا و مرشدنا شاہ

محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات کا مختصر تعارف

تحریر......ڈاکٹر حافظ محمد فضل الرحمٰن الانصاری القادری ☆

زبان پہ بارِ خدا یا یہ کس کا نام آیا — کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

۱۵ رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۰ھ (مطابق ۱۳ اپریل سنہ ۱۸۹۲ء) وہ مبارک تاریخ ہے جب سیدی و مولائی شاہ محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس خاکدانِ عالم میں قدم رکھا۔ دنیا کی عام نگاہیں کیا سمجھ سکتی تھیں کہ وہ ستارہ جو معصوم خاموشی کے ساتھ ماہ صیام کی اس مبارک رات میں مطلع میرٹھ (ہند) پر نمودار ہوا، مہرِ منیر بن کر ایک مدت تک اقصائے عالم میں ضیاء پاشیاں کرتا رہے گا اور دین اسلام کی روشنی کو پھیلاتا رہے گا۔ لاریب کہ اربابِ نظر ضرور سمجھ گئے ہوں گے اور یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے والد ماجد نجیب مصطفےٰ حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحکیم الصدیقی القادری قدس سرہٗ العزیز نے اپنے آخری فرزند کو عبدالعلیم کے مبارک نام سے موسوم فرمایا۔ لفظ 'عبد' جو ہر عمل کا حامل تھا اور لفظ 'علیم' میں فیضانِ علمی کی جانب رہنمائی تھی۔ فالحمدللہ ثمہ الحمدللہ کہ حضرت کی ذات ستودہ صفات آفتاب سپہر علم و عمل بن کر چمکی اور خدام دین متین کی جماعت میں اعلیٰ مقام حاصل فرمایا۔ ذلك فضل الله سوتيه من يشاءط والله ذوالفضل العظيم ط۔

درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد حضرت نے محض یہی نہیں کہ دینی علم کو محفوظ فرمایا بلکہ اس کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچانے کے لیے عصری علوم اور انگریزی زبان کی تحصیل بھی فرمائی۔ حضرت کا یہ علمی کارنامہ اس دور میں جبکہ علمائے دین کو انگریزی فنون سے

مناسبت ہی نہ تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام خادمانِ دین متین کے لئے قابل تقلید ہے۔ تحصیل علوم کے بعد جب حضرت نے بہ حیثیت معلم قدم آگے بڑھایا تب بھی وہی وسیع النظری رفیقِ حیات رہی۔ دنیائے اسلام کو من حیث المجموع لیتے ہوئے دورِ حاضر کے علمائے دین میں آپ وہ پہلے فرد ہیں جن کی بلند پرواز روحانیت اور ولولۂ خدمتِ دین نے جغرافیائی قیود کو ایک جنبش عزم سے توڑ دیا۔ سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد جس قدر علمائے اسلام پیدا ہوئے سب نے اپنے عمل کی آماجگاہ بیشتر اپنے وطن ہی کو بنایا۔ اگر بعض بزرگ کچھ آگے بڑھے بھی تو تھوڑی ہی دور چل کر رہ گئے۔ البتہ حضرت کے متعلق بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے پہلے ہی روز سے تمام دنیا کو اپنا میدانِ عمل اور تمام انسانیت کو اپنی قوم سمجھا۔ حضرت کی بلند نظری کا یہ نتیجہ تھا کہ عنفوانِ شباب ہی میں آپ کی تبلیغی مساعی کا دائرہ عمل برصغیر ہند و پاکستان سے آگے بڑھ چکا تھا۔ خوش قسمتی سے برصغیر ہند و پاکستان میں یہاں کی اقوام کی ہدایت کے لئے علمائے دین کافی تعداد میں موجود تھے مگر اس برصغیر سے باہر دنیا کے مختلف ملکوں اور گوشوں میں مسلمانوں کی بہت سی آبادیاں ایسی تھیں جو دینی ہدایت کے لیے پیاسی تھیں۔ حضرت کی چشم بصیرت نے اس حقیقت کو دیکھا اور راہ عمل میں گوناگوں مشکلات اور مصائب کو نظرانداز فرماتے ہوئے آپ نے ان کروڑوں تشنگانِ ہدایت کی دینی اعانت کے لئے اپنی خدمات کو پیش فرمایا۔ فجزاه الله خير الجزاء۔

چنانچہ بغیر کسی سرمایہ، بغیر کسی تنظیم، بغیر کسی جماعت یا رفقاء کے تقریباً ۲۳ سال کی عمر میں حضرت کی تبلیغی سیاحتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ کے علم و عمل کے ابر گہر بار نے اسلام کی بارانِ رحمت کو کبھی برما پر برسایا، کبھی سیلون پر، کبھی ملایا سیراب ہوا، کبھی انڈونیشیا، کبھی سیام، کبھی انڈو چائنا، کبھی چین، کبھی جاپان، کبھی ماریشس، کبھی ری یونین، کبھی جنوبی افریقہ، کبھی مشرقی افریقہ کی نو آبادیاں کبھی عرب میں قیام ہوا، کبھی عراق میں، کبھی شرق اردن میں، کبھی فلسطین میں، کبھی مصر میں روشنی ہوئی، کبھی شام میں۔ غرض ایک بے چین روح تھی جو حضرت کو خدمت دین کے لئے مشرق و مغرب، شمال و

جنوب میں لئے پھرتی رہی، ۴۴ برس اسی کیفیت میں گزرے۔ چاروں طرف دین کی روشنی پھیلی۔ تبلیغی ادارے قائم ہوئے۔ تبلیغی کتابیں شائع ہوئیں۔ تبلیغی رسالے جاری ہوئے۔ لاکھوں نام کے مسلمان دین سے روشناس ہوئے۔ صدہا غیر مسلم دین اسلام میں داخل ہوئے جن میں اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد بھی تھے اور متوسط الحال بھی، گورے بھی تھے اور کالے بھی، زرد بھی تھے اور سانولے بھی۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون (۶۱:۸)

بالآخر اکتوبر سنہ ۱۹۴۸ء میں وہ مبارک تر دن آیا جب حضرت نے تمام دنیا کے گرد تبلیغی دورہ کا عزم فرمایا۔ شہر کراچی سے سیاحت شروع ہوئی اور سیلون، ملایا، انڈونیشیا، ماریشس، ری یونین، مڈغاسکر، شرقی افریقہ، حجاز، مصر، روم، انگلستان، فرانس، برٹش گیانا، ڈچ گیانا، ٹرینیڈاڈ، یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ، کینیڈا، فلپائن، سنگاپور، سیام کا دورہ ارضی مکمل کرتی ہوئی ڈھائی سال کے بعد ۲۱ مئی سنہ ۱۹۵۱ء کو کراچی میں ہی ختم ہوئی۔ آپ کا یہ کارنامہ اپنی وسعت اور اہمیت کے لحاظ سے ایک تاریخی کارنامہ ہے۔ واللہ یختص برحمتہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم (۲:۱۰۵) حضرت اپنے اس عالمگیر سفر میں بہت سی ایسی مسلمان آبادیوں میں پہنچے جہاں لوگ علمائے دین کی صورتیں دیکھنے کو ترستے تھے۔ آپ کے مواعظ حسنہ نے لاکھوں مسلمانوں کے ایمان کو تازہ کیا۔ ہزاروں گرفتاران معاصی نے توبہ کی سعادت پائی۔ صدہا کفار حلقہ بگوش اسلام بنے جن میں ڈاکٹر صادق، جارج انٹونوف جیسے ممتاز امریکن سائنسدان بھی تھے۔ متعدد ممالک میں دینی اداروں نے آپ کی رہنمائی کو قبول فرمایا تاکہ آپ کے مبارک کام کو زندہ رکھیں اور آگے بڑھائیں۔ راقم الحروف کو عالمی سیاحت کے دوران تبلیغی میدان میں رفیق کار ہونے کا شرف حاصل رہا، نیز حضرت کی زندگی کے آخری اکیس سال میں اعزازی پرائیویٹ سیکریٹری کے فرائض انجام دینے کی سعادت بھی ملی۔ اس لئے علی وجہ البصیرت یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت کا چالیس سالہ تبلیغی کارنامہ ایک عظیم الشان تبلیغی کارنامہ ہے اور یہ کارنامہ اپنی وسعت اور اپنی اہمیت کے اعتبار سے ہی ایک عظیم الشان

کارنامہ نہیں بلکہ اس اعتبار سے بھی ایک عظیم کارنامہ ہے کہ موجودہ مذہبی فتنوں کے دور میں آپ نے انتہائی ممکن حد تک مسلکی گروہ بندیوں سے بالاتر ہو کر دینی خدمات انجام دینے کی ایک روشن اور خدام دین کے لئے ایک قابل تقلید مثال قائم کی۔

اس موقع پر اس کارنامہ کا تذکرہ تبرکاً کر دیا گیا تاکہ اس کی یاد سے ہمارے ایمان میں تازگی پیدا ہو۔ حضرت نے چالیس سال تک سفر کی صعوبات اور اجنبی ممالک میں تبلیغی کام کی مشکلات کو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ عزاسمہٗ کی خوشنودی اور اس کے محبوب رسول ﷺ کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے برداشت فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل میں حضرت کو الذین انعم اللہ علیھم (۴:۶۹) کے زمرہ میں اعلیٰ مرتبہ عطا فرمائے اور دین متین کے تمام خادموں کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین اجمعین۔

ترے جمال میں رعنائی بہار بھی ہے

تحریر...... پروفیسر محمد احمد صدیقی ☆

مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کی باکمال شخصیت چودھویں صدی ہجری کے علماء اور مبلغین اسلام میں سرفہرست نظر آتی ہے انہوں نے تنہا ایک انجمن کا کام کیا۔ حضرت مولانا میرٹھی عظیم المرتبت عالم و عارف تھے۔ انہوں نے اندرون ملک اور بیرون ملک مذہبی اور سیاسی سطح پر کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ خدمت اسلام کے ساتھ مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے سیاست میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں شریک رہے اور اس سلسلہ میں ۱۹۲۲ء میں ۶ ماہ قید و بند کی مشقتیں بھی اٹھائیں۔ تحریک پاکستان میں ہراول دستہ کا کام انجام دیا۔ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان پاس ہونے کے بعد پاکستان کے لئے جدوجہد کی اور ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے تاریخی اجلاس کے محرک رہے اور بعدازاں خلیجی ممالک میں پاکستان کے قیام کے لئے وہاں کے حکمرانوں کی رائے ہموار کی۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی جادو بیاں اور شعلہ نوا مقرر تھے۔ آپ نے اپنی سب سے پہلی تقریر جامع مسجد میرٹھ میں اس وقت کی جبکہ آپ کی عمر صرف نو سال کی تھی۔ آپ اردو کے علاوہ عربی، فارسی اور انگریزی زبان میں بھی بڑی روانی کے ساتھ تقریر کرتے تھے۔ آپ کی روحانی تربیت والد ماجد حضرت مولانا عبدالحکیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، برادر محترم حضرت مولانا احمد مختار صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر سید علی حسین شاہ محدث کچھوچھوی اور امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ جیسے عظیم المرتبت بزرگوں نے کی۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ احمد الشمس

☆ فرزندِ نسبتی: حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ، قیام: گلشن اقبال کراچی 0321-3496330

مراکشی مدنی اور لیبیا کے بزرگ حضرت شیخ السنوسی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روحانی فیوضات کا اکتساب کیا۔ قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے قریبی دوستوں میں تھے۔

حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات مبارکہ کے چالیس سال امریکہ، براعظم افریقہ، انگلینڈ، انڈونیشیا، سنگاپور، ملایا، جاپان، کینیڈا، فرانس، جرمنی، ٹرینیڈاڈ اور فلپائن وغیرہ میں گذارے۔ آپ کی زندگی کا زیادہ تر وقت بیرون ملک میں گذرتا تھا اور دو تین سال کے بعد ایک یا دو ماہ کے لئے اپنے گھر میرٹھ تشریف لاتے تھے۔ ان کو اپنی اولادوں سے بے پناہ محبت تھی۔ ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی ممبر قومی اسمبلی پاکستان کا کہنا ہے کہ اباجی جب گھر تشریف لاتے تھے تو وہ ہم کو اتنی محبت دیتے تھے کہ ہم ان کی جدائی بھول جاتے تھے۔

آپ نے اپنی پوری زندگی باطل نظریات کے خلاف جہاد کرنے میں گزاری۔ آپ نے دشوار گذار سفر کئے۔ موجودہ زمانہ کی طرح اس وقت سفری سہولتیں موجود نہ تھیں۔ آپ نے بیشتر سفر پانی کے جہازوں میں کیا جو اس وقت کوئلہ سے چلائے جاتے تھے اور منزل پر پہنچنے کے لیے ایک ایک اور دو دو ماہ پانی کے جہاز میں گذارتے تھے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جہاں مسلمانوں کو دین اسلام کی صحیح پیروی اپنانے پر پوری توجہ فرماتے تھے وہیں مولانا مسلمانوں کو دینِ اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ جدید تعلیم سے آراستہ کرنے کا بندوبست بھی کرتے تھے۔ مولانا عبدالعلیم کو بخوبی معلوم تھا کہ پوری دنیا اپنی سائنسی ترقی کے زعم پر عالم اسلام پر غلبہ حاصل کر رہی ہے اور سیاسی غلبہ حاصل کر کے اسلام کی اخلاقی اور روحانی قدروں کو پامال کر رہی ہے اسی بناء پر مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے دینی مدارس کے قیام کے ساتھ ساتھ اسکولز، کالجز، رسائل اور مسلمان بزرگوں کے ریسٹ ہاؤس وغیرہ بھی قائم کئے۔ آج پاکستان میں جو کوشش ہو رہی ہے کہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم بھی دی جائے

مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی دوربین نگاہوں نے بہت پہلے اس حقیقت کو بھانپ لیا تھا۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں میں مراۃ القادیانیہ، دی پرنسپل آف اسلام، اسلام میں عورتوں کا مقام، ذکر حبیب، بہار شباب آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

آج کل کچھ لوگ جو تاریخی حقائق سے ناواقف ہیں قائداعظم محمد علی جناح کو سیکولر ذہن ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حالانکہ قائداعظم پکے مسلمان تھے اور بمبئی میں قیام کے دوران مولانا شاہ احمد نورانی کے تایا (بڑے والد) مولانا نذیر احمد خوجندی رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں نماز جمعہ باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ قائداعظم اسلام کے اہم مسائل پر ان سے صلاح مشورہ کرتے تھے۔ قائداعظم کی اہلیہ کو مولانا نذیر احمد خوجندی نے ہی مشرف بہ اسلام کر کے بعدازاں ان کا نکاح قائداعظم سے پڑھایا۔ دہلی میں قیام کے دوران قائداعظم جامع مسجد دہلی میں نماز جمعہ ادا کرتے تھے۔ قائداعظم کی نماز جنازہ ایک سنی عالم دین ہی نے پڑھائی۔ اپنی پوری زندگی میں مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے سیکولرزم، کمیونزم اور کیپٹلزم اور اس کے انسانی زندگی پر مہلک اثرات پر بڑے مدبرانہ اور مجاہدانہ انداز سے تقریریں کیں اور اسلام کے زریں اصولوں سے ان کا تقابل کر کے اسلام کی بالادستی کو قائم کیا جس سے متاثر ہو کر فلاسفر، لادینی عناصر، تجزیہ نگار، دہریے، سائنس دانوں نے اسلام قبول کیا۔ "مرزائی حقیقت کا اظہار" آپ کی بہترین تصنیف ہے۔ عربی زبان میں مصر میں چھپی ہوئی "المراۃ القادیانیہ" ہے۔ جس کی اشاعت کے بعد ملائشیا میں زبردست تحریک اٹھی اور یہاں مرزائیوں کا داخلہ ممنوع ہو گیا۔ ماریشیس، نیروبی، ساؤتھ افریقہ، امریکہ، برطانیہ اور دیگر ممالک میں قادیانیت کی آگاہی کے بعد ہزاروں لوگوں نے توبہ کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تاریخی تقریر جو انہوں نے برطانیہ میں

"اسلام اور مغربی تہذیب" کے موضوع پر کی قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے تاکہ وہ "اسلامی نظام" کی عظمت اور موجودہ نظام کی بربریت کا مشاہدہ کر سکیں۔ تقریر کے آغاز میں مولانا نے فرمایا بعد حمد و ثناء "عالم اسلام اس وقت تنزل کا شکار ہے جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ عالم اسلام پر یہ تنزلی مغربی افکار کو اختیار کرنے کے بعد شروع ہوئی۔ یہ تنزلی اس وقت شروع ہوئی جب یورپ کے شہنشاہوں نے سیاسی طور پر مسلمانوں کو زیر کرنا شروع کر دیا۔ مغربی طاقتوں نے بڑے منظم طریقے سے اسلام کی روحانی اور اخلاقی قدروں کو پامال کرنا شروع کر دیا اور ایسا نظام تعلیم مرتب اور مروج کیا جس کے ذریعہ مسلمان ان کے ذہنی غلام بن جاتے۔ اگر ہم "لارڈ میکالے" کی رپورٹ کا جائزہ لیں تو مغرب کی عیاری اور مکاری اور مسلمانوں کی تباہی کے اسباب ہم پر پوری طرح واضح ہو جاتے ہیں۔ یہی طریقہ کار اپنی اپنی کالونی میں فرانس نے افریقہ اور ہالینڈ نے انڈونیشیا میں اختیار کیا۔ مغربی طاقتوں نے بڑی جارحانہ طریقہ سے اپنے افکار اور عزائم کی تکمیل شروع کر دی تاکہ مسلمانوں اور اسلام کے روحانی اور اخلاقی اقدار میں نقب زنی کی جائے۔ افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان اسلام کا دفاع کرنے میں ناکام رہے اور مغربی تہذیب کے دلدادہ ہو گئے۔ حالانکہ بہت سے اسلامی ممالک کو آزادی مل گئی ہے لیکن ابھی مغرب کے پنجہ سے اسلام "آزاد" نہیں ہوا۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے کہا مغربی تہذیب دراصل اسلام کا "بچہ" ہے لیکن نافرمان اور باغی بچہ۔ اقتصادی انقلاب کے بعد مغربی تہذیب کے تین اہم ستون ہیں۔ سیکولرزم، میٹریلزم اور کمیونزم۔ جب ان کے انجکشن اسلام کے جسم میں داخل ہوئے تو بجائے "تریاق" کے "زہر قاتل" بن گئے۔ تاریخ دانوں کے مطابق اقتصادی انقلاب سے پہلے مغرب کا تاریک دور تھا۔ آخرکار یہ تاریکی اسلام کا سورج طلوع ہونے کے بعد ختم ہونا شروع ہوئی جو فاران کی وادی سے نکل کر پوری دنیا کو منور کرنے لگی۔ مسلمانوں نے علم کے خزانے کو معلوم کر کے ترقی کی راہیں کھولیں جو یورپی ممالک میں بغداد، قاہرہ اور ہسپانیہ کی یونیورسٹیوں کے ذریعہ وہاں

پر پہنچی۔ عیسائیت کے لئے انقلاب یورپ ایک زبردست تازیانہ اور گہرا زخم تھا۔ اقتدار چرچ کے ہاتھ میں تھا۔ انقلابی لیڈروں کو پھانسی کے پھندے پر لٹکایا گیا۔ زندہ جلایا گیا جس کی وجہ سے انقلابی گروپ چرچ اور عیسائیت کا جانی دشمن بن گیا اور چرچ اور عیسائیت سے نفرت کرنے لگا اور آخرکار خداوند عظیم کا بھی باغی بن گیا۔ اس طرح یورپ میں مذہب کو سیاست سے الگ کرنے کی بنیاد پڑی۔ ڈارون نے سیکولرزم کی بنیاد رکھی جس کا بنیادی مقصد خدا کی وحدانیت سے انکار تھا۔ Huxly اور Herbert Spencer اور بعدازاں Benthem, Hume اور Hobbs نے فرائض انسانی اور سیاست کے قانون کو مرتب کر کے سیکولرزم کی بنیاد اس طرح رکھی کہ وہ مغرب کے ہر ذہن پر چھا گیا۔ Marshall کا بھی یہی تجزیہ تھا کہ "ہمارا صرف معاشیات سے تعلق ہے دین کا اس میں کوئی دخل نہیں۔" سیکولرزم کے شیدائیوں نے سوشل آرڈر تباہ کرنا شروع کر دیا اور "میٹریلزم" ان کے ایمان کا جزو لاینفک بن گیا۔ ان کی زندگی کا مقصد "Be All and End All" ہو کر رہ گیا۔ مغربی اقوام نے دین عیسائیت یعنی Trinity, God the God the Father God the Holy Ghost-Son کو چھوڑ دیا جس کی وجہ سے تمام اخلاقی اور روحانی قدریں پامال ہو کر رہ گئیں اور انہوں نے Wealth, Wine, Women کو خدا بنا لیا اور مغربی سوسائٹی ان کو اب اپنا خدا ماننے لگی جس نے معاشرہ اور اس کی تہذیب کو دفن کر کے سوسائٹی میں ایسی برائی اور بے حیائی پھیلائی کہ اب اس کے روکنے کے لئے کوئی بند نہیں باندھا جا سکتا۔

دوسری جانب اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر عقیدہ کا منبع عمل پر منحصر ہے۔ عقیدہ جڑ ہے اور اس سے شاخیں پھوٹتی ہیں۔ اسلام میں سیاست، معیشت، اخلاقیات و روحانیت یہ سب انسانی عمل کی شاخیں ہیں۔ اس لئے اگر جڑ مضبوط ہے تو شاخیں بھی مضبوط ہوں گے اور جب عمل کی شاخیں سرسبز و شاداب ہوں گی تو معاشرہ بھی سرسبز و شاداب ہوگا اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان میں خوف خدا اور اللہ کی وحدانیت کا اقرار

ہو۔ وہ نیک کام کا طالب اور برے کام سے بچے۔ روز قیامت کے احتساب کا ہر وقت اس کے دل میں خوف ہو۔ اسلام محض چند رسومات کا نام نہیں بلکہ یہ زندگی اور بندگی کا ایک مکمل نظام ہے۔ اسلام ایک مکمل دین ہے جس پر عمل پیرا ہو کر ایک صاف ستھرا معاشرہ اور پاکیزہ کلچر فروغ پاتا ہے۔ اسلام میں بھائی چارہ ہے۔ مسلمان دنیا میں کہیں بھی ہو وہ دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے اپنی پوری زندگی تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دی تھی۔ آپ کے ہاتھوں ساٹھ ہزار سے زائد افراد نے اسلام قبول کیا۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی کے مشن کو مبلغ اسلام مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کی بیٹی ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی نے سنبھال رکھا ہے اور دنیا کے کونے کونے میں ورلڈ اسلامک مشن اور خواتین اسلامی مشن کی شاخیں ان کی سرپرستی میں دین اسلام کی خدمات انجام دے رہی ہیں۔

یہ بندگی خدائی، وہ بندگی گدائی
یا بندۂ خدا بن، یا بندۂ زمانہ

یہی زمانۂ حاضر کی کائنات ہے کیا؟
دماغ روشن، دلِ تیرہ و نگہ بیباک!

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے؟
شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رباب آخر

ایک خوبصورت یادداشت

محمد طاہر فاروق نورانی

۱۹۹۹ء کی بات ہے مجھے حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے پرائیویٹ سیکرٹری نعیم بھائی نے کراچی سے حضرت کے ایماء پر فون کر کے حکم ارشاد فرمایا کہ حضرت کے کچھ دوست دوسرے ملک سے کراچی آئے ہوئے ہیں اور اب وہ لاہور آرہے ہیں انہیں لاہور کے مختلف مقامات کی سیر کروادیں۔ اتفاق سے وہ مہمان یہاں جمعۃ المبارک کے روز تشریف لائے۔ میں ان کا منتظر تھا۔ میں نے انہیں ائیرپورٹ سے لیا اور ہم ہلٹن ہوٹل پہنچے، تیاری وغیرہ کرتے ہوئے نماز جمعہ کا وقت قریب ہوگیا میں نے کہا کہ نماز جمعہ یہاں کسی قریبی مسجد میں ادا کر لیتے ہیں انہوں نے کہا کہ نہیں، ہمیں حضرت نورانی میاں نے فرمایا تھا کہ نماز جمعہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی جامع مسجد میں ادا کرنا لہٰذا جمعہ وہیں پڑھیں گے۔

ہم جلدی سے روانہ ہوئے اور الحمد للہ نماز بڑے آرام سے دربار شریف کی جامع مسجد میں ادا کی۔ اس وقت مولانا مقصود احمد قادری چشتی یہاں خطیب ہوا کرتے تھے جب ہم ان سے ملے تو مہمانوں کا تعارف ہوا کہ یہ محترم حسن باگاہ (Hassan Bagha) صاحب ہیں اور ایران میں موریشس کے سفیر ہیں اور یہاں پاکستان نجی دورے پر آئے ہوئے ہیں۔ جب ہم بادشاہی مسجد لاہور دیکھنے کے لیے گئے تو معزز مہمانوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی انہوں نے ہمیں بتایا کہ بالکل اسی طرح اسی ڈیزائن اور اسی نقشہ کی ایک مسجد ہمارے ہاں موریشس میں بھی ہے۔ ہمارے ایک بہت بڑے عالم اور روحانی پیشوا حضرت شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کا بڑا روحانی مقام تھا وہ پاکستان آئے اور انہوں نے یہاں بادشاہی مسجد دیکھی تھی پھر وہ وہاں گئے اور بالکل اسی نقشے پر انہوں نے وہاں مسجد بنوائی۔ اگرچہ وہ رقبے کے اعتبار سے تو اس کی نسبت چھوٹی ہے مگر نقشے کے اعتبار سے بالکل ایسی ہی ہے۔

معزز مہمان نے ایک حیرت انگیز واقعہ سنایا۔ وہ بتا رہے تھے کہ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی موریشس میں تبلیغی حوالے سے بہت زیادہ آمدورفت تھی وہاں ہزاروں لوگ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ حضرت سفیر اسلام نے وہاں حضرت سیّد عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقاتیں کیں اور ان کے علم وتقویٰ، زہد اور خدا خوفی سے بہت زیادہ متاثر ہوئے حتیٰ کہ حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ہاتھ پر بیعتِ برکت کی خواہش ظاہر کی جس پر حضرت سیّد عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معذرت کر لی مگر آپ بار بار اصرار کرتے رہے آخر حضرت سیّد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شرط پر آپ کو بیعت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب میں وفات پا جاؤں تو آپ مجھے مدینہ طیبہ لے جائیں اور جنت البقیع میرا مدفن بنے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے منظور ہے میں ایسا ہی کروں گا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کے پونے دو ماہ بعد حضرت سیّد عبداللہ شاہ صاحب کا انتقال ہوگیا اور حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ ابھی وہیں قیام فرما تھے۔ آپ نے حکومت سے سپیشل طیارہ لیا اور ان کی میت کو لے کر مدینہ شریف روانہ ہوئے یہ ہوائی جہاز کی اڑھائی گھنٹے کی مسافت تھی جبکہ جہاز میں ایندھن صرف تین گھنٹے کا موجود تھا۔ اتفاق سے جب اڑھائی گھنٹے گزر گئے تو پائیلٹ راستہ بھول گیا اور سخت پریشانی لاحق ہوگئی۔ حضرت سفیر اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ریلوے کی لائن دیکھ لی اور فرمایا کہ اس سمت میں ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ پرواز جاری رکھیں اور پھر گویا آپ کو وہ ریلوے لائن ہی مدینہ منورہ لے گئی۔ آپ نے شاہ سعود سے خصوصی طور پر اجازت نامہ حاصل کر کے حضرت سیّد عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جنت البقیع میں تدفین کا اہتمام کیا...... معزز مہمان نے بادشاہی مسجد میں ہمیں یہ حیرت انگیز واقعہ سنایا...... میں "انوارِ رضا" کی اشاعتِ خاص .... حضرت سفیر اسلام نمبر......... کے معزز قارئین کے لئے یہ نذر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا فرمائے۔ حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کا فیض نصیب کرے۔ آمین

حضرت سفیرِ اسلام نمبر

ماہنامہ انوارِ رضا

منقبت بہ حضور خلیفۂ اعلیٰ حضرت مبلغ اعظم حضرت علامہ

شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آج موضوعِ سخن ہے "عظمتِ عبدالعلیم" — فضلِ رب سے ہے زباں پر مدحتِ عبدالعلیم
یاد اللہ کی دلائے صورت عبدالعلیم — اولیا سے ہو جو پائے سیرت عبدالعلیم
اُن پہ تھی احمد رضا کی خاص شفقت اور نظر — شاہد اس پر ہیں علوم و حکمتِ عبدالعلیم
آپ نے اسلام کا پیغام دُنیا کو دیا — یاد رکھے گا زمانہ خدمتِ عبدالعلیم
سوئے دوزخ سے رہ جنت چلا دیتے ہیں وہ — پھول کانٹوں کو بنائے نکہتِ عبدالعلیم
آج بھی کردار و اخلاقی بلندی کے سبب — راج کرتے ہیں دلوں پر حضرت عبدالعلیم
شاہ نورانی سا بیٹا اُن کے گھر کا تھا چراغ — قابلِ رشکِ زمانہ قسمتِ عبدالعلیم
شان اُن کی کیا بیاں کر پائیں گے اہلِ زمیں — آسماں کو چھو رہی ہے رفعتِ عبدالعلیم
ماہ ذی الحج کی تھی جب تیئسویں شب، سوگوار — کر گئی تھی اہلِ دل کو رحلتِ عبدالعلیم
مل گیا مدفن قریب روضۂ اقدس انہیں — یعنی مقبول خدا ہے دعوت عبدالعلیم
روضۂ انور کے صدقے میں رہے تایوم حشر — نور سے معمور، یا رب، تربتِ عبدالعلیم!
کاش جنت میں غلامی نبی کے ساتھ ساتھ — یا الٰہی! کر سکوں میں خدمتِ عبدالعلیم!
اپنی قسمت پر خدا کا شکر کر، تو اے ندیم — شاہ نورانی سے پائی نسبتِ عبدالعلیم

(کلام: ندیم احمد ندیمؔ قادری نورانی)

خراجِ عقیدت

مبلغ اعظم سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ

تحریر......ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر ☆

اللہ رب کریم نے اپنی پہچان کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا جنہوں نے رشد و ہدایت کے ذریعے انسانوں کو صراط مستقیم کا راستہ دکھا کر ان کی صحیح سمت رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ انبیاء کرام کے بعد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اولیاء کرام اس فریضے کو انجام دینے کے لئے آتے رہے جو بھٹکی سسکتی دکھوں کی ماری اور جہالت میں ڈوبی ہوئی انسانیت کی فلاح و بہبود سے ہمکنار کرنے اور روحانی فیض سے منور کرنے میں مصروف عمل رہے۔ انہی عظیم ہستیوں میں سے ایک ولی کامل حق و سچائی کا پیکر روحانیت کے مینارہ نور دینی علوم و فنون کے ماہر عشق مصطفیٰ ﷺ سے سرشار عظیم صوفی شاعر مبلغ اعظم سفیر اسلام الشاہ محمد عبدالعلیم صدیقی مدنی بھی تھے۔ جنہوں نے پیکر حریت بن کر دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کی حقانیت کا پیغام پہنچایا اور اپنے روحانی فیض سے وہ قندیلیں روشن کیں جن کی روشنی سے آج بھی ایک جہاں روشن ہے۔

شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کے آباؤ اجداد تبلیغ دین کی غرض سے مدینہ منورہ سے ہندوستان آئے۔ جہاں انہوں نے ہزاروں بت پرست ہندوؤں کو اللہ وحدہ لاشریک کی وحدانیت کا پرستار اور اللہ کے محبوب نبی حضرت محمد ﷺ کا سچا عاشق بنا دیا۔ الشاہ محمد عبدالعلیم صدیقی مدنی نے اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ یورپ اور افریقہ کے جنگلوں، صحراؤں اور ریگستانوں میں اسلام کی حقانیت کا پیغام عام کرتے ہوئے ہزاروں غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ سفیر اسلام نے

☆ سابق ممبر قومی اسمبلی ہر کزی صدر: جمعیت علمائے پاکستان
ایڈریس: جامعہ رکن الاسلام مجددیہ آزاد میدان ہیرآباد حیدرآباد سندھ 0300-8377007

تحریک پاکستان میں پیکر حریت کا کردار ادا کیا۔ ہندوستان کے چپے چپے میں جا کر مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا کی۔ انہیں نظریہ پاکستان کے مقاصد سے آگاہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ علماء اہلسنت قیام پاکستان کے لئے اپنی جدوجہد کو اس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو جاتا۔ چاہے اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے کتنی بڑی سے بڑی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ یہی نہیں بلکہ الشاہ محمد عبدالعلیم صدیقی مدنی نے دنیا بھر میں بالخصوص عالم اسلام میں نظریہ پاکستان کو مدلل طریقے سے پیش کیا اور عالم اسلام کے مسلمانوں کو قیام پاکستان کے مقاصد سے اتنے شاندار طریقے سے آگاہ کیا کہ دنیا بھر میں پاکستان کے قیام کے لئے راہ ہموار ہو گئی۔ آپ کے اس مجاہدانہ کردار پر بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے آپ کو سفیر اسلام کے خطاب سے نوازا۔

مبلغ اعظم الشاہ محمد عبدالعلیم مدنی نے دنیا کے گوشے گوشے میں جا کر اسلام کی حقانیت اور روحانی فیض سے ہزاروں غیر مسلموں کو دولت ایمان سے سرفراز کیا اور ان میں روحانیت کی وہ شمع روشن کی جن کی روشنی سے آج بھی عالم اسلام جگمگا رہا ہے۔ آپ کی تحریروں اور تقریروں سے عشق رسول ﷺ کی کرنیں پھوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ مبلغ اعظم نے عشق نبی ﷺ میں ڈوب کر نعت رسول مقبول ﷺ تحریر کیں حضور سرور کائنات ﷺ سے سچی محبت اور لگن کا اندازہ آپ کے اس شعر سے ہوتا ہے جو اکثر آپ کی وردِ زبان رہا کرتا تھا۔

مدینے جاؤں پھر آؤں پھر جاؤں یوں ہی زندگی تمام ہو جائے

آپ نے اپنے آخری سفر حج و مدینہ منورہ کے وقت اس شعر کو اس خوبصورت انداز سے پڑھا۔

مدینے جاؤں پھر کبھی نہ آؤں وہیں پہ قصہ تمام ہو جائے

شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی مدنی کی اس دعا کو بارگاہ رب العالمین میں قبولیت کا شرف حاصل ہوا اور آپ مدینہ منورہ کی پرنور روحانی جگمگاتی پر کیف فضاؤں میں اپنے

محبوب آقا ﷺ کے دربار کے سامنے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی وفات سے عالم اسلام ایک عظیم روحانی شخصیت حق وسچائی کے پیکر اسلام کے سچے حریت پسند مجاہد اور ایک عظیم صوفی بزرگ سے محروم ہو گیا۔

آپ نے اپنے علم وعمل اور تربیت کے ذریعے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی صورت میں جو پودا لگایا تھا وہ آج ایک عظیم شجر سایہ دار کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ حضرت قائد اہلسنت جن کی علمی، روحانی اور سیاسی بصیرت سے آج پورا عالم اسلام فیضیاب ہو رہا ہے جو امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے مقابلے میں مصطفوی ﷺ آرڈر کے قیام کے لئے جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں وہ آپ کے عظیم فرزند ارجمند ہیں جنہیں قوم مبلغ اسلام قائد اہلسنت امام انقلاب قائد ملت اسلامیہ حق وصداقت کی نشانی جیسے القاب سے یاد کرتی ہے جنہوں نے سیاست میں حق گوئی، سچائی اور صداقت کو فروغ دیا۔ قادیانیت کو ہمیشہ کے لئے کفر کے تابوت میں دفن کر دیا جنہوں نے ارض پاک کو اسلامی مملکت بنانے کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نام تجویز کیا اور دستور میں اسلامی شقیں منظور کرائیں۔ آپ نے اپنے والد محترم کے مشن کی تکمیل کے لئے تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا اور آج بھی ہمہ تن معروف ہیں۔ اسی طرح شاہ عبدالعلیم صدیقی مدنی کا لگایا ہوا ایک اور پودا یعنی آپ کی صاحبزادی ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی ہیں جو عظیم محقق اور دانشور ہیں وہ خواتین اسلامی مشن کے ذریعے خواتین کی دینی اور روحانی تربیت میں ہمہ تن معروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس خانوادہ کو شاد و آباد رکھے اور ان کے فیض سے امت مسلمہ کو ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں!

حکایتِ قدِ آں یارِ دلنواز

تحریر......حافظ قاری رضا المصطفےٰ اعظمی ☆

حضرت قبلہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی مدنی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی میں ۱۹۳۵ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک آل انڈیا سنی کانفرنس تک مختلف شہروں میں بار بار زیارت کا شرف حاصل کرتا رہا۔ عرسِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ میں ہندوستان کے تقریباً تمام اکابر علماء شرکت فرماتے تھے۔ انہی میں حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ بھی ہوتے تھے۔

پیکرِ صورت و سیرت

حضرت قبلہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ سینکڑوں علماء و مشائخ کے درمیان اپنی صورت اور پوشاک اور وجاہت کی وجہ سے ممتاز دکھائی دیتے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے خلفاء کو خطابات عطا فرمائے۔ حضرت صدر الشریعہ، صدر الافاضل، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم، سید محمد صاحب محدث اعظم، حضرت قبلہ شاہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ کو مبلغ چین و جاپان کے خطاب سے نوازا۔ اب تک پورے ہندوستان میں حضرت قبلہ کو لوگ مبلغ چین و جاپان کے نام سے جانتے ہیں۔

بحری جہاز کا سفر

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ۔ تبلیغی سفر کے لئے صرف ایک سوٹ کیس ملبوسات کا ہوتا تھا۔ بحری جہاز جہاں کہیں بھی قرنطینہ کے لئے رکتا تھا اس زمانہ میں بحری جہاز دو، ڈھائی دن کے لئے پانی اور راشن کے لئے راستہ میں ٹھہرتا تھا۔ آپ فوراً پروگرام معلوم کر کے تبلیغ کے لئے اتر جاتے تھے۔ اس ملک کے بازاروں میں اکثر انگریزی زبان اور اگر پہلے اس ملک کا دورہ کیا ہوتا تھا تو وہاں کی مقامی زبان میں تبلیغ فرماتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوا کہ جہاز کا کپتان یہ کہتا تھا کہ یہ مسلمانوں کے پوپ

☆ استاذ العلماء، خطیب اعظم کراچی

جہاز سے اکیلے شہر جا رہے ہیں واپسی میں ڈیڑھ، دو ہزار لوگ ان کو الوداع کہنے آئیں گے۔ اکثر و بیشتر حضرت قبلہ کے تبلیغی دورہ کا مقررہ پروگرام نہیں ہوتا تھا۔

تشکیل پاکستان

حضرت قبلہ نے تقریباً ۱۹۳۶ء سے تحریک پاکستان کے لئے عام لوگوں میں تبلیغ شروع کی۔ ۱۹۴۲ء میں جرمنی، جاپان نے اتحادیوں کے مقابلے میں جنگ میں برتری حاصل کر لی تھی۔ بمبئی، کلکتہ، مدراس میں جاپانیوں کی شدید بمباری کی وجہ سے انگریزوں کے قدم اکھڑ چکے تھے۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر کانگریس نے ہندوستان میں بھرپور طریقہ سے تحریک آزادی شروع کی۔ اتحادیوں نے ہیروشیما میں ایٹم بم گرایا تو انگریزوں نے ہندوستان میں دوبارہ اپنی حکومت کو مضبوط کر لیا۔ فوراً ہی دوبارہ تحریک آزادی پرامن طریقہ سے شروع ہوئی۔ اسی دوران تحریک پاکستان بھی پورے زور وشور سے شروع ہوئی۔ علمائے دیوبند نے کانگریس کی حمایت کی اور علمائے اہلسنت نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ تقریباً ۱۹۴۴ء میں حضرت قبلہ شاہ عبدالعلیم صدیقی مدنی علیہ الرحمۃ نے پاکستان بنانے کی تحریک میں پورے ہندوستان کا ملک گیر دورہ شروع کیا۔

تحریک پاکستان میں علمائے اہلسنت کے تین علماء سرفہرست تھے۔ حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی مدنی علیہ الرحمۃ، علامہ عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمۃ، تیسرے حضرت علامہ صوفی باصفا درویش کامل حضرت مولانا حسرت موہانی صاحب تھے۔ دیوبندی، وہابی، غیر مقلد، خاکساری، مومن کانفرنس والے جماعت اسلامی کے مولانا مودودی صاحب، مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے سخت مخالف تھے۔ یا بعض ان میں سے کٹر کانگریسی تھے۔ البتہ دیوبندیوں کے ایک معتبر عالم مولانا شبیر احمد عثانی صاحب مسلم لیگ اور پاکستان کے حمایتی تھے۔

۱۹۴۵ء میں علمائے کرام و مفتیان عظام کی خدمت میں ایک استفتاء پیش ہوا کہ تشکیل پاکستان کے لئے مسلم لیگ کو ووٹ دینا جائز ہے کہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ مسلم لیگ کے رہنما محترم جناب محمد علی جناح صاحب چونکہ باشرع نہیں ہیں لہٰذا ان کو ووٹ

دینا جائز ہے کہ نہیں۔ اس استفتاء کی وجہ سے اہلسنت و جماعت کے تمام علمائے کرام و مفتیان عظام میں جواز و عدم جواز کے بارے میں پورے ہندوستان کے اندر ایک خلفشار پیدا ہو گیا۔ اس وقت تمام اہلسنت و جماعت کی رہنمائی اور ان کو مطمئن کرنے کے لئے صرف اور صرف حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی مدنی علیہ الرحمۃ کی ذات مبارکہ تھی جنہوں نے ہندوستان کے تمام علماء و مشائخ سے شہر شہر گاؤں گاؤں قریہ قریہ رابطہ کیا اور یہ تجویز پیش کی کہ اس فتویٰ کے جواز اور عدم جواز کے لیے ایک آل انڈیا سنی کانفرنس علماء و مشائخ کی بلائی جائے اور اس میں اس استفتاء کا متفقہ فیصلہ تمام ہندوستان کے علماء و مشائخ کی طرف سے کیا جائے۔ چنانچہ حضرت قبلہ موصوف نے چین و جاپان، یورپ و افریقی ممالک کے دورے منسوخ کیے اور ۱۹۴۵ء اور ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے لئے بڑے بڑے شہروں میں علماء و مشائخ کی میٹنگ کی۔ بریلی شریف اور مراد آباد میں سنی کانفرنس کی تشکیل کے لئے تقریباً چار مرتبہ میٹنگ ہوئی۔ اور ان مشاورتی مجالس میں یہ خاکسار بھی حضرت والد گرامی صدر الشریعۃ ابو العلیٰ حکیم امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کے خادم کی حیثیت سے ہر مرتبہ شریک ہوا اور بہت قریب سے میٹنگ کی کارروائی دیکھتا اور سنتا رہا۔ اکثر و بیشتر اس میٹنگ میں اکابر علماء حضرت قبلہ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا سید محمد محدث اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا سید برہان الحق صاحب علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی قدس سرہٗ اور مولانا عبدالعلیم صدیقی شریک ہوتے تھے۔ مذکورہ علماء و مشائخ کو مولانا موصوف نے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اس کا متفقہ فیصلہ آل انڈیا سنی کانفرنس میں ہوگا۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر بنارس میں ۱۲۵ ایکڑ پر مشتمل ایک باغ (جس کا نام باغ فاطمان ہے) میں منعقد کی جائے۔ اس کانفرنس کے انتظام و انصرام کے نگران و سرپرست بھی حضرت قبلہ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی مدنی علیہ الرحمۃ تھے۔ راقم الحروف قاری رضاء

المصطفیٰ اعظمی اس کانفرنس میں اول تا آخر شریک رہا اور پہلی مرتبہ پورے متحدہ ہندوستان کے اکابر علماء و مشائخ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ پنجاب کے بزرگ عالم پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت قبلہ پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی شریک تھے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا عجیب و غریب منظر تھا۔ علمائے کبار، مشائخ عظام کو دیکھ کر جی چاہتا تھا کہ بس ہر وقت ان کے پُرنور چہروں پر نظر جمی رہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان تمام مشائخ عظام و علمائے کرام کے فیوض و برکات سے ہم تمام اہلسنت و جماعت کے لوگوں کو تا زندگی مالا مال فرمائے۔ (آمین)

یہ کانفرنس متواتر تین روز تک جاری رہی۔ آخر میں متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہوا کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے مستقبل کے لیے تشکیل پاکستان جائز ہے۔ مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد میں چونکہ تشکیل پاکستان سرفہرست ہے اس لیے پاکستان بنانے کی خاطر مسلم لیگ کو ووٹ دینا بھی جائز ہے۔ اس ووٹ کا کسی شخصیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قطع نظر اس سے کہ مسلم لیگ کے رہنما باشرع ہیں یا نہیں۔ پاکستان بنانے کے لیے مسلم لیگ کے رہنما کی حیثیت انگریزوں کی عدالت میں ایک وکیل جیسی ہے اور کسی بھی کچہری یا عدالت میں مقدمہ لڑنے کے لیے کسے باشد بلا کسی قید کے مقدمہ کا وکیل بنایا جا سکتا ہے۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

مشرق سے ہو بیزار، نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر

بیسویں صدی عیسوی کے بے مثل انسان...... حضرت علامہ مولانا شاہ

محمد عبدالعلیم صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر...... مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قادری رضوی ☆

مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی کے بے مثل اور عظیم انسان تھے ایسے کہ جن کی شخصیت جامع، مانع، ناقابل تسخیر تھی۔ دنیا کے کئی علوم وفنون اور ادیان کے ماہر تھے۔ آٹھ زبانوں کے قادر الکلام لیکچرار اور یگانہ روزگار تھے۔ نیز اپنے دور کے حجۃ الاسلام اور آیۃ من آیات اللہ تھے جنھوں نے تمام براعظموں کے غیر مسلم ممالک اور اطراف واکناف میں اسلام کا آفاقی پیغام موثر انداز میں پہنچایا اور دوسرے ادیان و مذاہب کے بالمقابل اسلام کی حقانیت کو ثابت کر کے ہزاروں سکالروں، سائنس دانوں، مذہبی پیشواؤں اور ممتاز شخصیات اور لاکھوں عوام کو اسلام کے نور سے منور کیا۔ آپ تحریک پاکستان میں قائداعظم کے مخلص اور معتمد علیہ ساتھی رہے اور اسلامی ریاست کے قیام کی ضرورت کو عالمی سطح پر اُجاگر کیا اور اپنی خداداد صلاحیت، شہرت اور تعارف کے باعث تحریک پاکستان کو بین الاقوامی اسٹیج پر متعارف کرایا اور انہی خدمات کی وجہ سے اہلیان کراچی نے ۱۹۴۶ء میں قائداعظم سمیت آپ کا کراچی کی بندرگاہ پر بے مثال والہانہ استقبال کیا اور قیام پاکستان کے فوراً بعد قائداعظم سمیت دیگر قائدین اور عوام کے پہلے بڑے اجتماع سے خطاب کے لئے آپ کو منتخب کیا گیا۔

الغرض! آپ نے عالمی سطح پر اسلام کی تبلیغ کو اپنی زندگی کا مشن بنایا اور زندگی کے آخری مراحل تک ملک سے باہر تمام براعظموں کے ممالک میں مصروف عمل رہے اور وہاں اسلامی مراکز قائم کئے اور ہر ملک میں نومسلم حضرات کی رابطہ تنظیمیں اور ان

☆ سابق ناظم اعلیٰ: جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور۔ آپ کا انتقال .... کو ہوا اور نماز جنازہ قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے قذافی اسٹیڈیم لاہور میں پڑھائی۔

کے لئے ویلفیئر سینٹر نیز تعلیمی ادارے قائم فرمائے۔ اسی وجہ سے آپ برصغیر پاک و ہند کی نسبت باہر ممالک میں زیادہ متعارف ہیں۔ چنانچہ مشرق بعید جزائر فلپائن کے مسلمانوں کے قائد ڈاکٹر احمد نے فرمایا: جزائر فلپائن کو مولانا عبدالعلیم صدیقی کے ذریعہ اسلام کی روشنی ملی اور انہی کی مساعی سے مسلمان ہوئے۔ پروفیسر ڈاکٹر مطلوب حسین ایم اے ہسٹری رقمطراز ہیں: مولانا عبدالعلیم میرٹھی نے ۱۹۵۰ء میں اورینٹ کلچرل سوسائٹی آف ٹوکیو جاپان کے زیر اہتمام انگلش میں ایک زبردست مقالہ پیش کیا جس میں انہوں نے جامع مانع انداز میں اسلام کے ناقدین کے رویہ کا نہایت خوبصورتی سے رد کیا اور ان کی جہالت کو واضح کیا۔ حضرت شیخ التبلیغ (میرٹھی) کے اس مقالہ کے مطالعہ کے دوران یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ دنیا بھر کے علوم وفنون پر مکمل دسترس رکھتے ہیں۔ علوم جدید کیمسٹری، فزکس، ریاضی، بیالوجی، فلکیات و ارضیات کی اصطلاحات کا آپ نے جس مہارت اور روانی سے استعمال کیا اس سے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آپ ان تمام علوم پر مہارت تامہ رکھتے تھے پھر انگریزی زبان میں ایسی ندرت کہ سننے اور پڑھنے والا محو حیرت رہتا۔

اورینٹ کلچرل سوسائٹی آف ٹوکیو میں اسلام کے آفاقی سفیر حضرت مولانا میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے مقالہ کے مترجم ڈاکٹر رضا فاروقی لکھتے ہیں: حضرت شیخ التبلیغ نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں اطراف عالم میں جاری وساری کر دیں، عرب وعجم امریکہ، یورپ، افریقہ اور ایشیاء کے مختلف ممالک کے مسلمان عوام آج ان کے تبلیغ دین کے گواہ ہیں۔

۱۹۱۹ء تا ۱۹۵۴ء کے ۳۵ سالہ عرصہ میں آپ نے بے شمار ممالک میں اسلام کی روشنی کو بکھیرا اور ایک لاکھ افراد کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ ان میں ڈاکٹر، فلاسفر، سائنس دان اور دہریے بھی شامل ہیں۔ جن میں بورنیو کی شہزادی مکینڈی، پائیری کی خاتون وزیر میروخیل ڈونا، افریقی ریاست ماریشس کے فرانسیسی گورنر مرویٹ، خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ سے متاثر ہونے والی شخصیات میں قائداعظم محمد علی جناح، سید امین الحسینی مفتی اعظم فلسطین، الاخوان المسلمون کے بانی حسن البناء، سیلون کے جسٹس ایم مروانی، کولمبو کے چیف جسٹس سپریم کورٹ، مولانا محمد علی جوہر، شاہ سعودی

عرب عبدالعزیز بن سعود، شہنشاہ اردن سید عبداللہ اور جارج برنارڈ شا وغیرہ شامل ہیں۔ شیخ التبلیغ کا شمار تحریک پاکستان کے صف اول کے رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ آپ نے برصغیر اور بیرونی ممالک کے دوروں میں قائداعظم کے ایماء پر تحریک پاکستان اور علیحدہ اسلامی ریاست کی اہمیت کو آشکار کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے "سفیر پاکستان" کا خطاب دیا۔ پاکستان معرض وجود میں آیا تو سرکاری طور پر پہلی نماز عیدالاضحیٰ کراچی میں آپ نے پڑھائی۔ قائداعظم اور دیگر زعمائے وقت نے آپ کی قیادت میں نماز عید ادا کی۔

کاش کہ ہم اس عظیم شخصیت کی دینی، ملی، سیاسی و علمی بین الاقوامی خدمات کا تعارف کرا سکتے آج بھی اگر عالم اسلام کے اس محسن کی خدمات کو اجاگر کرنے کے لئے عالمی سطح کا ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو آپ کی چالیس سالہ بے مثال مساعی جمیلہ کے ریکارڈ کو یکجا کر کے تمام بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرے۔ تاکہ تقاریر، مناظرے، مقالات، لیکچرز، خطوط (موصولہ جاری کردہ) ویلفیئر مراکز، تبلیغی مراکز، مدارس، مساجد، ان سے متعلقہ مختص روئیدادیں محفوظ ہو جائیں اور آئندہ کے لئے رہنمائی کا کام دیں۔ حضرت ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور قائد اہلسنت شاہ احمد نورانی کے دور کا جائزہ بھی شامل کیا جائے، اگر یہ کام ہو جائے تو اہل سنت خصوصاً رضوی قادری خاندان کی عالمی، علمی، تبلیغی اور ملی حیران کن کامیابی تاریخ کا قابل فخر حصہ قرار پائے گی جس سے مسلمانوں کا سر فخر سے بلند ہوگا۔

> ایسی کوئی دنیا نہیں افلاک کے نیچے
> بے معرکہ ہاتھ آئے جہاں تختِ جم و کے

بیسویں صدی کی منفرد قد آور شخصیت

سید وجاہت رسول قادری☆

علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ کا شمار بیسویں صدی عیسوی کی ان قد آور علمی شخصیت میں ہوتا ہے جو صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں جن کے علم و عمل حسن کردار اور گفتار و شعار سے مسلم اور غیر مسلم یکساں متاثر ہوئے۔ وہ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ (۱۹۵۶-۱۹۲۱ء) کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ آپ کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے خلافت حاصل تھی۔ وہ اعلیٰ حضرت کے علم و فضل اور حسن سیرت کا آئینہ جمال تھے۔ محدث بریلوی قدس سرہ العزیز آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے اور آپ سے ان کو ایک گونہ محبت تھی، جس کا اظہار انہوں نے اپنے تلامذہ اور خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے یوں فرمایا:

> عبد علیم کے علم کو سن کر جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

مبلغ اسلام علامہ میرٹھی کو بھی اپنے شیخ طریقت سے دلی لگاؤ تھا جس کا اظہار انہوں نے اپنی ایک منقبت میں کیا ہے، جس کا مقطع یہ ہے۔

> علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانے کا
> کرم فرمانے والے اس کے حال پہ اس کے شاہ تم ہو

آپ علوم اسلامیہ کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ جدید علوم سے بھی بدرجۂ اتم بہرہ ور تھے۔ بہترین مقررانہ صلاحیت کے حامل تھے، اردو کے علاوہ عربی، فارسی، انگریزی بڑی روانی اور اس قدر دلنشیں اور فصیح و بلیغ انداز میں بولتے اور لکھتے تھے کہ اہل زبان حیران و ششدر رہ جاتے۔ آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ جس ملک میں جاتے وہاں کی زبان سیکھ لیتے۔ ان کے سوانح نگاروں کے بیان کے مطابق

☆ صدر، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی 0300-2646296

آپ دنیا کی آٹھ سے زیادہ زبانیں بولتے اور لکھتے تھے۔ دنیا کے جس خطے میں جاتے وہاں کے عوام کی زبان میں وعظ فرمائے۔ بایں ہمہ علم وفضل آپ کا سب سے بڑا کارنامہ افریقہ، جنوبی و شمالی امریکہ، مشرق بعید (سنگاپور، فلپائن، انڈونیشیا، ملائشیا، جزائر فجی وغیرہ) کے دور افتادہ علاقوں میں تبلیغ اسلام ہے اور یہ بیسویں صدی کا اتنا عظیم کارنامہ ہے کہ عالم اسلام کی کسی شخصیت یا جماعت نے آج تک سرانجام نہیں دیا۔ نام نہاد تبلیغی جماعتوں نے اندرون ملک مسلمانوں کو مشرک و کافر تو بنایا لیکن بیرون ملک غیر مسلموں کو مسلمان کرنے کے سلسلے میں کوئی قابل ذکر کام نہ کرسکیں۔ جبکہ مبلغ اسلام علامہ میرٹھی کی مساعی جلیلہ سے مذکورہ تمام ممالک میں ساٹھ ہزار سے زیادہ مشرک، کافر، عیسائی اور دوسرے ادیان کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور پوری دنیا میں آپ کے مریدوں کی تعداد پانچ لاکھ سے زائد ہے۔ آپ کا یہ کارنامہ سنہری حرفوں سے لکھنے کے لائق ہے۔

آپ کی تبلیغی کاوشوں کے ان ثمرات کا اعتراف تمام بڑی بڑی شخصیات نے کیا ہے جنھیں ان مذکورہ علاقوں میں مبلغ، سیاح، صحافی یا سفیر کی حیثیت سے جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ مثلاً سلیمان ندوی، پیر علی راشدی، علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ سید سعادت علی قادری، مولانا جعفر شاہ پھلواری، محمد صلاح الدین ایڈیٹر جسارت، مقبول جہانگیر وغیرہ غرضیکہ مبلغ اسلام علامہ میرٹھی علیہ الرحمۃ ان علماء حق سے تعلق رکھتے ہیں جن کی پاک سیرتیں اسلام اور ملت اسلامیہ کے لئے باعث صد افتخار ہیں۔ ان کی تبلیغی مساعی اور ثمرات دیکھ کر قرن اولیٰ اور قرون وسطیٰ کے اسلامی مبلغوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ آپ جس جگہ تبلیغ کے لئے گئے وہاں آپ نے مساجد اور اسلامی مدارس قائم کئے۔ مسلمانوں کی فلاحی انجمنیں بنائیں تاکہ اپنے مذہبی مسلکی سیاسی اور معاشرتی معاملات بحسن وخوبی اور باہمی اتحاد و اتفاق سے انجام دی جاسکیں۔ آج بھی ان ہزاروں مساجد کی اذانوں اور مدارس کی قیل وقال میں آپ کی آواز گونج رہی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے فرزند صوری و معنوی ان کا ایسا جامع تذکرہ

حیات شائع کریں جس میں ان کے تمام علمی، روحانی اور تبلیغی کارناموں کا احاطہ ہوتا کہ جدید اور آنے والی نسلیں ان سے استفادہ کرسکیں۔ یوں تو مبلغ اسلام علامہ میرٹھی علیہ الرحمۃ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں مگر تاریخی، علمی، تحقیقی اور ادبی اعتبار سے سب سے اہم ترین ان کے وہ خطبات اور مقالات ہیں جو انہوں نے خطۂ ارض پر ہزاروں ہزار میل دور تک پھیلے ہوئے مشرق و مغرب کے علاقوں میں تبلیغ کے دوران دیئے اور قلمبند کئے ہیں یا اخبارات و رسائل کے ریکارڈ پر مندرج ہیں۔ تبلیغ اسلام کا آپ کا یہ عظیم کام تقریباً نصف صدی پر پھیلا ہوا ہے۔ اگر کوئی محقق ان کو مرتب اور مدون کرلیتا ہے تو یقین ہے کہ کئی مجلدات تیار ہوسکتی تھیں۔ یہ اسلام اور اہلسنت کی تاریخ کا ایک عظیم علمی سرمایہ ہے جو اب تک پردۂ اخفاء میں ہے اور یہ جماعت اہلسنت کا المیہ ہے۔ بحمداللہ ابھی آپ کی باقیات الصالحات میں ایسی شخصیات موجود ہیں جو اس کے جمع اور تدوین میں معاون ہوسکتی ہیں لہٰذا اب وہ وقت ہے کہ "خواتین اسلامی مشن" اپنی سرپرستی میں ترجیحی بنیاد پر اس کام کو کسی ایک اسکالر بلکہ منتخب اسکالرز کی جماعت کے سپرد کرکے اس اہم کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

ساقی بیا کہ عشق ندامی کند بلند

میں خواتین اسلامی مشن کی سربراہ محترمہ ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی اور ان کی مجلس عاملہ کے اراکین کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے مجلہ کی صورت میں عالم اسلام کے اس عظیم مبلغ کے حالات و افکار کو صفحۂ قرطاس پر جمع کرکے ایک عظیم علمی اور دینی خدمت انجام دی ہے اور اسلاف کرام سے وفا شعاری کا ثبوت دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کو اپنے مقاصد حسنہ میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

نوٹ: حال ہی میں فاضل مقالہ نگار سید وجاہت رسول قادری مدظلہ کا ہارٹ آپریشن کراچی میں ہوا۔ قارئین کرام سے ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

سفیر امن حضرت مبلغ اسلام شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

ایک ہمہ جہت اور ہشت پہلو شخصیت

تحریر...... پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری ☆

مبلغ اسلام فقیہ اعظم مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی القادری میرٹھی المتوفی ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء ابن حضرت مولانا محمد عبدالحکیم میرٹھی رحہم اللہ ۱۵ رمضان المبارک، ۳ اپریل (۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) کو میرٹھ (یو-پی) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے عظیم المرتبت والد ماجد، درویش صفت عالم دین اور بلند پایہ شاعر و ادیب بھی تھے اور جوش تخلص کرتے تھے۔ مبلغ اسلام نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ چار سال دس ماہ کی عمر میں قرآن پاک پڑھ لیا، اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ بعدازاں جامعہ قومیہ میرٹھ میں داخل ہوئے اور سولہ سال کی عمر میں درس نظامی کی سند حاصل کی۔ چونکہ آپ کو شروع سے تبلیغ اسلام کا شوق تھا اس لئے علوم جدیدہ حاصل کرنے کے لئے اٹاوہ ہائی اسکول سے میٹرک پاس کیا اور پھر ڈویژنل کالج میرٹھ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۱۷ء میں بی-اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا، کالج کی چھٹیوں کے دنوں کے علاوہ آپ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا بریلوی (قدس سرہ) کی خدمت میں بریلی شریف حاضر ہو کر کئی سال تک اکتساب فیض کرتے رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی نے مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کو دارالعلوم منظر اسلام بریلی سے فراغت کے بعد صحاح ستہ کی جو سند اپنے دست مبارکہ سے تحریر کر کے عطا فرمائی تھی اس کا عکس راقم الحروف کو علامہ صدیقی کی صاحبزادی عالمی مبلغہ ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی صاحبہ کے توسط سے حاصل ہوئی۔ (سند مبارک اس مقالے کے آخری صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے)

اسی طرح حضرت مبلغ الاسلام حضرت مولانا محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری الرضوی

☆ معروف اسکالر اور مصنف، مقیم کراچی

میرٹھی المدنی کو حضرت علامہ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن سراج الحنفی، قاضی القضاۃ مفتی القضاء العربیۃ و رئیس العلماء الحدیث بمکۃ المکرمہ اور علماء فرنگی محل لکھنؤ سے بھی حدیث فقہ اور طریقت اصفیاء میں خلافت عامہ حاصل تھی اور مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی نے اعلیٰ حضرت کے ایماء و ارشاد پر اپنی زندگی خدمت دین و اسلام کے لئے وقف کر دی تھی۔ انہوں نے اپنے نجی خرچ پر پیغام اسلام دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا۔ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حضرت مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ شعلہ بیان خطیب، بلند پایہ ادیب اور عظیم مفکر اسلام تھے۔ جب آپ اپنی نغمہ ریز آواز میں دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت بیان کرتے تو حاضرین پر سکوت چھا جاتا اور بڑے بڑے سائنسدان، فلاسفہ اور دہریے قسم کے لوگ آپ کے دست اقدس پر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے۔ آپ دنیا کی ہر بڑی زبان میں اس روانی سے تقریر کرتے تھے کہ خود اہل لسان ورطۂ حیرت میں رہ جاتے۔ آپ نے پوری قوت اور بے باکی سے دین فطرت اسلام کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچایا۔ جس کے نتیجے میں ۶۰ ہزار سے زائد غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء میں آپ سربراہ رابطہ اسلامیہ ہند کے رئیس وفد کی حیثیت سے سعودی عرب تشریف لے گئے اور سعودی حکومت کی طرف سے حجاج پر عائد کردہ ٹیکسوں کے خاتمہ اس کے لئے سہولتیں فراہم کرنے کے لئے دنیا بھر سے آئے ہوئے جملہ علماء، حکومت سعودیہ کے عمائدین اور عبدالعزیز بن سعود سے مذاکرات کئے۔ ان مذاکرات کا خاصہ اثر ہوا۔ ان مذاکرات کی تفصیل "البیان" عربی اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ جس کے آغاز میں اخوان المسلمین (مصر) کے بانی (حسن البناء) نے ابتدائیہ لکھا تھا اور حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم الصدیقی قدس سرہ کی مساعی جمیلہ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ آپ کے مذاکرات کے بارے میں مصری اخبارات میں اداریے لکھے گئے اور مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی کو علماء مصر نے اپنے خطابات میں زبردست خراج

تحسین پیش کیا۔ مولانا عبدالعلیم الصدیقی نے اپنے خطاب میں پاکستان کی اہمیت کو واضح کیا اور دیگر عرب لیڈروں کو تحریک پاکستان سے پوری طرح روشناس کرایا۔ آپ برصغیر کے وہ عالم دین اور مبلغ اسلام ہیں جو مسلمانوں کے مسائل عالم عرب میں متعارف کرانے میں پیش پیش رہے اور مصر کے مبلغ اسلام مولانا حسن البناء جو اس وقت اخوان کے سربراہ تھے ان سے تعلق قائم کیا اور دنیا کے مسلمانوں کے مسائل سے انہیں آگاہ کیا۔

پاکستان کے مسائل کے علاوہ اگر یہ کہا جائے کہ عالم عرب اور مسلمانان عالم کے درمیان سیاسی، اقتصادی اور ایمانی امور و رابطہ کے فروغ اور ترقی میں مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی سرفہرست نظر آتے ہیں تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ واضح رہے کہ پاک و ہند کی جماعت اسلامی کے سربراہ شیخ مودودی نے اپنے بیانات اور مقالات کو اردو سے عربی ترجمہ کرا کر ۱۹۶۰ء کے بعد ہی عربوں بالخصوص اخوان المسلمین سے رابطہ قائم کیا تھا اور حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم الصدیقی المیرٹھی (خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی) کے قائم کردہ قدیمی رابطہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ (واضح رہے کہ اخوان المسلمون مصر کے سربراہ بنیادی طور پر سلاسل اصفیاء بالخصوص سلسلہ شاذلیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ البتہ بعد میں کچھ ایسے لوگ تحریک میں شامل ہو گئے جو سلفیت کے دعویدار تھے لیکن اخوانی تحریک پر غالب نہیں آ سکے اور بعد کے لوگوں بالخصوص کرنل جمال عبدالناصر کے وزراء وغیرہ نے انہیں بھی وہابی مشہور کر دیا)۔ نوری غفرلہ)

اس طرح ۱۹۴۶ء میں آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس میں شرکت فرمائی اور علی الاعلان تحریک پاکستان کی حمایت فرمائی۔ ۱۹۲۵ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی تاسیس کے وقت بھی آپ چار روز تک تقریب میں موجود تھے۔ آپ ۱۹۴۷ء میں ہی ہندوستان سے ہجرت کر کے کراچی آ گئے تھے اور قائداعظم کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے عالمی دورے سے واپسی پر کراچی

میں پاکستان کے مشائخ کی ایک نمائندہ عظیم کانفرنس منعقد کی، جس میں سندھ، پنجاب اور مشرقی پاکستان کے اکابر علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں ہی پاکستان کے لئے آئین اسلامی کے جامع دستور کا ایک مسودہ تیار کر لیا گیا تھا۔ علماء نے اس پر تائیدی نوٹ لکھے اور حضرت مولانا صدیقی کی سرکردگی میں قائداعظم کی خدمت میں یہ مسودہ آئین پیش کیا گیا۔ حضرت مولانا محمد عبدالعلیم الصدیقی کے اس مسودہ آئین کا قلمی نسخہ راقم الحروف کو ان کی ذاتی فائلوں سے دستیاب ہو گیا ہے۔ اس مسودہ کے بعض اقتباسات پر قائداعظم نے مشائخ کرام کے ساتھ تین گھنٹے تک مسودہ آئین کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی اور حضرت مولانا نے انہیں اس خوش اسلوبی سے مطمئن کر دیا تھا کہ قائداعظم نے انہیں یقین دلایا کہ انشاء اللہ قومی اسمبلی سے منظور کرا کے بہت جلد یہ آئین پاکستان میں نافذ کر دیا جائے گا۔ افسوس کہ قائداعظم محمد علی جناح علماء کرام سے کیا ہوا وعدہ ایفاء نہ کر سکے اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی باوقار شخصیت کا دلربا تذکرہ

آؤ کریں مشخص ہم اُس کی قدرو قیمت

علامہ غلام یٰسین قصوری نقشبندی ☆

ولادت با سعادت:

مبلغ اعظم حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۔رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ، مطابق ۱۲ اپریل ۱۸۹۲ء میں ممتاز عالم دین علامہ شاہ محمد عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی عالم فاضل، مبلغ اسلام، تصوف و معرفت کے مجسم پیشوا اور بے مثل شاعر تھے "جوش" تخلص تھا۔

نام و نسب

آپ کا اسمِ گرامی "محمد عبدالعلیم" تجویز کیا گیا نسب نامہ یارِ غار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ بلافصل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے، اسی نسبت کی بنا پر آپ صدیقی کہلاتے تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے تعلیم کا آغاز قرآنِ پاک سے کیا، چار سال دس مہینے کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔اردو، فارسی اور عربی کی بنیادی وابتدائی کتب اپنے والد گرامی حضرت علامہ محمد عبد الحکیم رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں بعدازاں سرزمین میرٹھ کی مشہور دینی درسگاہ "جامع میں بالقاعدہ" داخلہ لیا اور محنت شاقہ سے شب و روز تعلیمی مراحل طے کرنا شروع کر دیے۔ آپ نے صرف سولہ سال کی عمر میں علومِ عقلیہ ونقلیہ سے فراغت حاصل کرلی۔

☆ محقق و مورخ، مصنف 0300-4455710
ایڈریس: ادارہ علم و ادب ای K35/A گلی نمبر 1، شاہین کالونی والٹن روڈ لاہور

درس نظامی کے بعد آپ نے آناوہ ہائی سکول میرٹھ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا، بعدازاں ڈویژنل کالج میرٹھ سے ۱۹۱۷ء میں امتیازی حیثیت سے بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔کالج کی سالانہ چھٹیوں کے دوران امامِ اہلِ سنت، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر علمی استفادہ کیا۔ آپ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت علامہ عبدالباری فرنگی محلی، شیخ احمد الشمس مقیم مدینہ طیبہ اور حضرت شیخ السنوسی آف لیبیا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اکتساب علم کیا۔[1]

بیعت و خلافت

آپ نے جب علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی تو علوم باطنی کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے، اس مقصد کے حصول کی غرض سے امام اہلسنت، مجدد وقت، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں شرف بیعت حاصل کیا، اور خلافت واجازت سے بھی سرفراز کیے گیے۔

حضرت مبلغ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ حضرت کے علاوہ اپنے برادر اکبر حضرت علامہ احمد مختار صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی سلاسل اربعہ میں خلافت واجازت حاصل تھی۔امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ ولائیت نے آپ میں تبلیغی میدان میں کامیابی کے آثار ملاحظہ فرما لیے تھے، اس لیے خرقہ خلافت عنایت فرماتے ہی آپ کو بیرون ملک تبلیغ کے لیے جانے کا حکم صادر فرما دیا۔[2]

تبلیغی مساعی

تبلیغی جدوجہد علماء کے فرائض میں شامل ہے۔حضرت مبلغ اعظم رحمۃ اللہ علیہ، عالم ربانی، ولی کامل، خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دنیا بھر کی زبانوں پر عبور رکھتے تھے، اپنے پیر و مرشد کے حکم اور دعاؤں سے ۲۳ سال کی عمر میں عالمی تبلیغی مشن شروع کیا جو چالیس سال تک جاری رہا۔اس دوران آپ نے حقانیت اسلام کا پیغام

دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا، بے شمار دینی مدارس کی بنیاد رکھی، لاتعداد مساجد تعمیر کروائیں تعلیمی مراکز قائم فرمائے، مذہبی لٹریچر کی اشاعت فرمائی، دنیا بھر کا تبلیغی دورہ مکمل فرمایا، لاکھوں انسانوں کی اصلاح ہوئی اور ستر (۷۰) ہزار سے زائد غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کی تبلیغی خدمات کے اعتراف میں اہل مدینہ طیبہ آپ کو "الطبیب الہندی" کے معزز لقب سے یاد کرتے تھے۔ ۱۹۵۱ء میں آپ نے اڑھائی سال کے نہایت قلیل عرصہ میں دنیا بھر کی سیاحت و تبلیغی دورہ مکمل کیا، چنانچہ اس حوالے سے حضرت علامہ محمد فضل الرحمان انصاری قادری خلیفہ مجاز حضرت مبلغ اعظم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بالآخر اکتوبر ۱۹۴۸ء میں وہ مبارک تر دن آیا جب حضرت نے تمام دنیا کے گرد تبلیغی دورہ کا عزم فرمایا، شہر کراچی سے سیاحت شروع ہوئی اور سیلون، ملایا، انڈونیشیا، ماریشس، ری یونین، مدغاسکر، شرقی افریقہ، حجاز، مصر، روم، انگلستان، فرانس، برٹش گیانا، ڈچ گیانا، ٹرینڈاڈ، یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکا، کینڈا، فلپائن، سنگاپور اور سیام کا دورہ ارضی مکمل کرتے ہوئے ڈھائی سال کے بعد ۲۱ مئی ۱۹۵۱ء کو کراچی ہی میں ختم ہوئی۔ آپ کا یہ کارنامہ اپنی وسعت اور اہمیت کے لحاظ سے ایک تاریخی کارنامہ ہے۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ط (۲:۱۰۵) 3

زیارتِ حرمین شریفین

مسلمان، سفر حرمین شریفین کو عبادت سے کم تصور نہیں کرتا، اس سفر میں پیش آنے والی مشکلات کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے ۱۹۱۹ء میں حضرت مبلغ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، حضور پر نور ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ اس حاضری کے موقع پر حضور ﷺ نے آپ پر جو عنایات کی بارش فرمائی وہ بیان سے باہر ہے۔

مرشد کامل سے محبت

ہر مرید کو تربیت کے مطابق اپنے مرشد سے عقیدت و محبت ہوتی ہے۔ حضرت مبلغ

اعظم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے تلمیذ، خلیفہ مجاز اور تربیت یافتہ تھے۔ آپ کو اپنے پیرو مرشد سے جنون کی حد تک عقیدت و محبت تھی۔ بطور دلیل آپ کا تحریر کردہ وہ قصیدہ ہے جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شان و عظمت پر مشتمل ہے۔ اور وہ قصیدہ مندرجہ ذیل ہے:

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو ۔۔۔ قسیم جام عرفاں اے شہِ احمد رضا تم ہو!

غریقِ بحرِ الفت، مستِ جامِ بادۂ وحدت ۔۔۔ محبِ خاص، منظورِ حبیبِ کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا، مدار اہل طریقت کا ۔۔۔ جو محور ہے حقیقت کا، وہ قطب الاولیاء تم ہو

عرب میں جاکے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت کو ۔۔۔ عجم کے واسطے لاریب، وہ قبلہ نما تم ہو

تم ہی پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں ۔۔۔ امام اہل سنت، نائب غوث الوریٰ تم ہو

علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا ۔۔۔ کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو 4

پیرومرشد کی شفقت

ہر مرشد اپنے مرید کی لیاقت و قابلیت کے مطابق اس پر شفقت و مہربانی فرماتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل رحمۃ اللہ علیہ مرشد اکمل اور حضرت مبلغ اعظم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ مراد و خلیفہ مجاز اجل تھے۔ حضرت مبلغ اعظم میرٹھی نے جب زیارت حرمین شریفین کے بعد مندرجہ بالا قصیدہ اپنے پیرومرشد اعلیٰ حضرت، مجدد وقت، امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا، تو اعلیٰ حضرت بہت خوش ہوئے اور شفقت بھرے لہجے میں اپنے بیش قیمت عمامہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا: "مولانا! آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ آپ اس دیار پاک (حرمین شریفین) سے تشریف لا رہے ہیں یہ عمامہ تو آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں، البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جبہ ہے، وہ حاضر کیے دیتا ہوں"۔ 5

تحریکِ پاکستان میں کردار

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر خلفاء کی طرح حضرت مبلغ اعظم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تحریک پاکستان میں مرکزی کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان کے حوالے سے

آپ کی جدوجہد آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ آپ کی کوشش سے عالمی سطح پر قیام پاکستان کی راہ ہموار ہوئی، مسلم لیگ کے علماء کی ایک جماعت کی قیادت کرتے ہوئے حج کے موقع پر سرزمین مکہ معظمہ میں تشریف لے گئے اور وہاں دنیا بھر سے آئے ہوئے مسلمانوں کو قیام پاکستان کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ علاوہ ازیں آپ نے مفتی اعظم فلسطین حضرت سید امین الحسینی، قائد اخوان المسلمین جناب حسن البناء، اردن کے سربراہ سید عبداللہ شاہ اور دیگر عالمی لیڈروں سے ملاقات کر کے تحریک پاکستان کی کامیابی کے مقاصد سے روشناس کرائی۔ اس لیے حضرت مبلغ اعظم کو سفیر پاکستان بھی کہا جاتا ہے۔

تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرانے کے لیے علماء و مشائخ اہل سنت کی سرپرستی میں ۱۹۴۶ء کو بنارس میں "آل انڈیا سنی کانفرنس" منعقد ہوئی، تو آپ نے اس کانفرنس میں شرکت فرمائی اور صاف الفاظ میں تحریک پاکستان کے حوالے سے مسلم لیگ اور قائد اعظم محمد علی جناح کی حمایت کا اعلان فرمایا۔ قیام پاکستان کے معتمدین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد قائداعظم کے ایماء پر عالمی دورہ کیا، قیام پاکستان کے مقاصد کے حوالے سے سلاطین و امراء کو مطلع کیا۔ قائداعظم نے اسلامی دستور کے مختلف پہلوں پر آپ سے تین گھنٹے تک گفتگو کی اور اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں منظوری کے بعد نافذ کرنے کا وعدہ کیا لیکن قائداعظم کی جلد وفات کے سبب قیام پاکستان (نفاذ نظام مصطفےٰ ﷺ) کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔[6]

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت

حضرت مبلغ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت غوث اعظم رض سے نہایت درجہ کی عقیدت و محبت تھی جس کا اظہار آپ کی تحریر وتقریر میں ہوتا رہتا تھا۔ آپ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک منقبت بھی تحریر فرمائی تھی جو مندرجہ ذیل ہے:

یا سیدنا غوث الاعظم شیئاً للہ شیئاً للہ — سرکار عرب، سالار عجم شیئاً للہ شیئاً للہ
اے آل نبی اولاد علی، اے محی دین مصطفوی — اے صاحب فضل وجود وکرم، شیئاً للہ شیئاً للہ

عزت والے حرمت والے، طاقت والے قوت والے — اے صاحب دولت و جاہ وحشم، شیئاً للہ شیئاً للہ
یا نوراً من انوار اللہ، یا سراً من اسرار اللہ — یا بحراً من ابحار کرم، شیئاً للہ شیئاً للہ
اے جلوۂ حسن حسین وحسن اے لخت بتول وشیر زمن — اے جان جانانِ عالم، شیئاً للہ شیئاً للہ
ہاں اے محبوب سبحانی، قطب الاقطاب ربانی — اے غوث وغیاث ومغیث امم، شیئاً للہ شیئاً للہ
بیمار ہوں میں، ناچار ہوں، میں دنیا سے بہت بیزار ہوں — مونس ہے کوئی نہ کوئی ہمدم، شیئاً للہ شیئاً للہ
اب حرص وہوا نے گھیر لیا، نفس وشیطان نے زیر کیا — دیتا ہوں دھائی میں ہر دم، شیئاً للہ شیئاً للہ
کشتی ہے بھنور میں آن پھنسی، اور کھیون ہار نہیں ہے کوئی — سب عرض یہ کرتے ہیں پیہم، شیئاً للہ شیئاً للہ
میں آپ ہی کا کہلاتا ہوں، اس نسبت پر اتراتا ہوں — رکھ لیجیے آپ ہی میرا بھرم، شیئاً للہ شیئاً للہ
میلا ہے قادری مستوں کا، رنگی ہے چڑھی اور رنگ رچا — برسا ہو کرم کی اب چھم چھم، شیئاً للہ شیئاً للہ
ہاں بادۂ عشق بلا دیجیے، مست عرفان بنا دیجیے — رنگ جائیں آپ کے رنگ میں ہم، شیئاً للہ شیئاً للہ
در پر یہ بھکاری آیا ہے، خالی جھولی لایا ہے — اے قاسم رزق وفضل ونعم، شیئاً للہ شیئاً للہ
ہے وقت مدد یا محی الدین، پھر ہو احیاء دین متین — پھر فتح مبیں کا اُڑے پرچم، شیئاً للہ شیئاً للہ
ہے عبدعلیم صدیقی، وابستہ دامان قدسی — ہاں صدقہ اجداد اکرم، شیئاً للہ شیئاً للہ[7]

خدمت لوح وقلم

حضرت مبلغ اعظم حضرت علامہ محمد عبدالعلیم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام زندگی تبلیغ اسلام میں گزری لیکن آپ قرطاس وقلم کی اہمیت سے بھی خوب واقف تھے، اس لیے تبلیغی مساعی اور مصروفیات سے کچھ وقت تصنیف وتالیف کے لیے بھی نکال لیتے تھے جس کے نتیجے میں ایک درجن کے قریب تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔ تصانیف کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

☆ ذکرِ حبیب ﷺ (دو حصے) ☆ کتاب التصوف ☆ بہارِ شباب ☆ احکام رمضان ☆ اسلام کی ابتدائی تعلیمات ☆ اسلام کے اصول ☆ اسلام اور اشتراکیت ☆

مسائل انسانی کا حل☆ اسلام میں عورت کے حقوق ☆ مکالمہ جارج برناڈشا☆ مرزائی حقیقت کا اظہار۸

وصال مبارک

ہر مسلمان کی دلی خواہش ہے کہ مدینہ طیبہ میں موت آئے اور جنت البقیع میں دفن ہونے کی سعادت حاصل ہوتا کہ یقینی طور پر سامان نجات حاصل ہو سکے۔ حضرت مبلغ اعظم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کی باسٹھ بہاریں گزارنے کے بعد ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ، مطابق ۱۱اگست ۱۹۵۵ء کو مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپ کا مزار پر انوار جنت البقیع میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں مبارکوں میں ہے، یہ بہت بڑا اعزاز اور اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔

حضرت مبلغ اعظم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد آپ کے فرزند ارجمند مجدد، وقت مبلغ اسلام، قائد اہل سنت، امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیت علماء پاکستان و چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن، آپ کے جانشین بنے۔ حضرت قبلہ نورانی میاں رحمۃ اللہ علیہ کمال طور پر اپنے والد گرامی کے جانشین ثابت ہوئے۔ اپنے والد گرامی کی طرح آپ نے بھی دنیا بھر کے ممالک کا تبلیغی دورہ فرمایا اور ہزاروں غیر مسلموں کو دولت ایمان سے مالا مال فرمایا۔ ان کی کوشش سے "اسلام" پاکستان کا سرکاری مذہب قرار پایا، ان کی پیش کردہ قرار داد کے مطابق قادیانیوں کو پاکستان میں آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اور آئین پاکستان میں مسلمان کی تعریف شامل کی گئی، قوم کو "نظام مصطفیٰ ﷺ" کا نعرہ دیکر قیام پاکستان کی منزل کی طرف گامزن کیا جس کی صدائے بازگشت پوری دنیا میں سنی گئی، اندرون ملک اور بیرون ملک میں آپ کی قابل تقلید مذہبی، سیاسی اور ملی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

ارشادات و تعلیمات

مبلغ اعظم حضرت علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات آپ کی تصانیف

کی شکل میں محفوظ ہے، لہٰذا استفادہ کے لیے مطالعہ کیا جا سکتا ہے تاہم بطور تبرک آپ کے چند ارشادات سپرد قلم کیے جاتے ہیں:

☆ انسانی زندگی کے تین دور ہیں۔ ابتدائی زمانہ کو بچپن، انتہائی عمر کو بڑھاپا اور ان دو زمانوں کی درمیانی مدت کو جوانی یا شباب کہتے ہیں۔ ہم جس وقت کی یاد ناظرین کے دلوں میں تازہ کرنا چاہتے ہیں وہ اس شباب کے آغاز، یا جوانی کی ابتداء، انسانی زندگی کی بہار کا سماں ہے۔ درخت کا بیج زمین میں پہنچا زمین کو اگانے والی قوت پودا نکال کر مضبوط بنا رہی ہے، رحمت کے پانی کے چھینٹے، نسیم بہار کے جھونکے، سرسبزی و شادابی کا سامان پہنچا رہے ہیں، یہاں تک کہ وہی چھوٹا سا پودا پھل پھول سے آراستہ ہو کر اپنے دلربایانہ، مستانہ انداز میں جھوم جھوم کر ایک عالم کو اپنی اداؤں کا متوالا بناتا اور اپنے پھولوں پھلوں کی عام دعوت دنیا کو پہنچاتا ہے۔ انسانی زندگی کا بیج بھی مقررہ قاعدہ کے مطابق اس سرزمین میں پہنچ کر جہاں اس کی آبیاری کے لیے قدرت نے ہر قسم کا سامان بہم پہنچا رکھا ہے، نو مہینے کے بعد ایک نرم و نازک موہنی صورت لیئے ہوئے جلوہ آرائے عالم ہوتا ہے، دودھ کی نہریں جو قدرت نے اسی کی خاطر جاری فرمائیں اس کے لیے غذا پہنچانے کا کام سرانجام دے رہی ہیں، پھر طرح طرح کی غذائیں اس کی تربیت کا فرض بجا لا رہی ہیں۔

(علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی، بہار شباب مطبوعہ لاہور، ص ۱۱)

☆ اسی کا عکس عورتوں کے لیے سمجھ لیا جائے کہ ان کے دل میں جب کبھی کوئی خیال پیدا ہو فوراً اپنے مرد کے پاس جائیں کہ اس کی تشفیٔ قلب کا سامان اس کے پاس موجود، اگر اس خزانہ کو جو مرد، عورت کے پاس ہے، مرد نے اجنبی غیر کی زمین میں ڈالا، یا عورت نے اجنبی یا غیر مرد کے چشمہ سے سیرابی حاصل کی تو ادھر وہ دانہ دوسرے کی ملک میں پہنچ کر تمہارے ہاتھوں سے گیا، دوسرا اسے سنبھالے یا نہ سنبھالے، تم سے گیا گزرا ہوا، ادھر اگر عورت نے یہی غلطی کی تو آیندہ سخت پریشانیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہے یا اس زبردست دولت کو برباد کر ڈالے اور قتل کا گناہ اپنے سر لے، بہر

صورت دونوں شکلوں میں نقصان ہی نقصان، نظر برآں دنیا وآخرت دونوں حیثیت سے بھلائی وخیریت اسی میں ہے کہ بیج اپنی مملوکہ زمین میں بویا جائے اور زمین کی آبیاری اپنے ذاتی کنویں سے کی جائے۔ (بہار شباب، ص ۲۰)

مرد وعورت نکاح کے لیے راضی ہوں تو حاجت رجسٹریشن نہ ضرورت قاضی، عورت مرد سے بواسطہ وکیل کہے "میں نے اپنے نفس کو تمہاری زوجیت میں دیا" مرد کہے "میں نے تمہیں قبول کیا" دو گواہ ان کلمات کو سن لیں، یہ لیجئے نکاح ہو گیا، اب خوب ایک دوسرے سے لطف صحبت اٹھائیں، نہ کوئی قانون اسے ناجائز بتائے، نہ دنیا تمدن میں اس سے کوئی فرق آئے، ان ہی دو بول کے سبب مرد نے تمام ذمہ داریوں کو قبول کرلیا اور عورت اب اس مرد کے ساتھ ایسا تعلق پیدا کر چکی کہ دوسرے کسی مرد کو اس قسم کا فائدہ حاصل کرنے کا کوئی حق نہیں رہا جس کے لیے اس نے اپنے آپ کو اس مرد کے سامنے پیش کر دیا" (بہار شباب، ص ۲۱)

☆ اس مرد کے ذمہ ہے کہ پکا پکایا کھانا کھلائے، سلا سلایا کپڑا پہنائے، بچہ پیدا ہو تو اس کے مصارف کا بار اٹھائے۔ عورت کا کام ہے کہ مرد کی اطاعت وفرمانبرداری کرے، اور اپنی محبت بھری دل لبھانے والی باتوں سے مرد کو ایسا رجھائے کہ وہ دوسری طرف مائل ہی نہ ہونے پائے، اسی پر عالم کے تمدن کا دارومدار، ایسا نہ ہو تو اولاد کا پلنا بڑھنا اور دنیا کا ترقی کرنا دشوار" .....(بہار شباب، ص ۲۱)

☆ "بے شک مرد وعورت میں مساوات ہے، اس طرح کہ نہ مرد، عورت پر زیادتی کرنے پائے، نہ عورت مرد کے حقوق میں خلل لائے، نہ اس طرح کہ مرد عورت بنے اور عورت مرد بن جائے، عورتیں بقاء وتحفظ نسل انسانی کی اس اہم خدمت کو چھوڑ کر پارلیمنٹ ومیونسپل بورڈ لوکل گورنمنٹ کے اسٹیج پر آئیں اور مرد زنانہ لباس زیب تن فرما کر گھر میں بیٹھ کر بچوں کی پرورش اور امور خانہ داری کی نگہداشت فرمائیں۔ اگر جنگ کے وقت میں کسی طرح جائز دیکھا جائے کہ دفتر کے کلرک، مدارس کے مدرس، کالج کے پروفیسر، مالیات کے افسر تو میدان جنگ میں توپ وتفنگ چلانے کی خدمت

پر بھیج دیئے جائیں دن رات کے مشاق نبرد آزما فوجی، سپاہی، قلم دوات سنبھال کر دفاتر ومدارس میں بیٹھا دیئے جائیں، تو یہ بھی جائز ہو سکتا ہے کہ مرد وعورت کے فرائض بدل جائیں، ورنہ ممکن ہے کہ عورتیں بال کاٹ کر مردوں کی سی صورت بنائیں، مرد داڑھی مونچھوں کو صاف کر کے مانگ پٹی میں مصروف ہو کر میدان عمل میں آئیں اور مرد خانہ داری کی خدمت بجا لائیں، لیکن یہ کیونکر ممکن ہے کہ مرد وعورت اپنے ان اعضاء و جوارح کی شکلوں اور صورتوں کو بدل دیں جن کے سبب ان دونوں میں قدرت نے امتیاز پیدا کیا اور اعضاء کی مناسبت سے ہر ایک کو ہمت اور حوصلہ دیا، عورتوں کو اپنے ان فرائض کی طرف سے بے توجہی، مردوں کی اس اخلاقی خرابی کی بڑی حد تک ذمہ داری ہے جس کے سبب دنیا میں بالعموم اور یورپ میں علی الخصوص تخم انسانی کی بربادی ہوتی جاتی ہے۔" (بہار شباب ص ۲۲)

☆ عیاش، عیش پرستی کے لیے نئے نئے طرز ایجاد کریں، نت نئی ادائیں اس ملاپ کے لیے نکالیں مگر عورت کی صحت، مرد کی عافیت اور تخم حیات کی خیریت وسلامتی کی صورت یہی اور فقط یہی ہے، حدیث مبارکہ میں صاف صاف بتا دیا کہ: لَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي أَدْبَارِهِنَّ (عورتوں کے ساتھ ان کی پیچھے کی شرم گاہ سے نہ ملو)۔

(بہار شباب ص ۲۳)

☆ عورتوں کے پاک ہونے کے بعد ملنے کا خاص وقت ہے، اس وقت مقاربت وصحبت نتیجہ خیز ہوگی، اطباء کی تحقیق بھی اس باب میں یہی ہے۔ بعض نے تین دن بتائے، بعض نے کچھ اور بڑھائے الغرض پاکی کا زمانہ تخم ریزی کا وقت ہے اور ناپاکی کے دنوں میں علیحدگی ضروری، مگر یہاں یہ ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ گندگی ایسی گندگی اور ناپاکی ایسی ناپاکی نہیں جس میں چھوت چھات شروع کر دی جائے اور ایک صاف ستھری پاکیزہ عورت کو ایسا ناپاک سمجھ لیا جائے کہ کوئی اس کے ہاتھ کی چیز بھی نہ کھائے، اس کو اپنے ساتھ کھانا بھی نہ کھلائے، نہیں نہیں وہ اس آزار میں مبتلا ہے تو نماز نہ پڑھے، قرآن کو ہاتھ نہ لگائے، اور مرد اس زمانہ میں قربت نہ کرے،

لطف صحبت نہ اٹھائے ، باقی ساتھ کھلائے پلائے بلکہ پاس لیٹے ، ایک چادر میں سلائے تو مضائقہ نہیں ، صرف اس بات کا خیال رہے کہ بے قابو نہ ہو جائے اور جس بات سے منع کیا گیا ہے اس میں نہ پھنس جائے۔ (بہار شباب، ص ۲۴)

☆ اب رہی وہ شکل کہ عورت کسی جائز رشتہ میں منسلک نہیں اگر پاک دامن ہے، عفیفہ ہے، باعصمت ہے، اور آج ہی کوئی مرد اس کی عزت و عصمت و عفت کو اپنی سیاہ کاری سے برباد کر رہا ہے یا وہ خود جوانی کے جنون میں گرفتار ہو کر اس زشت کاری کا شکار ہو رہی ہے تو!

ہوشیار آدمی کو لازم ہے کام کا پہلے سوچ لے انجام

اگر یہ بیج اپنے مقام پر پہنچ کر جم گیا ، پودا اگا ، پھل نکلا تو کیا یہ عورت اپنی اس بے بسی کی حالت میں اس کی تربیت کی ذمہ داری لے سکتی ہے ؟ اور کیا اس نمونہ کے ساتھ ہوتے ہوئے پھر کسی شریف و باحمیت مرد سے جائز تعلق پیدا کرنے کے لئے منہ رکھتی ہے ؟ اگر نہیں تو کیا یہ اس کو ضائع کرے گی ؟ اور ایک خون ، ایک قتل کی مرتکب بنے گی ؟ یقیناً ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ نالیوں میں پڑے جیتے جاگتے بچے کراہ کراہ کر پکار رہے ہیں کہ ہم ظالم مرد و عورت کے ظلم کا شکار ہو رہے ہیں ، ماں کی درد بھری آہیں سخت سے سخت کلیجے کو بھی تڑپا دیتی ہیں ، آہ ....! وہ گوشت کا ٹکڑا جو ابھی کچا پکا گرایا گیا ہے اگرچہ ابھی بے زبان ہے ، اس کی ہائے کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی مگر ان قاتل ظالم ، مرد ، عورت پر لعنت کر رہا ہے ، جنہوں نے اس پر آفت ڈھائی۔

(بہار شباب، ص ۲۷)

☆ دنیا کی تمام مہذب ہی نہیں غیر مہذب قوموں میں انسان کا قتل کرنا اور اس کی جان لینا ایک اشد شدید جرم قرار دیا جاتا ہے اور جس وقت سے دنیا میں قانون کی بنیاد رکھی گئی قاتل کی سزا قتل ہی قرار پائی۔ اس قتل میں بچہ ، جوان ، بوڑھا ، عورت ، مرد سب برابر کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے کہ قتل حقیقتاً سوسائٹی کے ایک فرد کی جان لے

کر عالم انسانیت پر ظلم کر رہا ہے۔ پس جب قاتل میں بوڑھا بچہ سب برابر تو دو دن کا بچہ بلکہ ابھی ابھی دنیا کے پردہ پر قدم رکھنے والا بچہ بلکہ رحم مادر کے محفوظ کمرے میں آرام کرنے والا وہ نونہال بلکہ صلب پدر کی خوشنما کیاریوں میں اچھلنے کودنے والا ، وہ مادہ جو کل کو انسانی شکل اختیار کر کے ایک بہترین قابل دماغ لے کر جج کی کرسی پر بیٹھنے والا ہو سکتا ہو ، اس کو خاک میں ملانے والا ، اس کو برباد کرنے والا ، اس کو زہر دے کر ہلاک کرنے والا ، اس کو زمین میں دفن کرنے والا ، بربادی کے لیے جنگل اور نالیوں میں ڈوبنے والا کس اصول کے مطابق مجرم قتل نہ قرار دیا جائے ؟ اور کیوں نہ وہی سزا پائے جو ایک مجرم قتل کو دی جاتی ہے؟ اگر ایک آدمی نے قتل کیا وہ ایک مجرم ، اگر دو نے مل کر یہ جرم انجام دیا تو وہ دونوں مجرم و ملزم ، پس وہ عورت مرد جو اس انمول ہیرے کو پانی کے مول بہا کر ضائع یا اپنے نفسانی ذوق کے لیے تھوڑی دیر مزا اڑانے کی خاطر ایک انسانی جان کا اس طرح خون کر رہے ہیں ، کیوں اس جرم سے بری سمجھے جائیں ؟ اور کہاں کا انصاف اور کون سا عدل ہے کہ ان کو کوئی سزا بھی نہ دی جائے بلکہ یہ جرم ، جرم ہی قرار نہ دیا جائے ؟ (بہار شباب، ص ۲۹)

☆ یہی زنا ہے جو آج تہذیب کی مدعی حکومت کے نزدیک جرم ہی نہیں بلکہ اس لوٹ مار قتل و غارت کا نام رکھا جاتا ہے آزادی ، اگر آزادی کا یہی مفہوم صحیح ہے تو چوروں کو ، ڈاکوؤں کو ، لٹیروں کو ، کیا وجہ ہے کہ آزادی نہیں دی جاتی ، یہ اپنے حظ نفس کے تحت ویسا کرتے ہیں تو وہ بھی اپنی حظ نفس ہی کے لیے سب کچھ کر رہے ہیں۔ قیدیوں کو قید خانہ میں بھی چوری کے جرم کی خرابیاں سمجھانے کے لیے مبلغین بھیجے جائیں لیکن کبھی اس جرم کے انسداد کے لیے بھی کوئی مبلغ بازاروں اور گلی کوچوں میں پہنچا ، جب جرم جرم ہی نہ سمجھا جائے تو پھر ان امور کا کیا شکوہ ؟ (بہار شباب ، ص ۳۱)

☆ رب العالمین اپنی مخلوق کی تربیت کے لیے جس رؤف و رحیم ، مبلغ دین قویم ، رسول کریم ﷺ کو مبعوث فرماتا ہے۔ وہ دیکھو کس محبت کے ساتھ فرماتے ہیں:

"يَامَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَ

مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ" ترجمہ: اے (مرد و عورت) جوانوں کے گروہ! تم میں سے جس کسی میں جماع کی قوت ہو، اسے چاہیے کہ نکاح کرے، یہ نظر کو بھی محفوظ رکھے گا اور شرمگاہ کی بھی حفاظت کرے گا۔ جس میں نکاح کی طاقت نہ ہو پس اسے چاہیے کہ روزہ رکھا کرے کیونکہ یہ اس کا علاج ہے۔

☆ پھر تحریص کے لیے ارشاد ہوتا ہے:

"يَا شَبَابَ قُرَيْشٍ لَا تَزْنُوا أَلَا مَنْ حَفِظَ فَرْجَهُ فَلَهُ الْجَنَّةُ"

ترجمہ: اے قریش کے نوجوانو! زنا نہ کرنا، خبردار جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اسے جنت ملے گی۔ پھر ترغیب کے لئے فرماتے ہیں:

مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَنْظُرُ إِلَى مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ غَضَّ بَصَرَهُ إِلَّا أَحْدَثَ اللهُ لَهُ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا

ترجمہ: کسی مسلمان کی نظر اتفاقی طور پر ایک بار کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑتی ہے اور پھر وہ اپنی آنکھیں اس کے حسن سے بچا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسی عبادت کی کیفیت ظاہر فرما دیتا ہے جس کا وہ مزہ پاتا ہے۔ اس تحریص و ترغیب کے بعد تہدید و تنبیہ و تخویف دیکھو! آج دنیا نے "زنا" کو بہت معمولی چیز سمجھ لیا اس کو ایسا نظر انداز کیا جانے لگا گویا یہ کوئی بری بات ہی نہیں، حالانکہ حدیث صحیح میں ارشاد ہے کہ:

"مَا مِنْ ذَنْبٍ بَعْدَ الشِّرْكِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ مِنْ نُّطْفَةٍ وَضَعَهَا رَجُلٌ فِي رَحِمٍ لَا يَحِلُّ لَهُ"

ترجمہ: شرک کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس گناہ سے بڑا کوئی گناہ ہی نہیں کہ ایک شخص اپنے مادہ مخصوص کو کسی عورت کے محل مخصوص میں پہنچائے جو اس کے لیے حلال نہیں۔ (بہار شباب، ص۳۴)

☆ یہ تمام احکام مرد و عورت سب کے لیے یکساں، بیشک وہ مرد جو اس دولت بے بہا کو برباد کرتا اور نامہ اعمال کو گناہ کی سیاہی سے کالا بناتا ہے، سزا کا مستحق ہے،

عذاب کے قابل ہے، اس کے چہرے پر پھٹکار برسے، فقیری و مصیبت میں مبتلا ہو دنیا و آخرت دونوں میں رو سیاہ ہو اسی طرح وہ عورت جو اپنی عفت و عصمت جیسی بیش قیمت چیز کو چند لمحہ کی ناپائیدار لذت کے سبب خاک میں ملا کر عمر بھر کے لیے کلنک کا ٹیکہ اپنے ماتھے پر لگائے یقیناً سخت سزا کی سزاوار، عذاب خداوندی میں گرفتار، نہ دنیا میں کوئی غیرت والا، عزت والا مرد ایسی بے غیرت و بے حیا کا خریدار، نہ آخرت میں اس کی طرف نظر کرم پروردگار۔ (بہار شباب، ص۳۵)

☆ وہ بازاری فاحشہ عورتیں جنھوں نے حیاء و شرم کے نقاب کو اٹھایا۔ پہلے ہی بے غیرتی کے پشواز کو پہنا، وہ یقیناً انسانی سوسائٹی کے لیے وہ ناپاک کیڑے ہیں جو پلیگ اور ہیضہ کے کیڑوں سے زیادہ دنیا کے لیے خطرناک ہیں۔ عالم کا کوئی طبیب زمانہ کا کوئی ڈاکٹر، اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ مختلف انسانوں کے ملنے کے سبب عورت اپنے جوہر عفت و عصمت ہی کو نہیں کھوتی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ صحت جیسی بیش قیمت دولت کو خیرباد کہتی ہے۔ طاعون و ہیضہ کا مرض اس قدر پھیلتا ہو یا نہ پھیلتا ہو لیکن وہ ناپاک متعدی امراض جو انسانی زندگی کو ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد کر رہے ہیں یقیناً ایسے ہی چشمہ امراض سے سیرابی کا نتیجہ ہے! (بہار شباب، ص۳۶)

☆ پیارے نوخیز نوجوانو! تمھیں اپنی ابھرتی ہوئی جوانی کا صدقہ، سنبھلنا، بچنا، ہوشیار رہنا، دیکھو دیکھو! اس گلی میں قدم بھی نہ رکھنا، جہاں تمہاری جوانی کے چور بستے ہیں تمہاری عمر بھر کی کمائی برباد ہوگی، سخت ناپاک امراض کی مزید سزا ملے گی، خدا کے دربار میں روسیاہ اور دنیا کی آنکھوں میں بے قدری، عمر بھر کے لیے صحت سے مایوس، عافیت، آرام اور چین کی زندگی خواب و خیال ہو جائے گی، عقل والے انسان کا کام ہے کہ دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔ (بہار شباب، ص۳۸)

پیارے عزیزو! بازاری عورتیں بھی وہی برہما کی پنھی ہیں، پوڈر اور سرمہ پر نہ بہنا، بالوں کی بناوٹ اور پشواز کی سجاوٹ پر نہ ریجھنا، یہ وہی سرپوش دار طشتری ہے جس میں مختلف مزاج والے انسانوں کے ہاتھ پڑ چکے ہیں اور مختلف قسم کے عادوں نے

ایک جگہ مل کر اس کے مزاج کو بدل کر اس قدر سڑا دیا ہے اور ایسے باریک باریک کیڑوں کو جو دیکھنے میں نہیں آتے، اس میں پیدا کر دیا ہے کہ تم اس کے پاس گئے اور انہوں نے ڈنگ مارا بہر حال یہ ایسا ناگ ہے جس کا سانس بھی نہیں لیتا، ایک وقت کی ذرا سی لذت پر اپنی عمر بھر کی دولت آرام وراحت، تندرستی وصحت اور عیش وعشرت کو کھو بیٹھنا۔

نہ لائق بود عیش باد لبرے — کہ ہر بامداش شوہرے

(بہار شباب، ص ۳۹)

☆ بازاری پیشہ ور عورتیں ناراض ہوں گی کہ ہم نے انہیں کیا کچھ کہا، وہ ہمیں گالیاں دیں گی کہ ہم نے ان کی روزی کو تباہ کرنے کا سامان کیا لیکن انہیں بتایا جائے کہ ہم نے ان سے جو کچھ کہا ان کے بھلے کے لیے کہا۔ اب ہم انہیں سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ! اے اللہ کی بندیو! تم انسان ہو، انسان کی طرح پیدا ہوئی ہو، قدرت نے تم کو عقل دی اور سمجھ دی اور اس عقل وسمجھ کے سبب اور جانداروں پر فضیلت دی، انسان کو جان ومال اور اولاد پیاری ضرور ہوتی ہے مگر زیادہ سمجھدار شریف الطبع انسان وہ کہا جاتا ہے جس کو ان تینوں کے مقابلہ میں عزت پیاری ہو۔ کتنے بہادر جو جان پر کھیل جائیں، مال لٹائیں، اولاد کی پرواہ نہ کریں لیکن اپنی عزت پر حرف نہ آنے دیں۔ کیا تم نے اس دنیا میں آنے سے پہلے عزت والے باپ کی پشت میں تربیت پائی ہے؟ اگر ایسا ہے تو کیا تم بھی اس کی قائل ہو اور عزت کی اپنی نظر میں کوئی قدر وقیمت سمجھتی ہو؟ اگر ایسا ہے تو کیا تم نے کبھی سوچا، کبھی غور کیا کہ آج سوسائٹی میں تمہاری کیا عزت ہے؟ سوسائٹی سے مراد اپنی قوم کا محدود دائرہ نہ لینا، دنیا میں نظر دوڑاؤ اور اپنی جگہ تلاش کرو۔ آج مانا کہ بڑے بڑے راجہ بھی تم پر نثاری کے دعوے کرتے ہیں، تم کو ان کے برابر بیٹھنے کا نہیں بلکہ لیٹنے کا بھی موقع ملتا ہے مگر کیا تم سچے دل سے کہہ سکتی ہو کہ تم کو وہ عزت حاصل ہے جو ایک غریب، مفلس، پاک دامن بی بی کو حاصل ہوتی ہے؟ نہیں اور ہر گز نہیں۔ (بہار شباب، ص ۴۰)

☆ پھر درمیانی راہ یا سب کے لیے قابل عمل طریقے یا دین عومی کیا ہو سکتا ہے؟

کائنات کا ذرہ ذرہ، پتہ پتہ جہاں زبان حال سے یہ گواہی دے رہا ہے کہ اس تمام نظام کا وجود میں لانے والا ایک حکیم، علیم، مدبر، قادر مطلق ہے اور ضرور ہے جو عدم سے موجود میں لانے والا خالق ہی نہیں بلکہ تربیت دینے والا اور ابتدائی وجود سے اٹھا کر ہر آن ہر لحظہ ہر قسم کی ضروریات بہم پہنچا کر انتہائی معراج کمال تک پہنچانے والا رب العالمین ہے۔ اور وہ بھی یکتا، نہ کوئی اس کا ساجھی نہ کسی اعتبار سے اس کا شریک، وحدہ لاشریک لہ، وہاں ہر مخلوق کی صورت حال اس امر کی بھی شاہد ہے کہ وہ کسی انسان کے کام آرہی ہے۔ بس جب تمام کائنات انسان کے لیے ہے تو انسان تو ساری مخلوق سے خدمت لیتا ہے۔ خود کو اس کے لیے ہونا چاہیے جو سب مخلوق کا خالق، سارے جہاں اور انسان کا بھی مالک۔ (علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی، احکام رمضان، ص ۹)

☆ کھانا، پینا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا یہاں تک کہ ازدواجی تعلقات قائم کرنا سب کو دین کا لقب دیا گیا زندگی کے پورے لائحہ عمل کا نام ہی اسلام رکھا گیا، یہ نکتہ ایک ذرا سے اشارہ میں سمجھایا گیا کہ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے)۔ (احکام رمضان، ص ۱۱)

☆ ہر مذہب وملت میں خدا کی عبادت کے طریقوں کے لیے ریاضت کو ایسا لازم بتایا گیا کہ عرفان اور پہچان کا دروازہ کھلتا ہی نہیں جب تک تکلیفیں اٹھانے اور مشقتیں جھیلنے کی سخت سے سخت راہوں سے نہ گزر لیا جائے۔ تم کسی کو کانٹوں پر لیٹا، برسوں بنا سپتی پر گزرتا دیکھتے ہو، کسی کو بیوی بچوں کو الگ تھلگ صلیب گلے میں ڈال کر گرجا کی چار دیواری میں مفید پاتے ہو، یہ سب کچھ کیوں؟ کہنے کے لیے تو صرف اسی غرض سے کہ خدا ملے، اور اس کی راہ ہاتھ لگے، نفسانی وشہوانی جذبات وخواہشات مٹیں اور روحانیت کو ترقی ہو۔ ایسا کرنے سے یہ ہو گا یا نہیں؟ اسے خدا جانے مگر قربان جائیے اس رسول عربی فداہ امی وابی ﷺ کے جنہوں نے سب تکلیفوں سے بچایا، سب مشقتوں سے چھڑایا لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ (اسلام میں بیوی بچوں سے الگ تھلگ

ہونے کا تصور نہیں ہے)۔ (احکام رمضان، ص۱۵)

☆ نفس کی خواہشات کا خلاصہ ہے کھانا، پینا اور ہم بستر ہونا، صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی اس سے کہہ دو کہ بس آرام کرو، صبر کرو، ٹھہر جاؤ، غروب آفتاب کے بعد سے سب کچھ دے دیں گے، اتنی دیر کی بات ہی کیا ہے۔ ایک مرتبہ پوری ہمت، استقلال و جرأت کے ساتھ شفقت آمیز تنبیہ کے لہجے میں کہہ دیا۔

مادی معلومات رکھنے والے آلات و وسائل کام میں لاتے، حساب لگاتے، قیاس آرائی فرماتے اور اپنی تجربہ ماضی کی بناء پر اس موسم بہار کی خبریں سناتے اور ترانے گاتے ہیں۔ رحمت الٰہی بارش کی صورت میں جلوہ نما ہو، ظاہری آنکھیں اسے دیکھیں، روحانی برکتیں، روحانی رحمتیں، گناہوں کی مغفرت، عذاب سے نجات، جنت کی بشارت اور قلب و روح کی طمانیت کی شکل میں جب نمودار ہوں، روحانی آنکھیں ہی انہیں دیکھ سکتی اور معلومات روحانی رکھنے والے ہی ان کے نزول کے اوقات جان سکتے ہیں۔ (احکام رمضان، ص۱۸)

☆ جسم میں بگاڑ زیادہ تر معدہ کی خرابی سے نمودار ہوتا ہے، اطباء کے نزدیک معدہ ہی اکثر بیماریوں کی جڑ ہے۔ معدہ کیوں خراب ہوتا ہے؟ غذا کی مقدار زیادہ یا غذا ثقیل ہو، معدہ پر ہضم کا بار اس کی قوت سے زائد پڑ جائے۔ سال کے گیارہ مہینے مسلسل ایسی حالت میں گزریں کہ غذا خوب اچھی پیٹ بھر کر کھائی جائے، پھر وہ بسا اوقات ثقیل بھی ہو، یقیناً معدہ پر بار آور یہ بھی نہ سہی بارہ مہینے لگاتار لیل و نہار معدہ سر گرم کار رہے، ضعف آنا لازم، مکان ہونا ضروری، دماغ ہر وقت سوچتا رہے، تھک جائے گا، ہاتھ ہر وقت چلتا رہے، کام کرتا رہے، تھکان و کمزوری محسوس کرے گا۔ یہی جسم کے ہر پردہ کا اسی طرح معدہ بھی ہمیشہ کام کرتا رہے، اسے آرام نہ ملے، یقیناً کمزور ہو گا اور ضرور ہو گا۔ اس کی درستی کی آسان ترکیب یہ کہ اور مہینوں میں کم از کم تین ۱۳، ۱۴، ۱۵ قمری تاریخوں میں دن کے وقت اسی اصول کے مطابق روزہ رکھیں اور اسے قدرے آرام دیں۔ (احکام رمضان، ص۳۹)

☆ پیٹ بھرے سرمایہ دار، یا آسودہ حال برسرکار جو لیل و نہار تن پرستی میں گرفتار ہیں، مزدور، فقراء، غرباء، مفلس و نادار کے حال سے خبردار نہیں روزہ انہیں بتائے گا کہ بھوک میں کیا گزرتی ہے۔ انہیں کچھ پتہ چلے گا کہ ہماری برادری کے دوسرے بھائی کس حال میں ہیں، شاید یہ احساس ہی ان کو بیدار کر دے اور وہ قوم و ملت کی اقتصادی حالت کی درستی اور غرباء پروری کی جانب متوجہ ہوں اور اہل ملک اور برادران ملت کو جو یقیناً جسم واحد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بلیات و آفات سے بچائیں اور خود آدمی کہے جانے کے مستحق بن جائیں کہ

تو کز محنت دیگراں بے غمی — نشاید کہ نامت نہند آدمی

(احکام رمضان، ص۴۵)

☆ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہمارے رسول ﷺ ایک گاؤں میں تشریف لے گئے، گاؤں کی ایک عورت نے جب سنا تو آپ کو آزمانے اور یہ دیکھنے کے لیے کہ آپ خدا کے کیسے پیارے ہیں؟ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس عورت کی گود میں ایک دودھ پیتا ہوا بچہ تھا جس نے ابھی بولنا نہ سیکھا تھا، وہ اس بچہ کو لیے ہوئے حضور کے سامنے پہنچی، بچہ نے اس کی گود سے سر نکالا اور!

گفت کودک سلام اللہ علیک — یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ جِئْنَا اِلَیْکَ

(شیخ الاسلام حضرت علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی، ذکر حبیب، ص۹)

☆ درخت اور لکڑی ہی نہیں، پتھر بھی حضور کا کلمہ پڑھتے، حضور ﷺ کو سلام کرتے، امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے مکان کی دیوار کا ایک پتھر ہمارے حضور ﷺ کے ساتھ اس قدر محبت رکھتا تھا کہ جب کبھی حضرت اس گلی سے گزرتے تو وہ پتھر حضور ﷺ کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ سلام عرض کیا کرتا، حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس پتھر کو اچھی طرح پہچانتا ہوں، ہم جب کبھی اپنے بچپن میں اس طرف سے گزرتے تھے تو وہ ہم کو سلام کہا کرتا تھا۔ (ذکر حبیب، ص۱۴)

☆ جو کوئی کسی مشکل میں مبتلا ہو اول وضو کرے، دو رکعت نماز پڑھے سلام

پھیرنے کے بعد درود شریف پڑھ کر کھڑے ہو کر گیارہ قدم بغداد کی جانب چلے۔ یہاں ہندوستان میں قبلہ کے رخ سے ذرا دائیں ہاتھ کی جانب ہے اور ہر قدم پر یوں کہے: یَا شَیْخَ عَبْدَالْقَادِرِ الْجِیْلَانِیْ شَیْئًا لِلّٰہِ (کہ اے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے مجھے خدا سے دلوایے) گیارہ قدم پورے کر کے کھڑے کھڑے دعا مانگے تو انشاء اللہ تعالٰی جو حاجت ہو پوری ہو جائے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ہندو، پارسی، عیسائی، یہودی اگرچہ زبانوں سے یوں کہتے ہیں کہ وہ خدا کو مانتے ہیں لیکن وہ بے ایمان ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالٰی نے جن کو اپنا پیارا رسول اور نبیوں اور رسولوں کا سردار اور آخری نبی ﷺ بنا کر بھیجا یعنی حضرت محمد ﷺ، وہ انہیں نہیں مانتے اگر خدا کو مانتے تو اس کے پیارے پیغمبر کو بھی ضرور مانتے۔ (ذکر حبیب، ص ۴۴)

☆ انسان کے وجود میں دو چیزیں ہیں ایک جسم دوسری روح، جس طرح جسم کو غذاؤں کی ضرورت ہے اسی طرح روح کو بھی غذا کی حاجت، جسم کی غذا مختلف قسم کا کھانا جس کا مزا سب سے پہلے زبان کو ملتا ہے، اسی طرح روح کی غذا خدا کی عبادت اور خدا کا ذکر۔

☆ مال کی محبت بھی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو خدا کی یاد سے غافل کرتی ہے مگر اس کی ضرورت ظاہر، اس لیے ایک طرف ہمارے دین میں مال جمع کرنے کی اجازت دی گئی ہے بلکہ نبی کریم ﷺ نے "اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ" (روزی کمانے والا خدا کا دوست ہے) فرما کر دولت کمانے کا حکم سنایا مگر دوسری طرف مال کی محبت میں گرفتاری سے بچنے کے لیے زکوٰۃ کی فرضیت کا اعلان فرمایا۔ (ذکر حبیب، ص ۴۴)

☆ یہاں سے اندازہ کرو کہ ماں باپ کی ناراضی، کس قدر سخت عذاب میں مبتلا کرنے والی ہے اور ان کی رضامندی عذاب سے چھوڑانے والی، پھر یہ بھی غور کرو کہ والدین کو اپنی اولاد سے کس قدر محبت ہوتی ہے اور یہ بھی سوچو کہ ماں باپ کو جس قدر محبت ہوتی ہے، ہمارے آقا و مولا محمد رسول اللہ ﷺ کو اس سے کہیں زیادہ ہم سے محبت ہے اور اللہ تعالٰی کو اس سے بھی زیادہ محبت۔ (ذکر حبیب، ص ۵۳)

☆ دس برس کی عمر کے بعد نہ ماں اپنے پاس سلائیں نہ کسی اور بچہ کو اس کے پاس سونے دیں بلکہ بالکل علیحدہ رکھیں جب جوان ہو جائے تو اپنے خاندان اور کفو میں حسب و نسب اور دینداری کا سب سے پہلے خیال رکھتے ہوئے شادی کر دے۔ اپنی زندگی ہی میں خیال رکھے کہ مرنے کے بعد ان کے لیے کم از کم اتنا سامان چھوڑ جائے کہ وہ کسی کے محتاج نہ ہوں۔ (ذکر حبیب، ص ۵۲)

☆ وہ نبیوں کے نبی ﷺ وہ رسولوں کے رسول ﷺ، اب صورت جسمانی اختیار فرما کر رونق افزائے عالم ہوئے ہیں جن کے ذکر ولادت کی محفل خود خالق عالم نے عالم ارواح میں منعقد فرمائی، اس میں حاضری کی سعادت ارواح انبیاء و مرسلین نے پائی، وہیں ان سے ان پر ایمان ان کی تصدیق کا وعدہ لیا۔ خود مالک عالم نے ان کی ختم نبوت پر اپنی شہادت کی مہر لگائی، انبیاء و مرسلین نے اس وعدہ کو پورا کرتے ہوئے اپنے اپنے دور میں ان کی آمد آمد کی خبر سنائی، ان کی شان و عظمت بیان فرمائی۔
(ذکر حبیب، ص ۶۰)

☆ بڑھئی نے میز کرسی، سنار نے زیور، معمار نے مکان کیوں بنایا؟ اس لیے کہ کرسی پر بیٹھو، زیور اس لیے کہ پہنو، مکان اس لیے کہ اس میں رہو۔ اسی طرح اس زبردست حکمت والے کاریگر، تمام عالم کے بنانے والے رب اکبر جل جلالہ نے اس عالم اور اسکی کسی چیز کو بھی بے کار اور نکما نہیں بنایا۔ (ذکر حبیب، ص ۷۸)

☆ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے جنگل میں آگ لگی، جنگل جلاتے جلاتے آگ مدینہ کی بستی کے قریب پہنچی، شہر والے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربار میں فریاد لائے۔ حضرت نے فرمایا: جاؤ آگ کے سامنے جا کر کہہ دو کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی بستی ہے۔ اے آگ! خبردار! آگے نہ بڑھ، لوٹ جا۔ اس حکم کا پانا تھا کہ آگ بجھ گئی اور بستی بچ گئی۔ (ذکر حبیب، ص ۹۷)

☆ اب اس یاد کی کیفیت پر غور کیجیے ذکر، ذاکر، مذکور، یاد (یاد کرنے والا جس کی یاد کی جائے) تین چیزیں ہیں۔ ابتدائی دور میں ہم کسی کو یاد کرنا چاہتے ہیں مگر غیر

کی یاد درمیان میں آتی ہے، دل کو اپنی طرف لگاتی ہے اور اس یاد کو بھلاتی ہے، یہ وہ درجہ ہے کہ ذاکر (یاد کرنے والا) ذکر (یاد) پر غالب آنا چاہتا ہے، ضرورت یہ ہے کہ یہ کوشش جاری رہے، آرام طلب نفس ہزار روکے، وہ کچھ منع کرے، وسوسے اور خطرے کتنے ہی کیوں نہ آئیں، دنیا کی دلچسپیاں کتنا ہی کیوں نہ رجھائیں اور اپنے اندر پھنسائیں، ہم باز نہ آئیں یادِ محبوب کیے جائیں۔ (ذکر حبیب، ص ۱۲۴)

☆ انعقادِ محفل میلاد میں اسی صفت الٰہی پر عمل ہے، یہی عمل بے عملوں کو باعمل، عاملوں کو کامل، کاملوں کو اکمل بنانے اور حاضری دربار پر انوار کی کیفیت قلب پر طاری کرنے میں بے حد نافع و مجرب و احسن و اجمل ہے۔ (ذکر حبیب، ص ۱۲۸)

رفعتِ رحمتِ کبریا دیکھیے

بارگاہِ نبوی ﷺ میں گل ہائے عقیدت

رفعتِ رحمتِ کبریا دیکھیے — چہرہ والضحیٰ دل رُبا دیکھیے
لائی بادِ صبا، بوئے شاہِ زمن — جلوہ احمد مجتبیٰ ﷺ دیکھیے
شہر طیبہ میں ہر اک کے دل کی صدا — مصطفیٰ، مصطفیٰ، مصطفیٰ ﷺ دیکھیے
وہ ہیں شمس الضحیٰ وہ ہیں بدر الدجیٰ — نور انوار نور الہدیٰ دیکھیے
چارسوان کے جلوے ہیں پھیلے ہوئے — روئے انور پہ جھومر سجا دیکھیے
بزم اقراء میں جبریل کی گفتگو — شہر مکہ میں غار حرا دیکھیے
یہ ہے سدرہ نشیں اور وہ رب کے قریں — شب اسراء کا پردہ اٹھا دیکھیے
ہیں صحابہ ستارے، قمر آپ ہیں — قدس میں مقتدی، مقتداء دیکھیے
میرے آقا کے خادم شہنشاہِ کل — مظہر مصطفیٰ ﷺ، مرتضیٰ دیکھیے
جو بھی دیکھے تجھے بس وہ کہتا رہے — صورت مصطفیٰ ﷺ حق نما دیکھیے
آپ کے جد اعلیٰ کا فیضان ہے — آبِ زمزم پہ یہ جھمکتا دیکھیے
میں ہوں خادم ترا اور تری آل کا — شہر طیبہ میں مجھ کو بلا دیکھیے
ہے مری یہ دعا اور یہی التجا — اپنی امت کو خیر الوریٰ ﷺ دیکھیے
قادری ہی نہیں تیرا مدح سرا — بو حنیفہ و غوث و رضا دیکھیے

نتیجہ فکر: محمد محبوب الرسول قادری

رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل پاک باز

حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری ☆

مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی ابن مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھی (المتوفی ۱۹۵۴ء) ابن مبلغ اسلام مولانا عبدالحکیم جوش صدیقی قادری میرٹھی (المتوفی ۱۸۹۸ء/۱۳۲۲ھ) میرٹھ، بھارت میں ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ/۳۱ مارچ ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۸ سال کی عمر شریفہ میں قرآن کریم مع تجوید حفظ کر لیا تھا اور ۱۱ سال کی عمر سے مسلسل ۲۰۰۳ء/۱۴۲۴ھ تک تراویح میں قرآن شریف سناتے رہے۔ آپ نے شہر کراچی کے علاقے برنس روڈ کی جامع مسجد "جناح" میں مسلسل ۵۰ سال تراویح میں قرآن شریف سنایا۔ مولانا نورانی نے قرآن کی تعلیم کے بعد شہر میرٹھ کے نیشنل عربک کالج سے گریجویشن کیا اور پھر مدرسہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ سے سند فراغت حاصل کی۔ آپ نے دورۂ حدیث اس زمانے کے ممتاز ترین مدرسہ اور شیخ الحدیث مولانا غلام جیلانی میرٹھی المعروف بہ صدر صاحب (المتوفی ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ/ ۸ مئی ۱۹۷۳ء) سے مکمل فرمایا۔ اپنے والد ماجد سے بیعت بہ سلسلہ قادری حاصل کی اور والد ماجد سمیت کئی ممتاز پاک و ہند عرب و عجم کے مشائخ عظام سے خلافت و اجازت حاصل کی اور پھر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں ہزاروں لوگوں کو داخل فرمایا اور ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف بہ سلام فرمایا۔

مولانا نورانی ۱۹۵۰ء کی دہائی کے اوائل میں ہی پاکستان تشریف لے آئے اور اپنے والد ماجد کے ۱۹۵۴ء میں اچانک انتقال کے باعث عالمی تبلیغ کی ذمہ داریاں سنبھال لی جو زندگی کے آخری سال تک جاری رہی۔ آپ نے اس ۵۰ سالہ تبلیغی مشن کے دوران دنیا کے تمام براعظموں اور لگ بھگ دنیا کے تمام ملکوں اور سینکڑوں بیرون

☆ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ریگل چوک رضا مینشن کراچی

ملک شہروں میں جا کر اسلام کے پیغام کو پہنچا دیا اور دنیا کی ۱۷ زبانوں میں اسلام کے پیغام کو عام کر کے ۴۰ ہزار سے زیادہ قادیانیوں کو مشرف بہ اسلام کیا اور ایک لاکھ سے زیادہ غیر مسلموں کو اسلام کی راہ سے ہمکنار کروایا۔

مولانا نورانی نے تبلیغی دوروں کے دوران دنیا کے مختلف شہروں میں سینکڑوں مساجد اور درجنوں مدارس قائم فرمائے۔ آپ ۱۹۷۶ء میں برطانیہ میں منعقد ہونے والے عالمی اسلامی کانفرنس میں ورلڈ اسلامک مشن کے صدر منتخب ہوئے اور اپنی حیات تک وہ اس کے صدر رہے اس دوران آپ اپنے والد ماجد کے لگائے ہوئے پودے کو بھرپور پروان چڑھانے میں اپنی تمام تر توانائی اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائے اور پوری دنیا میں آپ ایک ممتاز "عالمی مبلغ اسلام" اور "سفیر اسلام" کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔

مولانا نورانی نے پاکستان میں قیام کے دوران ۱۹۵۳ء تا ۲۰۰۳ء پورے ۵۰ سال گزارے اور اس ملک کی سیاست میں بھرپور حصہ لیا اور اپنا کردار ادا کیا۔ اس نصف صدی کی ملکی سیاست میں آپ کی گراں قدر خدمات ہیں جس پر میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف ایک بھرپور Ph.D کا مقالہ لکھا جاسکتا ہے بلکہ کئی مقالہ جات مختلف جہتوں سے لکھے جاسکتے ہیں یہاں صرف اختصار کے ساتھ چند اہم بنیادی کارناموں کا ذکر کیا جارہا ہے ملاحظہ کیجئے۔

۱۹۵۳ء...... میں تحریک ختم نبوت اور ۱۹۵۶ء میں تدوین دستور کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

۱۹۶۸ء...... میں باقاعدہ سیاست میں آئے اور J U P (سن تاسیس ۱۹۴۸ء) کی از سر نو تنظیم میں بنیادی کردار ادا کیا۔

۱۹۷۰ء...... کے الیکشن میں کراچی سے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا اور بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔

۱۹۷۲ء...... میں پہلی مرتبہ قومی اسمبلی میں فتنہ مرزائیت کے خلاف مکمل کر اور تفصیلی تقریر فرمائی۔

۱۹۷۳ء...... میں آپ JUP کے ملتان کے مرکزی اجلاس میں صدر منتخب ہوئے۔

۱۹۷۳ء ...... میں پیپلز پارٹی کی حکومت کے خلاف اپوزیشن کا متحدہ جمہوری محاذ کا قیام عمل میں لائے۔

۱۹۷۳ء...... میں ۳۰ جون کے قومی اسمبلی کے اجلاس میں قادیانیوں اور لاہوری گروپ کو غیر مسلم قرار دینے میں نہ صرف پیش پیش رہے بلکہ اس مسودہ کی تیاری میں کلیدی کردار ادا کیا آپ کے ساتھ اس وقت قومی اسمبلی میں علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری (۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء) اور سینئر مولانا مفتی محمد ظفر علی نعمانی صاحب (م۔۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء) بھی پیش پیش تھے۔

مولانا نورانی اور ان کے ہم مسلک رفقاء نے اس مسودہ میں مسلمان کی تعریف کے جو الفاظ لکھے وہ ملاحظہ کیجئے۔

"مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہر لحاظ سے آخری نبی مانتا ہو"

مولانا نورانی صاحب کے اس عظیم کارنامہ پر تاریخ برصغیر قیامت تک ان کو "امام تحریک اور دافع فتنہ قادیانیت" کے خطاب سے یاد کرتی رہے گی، اس عظیم خدمت کا اعجاز اور برکات نہیں کہ آقا و مولیٰ نبی آخر الزماں ﷺ کے اس غلام مرد مجاہد کو دنیا کے کسی خطہ میں بھی کوئی قادیانی کوئی زک نہ پہنچا سکا جبکہ ملک سمیت دنیا کے ہر گوشے میں آپ بغیر کسی مسلح محافظ کے ۴۰ سال قادیانیوں کے خلاف مہم چلاتے رہے۔

۱۹۷۵ء...... میں ورلڈ اسلامک مشن کے وفد کے ہمراہ جن میں مولانا عبدالستار خان نیازی (م۔۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء) سید شاہ فرید الحق اور علامہ ارشد القادری (المتوفی ۱۵ صفر

المظفر ۱۴۲۳ھ/۲۹ اپریل ۲۰۰۲ء) شامل تھے دنیا کا طویل ترین تبلیغی دورہ کیا۔ اس دورے میں سوائے آسٹریلیا کے بقیہ تمام براعظموں کے مختلف ممالک میں تشریف لے گئے اور ایک لاکھ میل سے بھی زیادہ سفر فرمایا اس دوران ۶۰۰ سے زیادہ تقاریر مختلف زبانوں میں فرمائیں اور ہزاروں لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔

۱۹۷۶...... میں تحریک نظامِ مصطفےٰ ﷺ کے قیام کے سلسلہ میں پورے ملک کا طوفانی دورہ کیا اور اس کو مقبول فرمایا۔ اس دوران آپ پر قاتلانہ حملہ بھی کیا گیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا ملک میں شریعتی نظام کے قیام کی جدوجہد میں آپ نے قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۸ء...... مارشل لاء کا دور تھا اس پورے دور میں آپ نے صدر ضیاء الحق کی ڈکٹیٹر شپ کا بھرپور مقابلہ کیا اور جمہوریت کی بحالی کے لئے ملک کی سیاست میں اہم کردار ادا کیا۔

۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۹ء...... آپ نے پارلیمنٹ سے باہر رہ کر جمہوریت کے فروغ کے لئے JUP اور مختلف محاذوں کے ساتھ مل کر اہم اور تاریخی خدمات انجام دیں۔

۱۹۹۹ء تا ۲۰۰۳ء...... نیم مارشل لاء کے خلاف اور آئین کی مکمل بحالی اور آئین کی اسلامی دفعات کی شقوں کے تحفظ کی خاطر عزیمت و ہمت کے ساتھ آپ نے اپنی آواز بلند رکھی اس موقع پر عالمی سیاست اور اسلام کے خلاف سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ماضی کے ان کے سیاسی مخالفین اور مسلکی معاندین بھی مجبور ہو گئے کہ وہ شاہ احمد نورانی کی قائدانہ صلاحیتوں سے بھرپور سیاسی فائدہ اٹھائیں۔ چنانچہ ان کی سربراہی میں "قومی ملی یکجہتی کونسل" اور "متحدہ مجلس عمل" محاذ قائم ہوئے۔ علامہ نورانی کے اس عمل سے جہاں اغیار کو سیاسی فوائد ملے وہیں بعض ان کے مخلصین اور محبین اہلسنت کو ان سے اختلاف بھی ہوا۔ ۲۰۰۳ء کے الیکشن میں آپ سینیٹر منتخب ہوئے۔ آپ ۸ دسمبر ۲۰۰۳ء کو سینیٹ کے ایک اجلاس کے سلسلے میں اسلام آباد گئے ہوئے تھے جہاں جمہوریت کی بحالی کے لئے حکومت سے مذاکرات جاری تھے اور وہ ۱۹۷۳ء کے آئین

کا جس کی تیاری میں انہوں نے بنیادی کردار ادا کیا تھا، وہ اس کے جمہوری اور اسلامی اقدار کا دفاع کرتے ہوئے ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء کو خالق حقیقی سے جا ملے اور اپنے تمام سیاسی ساتھیوں کو یہ سبق دے کر آگے چلے گئے کہ حق کی سربلندی کی خاطر صاحبانِ اقتدار کے سامنے نہ جھکنا نہ بکنا بلکہ اپنے پختہ کردار اور آہنی عزم سے اسلام کا اور آئین پاکستان کا دفاع کرتے رہنا، چاہے جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

مولانا شاہ احمد نورانی کا علمی خاندان

جد امجد! آپ کے دادا مولانا عبدالحکیم جوش صدیقی میرٹھی ۱۸۰۸ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے زمانے کے ممتاز عالم دین، مبلغ اسلام اور شہرت یافتہ نعت گو شاعر تھے۔ آپ نے طویل عرصہ تک میرٹھ کی شاہی مسجد میں خطابت کا فریضہ انجام دیا اور رشد و ہدایت کا پیغام عام کیا آپ کی ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

خوش نصیب ایسی عطا ہوں میرے مولیٰ آنکھیں — دیکھیں جی بھر کے جمال شہہ بطحا آنکھیں
ہوں شرف جو زیارت سے رخ انور کی — ایسی دے اپنی عنایت سے خدایا آنکھیں
آرزوئے درِ احمد میں جو بیتاب ہے جوشؔ — شوق سے دیکھتی ہیں سوئے مدینہ آنکھیں

مولانا عبدالحکیم جوش میرٹھی کا انتقال ۱۸۹۸ء میں ہوا تھا اور انتقال سے ۶ سال قبل آپ کے گھر ۱۸۹۲ء میں آخری بیٹے عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کی ولادت ہوئی جو شاہ احمد نورانی کے والد ماجد ہیں۔ آپ کا جب انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ کی اہلیہ نے آپ سے استفسار کیا کہ یہ چھوٹا بچہ کیسے پرورش پائے گا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک عزت وتکریم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کو مبلغ اسلام بنائے گا۔ چنانچہ وقت نے آپ کے الفاظ کو سچ ثابت کیا کہ آپ کے بیٹے شاہ مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی نے دنیا کے تمام براعظموں میں دین کی اشاعت کی اور اسلام کا علَم بلند کر کے عزت وشہرت حاصل کی اور آپ نے "براعظمی مبلغ اسلام" کا منصب حاصل کیا۔ مولانا عبدالحکیم جوش میرٹھی کے ۷ بیٹے اور ۷ بیٹیاں

تھیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔مولانا مختار احمد صدیقی میرٹھی

یہ سب سے بڑے صاحبزادے تھے آپ کی پیدائش ۱۲۹۴ء میں ہوئی اور انتقال ۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۹۳۸ء میں میرٹھ میں ہوا۔ آپ اپنے وقت کے ممتاز عالم دین اور ولی کامل تھے۔ آپ کو امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ سے بھی خلافت و اجازت حاصل تھی آپ کے سب سے چھوٹے بھائی مولانا عبدالعلیم صدیقی نے آپ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی تھی آپ بھی اپنے والد کی طرح نعت گوئی میں ملکہ رکھتے تھے آپ کی بھی ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔

اللہ اللہ وہ جمال شہ بطحا دیکھو   نور حق جلوہ نما ہے، رخ زیبا دیکھو
اسم اللہ کا مظہر ہے وہ جمال احمد   قابل دید ہوں آنکھیں تو یہ جلوہ دیکھو
جن کو فردوس بریں کی ہو تمنا مختار   ان سے کہہ دو کہ چلو پہلے مدینہ دیکھو

۲۔مولانا نذیر احمد صدیقی میرٹھی

بمبئی میں قیام فرماتے تھے اور جامع مسجد میں امام و خطیب تھے قائداعظم محمد علی جناح اکثر آپ سے مشورہ فرماتے تھے۔ قائداعظم کی اہلیہ رتن بائی نے آپ ہی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور آپ ہی نے نکاح پڑھایا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد قائداعظم نے آپ کو اسپیشل فلائٹ سے حج پر بھیجا تھا، یہ حج آپ کا آخری سفر تھا حج کے دوران مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور آپ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں جگہ ملی۔

۳۔مولانا بشیر احمد صدیقی میرٹھی

خلافت تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، گرفتار بھی ہوئے اور افریقہ میں انتقال ہوا۔

۴۔مولانا صدیق احمد میرٹھی:

اچھے شاعر تھے، پانی پت میں انتقال ہوا۔

۵۔جناب خلیل احمد صدیقی میرٹھی۔

نعت گو شاعر

۶۔جناب حمید احمد صدیقی میرٹھی۔

نعت گو شاعر

۷۔مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھی

آپ ۱۷ بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء میں میرٹھ میں ہوئی اور اپنے بھائی مولانا احمد مختار میرٹھی سے علم دین حاصل کیا، اور ان کے ہی ہاتھ پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ امام احمد رضا سے خلافت و اجازت حاصل ہوئی اور پھر زندگی بھر آپ ''سفیر اسلام'' کی حیثیت سے تمام براعظموں میں اشاعت دین میں عملاً مصروف رہے اور کئی معروف عیسائیوں سے مناظرے کئے، خاص کر برناڈ شا سے مناظرہ آپ کا تاریخی مناظرہ تھا۔ آپ خود بھی اپنے تمام بھائیوں کی طرح نعت گو شاعر تھے، آپ نے تحریک خلافت اور بعد میں تحریک قیام پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا قیام پاکستان کے بعد قائداعظم نے آپ کو مختلف ممالک میں سفیر پاکستان کی خدمات کی پیشکش کی مگر آپ نے تبلیغ دین کو ترجیح دی اور سفیر اسلام کی حیثیت سے کام کو جاری و ساری رکھا۔ یہاں تک کہ آپ ۱۹۵۴ء میں حج کے موقع پر مدینہ منورہ پہنچے اور وہیں آپ کا انتقال ہوگیا اور حسن اتفاق سے آپ کو وہیں جگہ ملی جہاں سات سال قبل آپ کے ایک بڑے بھائی مولانا نذیر احمد صدیقی کو سیدنا عائشہ صدیقہ کے قدموں میں جگہ ملی تھی۔ مولانا عبدالحکیم جوش کی ۷ بیٹیاں تھیں آپ کی ایک بیٹی کے نواسے صدر پاکستان جناب پرویز مشرف ہیں۔

مولانا عبدالحکیم جوش کے بڑے بھائی مولانا اسماعیل صدیقی میرٹھی کا نام برصغیر میں بہت معروف ہے آپ نہ صرف نعت گو شاعر تھے بلکہ بچوں کے لئے آپ نے بہت نظمیں لکھیں جو آج بھی اسکول، کالج اور جامعات کی درسی کتابوں میں شامل ہیں۔

مولانا اسمعیل صدیقی میرٹھی نے میرٹھ میں ایک گرلز اسکول بھی قائم کیا تھا جو اب اسمعیل گرلز کالج کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔ اسی طرح مولانا عبدالحکیم جوش کے ایک قریبی رشتہ کے بھائی مولانا عبدالحی میرٹھی نے میرٹھ میں فیضانِ عام ہائی اسکول قائم کیا تھا جو اب کالج کا اہم درجہ رکھتا ہے جبکہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی نے نہ صرف ہند میں بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں مدارس دینیہ قائم فرما کر تعلیم کے میدان میں اہم کردار ادا کیا اور مولانا شاہ احمد نورانی نے اس تعلیمی مشن کو جاری رکھتے ہوئے اس میں مسلسل اضافہ فرمایا۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کی اولاد

مولانا عبدالعلیم صدیقی کا سلسلہ نسب ۳۸ ویں پشت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے جبکہ آپ کی اہلیہ محترمہ امۃ الرؤف (م ۲۰۰۲ء) بنت قاضی احسان الحق صدیقی کا نسب ۳۴ویں پشت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے اس طرح آپ دونوں کی اولاد نجیب الطرفین صدیقی ہے۔ مولانا قاضی احسان الحق کا خاندان ۷ پشت قبل دورِ اکبری میں حجاز مقدس سے ہجرت کر کے یہاں پہنچا اور شاہی دربار میں قاضی القضاۃ کا منصب آپ کے خاندان کو حاصل رہا اس لئے آپ قاضی کہلائے۔
مولانا عبدالعلیم صدیقی کے نسب میں ۷ اولاد ہوئیں جن میں ۴ بیٹے اور تین بیٹیاں شامل تھیں تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

☆ امۃ السبوح صبیحہ خاتون (مرحومہ) زوجہ مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری قادری (م ۱۹۷۴ء) جو معروف مبلغ اسلام تھے اور المرکز اسلامی سینٹر کے بانی تھے جو آج بھی نارتھ ناظم آباد کراچی میں ایک مرکزی دارالعلوم کی حیثیت رکھتا ہے مولانا اس کے

احاطے میں ہی مدفون ہیں۔ مولانا انصاری نے ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز بھی قائم کیا جس کے آپ تاحیات صدر رہے۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ۴ اور صاحبزادوں کو چار بزرگوں کی طرف نذر فرمایا جس سے آپ کی ان بزرگوں سے محبت اور وابستگی کا پتہ چلتا ہے ان کے نام یہ ہیں۔

☆ نذر غوث شاہ محمد جیلانی (م ۱۹۹۹ء) عالم دین اور مبلغ اسلام تھے، برطانیہ میں مدفون ہیں۔

☆ نذر معین شاہ احمد نورانی (م۔ ۱۶ شوال المکرم، ۱۴۲۴ھ/ ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء)

☆ نذر فرید شاہ حامد ربانی (مقیم مدینہ منورہ)

☆ ڈاکٹر عزیزہ اقبال زوجہ اقبال احمد بیگ مرحوم (مقیم کراچی)

☆ ڈاکٹر فریدہ احمد زوجہ محمد احمد صدیقی۔

ڈاکٹر فریدہ کی پیدائش میرٹھ میں ہوئی ان دنوں آپ کے والد مولانا عبدالعلیم صدیقی مکہ مکرمہ میں تھے آپ کو بیٹی کی پیدائش کی خبر بیت اللہ شریف میں ملی آپ نے اسی وقت دُعا کی کہ یا اللہ میری اس بیٹی کو مبلغہ اسلام بنا۔ چنانچہ آپ کی یہ دُعا مقبول ہوئی اور ڈاکٹر فریدہ پاکستان میں خواتین میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہیں، آپ نہ صرف مبلغہ کے فرائض انجام دے رہی ہیں بلکہ ساتھ ہی معلمہ کے فرائض بھی انجام دے رہی ہیں اور آپ نے یوں تو کئی مدارس قائم کئے مگر آپ کا سب سے بڑا کارنامہ آپ کا خواتین اسلامک مشنری یونیورسٹی کا قیام ہے جہاں اب تک سینکڑوں معلمات اسلامیہ فارغ التحصیل ہو کر خدمت دین انجام دے رہی ہیں۔ آپ اس جامعہ کی چانسلر بھی ہیں، ساتھ ہی ساتھ ممبر قومی اسمبلی اور متعدد آرگنائزیشن کی ممبر بھی ہیں۔ آپ کی دینی خدمات کو قلمبند کرنے کے لئے بھی ایک دفتر چاہئے۔ احقر اہلسنت کی تعلیم یافتہ خصوصاً ان کی شاگرد خواتین سے درخواست کرے گا کہ وہ اپنے کسی Ph.D یا M.Phil کی

ریسرچ میں ڈاکٹر فریدہ کی خدمات کا جائزہ لیں۔

☆ نذرِ خواجہ شاہ حماد سبحانی (مقیم مدینہ منورہ)۔

شاہ احمد نورانی کا خاندان

شاہ احمد نورانی کی شادی ۱۹۶۲ء میں مدینہ منورہ میں قطب مدینہ خلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۸۱ء) کی پوتی سلمہ لمۃ الرحمٰن بنت مولانا فضل الرحمٰن قادری مدنی سے منعقد ہوئی تھی۔ شاہ صاحب کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔(۱) شاہ انس نورانی بڑے صاحبزادے، آپ نے لیبیا کی جامعہ سے گریجویشن کیا ہے۔...... (۲) اناس، زوجہ سید ناصر، مقیم کراچی...... (۳) ایمان زوجہ شیخ آفاق الدین، مقیم کراچی ...... (۴) اویس نورانی...... مقیم امریکہ۔

شاہ صاحب کے برادرِ نسبتی

ڈاکٹر رضوان مدنی ولد مولانا فضل الرحمٰن مدنی، کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔

ڈاکٹر خلیل مدنی ولد مولانا فضل الرحمٰن مدنی دمام کے ہسپتال میں ڈاکٹر ہیں۔

شاہ احمد نورانی صدیقی قادری میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ ماجدہ کے بڑے اطاعت گزار اور فرمانبردار تھے۔ انہوں نے والدہ کی آخری سانسوں تک ان کی خدمت گزاری میں کوئی کسر نہ چھوڑی، یقیناً یہ ماں کی دُعائیں تھیں کہ آپ شہرت اور عزت کے اعلیٰ مقام تک پہنچے شاہ صاحب اس سال عید الفطر کی نماز کی ادائیگی کے بعد اپنے بہنوئی جناب محمد احمد صدیقی اور بچوں کے ساتھ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر فاتحہ کے لئے گئے آپ کی والدہ شاہ عبداللہ غازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) کے دائیں جانب احاطہ میں مدفون ہیں۔ شاہ صاحب والدہ کی قبر پر پہنچے اور فاتحہ و دُعا کے بعد بہنوئی کو قریب بلایا اور والدہ کی قبر کے پائنتی جگہ (جو صرف ایک قبر کے لئے کافی تھی) کو اپنی عصا سے تین بار

پھیر کر فرمایا، بھائی صاحب یہ جگہ کیسی رہے گی یہ جگہ کیسی رہے گی یہ جگہ کیسی رہے گی؟ اس کے بعد خاموش ہو گئے۔ ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات ۱۲ بجے دن میں اسلام آباد میں آپ وضو فرما رہے تھے کہ آپ کو دل کا جان لیوا دورہ پڑا اور آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جب اس رات آپ کی میت گھر پہنچی تو تمام علماء کرام کا خیال تھا کہ جامع مسجد امام اعظم ابوحنیفہ (گلشن اقبال بلاک ۶، کراچی) کے احاطہ میں آپ کی تدفین کی جائے گی مگر گھر والوں نے فیصلہ وہیں کا کیا جس کا حضرت نے اپنی چھڑی سے تین دفعہ اشارہ کیا تھا۔ چنانچہ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پائنتی جگہ ملی اور تا صبح قیامت تک آپ اپنی والدہ کے قدموں اور شاہ عبداللہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے سایہ میں آرام فرما ہو گئے۔

احقر نے حضرت کے اس فیصلے پر بہت غور کیا کہ حضرت نے کہیں اور تدفین کے لئے اشارہ یا وصیت کیوں نہ فرمائی تو فقیر اس نتیجے پر پہنچا کہ جب حضرت نے اپنے ۵۰ سالہ تبلیغی اور سیاسی دور میں ایک پیسے کی جاگیر نہ بنائی تو مرنے کے بعد کیونکر جاگیر بناتے لہٰذا جس طرح ماں کے بطن سے آئے تھے اسی طرح ماں کے قدموں میں لوٹ گئے اور آپ نے جس طرح ماں کی خدمت انجام دی ہے یہ حقیقتاً اس کا صلہ عظیم ہے کہ شاہ احمد نورانی اس حدیث نبوی کی عملی تفسیر ہے کہ ''ماں کے قدموں میں جنت ہے'' وہ اپنی والدہ ماجدہ کے قدموں میں جنت و رضوان کی خوشبوؤں اور ہواؤں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر تا قیامت رحمت و رضوان کی بارش فرمائے (آمین)

آپ کے سوئم پر ایک منقبت پڑھی گئی تھی۔ فقیر کو شاعر کا نام یاد نہ رہا اور اس منقبت کو ملک کے ممتاز نعت خواں محمد یوسف میمن صاحب نے پڑھا، چند اشعار ملاحظہ کریں۔

غازیٔ ختم نبوۃ شاہ نورانی میاں — کر گئے دنیا سے رحلت شاہ نورانی میاں

مصطفیٰ کے عشق میں مرنا ہے اصلِ زندگی — کر گئے ہم کو ہدایت شاہ نورانی میاں

ماں کے پہلو اور غازی بابا کے سایہ تلے — اب رہیں گے تا قیامت شاہ نورانی میاں

آخر میں شہر کراچی کے سلسلہ قادریہ کے ایک درویش گو نعت شاعر اور بزرگ حضرت سائیں غنی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قصیدہ کے اس بند پر مضمون ختم کر رہا ہوں۔

دُعا مانگو کہ اس میت کو حق جل علا بخشے — طفیل حضرت احمد محمد مصطفےٰ ﷺ بخشے
بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں خدا بخشے — جو عمداً اور سہواً ہو گئی ہوں کچھ خطاء بخشے
طفیل اپنے حبیب پاک ﷺ کے اور کل صحابہ کے — غنی سائیں اب اس مرحوم کو رب علا بخشے

نوٹ: اس مضمون کی تیاری میں ساری معلومات ڈاکٹر فریدہ احمد اور جناب محمد احمد صدیقی صاحب سے حاصل کی گئیں)۔ (بشکریہ ماہنامہ معارف رضا کراچی، جنوری ۲۰۰۴ء)



حضرت مبلغ اسلام مولانا شاہ

عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر......میاں محمد صادق قصوری ☆

مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ موجودہ صدی کے مبلغ اسلام اور عظیم مفکر گزرے ہیں۔ آپ کی شبانہ روز کوششوں اور کاوشوں سے براعظم افریقہ اور یورپ میں شمع اسلام روشن ہوئی۔ ستر ہزار سے زائد غیر مسلم حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۳ اپریل ۱۸۹۲ء میں مشہور و معروف عالم دین حضرت شاہ محمد عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں میرٹھ میں پیدا ہوئے، یہی وہ میرٹھ ہے جہاں سے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ابتداء ہوئی تھی۔

آپ ابتدائی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھنے کے بعد دارالعلوم عربیہ قومیہ میں داخل ہو گئے۔ سولہ برس کی عمر میں درس نظامی کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کر لیا۔ بعدازاں علوم جدیدہ کے حصول کے لئے اٹاوہ ہائی سکول میں میٹرک کرنے کے بعد ڈویژنل کالج میرٹھ میں داخلہ لیا اور ۱۹۱۷ء میں امتیازی حیثیت سے بی اے کیا۔ پھر میرٹھ کے مشہور و معروف حکیم احتشام الدین سے فن حکمت سیکھا۔ مختلف قوانین کی کتب کا مطالعہ بھی کیا۔ کالج کی تعطیلات کے دوران بریلی شریف حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ سے علوم اسلامیہ کے گوہر بھی لوٹتے رہے۔

۱۹۱۹ء میں زیارت حرمین شریفین کے لئے حجاز پہنچے اور واپسی پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ اعلیٰ حضرت کے علاوہ آپ نے مولانا عبد الباری فرنگی محلی، شیخ احمد الشمس مغربی مقیم مدینہ منورہ، شیخ السنوسی (لیبیا) سے بھی علم حاصل کیا۔ اپنے بڑے بھائی مولانا احمد مختار صدیقی سے بھی چاروں سلسلوں میں اجازت حاصل کی، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خرقۂ خلافت پہنا کر بیرونی ممالک میں تبلیغ

☆ مجاہد ملت فاؤنڈیشن پاکستان: بُرج کلاں ضلع قصور 0300-4469496

کے لئے جانے کا حکم دیا۔

آپ نے تقریباً ۳۵ برس (۱۹۱۹ء تا ۱۹۵۴ء) یورپ، افریقہ اور امریکہ کے [illegible] ملکوں میں تبلیغ اسلام کی۔ ان ممالک کے گوشے گوشے میں مساجد، مکتب، کتب خانے، رسائل، ہسپتال، یتیم خانے اور تبلیغی مراکز قائم کئے۔ آپ کی کوششوں سے نامور [illegible] فلاسفر، ڈاکٹر، سائنس دان، اور کٹر دہریے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو جنوبی افریقہ میں مشہور انگریز مفکر ڈاکٹر برناڈ شا سے "اسلام اور عیسائیت" کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ دوران مناظرہ برناڈ شا پر آپ کی شخصیت کا رعب چھایا رہا اور اس نے قرآن پاک کی حقانیت کا اعتراف کر لیا۔ دنیا کا مسلّم مفکر اپنے آپ کو حضرت صدیقی کے سامنے طفلِ مکتب محسوس کر رہا تھا۔ اس نے اقرار کیا کہ آئندہ سو سال بعد دنیا کا مذہب صرف اسلام ہی ہوگا۔ (برناڈ شا سے آپ کی گفتگو پر مشتمل کتابچہ بزبان انگریزی A SHAVIAN AND A THEOLOGIAN شائع کردہ اسلامک سنٹر بی بلاک، نارتھ ناظم آباد کراچی نمبر ۳۳، اب اس کا اردو ترجمہ بھی ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی، بابت ماہ مارچ ۱۹۷۲ء میں شائع ہو چکا ہے)۔

برناڈ شا نے آخر میں کہا: "مجھے افسوس ہے کہ مجھے زیادہ دیر تک آپ سے گفتگو کا موقع نہ ملا۔"

آپ نے تحریک پاکستان میں جو خدمات انجام دیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ تحریک پاکستان سے قبل آپ نے فلسطین، کشمیر اور دیگر مظلوم قوموں کی حمایت میں آواز بلند کی۔ تحریک پاکستان کے خلاف جب کانگریسی لیڈر حشرات الارض کی طرح بیرونی ممالک میں پھیل گئے تو آپ نے انگلینڈ اور مصر میں ان کانگریسی گماشتوں کو اپنی مدلل تقاریر سے ناکوں چنے چبوائے۔

۱۹۴۶ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت فرما کر تحریک پاکستان کی ببانگ دہل حمایت فرمائی، ملک کے طول و عرض میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ علاوہ ازیں حج کے موقع پر مسلم لیگ کی طرف سے متعدد عرب ممالک میں دورہ پر تشریف

لے گئے اور نظریۂ پاکستان کی وضاحت کی جس کے نتیجے میں عرب علماء و عوام تحریک پاکستان کو صحیح طور پر سمجھنے لگے۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت قائداعظم نے انہیں اسلامی ممالک میں پاکستان کا نمائندہ بنا کر بھیجا۔

دشمن آپ کو جادوگر اور دوست فرشتہ صفت کہا کرتے تھے۔ آپ نے تحریک خلافت میں بھی بھرپور حصہ لیا تھا۔

جیسا کہ اوپر درج کیا جا چکا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے حصول آزادی کے لئے جب جدوجہد شروع کی تو آپ نے مختلف اسلامی ملکوں کا دورہ کیا۔ ہندوستانی مسلمانوں کے موقف کو مسلمانانِ عالم کے سامنے پیش کر کے حمایت حاصل کی۔ ہندوستانی مسلمان اپنی جدوجہد میں مصروف تھے۔ ان کے پاس بیرونی ممالک میں پروپیگنڈہ کرنے کے لئے کوئی مسلمان نہ تھا۔ ہندوؤں کے شدید غلط پروپیگنڈے کی بناء پر عالم اسلام کے مسلمان ہندی مسلمانوں کے خلاف تھے۔ دنیا میں ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے کو "دیوانے کا خواب" سمجھا جاتا تھا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کو ہندوستان ہی میں اتنا کام تھا کہ وہ باہر توجہ ہی نہ دے سکتے تھے، دوسری طرف بہت سے نام نہاد علماء اور مشیخت کے دعویدار کانگریس کا ساتھ دے رہے تھے اور ہندوستانی مسلمانوں کے خون بہانے میں پوری طرح شریک تھے۔ حتیٰ کہ بعض علماء کی تنظیموں نے کھل کر قیامِ پاکستان کی مخالفت کی۔ ایسی سنگین حالت میں مولانا عبدالعلیم صدیقی نے اپنے ہم مسلک دوسرے علماء کی طرح تحریک پاکستان کا پورا پورا ساتھ دیا۔ بیرون ملک مصر، فلسطین، شام، لبنان، اردن اور عراق کا سفر کیا۔ وہاں کے حکام سے ملے، عوامی جلسوں سے خطاب کیا، دانشوروں اور وکلاء کے سامنے تقریریں کیں۔ معززین کے اجتماعات میں تحریک آزادی کے لئے راہ ہموار کی جبکہ درونِ ملک حضرت امیر ملت، مولانا ابو الحسنات، صدر الافاضل، مولانا عبدالحامد بدایونی اور دیگر علماء یہ محاذ پورے طور پر سنبھالے ہوئے تھے۔

۱۹۴۵ء میں ہندوستان میں زبردست فسادات ہوئے۔ آپ نے پنڈت نہرو سے

ملاقات کے دوران ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم وستم کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ بمبئی اور مدراس میں تقریریں کر کے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ نے آپ کی قیادت میں سہ رکنی وفد ابن سعود کے پاس بھیجا۔ آپ نے ۱۹۵۰ء میں پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا۔ سنگاپور میں انٹر ریلیجس آرگنائزیشن کی طرف سے آپ کو ہز ایگزالٹیڈ ایمینس کا خطاب دیا گیا۔ برما، ملائشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، ویت نام، چائنا، جاپان، فلپائن، سیلون، ماریشس، مڈغاسکر، جنوبی افریقہ، پرتگال، مشرقی افریقہ، کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، بلجیم، کانگو، حجاز، مصر، شام، فلسطین، عراق، فرانس، برطانیہ، جزائر غرائب الہند، گیانہ، امریکہ اور کینیڈا وغیرہ میں تبلیغی دورے کئے۔ مدینہ طیبہ کے لوگ آپ کو الطبیب الہندی کے نام سے پکارتے تھے۔

آپ ایک بہترین خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم ادیب بھی تھے۔ ذکر حبیب حصہ اول و دوم، کتاب التصوف، احکام رمضان اور بہار شباب، اسلام کی ابتدائی تعلیمات، انسانی مسائل کا حل، اسلامی اصول، اشتراکیت کیا ہے؟ آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔ انگریزی کتب میں QUEST FOR HAPPINESS کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ انسان حقیقی خوشی کی تلاش میں کیوں سرگرداں رہتا ہے اور اس کے حصول کا صحیح ذریعہ کیا ہے؟ FORGOTTON PATH OF KNOWLEDGE میں مسلمانوں کی بدحالی کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ PRINCIPLES OF ISLAM میں اسلامی اصولوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اسلامی اصول، اصول فطرت کے عین مطابق ہیں۔ آپ نے قادیانیوں کے خلاف ایک کتاب المرآۃ عربی میں لکھی تھی جس کا جواب قادیانی تاحال نہیں دے سکے۔

پاکستان سے آپ کو جو والہانہ محبت تھی اس کا اظہار آپ کی اس دعا سے ہوتا ہے جو آپ کی کتاب ذکر حبیب ﷺ حصہ دوم مطبوعہ کراچی، ص ۱۷ پر درج ہے:

"اے غلاموں کے سر پر تاج عزت رکھنے والے! اے بے پناہوں کو پناہ دینے

والے! سن لے، سن لے، ہم بیکسوں، بے بسوں کی سن لے! ہم سیہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے! دین کی عزت رکھ لے! علَم کو سرنگوں نہ ہونے دے! ہمیں قوت دے، طاقت دے، عزت دے، حمیت دے، غیرت دے! برصغیر ہند میں جو چھوٹی سی آزاد خودمختار پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اس کی حفاظت فرما! اسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنیٰ میں اسلامی دولت، اسلامی سلطنت اور الٰہی مملکت بنا! جہاں تیرا قانون، تیرے احکام جاری ہوں، تیرے دین کا علَم بلند ہو اور تیرے نام کا ابدالآباد تک بول بالا رہے۔ مولیٰ! مولیٰ! اے رحم و کرم والے مولیٰ! ہماری دعائیں قبول کر!"

۲۳ ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو آپ نے مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں دفن ہوئے۔

آپ کے بعد تبلیغی مشن کی ذمہ داری آپ کے لائق فرزند حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ نے سنبھالی جو اس وقت جمعیت علمائے پاکستان کے صدر، پارلیمانی لیڈر، متحدہ حزب اختلاف کی رابطہ کمیٹی کے چیئرمین اور سینیٹر ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی اپنے والدِ گرامی کے نقش قدم پر اسمبلی کے اندر اور باہر نظامِ مصطفےٰ کے تحفظ کے لئے کوشاں ہیں۔

نوٹ: اس مضمون کی تیاری میں ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ، ہفت روزہ المدینہ کراچی اور ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی کے مختلف شماروں سے مدد لی گئی ہے۔

ہر اک مقام سے آگے گزر گیا مہِ نو
کمال کس کو میسر ہوا ہے بے تگ و دَو

حضرت مبلغ اسلام

شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

فیصل ندیم احمد قادری ☆

برصغیر پاک وہند میں یوں تو کئی جامع الصفات شخصیات گزری ہیں مگر جیسی ہمہ صفت شخصیت مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اللہ رب العزت جل جلالہ نے ان کو ہر خوبی ودیعت کی وہ نہ صرف علم و ادب بلکہ شریعت و طریقت ، معرفت و حقیقت نثر و نظم کی باکمال شخصیت کے مالک تھے۔

آپ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ بمطابق ۳ اپریل ۱۸۹۲ء محلہ مشاقاں میرٹھ صوبہ یو۔ پی انڈیا میں صوفی عالم دین اور نعت گو شاعر حضرت مولانا محمد عبدالحکیم صدیقی جوش کے ہاں جلوہ افروز ہوئے آپ کا سلسلہ نسب امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ۳۷ویں پشت میں جا ملتا ہے۔ آپ نسباً صدیقی، مسلکاً حنفی، مشرباً قادری اور مولداً میرٹھی تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی آپ نے ۴ سال کے عمر میں قرآن پاک اپنے والد ماجد سے ناظرہ ختم کیا آپ نے درس نظامی کی سند فراغت ۱۶ برس کی عمر میں میرٹھ کی مشہور درس گاہ مدرسہ عربیہ قومیہ سے حاصل کی ، درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ نے محض یہی نہیں کہ دینی علم کو محفوظ فرمایا بلکہ عصری علوم اور انگریزی زبان کی تحصیل بھی فرمائی۔ اٹاوہ اسلامیہ ہائی اسکول سے ۱۹۳۱ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا میٹرک کرنے کے بعد آپ نے بی اے کا امتحان ۱۹۱۷ء میں ڈویژنل کالج میرٹھ سے امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ آپ نے ایک ایل ایل بی کی سند الہ آباد یونیورسٹی سے حاصل کی آپ نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں مسلمان طالب علموں

☆ رضا ریسرچ اکیڈمی: ۲۔۱۲۳۔اے۔ شاہ فیصل کالونی کراچی (75230)

کے لئے ۱۹۱۴ء میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے نام سے ایک تنظیم بنائی۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے Oriental Language پر بھی سند حاصل کی۔ آپ کو دنیا کی کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا جن میں اردو، انگریزی، عربی، فارسی، فرنچ، جرمن، جاپانی، انڈونیشی، افریقی اور افریقہ کی سواحلی زبانیں قابل ذکر ہیں آپ بڑے پائے کے خطیب تھے آپ نے اپنی پہلی تقریر ۹ سال کی عمر میں جامع مسجد میرٹھ میں محفل میلاد کے کثیر مجمع کے سامنے کی۔

آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد ماجد مولانا شاہ عبدالحکیم صدیقی ، برادر محترم مولانا شاہ احمد مختار صدیقی، امام احمد رضا محدث بریلوی، حضرت پیر سید علی حسین شاہ محدث کچھوچھوی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، شیخ احمد الشمس مراکشی مدنی، لیبیا کے صوفی بزرگ حضرت شیخ السو وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے حکمت کی تعلیم حکیم احتشام الدین سے حاصل کی۔

تحصیل علوم کے بعد پہلے ہی روز سے آپ نے دنیا کو اپنا میدان عمل بنایا آپ کم و بیش چالیس سال تبلیغ اسلام میں مصروف عمل رہے اور بغیر کسی سرمایہ، بغیر کسی تنظیم بغیر کسی جماعت یا رفقاء کے کم و بیش ۲۳ سال کی عمر میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا سلسلہ شروع کیا آپ کے علم و عمل کے ابر گہربار نے اسلام کی باران رحمت کو کبھی برما پر برسایا کبھی سیلون پر، کبھی ملایا سیراب ہوا تو کبھی انڈونیشیا و انڈو چائنا ، کبھی چین و جاپان، تو کبھی شام و مصر، کبھی ماریشش وری یونین تو کبھی جنوبی افریقہ و مشرقی افریقہ کی نوآبادیاں، کبھی عرب مسکن بنا تو کبھی عراق کبھی شام و فلسطین غرض یہ کہ آپ خدمتِ دین کے لئے مشرق و مغرب، شمال و جنوب ہر جگہ مصروف عمل رہے۔

آپ نے دنیا کے کئی ممالک میں مسجدیں بنوائیں جن میں چند یہ ہیں ۔ کولمبو کی جامع حنفی مسجد، سنگاپور کی مسجد سلطان، جاپان کی مسجد ناگریا وغیرہ۔ کئی ممالک سے اسلامی میگزین کا اجراء کیا۔ جن میں سیلون سے اسٹار آف اسلام، ڈربن سے دی مسلم ڈائجسٹ، سنگاپور سے ریئل اسلام اور دی جینوئن اسلام ، ٹرینی ڈاڈ سے مسلم اینوئل اور

امریکہ سے اسلامی دنیا شامل ہیں۔ آپ نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو صرف غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کرنے تک محدود نہ رکھا بلکہ یتیموں اور لاوارثوں کے لئے یتیم خانہ بیماروں کے لئے شفا خانے، طالب علموں کے لئے تعلیمی ادارے، روحانی تربیت کے لئے خانقاہیں، اسلامی نشرو اشاعت کے لئے سوسائٹیاں، مختلف تنظیمیں جن میں تنظیم بین المذاہب اور تنظیم بین المذاہب الاسلامیہ قابل ذکر ہیں مطالعے کے لئے لائبریریوں کا قیام عمل بھی قابل ذکر ہے۔

آپ عالم اسلام کے ان مشاہیر میں سے ہیں جن کے نظریات نے عالم اسلام کو متاثر کیا، آپ کے افکار و خیالات میں دور جدید کے مسائل و مصائب کا حل موجود ہے آپ کی تبلیغی تحریک نے شاہ و وزیر، امیر و غریب، علما و مشائخ سے ہر طبقہ زندگی کے لوگوں کو یکساں طور پر متاثر کیا آپ کا طرز تبلیغ نہایت حکیمانہ تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ بیمار قوم کو حکیم کی ضرورت ہوتی ہے آپ کے ہاتھ پر کم و بیش ۵۰ ہزار سے زائد غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے (مختلف ادوار تک نو مسلموں کی تعداد مختلف کوڈ کی گئی ہے۔ محبوب قادری) جن میں دنیا کی قابل ذکر شخصیات بھی شامل ہیں مثلاً سیلون کے عیسائی وزیر ایف کنگن بیری، ماریشس کے فرانسیسی گورنر مروات، کولبو یونیورسٹی کے پروفیسر پادری ریورنڈ کنگ بری، امریکی سائنس دان جارج اینٹو نوف، ٹرینی ڈاڈ کی خاتون وزیر فاطمہ .... بورنیو کی شہزادی گیڈے پال مار وغیرہ۔

دنیا کے مشہور فلاسفر جارج برنارڈ شا سے ۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو جنوبی افریقہ کے شہر ممباسا میں ”اسلام اور عیسائیت“ کے موضوع پر آپ کا مکالمہ ہوا، آپ کی گفتگو کے اختتام پر جارج برنارڈ شا کو یہ کہنا پڑا کہ ”تعلیم یافتہ مذہب اور شائستہ لوگوں کے مستقبل کا مذہب اسلام ہے۔“

ایک مرتبہ ایک عیسائی اسکالر سے مناظرہ ہو رہا تھا اس نے سوال کیا کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن ہدایت کی کتاب ہے تو یہ کتاب ۲۳ سال کے عرصے میں کیوں نازل ہوئی ایک ہی بار کیوں نہیں نازل ہوئی؟ آپ نے برجستہ جواب دیا کہ آپ نے اتنی

تعلیمی اسناد حاصل کیں ہیں وہ اتنے عرصے پڑھنے کے بعد کیوں حاصل کی ہیں ایک ہی دن میں کیوں نہ حاصل کیں؟ ساتھ ہی آپ نے یہ بھی پوچھا کہ آپ ۴۰۔۵۰ سال بعد اتنے بڑے کیوں ہوئے پیدا ہوتے ہی اتنے بڑے کیوں نہیں ہو گئے؟ آپ کے اس جواب سے عیسائی اسکالر لاجواب ہو گیا آپ نے عالم اسلام کے اتحاد کے لئے بھی بہت کوششیں کیں آپ مسلمانوں کے باہمی انتشار کو سخت نقصان دہ تصور کرتے تھے۔ سیاسی طور پر بھی آپ کی خدمات قابل ذکر ہیں۔

آپ نے ترکی کی خلافت اسلامیہ کی بقا کے لئے بڑی جدوجہد کی جب ہندوؤں نے شدھی کی تحریک شروع کی تو آپ گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور برصغیر کے اہم مقامات پر جلسوں سے خطاب کیا جس کے نتیجے میں شدھی کی تحریک نے دم توڑ دیا آپ نے ۱۹۴۶ء میں بنارس سنی کانفرنس کے انعقاد میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں قائد اخوان المسلمین حسن البناء، مفتی اعظم فلسطین حضرت سید امین الحسینی اور اردن کے بادشاہ سید عبداللہ کو نظریہ پاکستان سے روشناس کرایا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے قائداعظم کو ایک جامع دستور آئین اسلامی پیش کیا جس پر قائداعظم نے فرمایا ”ان شاء اللہ قومی اسمبلی کے منظور کرنے پر بہت جلد اس آئین اسلامی کو نافذ کر دیا جائے گا۔“

لیکن قائداعظم اس کے کچھ عرصے بعد ہی انتقال کر گئے اور یہ وعدہ وفا نہ ہو سکا۔ آپ نے ۱۹۴۸ء میں پوری دنیا کے گرد تبلیغی دورہ کرنے کا عزم فرمایا یہ دورہ شہر کراچی سے شروع ہوا اور سیلون، ملایا، انڈونیشیا، ری یونین، مدغاسکر، مشرقی افریقہ، جنوبی افریقہ، حجاز، مصر، روم، انگلستان، فرانس، گیانا، ڈچ گیانہ، ٹرینی ڈاڈ، امریکہ، کناڈا، فلپائن، سنگاپور، سیام کا دورہ ارض مکمل کرتے ہوئے ڈھائی سال کے بعد ۲۱ مئی ۱۹۵۱ء کراچی میں ختم ہوا۔ آپ کا یہ کارنامہ اپنی وسعت اور اہمیت کے لحاظ سے ایک تاریخی کارنامہ ہے آپ نے اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود کئی کتابیں بھی تصنیف فرمائیں آپ مختلف القاب و خطابات سے مشہور ہیں جن میں مبلغ اسلام علیم الرضا، سفیر پاکستان،

عدیم النظیر، مقرر، سفیر اسلام (His Exalated Eminence) یعنی فضیلت مآب اور طبیب ہندی شامل ہیں۔ آپ سے متاثر ہونے والی شخصیت میں قائداعظم محمد علی جناح، مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی، بانی اخوان المسلمین حسن البناء، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، جسٹس سپریم کورٹ آف کولمبو ایم ٹی اکبر، بادشاہ اردن سید عبداللہ، بادشاہ سعودی عرب عبدالعزیز بن سعود، ماریشس کے وزیراعظم جناب دام غلام، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری شامل ہیں۔

جہاں آپ نے ساری دنیا کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کروایا وہاں آپ نے اپنی اولاد کی تربیت بھی اسی نہج پر کی اور یہ آپ کا ایک اہم کارنامہ ہے کہ آپ نے اپنے مشن کو جاری رکھنے کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی، ڈاکٹر فریدہ خاتون، امت السبوح صبیحہ خاتون اور شاہ محمد جیلانی جیسی باصلاحیت تربیت یافتہ اور صالح اولاد چھوڑی جس نے نیابت کا حق ادا کر دیا۔ آج شاہ احمد نورانی اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے والد ماجد کے مشن کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے آپ ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء کو اسلام آباد میں وصال فرما گئے۔ محبوب قادری۔

مبلغ اسلام شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کا وصال اتوار ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ بمطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوا، بوقت انتقال آپ کی عمر سنہ ہجری کے مطابق ۶۳ سال اور سنہ عیسوی کے مطابق ۶۲ سال تھی آپ کی نماز جنازہ خلیفہ امام احمد رضا حضرت شیخ ضیاء الدین مہاجر مدنی نے پڑھائی اور آپ کو لاکھوں فرزندان اسلام نے اپنی سسکیوں میں جنت البقیع میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں تلے مدفون فرمایا، آپ کا عرس ہر سال ۲۳ ذی الحجہ کو دنیا کے مختلف ممالک میں باقاعدہ پوری عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔

بشکریہ: ماہنامہ "ضیائے حرم" ...... بابت ماہ مئی ۱۹۹۶ء، مرسلہ: میاں عطا محمد نعیمی نور پور تھل 0301-6383107

سالانہ انوارِ رضا

حضرت سفیرِ اسلام نمبر

منقبت: شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

عالم علم شریعت حضرت عبدالعلیمؒ — عاملِ قرآن و سنت حضرت عبدالعلیمؒ
آپ ہی جیسے بزرگوں کے لئے مخصوص ہے — مسندِ رشد و ہدایت حضرت عبدالعلیمؒ
آپ کو بخشی خدا نے اپنے فضل خاص سے — دولتِ فہم و فراست حضرت عبدالعلیمؒ
آپ اپنے وقت کی شخصیتِ ممتاز ہیں — صاحبِ علم و بصیرت حضرت عبدالعلیمؒ
آپ کے مرشد ہیں عالی مرتبت احمد رضاؒ — آپ میں ہے ان کی سیرت حضرت عبدالعلیمؒ
آپ نے اکثر اندھروں میں اجالا کر دیا — کرکے روشن شمع وحدت حضرت عبدالعلیمؒ
آپ نے دنیا کو سمجھایا طریقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم — راہبرِ راہ طریقت حضرت عبدالعلیمؒ
آپ کی خدمات دینی نازش اسلام میں — آپ ہیں خود فخر ملت حضرت عبدالعلیمؒ
ہو ہمیشہ آپ پر اسلاف پر اخلاف پر — بارشِ انوار رحمت حضرت عبدالعلیمؒ
آپ جب یاد آئینگے تو دیکھ لینگے معتقد — شاہ نورانی کی صورت حضرت عبدالعلیمؒ
نذر کرتا ہے سلامی میں سعید بے نوا — چند گل ہائے عقیدت حضرت عبدالعلیمؒ

(احمد سعید خان پیلی بھیتی)

احوال و آثار

حیاتِ علیم رضا

تحریر...... مرزا ارشاد احمد علیمی

مسلمان قوم اوّل و آخر تک ایک مشنری قوم (Missionary Nation) ہے اور جب سے اس نے اپنی حیثیت کو نظر انداز کیا ہے مسلسل روبہ انحطاط ہے اور اب تو نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ ہماری موجودہ نسل اپنے اسلام کے مشنری کارناموں سے مطلق نابلد ہوتی جارہی ہے ہمارے اسلاف میں سے جن جلیل القدر اصحاب نے اپنی پوری زندگی تبلیغی مقاصد کے لئے وقف کر رکھی تھی آج ہماری قوم اُن کے نام تک سے ناواقف ہے اور جو محدودے چند احباب خوش قسمتی سے اُن کے اسمائے مبارکہ سے متعارف ہیں اُنہیں بھی بالتفصیل اُن کے کارہائے نمایاں سے واقفیت نہیں ہے کسی قوم میں مشنری سپرٹ (Missionary Spirit) بیدار کرنے کے لئے ازحد ضروری ہوتا ہے کہ اُس قوم کے ان قابل فخر سپوتوں کو جنہوں نے پوری پوری زندگی دنیا پر اس قوم کے نظریہ اور مقصد حیات کے واضح کرنے کے لئے صرف کر دی، قوم کی نئی نسل سے روشناس کرایا جائے اور اُن ہیروز (Heros) کو شایانِ شان خراج تحسین پیش کر کے قوم کو اُن کے نقوش ہائے قدم پر چلنے کے لئے اُبھارا جائے۔ ہماری مسلمان قوم میں ایسے ہی گراں بہا موتیوں میں ایک نہایت ہی تابدار گوہر مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی القادری میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مبارکہ ہے جو اُن کے خلیفۂ اعظم حضرت مولانا حافظ ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری کے الفاظ ہیں۔

”اول و آخر ایک ایسے مبلغ اسلام تھے جو دورِ حاضر کی اسلامی تاریخ کا ایک عظیم الشان کارنامہ سرانجام دے گئے اور اُن کی للّٰہیت کے نور نے اطراف و اکناف عالم میں بے شمار نفوس کو منور فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ روحانی و اخلاقی انحطاط کے موجودہ دور میں مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی اقدار کا احیاء کیا اور اسلام کو دیئے گئے دور

حاضر کے چیلنج کا مجاہدانہ جذبہ کے ساتھ مقابلہ کیا۔"

مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی القادری میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اس دور جدید کے عظیم مبلغ اسلام ہو گزرے ہیں جن کا عرس سراپا قدس (یوم وصال) ہر سال ذوالحج کی ۲۳ تاریخ کو نہ صرف برصغیر بلکہ ایشیا، یورپ، افریقہ اور مشرق وسطیٰ کے بیشتر ممالک میں بڑی شان و شوکت اور پروقار طریقے سے منایا جاتا ہے۔ جن حضرات نے آپ کی سوانح حیات اور مشنری کارناموں کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت مولانا صدیقی مرحوم و مغفور نے برصغیر پاک و ہند ہی میں نہیں بلکہ یورپ اور افریقہ کے بیشتر ممالک میں محدود وسائل اور انتہائی ناساعد حالات میں اسلام کا پیغام غیر مسلموں تک پہنچایا۔ آپ کی ان مخلصانہ تبلیغی کوششوں سے ستر ہزار سے زائد غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے جن میں صرف یورپین باشندوں کی تعداد پچیس ہزار تھی۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنی تبلیغی سیاحتوں میں دنیا کے کئی ایک ممالک میں اسلامی تبلیغی سوسائٹیاں، مساجد، ہسپتال، مدارس اور یتیم خانے قائم کئے۔ مختلف زبانوں میں کتب و رسائل کی اشاعت کا اعلیٰ انتظام فرمایا۔ حضرت مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اور آپ کے کارہائے نمایاں کا تذکرہ اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے۔

ولادت

مولانا عبدالعلیم صدیقی ۳ اپریل ۱۸۹۲ء بمطابق ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ محلہ مشائخاں میرٹھ (یو۔ پی۔ انڈیا) میں نامور صوفی عالم دین اور نعت گو شاعر حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی القادری جوشؔ کے ہاں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نجیب الطرفین خاندان کے چشم و چراغ تھے جن کا سلسلہ نسب خلیفہ اوّل امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

تعلیم و تربیت

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے نہایت ذہین اور محنتی تھے۔ آپ نے صرف چار سال کی عمر میں قرآن پاک ناظرہ ختم کر لیا۔ والد ماجد سے عربی،

اردو اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد میرٹھ کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ عربیہ قومیہ میں داخل ہو گئے۔ سولہ سال کی عمر میں وہاں سے آپ نے امتیازی حیثیت سے درس نظامی کی سند حاصل کی۔ آپ کے دل میں چونکہ بچپن ہی سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی تڑپ موجود تھی۔ اسلام کا پیغام غیر مسلموں تک پہنچانے کے لئے آپ نے علوم جدیدہ بالخصوص انگریزی علوم کی تحصیل کی ضرورت کو محسوس کیا۔ درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد آپ چند سال پرائیویٹ مطالعہ کرتے رہے۔ پھر اٹاوہ ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کر کے میرٹھ کالج میں داخلہ لے لیا۔ ۱۹۱۷ء میں وہاں سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے قانون کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔

اکتسابِ فیض اور بیعت

آپ کی روحانی تربیت والد ماجد حضرت مولانا عبدالحکیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، برادر گرامی حضرت مولانا احمد مختار صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا پیر سید علی حسین شاہ صاحب محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم المرتبت بزرگوں نے کی۔ آپ نے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ احمد الشمس مراکشی اور لیبیا کے مشہور صوفی بزرگ حضرت شیخ السنوسی سے بھی روحانی فیوضات کا اکتساب کیا۔ ملک المشائخ زبدۃ العارفین اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی سے بیعت ہو کر اور خرقۂ خلافت حاصل کر کے اُنہی کے ارشاد سے اپنے نجی خرچہ پر تبلیغ اسلام کے لئے وقف ہو گئے۔

(تاریخ تمدن انڈونیشیا جلد اول صفحہ ۶۱۰ شائع کردہ شعبۂ اطلاعات سفارتخانہ انڈونیشیا کراچی)

آپ کا شمار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خلفاء میں سے تھا۔ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "علیم الرضا" کے لقب سے بھی مشرف فرمایا۔ حضرت مولانا صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے استاد اور شیخ طریقت کا بہت ادب و احترام کرتے۔ اور آپ کے مسلک کی حمایت و اشاعت میں سرگرم عمل رہے۔ جب حضرات علمائے دیوبند نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب

مبارکہ "حسام الحرمین" پر کذب و افتراء باندھا۔ اُس وقت شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے حسام الحرمین اور مسلک اعلیٰ حضرت کی تائید و حمایت میں برصغیر پاک و ہند کے علماء و مشائخ اہلسنت کی تقاریظ "الصوارم الہندیہ" کے نام سے کتابی شکل میں شائع فرمائی۔ اس میں حضرت مولانا صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ مبارکہ درج ذیل ہے۔

"بسم اللہ باذن رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

اشاعت عقائد فاسدہ اور تبلیغ کفریات کی کثرت دیکھنے کے بعد ناممکن تھا کہ ارباب حق اظہار حق و صدق سے گریز کرتے سیف براں حسام الحرمین باطل پرستوں کے فاسد عقیدوں کو بیخ دین سے اکھاڑنے والی وہ مدلل بہترین اور زبردست کتاب ہے جس کو ترتیب دینے کے بعد مولف مبرور (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی) نے نہ صرف حق اسلام ادا کیا بلکہ وارفتگانِ اسلام پر وہ احسان کیا کہ زندگی بھر اس کا حقیقی شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔ مجیب لبیب نے سوال بالا کا جواب ارقام فرمایا ہے وہ عین مشرب اہل سنت و جماعت ہے۔ مالک علم جل جلالہ اُن کو جزا عطا فرمائے اور پڑھنے والوں کو توفیق یقین و عمل نصیب کرے۔

حررہ الفقیر محمدن المدعو بعبد العلیم الصدیقی متوطن میرٹھ۔

حضرت مولانا صدیقی "ذکر حبیب" کے حاشیے میں اعلیٰ حضرت کا اسم گرامی اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ سیدی واستاذی حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہٗ القوی۔

(ذکر حبیب حصہ دوم صفحہ ۱۹ مطبوعہ کراچی)

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو درج ذیل شعر میں دشمنانِ اسلام پر آپ کے غالب و فاتح ہونے کی بھی خوشخبری دی۔

عبدِ علیم کے علم کو سن کر جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

۱۹۱۹ء میں زیارت حرمین شریفین کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ حج سے واپس آ کر حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی شان میں جو ایک منقبت تحریر کی تھی آپ کو خوش الحانی سے سنائی۔ اعلیٰ حضرت نے خوشنودی کا اظہار فرمایا اور اپنا ایک قیمتی جبہ حضرت مولانا صدیقی کو عطا فرمایا اس جبہ مبارکہ کو حضرت مولانا صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے بوسہ دیا اور اپنے سینہ سے لگا کر برکت حاصل کی۔

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت درج ذیل ہے۔

امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو   قسیمِ جامِ عرفان اے شاہِ احمد رضا تم ہو
غریقِ بحرِ الفت مستِ جامِ بادۂ وحدت   محبِ خاص و منظور حبیب کبریا تم ہو
جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا   جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو
یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی   ہے سینہ مجمع البحرین ایسے راہنما تم ہو
حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ   جو اہلِ قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو
مزین جس سے ہے تاجِ فضیلت تاج والوں کی   وہ لعلِ پر ضیاء تم ہو وہ دُرِّ بے بہا تم ہو
عرب میں جا کے جن آنکھوں نے دیکھا جس کی صولت کو   عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو
ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہل طریقت میں   وہ قطبِ وقت اے سرخیل جمع اولیاء تم ہو
عیاں ہے شانِ صدیقی تمہاری شانِ تقویٰ سے   کہوں اتقیٰ نہ کیوں کہ جب خیر الاتقیاء تم ہو
جلال و ہیبتِ فاروقِ اعظم آپ سے ظاہر   عدو اللہ پر اک تیغ خدا تم ہو
اشداء علی الکفار کے ہو سر بسر مظہر   مخالف جس سے تھرائیں وہی شیرِ وغا تم ہو
تمہیں نے جمع فرمائے نکات و رمزِ قرآنی   یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو

خلوص مرتضےٰ، خلق حسن، عزم حسینی ہیں عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو
تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکنافِ عالم میں امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو
بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے بھکاری کی بھرو جھولی گدا کا آسرا تم ہو
و فی اموالہم حق ہر اک سائل کا حق ٹھہرا نہیں پھرتا کوئی محروم ایسے باسخا تم ہو
علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا کرم فرمانے والے حال پر اُس کے شہا تم ہو

(حیات اعلیٰ حضرت از ملک العلماء حضرت علامہ مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ والشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

صفحہ ۴۰ از مولانا مفتی غلام سرور قادری)

مقرّرانہ صلاحیتیں

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی جادو بیان اور شعلہ نوا مقرر تھے۔ آپ نے پہلی تقریر جامع مسجد میرٹھ میں اُس وقت کی تھی جب کہ آپ کی عمر صرف نو سال تھی۔ آپ اردو کے علاوہ، عربی، فارسی اور انگریزی زبان میں بڑی روانی کے ساتھ تقریر کرتے اور اس موثر انداز سے تقریر کرتے تھے کہ خود اہل زبان بھی حیران رہ جاتے تھے آپ اپنے خیالات کی ترجمانی بڑے دل نشین انداز میں کرتے تھے۔ جس قسم کا اجتماع دیکھتے اسی قسم کی تقریر کرتے تھے۔ آپ نے ہر درجہ اور طبقۂ فکر کے لوگوں سے خطاب کیا۔ آپ نے اگر ایک طرف اربابِ حل وعقد کی اہم مجالس جیسے لائل ایشیاء سوسائٹی شنگھائی، اورینٹل کلچر سوسائٹی آف جاپان، اسلامک کلچر سنٹر لندن (انگلینڈ) اور اسلامک سنٹر آف امریکہ وغیرہ میں بڑی پرجوش تقاریر کیں تو دوسری جانب افریقہ کے خانہ بدوش اور غیر تعلیم یافتہ قبائل کے اجتماعات سے بھی خطاب فرمایا۔ اور دونوں جگہوں پر کامیابی حاصل کی۔ آپ کی انہیں مقررانہ صلاحیتوں کی بنا پر ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے مسلم مورخین نے آپ کو عدیم النظیر اوریٹر (Orator) مقرر قرار دیا ہے۔

چنانچہ ٹوکیو کے پروفیسر این ایچ برلاس (N.H.Berlas) حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی کی مطبوعہ تقریر (بزبان انگریزی) Cultivation of Science

by the Muslims (مسلمانوں کی سائنسی ایجادات) کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

For a fuller appreciation one must hear Mualana Siddiqui from the platform. One is sure to be charmed like the audience here by his magnetic personality and oratorical poners. His loud and impressive but musical voice and splendid delivery."

"ہر شخص مولانا صدیقی کو پلیٹ فارم پر بولتے ہوئے سن سکتا ہے اور اس سے محظوظ ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ ایک جانب مولانا کی مقناطیسی شخصیت ہو، دوسری جانب اُن کی نغمہ بار آواز اور تیسری جانب اُن کی ٹھوس اور مدلل تقریر ہو۔"

کارہائے نمایاں

مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ واشاعت اسلام کے سلسلہ میں خدمات کا دائرہ کار اس قدر وسیع ہے کہ اُس کے احاطہ کے لئے بہت زیادہ وقت درکار ہے حضرت مولانا صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے چند ایک کارہائے نمایاں کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات مبارکہ کے تقریباً چالیس سال امریکہ، افریقہ، انگلینڈ، انڈونیشیا، سنگاپور، ملایا، چین، جاپان، کینیڈا، فرانس، ٹرینی ڈاڈ اور فلپائن وغیرہ ممالک میں تبلیغ و اشاعت اسلام میں گزارے۔ انگریزی زبان میں "دی مسلم ڈائجسٹ" (افریقہ)، سٹار آف اسلام (کولمبو)، ٹرینی ڈاڈ مسلم اینوول ماہنامے آپ کی یادگار ہیں۔ آپ نے ملایا میں جناب محمد ابراہیم الساگوف کے تعاون سے عربی یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی۔ آپ نے بہت سی مساجد تعمیر کرائیں۔ عظیم الشان مساجد میں سے حنفی جامع مسجد کولمبو، سلطان مسجد سنگاپور، اور مسجد ناگریا جاپان خاص طور پر مشہور ہیں۔

مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ تبلیغی دوروں کے سلسلہ

میں جہاں کہیں بھی تشریف لے گئے۔ وہاں اعلیٰ اسلامی اقدار کی لاعلمی مذہبی جدل، اختلافات، اجتماعی ضروریات سے عدم توجہی، بصیرت کا فقدان، منصوبہ بندی کی کمی اور روحانی جمود وغیرہ بڑے وسیع پیمانے پر مسلمانوں میں موجود پایا اور غیر مسلموں میں مسلموں سے نفرت، اسلام کے متعلق غلط فہمیاں اور اس کے نتیجے میں مسلم و غیر مسلم کا اختلاف پایا۔ آپ کو ہر جگہ اپنا اسلامی تبلیغی راستہ سنگلاخ چٹانوں میں بنانا پڑا اور صورت حال ایسی تھی کہ آپ کو ہر جگہ اپنے عظیم پیغام کی عمارت ابتدائی بنیادوں پر قائم کرنا پڑی۔ لیکن آپ نے ان تمام رکاوٹوں، مخالفتوں اور مشکلات پر اپنی روحانی طاقت سے اپنے وسیع علم کی بنا پر، اخلاقی سرگرمیوں، حد سے زیادہ اخلاقی اور رحم دل، اسوۂ حسنہ سے اور سب سے بڑھ کر جانفزا، متبسم نورانی چہرہ مبارکہ کی وجہ سے قابو پالیا۔ آپ کی زوردار لیکن سریلی آواز اور شیریں و نرم ہدایات نے مادہ پرستی اور اخلاقی بے راہ روی سے دو چار انسانوں کو راہ ہدایت بخشی۔ آپ کی اشاعتِ و تبلیغ اسلام سے ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ جن میں ماریشس کے فرانسیسی گورنر مروات، روسی سائنس دان انٹونوف، بورنیو کی شہزادی گلیڈے پال مار اور کینیڈا کی خاتون وزیر فاطمہ ڈونالڈ کے نام خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ کی انہی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فلپائنی مندوب ڈاکٹر احمد نے جشن نزولِ قرآن کے موقع پر علمائے کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"آج ہمیں برصغیر پاک و ہند کے مشہور مبلغ مولانا عبدالعلیم صدیقی کی طرح دین کی تبلیغ واشاعت کرنا چاہیئے۔ مولانا نے فلپائن کے جزیروں میں اسلام کی تبلیغ کے لئے مدرسے، لائبریریاں اور مساجد بنوائیں اور ماہنامے اور ہفت روزہ جریدے جاری کیئے۔ ہمیں اسلام کی جو روشنی ملی ہے انہیں سے ملی ہے ان ہی کی مساعی جلیلہ سے ہم مسلمان ہوئے۔" (روزنامہ جنگ راولپنڈی ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۹ء)

بیرونی دورے اور مشہور واقعات

مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے غیر ملکی دوروں کا مختصر

سا خاکہ اور تبلیغی کاموں کا سرسری جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱۹۱۴ء: برما

برما کے مشہور شہروں میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے تقاریر کیں۔ یہ آپ کی کالج کی طالب علمی کا زمانہ تھا۔ آپ نے تقاریر کرنے کے علاوہ برما میں رہنے والے مسلمان طلباء کی ایک جماعت "برما مسلم ایجوکیشنل کانفرنس" تشکیل کی۔

۱۹۱۵ء: برما:

برما مسلم ایجوکیشنل کانفرنس" کی خصوصی دعوت پر ۱۹۱۵ء میں سالانہ سیشن کے موقعہ پر تشریف لے گئے آپ کو صدارت کا عہدہ دیا گیا اس کانفرنس میں آپ نے جو خطبۂ صدارت دیا وہ برما اور سیلون کے ایک ایک گوشہ میں پہنچا اور آپ کی علمی شخصیت مشہور ہوگئی۔

۱۹۱۹ء: سعودی عرب

آپ ۱۹۱۹ء میں مکہ روانہ ہو گئے فریضہ حج ادا کیا۔ خانہ کعبہ شریف میں درس قرآن بھی دیتے رہے۔ پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور گنبدِ خضرا کی زیارت کی۔ اسی دوران شریف حسین شاہ حجاز نے آپ سے کہا کہ اسلامی نقطۂ نظر سے عرب حکومت کی خامیاں پیش کی جائیں چنانچہ آپ نے عربی زبان میں شریف حسین اور اس کی حکومت کے غیر اسلامی قوانین جو اس نے رائج کیئے ہوئے تھے زبردست تنقید کی۔ اور وہ یادداشت شریف حسین کو پیش کی جس کو پڑھ کر شاہ حجاز برداشت نہ کر سکا اور آپ کے خلاف کاروائی کرنے کا حکم دیا۔ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے احباب نے آپ کو بروقت مطلع فرمایا اور آپ بحفاظت واپس تشریف لے آئے۔

۱۹۲۳ء: سیلون

آپ نے سیلون کے مختلف قصبات میں تقاریر کیں۔ مسلمانوں کے مختلف گروہوں

میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی سعی فرمائی۔ کولمبو میں میمن حنفی مسجد کی تعمیر کے لئے کام کیا۔ یہ مسجد پورے ملک میں سب سے زیادہ شاندار مسجد ہے اسی دوران سیلون حکومت کے ایک عیسائی وزیر مسٹر ایف کنگن بری نے اسلام قبول کیا۔

۱۹۲۴ء

۱۹۲۴ء میں جب تمام اسلامی ممالک سیاسی بحران میں گھرے ہوئے تھے تو ان کے مسائل کو حل کرنے کے لئے جو کانفرنس "مسلم کانگریس یروشلم" کے نام سے منعقد ہوئی اس میں حکومت مکہ کی طرف سے آپ ہی کو نمائندہ بنا کر بھیجا گیا۔

۱۹۲۷ء: برما، انڈونیشیا، ملایا، سیام

ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کے لیکچروں کی مہم جو اس نے اندونیشیا کو الحاد کی طرف لانے کے لئے شروع کی تھی، اس کا توڑ کیا۔ انڈونیشی علماء کرام کی تنظیم کے لئے کام کیا اور "نہضۃ العلماء" انڈونیشیا کی پہلی تاریخی کانفرنس میں شریک ہوئے۔ انڈونیشیا کی سب سے بڑی اسلامی تنظیم "جمعیت المحمدیہ" کے پلیٹ فارم سے عیسائی مشنریوں اور قادیانیت کے حملوں کے خلاف اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد کے لیے کام کیا۔ ارشادمین اور علومین کے آپس کے اختلافات کو دور کرنے کے لئے کوششیں کیں۔ انڈونیشیا میں آپ کی اسلامی تبلیغی کوششوں کا تذکرہ پاکستان کے نامور مؤرخ علامہ نور احمد قادری نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"علماء اسلام کو انڈونیشیا میں نصرانی پادریوں کے مقابلہ پر اسلامی تبلیغ اور تحفظ دین کا کام کرنے کی ضرورت کا احساس ہوا۔ انہی علمائے ربانی میں حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی القادری بھی تھے۔ حجاز سے واپسی کے بعد ۱۹۲۱ء سے انڈونیشیا پہنچ کر تبلیغ اسلام کا کام کرنے لگے۔ حضرت مولانا اس صدی کی تاریخ میں عالم اسلام کی بہت بڑی شخصیت گزرے ہیں۔ حضرت مولانا اس زمانہ کی الہ آباد یونیورسٹی کے بی اے، ایل ایل بی ہونے کے علاوہ نہایت بلند پایہ عالم ربانی اور صاحب کشف و

کرامت اہل اللہ اور غوث پاک کے سلسلہ قادریہ عالیہ کے صاحب اجازت بزرگ تھے۔ فقہ حنفیہ اور شافعیہ میں کمال رکھتے تھے۔ انڈونیشیا میں وہ پھر اس کے بعد اپنے ہر جنوبی مشرقی ایشیائی دورے کے موقعہ پر برابر پہنچتے رہے اور کام کرتے رہے۔ ان کا یہ کام اب انڈونیشیا اور پاکستان دونوں ملکوں کے اسلامی روابط مذہبی کی تاریخ کا ایک ایسا زریں ورق بن گیا ہے جو برادرانِ انڈونیشیا کے ساتھ اہل پاکستان کی اسلامی محبت و اخوت کی ہمیشہ یاد دلاتا رہے گا۔ حضرت مولانا کے حالات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے انڈونیشیا کی تبلیغ اسلام کے سلسلے میں عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ سرابایا (مشرقی جاوا) کا شہر ان کی تبلیغ کا مرکز جہاں انہوں نے اپنے دوسرے دورے (۱۹۲۷ء) میں ایک بڑا اسلامی مشن بھی قائم کیا اور اسی سال نہضۃ العلماء کی افتتاحی تقریب میں بھی شرکت کی۔ ۱۹۲۲ء میں انڈونیشیا کے بڑے بڑے مسلم رہنما اور علما کا جو اجلاس "کانگریس الاسلام ہندیا" کے نام سے حاجی عمر سعید چوکرو آمنوتو کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ اس کے محرکین میں ایک حضرت مولانا بھی تھے جنہوں نے بعد میں سرابیا کے مقام پر برصغیر ہند کے سوداگروں کی ایک دینی انجمن بھی قائم کی جو برصغیر سے آنے والے مسلم مسافروں کا انتظام کرنے کے علاوہ سیرت پاک کا جلسہ اور تبلیغ اسلام کے کاموں میں مالی معاونت کرتی تھی۔ ایک تاریخ روایت کے بموجب حضرت مولانا نے اس ملک میں کم و بیش پانچ ہزار نصرانیت یا اور دوسرا عقیدہ اختیار کرنے والوں کو دوبارہ اسلام میں داخل کیا اور بہت سوں کو اپنا مرید بنایا۔ اس لئے کہ وہ ایک صاحب کرامت پیر طریقت بھی تھے۔ حنفی فقہ کا ایک مدرسہ بھی سرابایا میں اپنے قائم کردہ مشن کے تحت کھلوایا۔ مجھے اپنی ریسرچ کے دوران میں ایک انڈونیشی اخبار "پرڈمائیاں" میں ایک تصویر دستیاب ہوئی جو ۱۹۵۰ء کی ہے اس تصویر میں حضرت مولانا انڈونیشیا کی وزارت امور مذہبی کے نمائندین کے ہمراہ پورٹ پر کھڑے ہیں جہاں نمائندین نے اپنی وزارات کی طرف سے اُن کا استقبال کیا تھا۔ یہ حضرت مولانا کا انڈونیشیا کا آخری دورہ تھا۔"

(ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور ۳ جولائی ۱۹۷۰ء مدیر: مولانا عبید اللہ دیوبندی لاہور)

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ملایا میں اسلام پر قادیانی حملے کے اثر ضائع کیا۔ اور عربی، اردو اور انگریزی میں تقاریر کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ جس نے مسلمانوں کی مذہبی زندگی کو حیات نو بخشی۔ بہت سے یورپی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ بنکاک میں بڑے وسیع پیمانے پر تقاریر کا سلسلہ شروع فرمایا۔

۲۹۔۱۹۲۸ء اینون، مدغاسکر۔ ماریشس

فرانسیسی گورنر مروات نے اینون مین آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کر لیا۔ ۱۹۲۸ء میں پورٹ لوئیس ماریشس کے مسلمان میمن سیٹھ عبدالرزاق کی خصوصی دعوت پر آپ دسمبر ۱۹۲۸ء میں ماریشس کے تبلیغی دورے پر تشریف لائے۔ جناب عبدالرزاق صاحب کولمبو میں حضرت مولانا کے تبلیغی کاموں سے اتنے متاثر ہو گئے تھے کہ آپ نے حضرت مولانا کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ ماریشس کے مسلمانوں کو بھی فیض یاب ہونے کا موقعہ عطا فرمائیں۔ چنانچہ حضرت مولانا صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے درخواست قبول کر لی۔ جب آپ ماریشس پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ وہاں کے مسلمان مرزائیوں کے پیچ میں بُری طرح جکڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے جلسوں میں برسرعام مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعویٰ عبدیت، مسیح موعود اور نبوت کا رد کیا۔ مرزائیوں کے عقائد کا رد کیا۔ مرزائیت کے خلاف آپ کے اس لسانی جہاد کا جہاں یہ اثر ہوا کہ بے شمار مسلمانوں کو مرزا قادیانی اور قادیانیوں کے عقائد کا علم ہوا وہاں بے شمار قادیانیوں نے قادیانیت ترک کر دی اور اسلام قبول کر لیا۔ ماریشس میں پہلی بار مرزائیت کو حق کے مقابلے میں شکست و ناکامی سے دوچار ہونا پڑا اور اس کے بعد اس ملک میں اس جماعت کی ترقی کے امکانات ختم ہو گے آپ نے پیر محمودی کے بنگلہ میں "توحید خداوندی" کے موضوع پر جو تقریر کی وہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں نے بھی سنی ان غیر مسلم صاحبان میں مسٹر الفرڈ گیلی اور روز مل جیسے امراء بھی شامل تھے۔ حضرت مولانا صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ماریشس میں "حزب اللہ" کی بنیاد ڈالی۔ آپ کی تبلیغ سے بہت سے عیسائی اور ہندو لوگ مسلمان ہوئے۔ سیلون میں آپ نے "سیلون مسلم مشنری

سوسائٹی" کی بنیاد ڈالی۔

۳۲۔۱۹۳۱: سیلون، انڈونیشیا، ملایا، ماریشس، ریونن، مدغاسکر

سیلون میں گرین پمفلٹ تحریک شروع کی۔ سنگاپور میں رئیل اسلام (Real Islam) ماہنامہ رسالہ بزبان انگریزی جاری کیا۔ "ملایا مسلم مشنری سوسائٹی" کی بنیاد ڈالی۔ ماریشس کے مسلمانوں کا ایک وفد لے کر فائنل کمشنر کے پاس گئے اور مسلمانوں کے چند ایک اہم مطالبات منوائے۔ نتیجتاً جب مسلمانوں نے ایک "یتیم خانہ" قائم کیا تو حکومت نے خزانہ میں سے اُس کی امداد کی۔ آپ نے ماریشس کے طول وعرض میں تقاریر کا سلسلہ شروع کیا جس سے اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچا۔ آپ نے "حلقہ قادریہ اشاعت اسلام" بھی قائم فرمایا۔

۱۹۳۳ء: سیلون، عرب

کولمبو کے نزدیک "غفوریہ عربی سکول قائم کیا سیلون مسلم منشری سوسائٹی کی شاخیں کھولیں۔ مدینہ منورہ میں یتیم خانہ قائم کرنے میں شریک ہوئے۔ نہر زرقہ کی مرمت میں بھی حصہ لیا۔

۳۵۔۱۹۳۴ء: سیلون، ساؤتھ افریقہ، پرتگیز ایسٹ افریقہ، برٹش افریقہ، زنجبار

آپ کے شاگرد جے ماجد (J.Majid) نے سٹار آف اسلام ماہنامہ رسالہ انگریزی زبان میں سیلون سے جاری کیا جو مضامین کے اعتبار اور اشاعت کے لحاظ سے بہت مشہور ہوا۔ جنوبی افریقہ میں آپ کی تقاریر نے سارے ملک میں بیداری کی لہر دوڑا دی اور بہت سے یورپین لیڈروں نے اسلام قبول کیا۔ ڈربن میں "انٹرنیشنل اسلامک سروس سنٹر" قائم کیا جو وہاں مشہور ماہنامہ انگریزی رسالہ دی مسلم ڈائجسٹ (The Muslim Digest) اور اسلامی کتب کی پبلیکیشنز کے زیر اہتمام شائع کرتا ہے۔ آپ پہلے مسلم راہنما ہیں جو جنوبی افریقہ تشریف لائے اور بین الاقوامی شخصیت قرار پائے۔ آپ زنجبار کے سلطان کے مہمان خصوصی ہوئے اور اُن سے مسلمانوں کے مختلف

مسائل کے متعلق گفتگو کی۔

۱۹۳۶ء

آپ نے ۱۹۳۶ء میں ایک بار پھر جنوب مشرقی ایشیاء کا دورہ کیا۔ اس دوران میں آپ نے فرانسیسی ہند چینی، یورپین چین (ہانگ کانگ) شنگھائی اور بیجنگ میں زیادہ عرصہ قیام کیا۔ جاپان کے مشہور شہر "کوب" کی جامع مسجد کمیٹی اور "اورینٹل کلچر سوسائٹی" کے زیرِ اہتمام آپ نے مختلف اجتماعات اور مجالس سے خطاب کیا۔ اس کے بعد آپ مصر تشریف لائے اور یہاں اخوان المسلمین کے بانی حسن البناء مرحوم کے ہاں مہمان ٹھہرے اور ان کی معیت میں پورے مصر کا دورہ کیا اور مختلف اجتماعات مجالس اور دینی پروگراموں میں حصہ لیا۔ اس کے بعد آپ شام، عراق، لبنان اور پھر ترکی تشریف لائے اس کے بعد یورپ کا دورہ کیا۔ روم میں قیام کے دوران آپ نے پاپائے روم کو ایک عرضداشت بھی پیش کی جس میں انہیں دعوت دی کہ وہ دہریت کے خلاف ان کی (مولانا کی) مہم میں شریک ہوں روم کے قیام کے بعد سپین، جرمنی اور پھر ہالینڈ تشریف لے گئے۔ شکاگو کے قیام کے دوران آٹھ امریکی مسلمان ہوئے۔ ایک دن نیویارک کے سٹی ہال میں آپ نے اسلام کی حقانیت کے موضوع پر بہت فاضلانہ تقریر کی اور جلد برخاست ہوتے ہی ۱۹۲ امریکیوں نے اسلام قبول کیا۔ جس میں مشہور سائنس دان مسٹر جارج اسٹن ہوف اور ان کی بیگم شامل تھیں۔ واشنگٹن میں مختلف تعلیمی اداروں میں لیکچر دیئے اور ۳۶ انگریز پروفیسروں کو بمعہ ان کے اہل و عیال مسلمان کیا۔ مشی گن یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے مسلمان ہونے کے بعد آپ کی زیرِ سرپرستی ایک اسلامی میگزین The Islamic World And U.S.A (اسلامی دنیا اور امریکہ) کے نام سے جاری کیا۔ جو اَب بھی شائع ہوتا ہے۔ کینیڈا میں گیارہ علمی اداروں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لیکچر دیئے مونٹریال میں بھی کافی عرصہ تک قیام کیا۔ ۱۹۳۵ء میں آپ نے جنوبی افریقہ کا دورہ کیا۔ یہاں آپ نے (With Waters Rand) یونیورسٹی میں متعدد بار خطاب کیا۔ اس کے بعد زنجبار، دارالسلام

اور ممباسہ تشریف لے گئے۔ یہیں ۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو مشہور انگریز مفکر ڈاکٹر برنارڈ شا کے ساتھ اسلام اور عیسائیت کے موضوع پر مکالمہ ہوا۔ یہ گفتگو بڑی دلچسپ تھی جس کی خصوصیت یہ تھی کہ معمول کے خلاف برنارڈ شا نے سوالات کیے اور پھر بڑے ادب اور پوری توجہ سے مولانا کے فکر انگیز معلوماتی اور اطمینان بخش جوابات سنے۔ ممکن ہے کہ اس بحث کے بالواسطہ ذکر سے اس کی شخصی نوعیت جاتی رہے لہٰذا ہم یہاں دونوں بزرگوں اور عالموں کے سوال و جواب جوں کے توں نقل کرتے ہیں:۔

جارج برنارڈ شا...... مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی گوناگوں مصروفیات کے باعث گذشتہ شب آپ کا لیکچر نہ سن سکا۔ حالانکہ مجھے آپ کو سننے کا خاصا اشتیاق تھا، آپ نے "فلسفہ امن" پر تقریر کی حالانکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے آپ کے لئے زیادہ مناسب یہ تھا کہ آپ "فلسفہ جنگ" پر روشنی ڈالتے کیونکہ بلاشک و شبہ اسلام تلوار کی نوک سے پھیلا ہے۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی: اسلام کے بارے میں یہ غلط فہمی عام ہے کل رات ہی میں نے اس مسئلے پر روشنی ڈالی تھی اور مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہے یہ داستان جس کا جھوٹ، اَب بے نقاب ہو چکا ہے آپ جیسے عالم کی زبان پر آئی ہے۔ تاہم مختصراً میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اسلام کے لفظی معنی خود امن کے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کا مصدقہ ریکارڈ اپنی پوری صحت کے ساتھ قرآن و حدیث کی صورت میں موجود ہے جو واضح طور پر اعلان کرتے ہیں کہ اسلام میں تلوار کا استعمال اس صورت میں جائز ہے جب مسلمانوں پر حملہ کیا جائے اور انہیں اپنے دفاع میں تلوار اٹھانی پڑے۔ علاوہ بریں قرآن صاف طور پر کہتا ہے "اسلام میں زبردستی نہیں ہے۔"

قرآن کی یہ آیت مذہبی معاملات میں کسی قسم کی طاقت یا دباؤ کے استعمال کو ممنوع قرار دیتی ہے۔ اصولی طور پر میں تو یہی عیسائیت کی تعلیمات کے بارے میں بھی یہی رائے رکھتا ہوں کیونکہ ہماری عقل یہی کہتی ہے کہ ایسے انکشافات جو روحانی ذریعے سے پیدا ہوئے ہوں عقائد کے معاملے میں ہر قسم کے تشدد کو منع کریں گے اور ان کو عقلی

دلائل کے ذریعے پھیلایا جائے گا۔

اسلام اپنی تبلیغ کا جو راستہ بتاتا ہے اور جس کی وجہ سے یہ ساری دنیا میں پہنچا ہے وہ قرآن کی زبان میں کچھ یوں ہے:

"بڑے پیار و محبت اور سمجھداری سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ اور بڑے مفاہمانہ طریقے سے اختلاف کرو۔"

تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ ۳۲۵ھ میں قسطنطنیہ کی بلائی ہوئی "کونسل آف نائسس میں" حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دیا گیا تھا۔ اور حضرت عیسیٰ کے بارے میں اس عقیدے کو مسلط کرنے کے لئے نہ صرف یورپ بلکہ بیت المقدس میں ہزاروں بے گناہوں کو قتل کر دیا گیا تھا جنہوں نے اس نظریے کو ماننے سے انکار کر دیا تھا مگر ان تمام باتوں کے باوجود جو کچھ ہوا میں اس کا ذمہ دار مسیحی عیسائیت کو نہیں ٹھہراتا۔ تاہم ان باتوں کے ذمہ دار چرچ کے وہ نمائندے ہیں جو اپنی طاقت اور بڑائی کے ذریعے ان کے دل جیتنا چاہتے تھے۔

اسی طرح صلیبی جنگیں بھی چند مفاد پرست لوگوں کی سازشیں کا نتیجہ تھیں جنہوں نے جان لیا تھا کہ اسلام کی طرف سے ایک خدا کی تبلیغ ان کے وجود کے لئے خطرہ ہے اور اس سے ان کے مذہبی اختیارات پر ضرب پڑتی ہے اسی لئے انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک زبردست مہم شروع کر دی۔ انہوں نے قرونِ وسطیٰ کے ہر بات پر جلدی سے یقین کرنے والے یورپ کو عیسائیوں پر مسلمانوں کے مظالم کی جھوٹی داستانیں سنا کر جنگ پر اُبھارا۔ یورپی عوام کو بتایا گیا کہ مسلمان مذہب پر یقین نہیں رکھتے اور ان کے مذہب اور جائیداد کے سخت دشمن ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسلام اور عیسائیت کی تعلیمات کی بجائے چرچ سے وابستہ یہ ممتاز لوگ ظلم سے بھرپور ان بے فائدہ جنگوں کے ذمہ دار تھے۔

مزید برآں اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ کچھ مسلم حکمران یا قبائل اقتدار کی بھوک میں جارحیت پسند ہو گئے اور اسلام کی آمد کے بہت عرصہ بعد انہوں نے ذاتی مفاد کے لئے

جنگیں لڑیں تو اُن کے کرتوت کا اسلام کو تو ہرگز ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا اور ہم اسلام کی نہیں بلکہ ایسے مفاد پرست لوگوں کی مذمت کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں حال ہی میں اپنی تقریروں میں مجھے اس مسئلے پر روشنی ڈالنے کا اتفاق ہوا تھا جسے میں یہاں دہرانا پسند کروں گا (مولانا صاحب جیب سے کتابچہ نکال کر پڑھتے ہیں)۔

اگر کچھ قوموں نے مذہب کی حقیقی تعلیمات سے روگردانی کر کے اور پاگل پن اور غلط تصورات کا سہارا لے کر مذہب کے نام پر جنگیں لڑیں تو یہ خود ان کا قصور ہے۔ مذہب کا نہیں۔ کیا جنگ عظیم کے دوران امن انصاف اور کمزور قوموں کے حقوق کے تحفظ کے نام پر عوام موت کی بھینٹ نہیں چڑھے؟ کیا ہمیں صرف اس لئے ان انسانی اور مقدس خوبیوں پر لعنت بھیجنا چاہیئے کہ چند لوگوں نے ذاتی مفاد کی خاطر ان کا نام لیا تھا اور غیر انسانی قتلِ عام کیا تھا۔

جارج برنارڈ شا:...... اس بات میں کوئی شک نہیں کہ رومن چرچ کے مذہبی جنونی ان افسوسناک واقعات کے ذمہ دار تھے جن کا عیسائیت کی حقیقی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ اسلام کے بارے میں بڑی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور اسے غلط طریقے سے پیش کیا جاتا ہے مگر کیا مسلم عوام میں بھی آپ کی تشریح سے اتفاق کرتے ہیں اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اسلام طاقت کے ذریعے نہیں پھیلا تھا اور نہ ہی اسے طاقت کے ذریعے پھیلانا جانا چاہیئے۔

مولانا صاحب؟ ہر مسلمان اس بات کی تائید پر مجبور ہوگا کیونکہ میں کم وبیش وہی بات کہہ رہا ہوں جو قرآن کہتا ہے۔ میرے ذاتی خیالات کا اس میں قطعی دخل نہیں اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں اور سید امیر علی، سرسید احمد خاں، علامہ شبلی اور اسلامی امور پر دیگر ماہر اور قابل ڈاکٹروں نے اپنی کتابوں میں اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

جارج برنارڈ شا: ...... مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان خاصی

باتیں مشترک ہیں؟

مولانا صاحب:...... یہ تعلق معمولی اور مصنوعی نہیں کیونکہ خود قرآن اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ جب روحانی مذاہب کا نقطۂ آغاز خدا کے وجود کا اقرار ہے تو ان کے ارشادات میں ہم آہنگی ناگزیر ہے۔ خود اسلام کو ایک نیا مذہب سمجھا گیا ہے حالانکہ قرآن کے نزدیک اس کی تمام مذہبی تعلیمات کم و بیش وہی ہیں جن کا درس دوسرے سچے پیغمبروں نے دیا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب کو خدا نے اسی لئے دنیا میں بھیجا تھا کہ وہ ایک ہی قسم کی مذہبی تعلیمات کا پرچار کریں۔

دراصل مذاہب کی ان بنیادی تعلیمات کو جنہیں بگاڑ دیا گیا تھا اور ان کی سچائی شک و شبے میں پڑ گئی تھی سدھارنے کے لئے ہی خدا نے اپنے آخری رسول (ﷺ) کو دنیا میں بھیجا اور اسی مقصد کے لئے خدا کی آخری کتاب نازل ہوئی۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کا کہنا ہے کہ "اے محمد (ﷺ) ہم نے آپ پر وحی نازل کی ہے کہ جس طرح کہ ہم نے نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد دیگر انبیاء پر وحی نازل کی تھی۔ جس کے ذریعے ہم نے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہم السلام) کو یہ کہہ کر ہدایت بھیجیں کہ اس مذہب پر عمل کرو اور تفرقہ مت ڈالو۔"

جارج برنارڈ شا۔ قرآن کے جو ترجمے میں نے پڑھے ہیں ان سے یقینی طور پر آپ کی باتوں کی تائید ہوتی ہے میں اس سلسلے میں ایک صاحب کے ترجمے کو ترجیح دیتا ہوں جن کی تشریح کا انداز دوسرے ترجموں سے مختلف ہے۔ مراکش اور الجزائر کے دورے میں یہ ترجمہ ہمیشہ میرے ساتھ رہا اور میں نے کبھی کبھار اس کے جو حوالے دیئے ہیں انہوں نے ان علاقوں کے مسلمانوں کو خاصا حیران کیا ہے۔ یہ "ہر فرد کی لائبریری" کا ایک ایڈیشن ہے اور میں نے کچھ پبلشرز سے سفارش کی ہے کہ اس ایڈیشن کو اور وسیع پیمانے پر پھیلایا جائے۔

مولانا صاحب...... آپ جس ترجمے کی بات کر رہے ہیں وہ مسٹر روڈویل کا ہے۔

جارج برنارڈ شا: جی ہاں۔

مولانا صاحب...... اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعاتی ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کے مختلف ابواب کا ترجمہ کرنے میں مسٹر روڈویل نے بڑی محنت و جانفشانی کا مظاہرہ کیا ہے مگر چونکہ عربی ادب اور اسلامی تاریخ کے بارے میں مسٹر روڈویل کی معلومات وسیع اور کافی نہیں تھی لہٰذا اس ترجمے کے کئی حصے اتنے گمراہ کن ہیں اور ان میں اتنی فاش غلطیاں موجود ہیں جو اسلام کے بارے میں غلط تاثرات پیدا کر سکتی ہیں (اس سلسلے میں میں یہ بات نہیں کہتا کہ یہ غلطیاں جان بوجھ کر کی گئی ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ سب کچھ مترجم کی کم علمی کا نتیجہ ہوں)۔

قرآن کے ترجموں کا جہاں تک تعلق ہے میں آپ سے ....

بھی ہیں؟

مولانا صاحب...... انگریزی زبانوں میں عبارتوں کی علامات محض کومہ، کولن، سیمی کولن، فل اسٹاپ وغیرہ پر مشتمل ہیں جبکہ قرآن کو پڑھنے کے اصول کافی تعداد میں ہیں اور اس میں مختلف قسم کی بہتری علامات استعمال ہوتی ہیں مثلاً قرآن میں بعض مقامات پر وقف لازم ہے جبکہ بعض مقامات پر وقف کو ترک بھی کیا جاسکتا ہے کچھ آیتوں کے اختتام کو اچھی طرح ادا کرنا ہوتا ہے جبکہ دیگر مقامات پر اس قسم کی کوئی قید نہیں ہوتی قرآن میں الفاظ کی صحیح ادائیگی تلفظ آیتیں وقف وغیرہ اتنی پیچیدہ اور دشوار ہیں کہ قرآن کی تلاوت ایک فن کی شکل اختیار کر گئی ہے اور قرآت کے موضوع پر خاصی تعداد میں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

جارج برنارڈ شا...... یہ سب باتیں میرے لئے حیرت انگیز اور نئی ہیں مجھے یہ معلوم کر کے بھی تعجب ہوا تھا کہ آپ نے نیروبی میں اسلام اور سائنس کے موضوع پر تقریر کی میرے لئے یہ سمجھنا دشوار ہے کہ آپ قرآن کی روشنی میں ایسے لوگوں کے سامنے جنت اور دوزخ کا تصور کیسے پیش کرتے ہیں جو سائنس سے شغف رکھتے ہیں اور ان کے ذہن بغیر دیکھے اور محسوس کیئے کسی بات کو قبول نہیں کرتے۔

میں پیغمبر عربی ﷺ کی بڑی عزت کرتا ہوں اور یہ بات بھی سمجھ سکتا ہوں کہ ایسی

جاہل اور بے بہرہ قوم کو جو گناہوں کے سمندر میں غرق ہو غیر اخلاقی حرکتوں سے آزاد
کرنا پھر انہیں حق کی تلاشِ جستجو پر آمادہ کرنا انتہا درجے خوبصورت جنت اور اتنی ہی
خوفناک دوزخ کی تصویر دکھائے بغیر ناممکن رہا ہوگا۔

میں قرآن کے پُراثر اور وزن دار الفاظ کی بھی تعریف کرتا ہوں کتنے خوبصورت
اور باوقار انداز میں قرآن کا وہ حصہ لکھا گیا ہے جس میں روزِ قیامت کی منظر کشی کی گئی
ہے اور بچوں کے قتل والے حصے کا اختتام کتنے ڈرامائی انداز میں اس جملے پر ہوتا ہے کہ
''آخر تم کس جرم کے مرتکب ہوئے ہو؟ اس معصوم بچے سے مخاطب ہو کر جسے مار ڈالا
گیا یا زندہ دفن کر دیا گیا۔''

میرے خیال میں مَیں موضوع سے ہٹ رہا ہوں دراصل میں یہ جاننا چاہتا ہوں
کہ جنت و دوزخ کے مسئلے کی سائنسی نقطہ نظر سے کیسے وضاحت کی جاسکتی ہے۔

مولانا صاحب...... آپ فن تحریر کے استاد ہیں اور آپ کے ساحرانہ قلم سے نکلی ہوئی
خوبصورت اور لاجواب تحریریں قارئین کی ذہنیتوں میں انقلاب پیدا کرتی ہیں مجھے یقین
ہے کہ آپ میری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ ملتی جلتی شکلوں اور چیزوں کی مدد
کے بغیر محض مادی زبان کے ذریعے روحانی مسائل اور عمل کو نہیں سمجھا جاسکتا۔ لہٰذا اس
حقیقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے اور قرآن میں جنت و دوزخ کے بیان میں اظہار
کے انداز کو اسی روشنی میں دیکھنا چاہیئے۔ اسی طرح اس قسم کے مناظرے جو انسان کے
ظاہری احساسات و جذبات کے لئے کشش رکھتے ہوں خدائے تعالیٰ کی آخری مراد یہ
ہے کہ ہم جنت کی نعمتوں کی حقیقی نوعیت جاننے کی زیادہ جستجو نہ کریں۔

''کوئی نہیں جانتا کہ جنت میں ان کے لئے ایسی کیا چیز محفوظ ہے جو ان کی
آنکھوں کو تازگی اور ٹھنڈک پہنچائے گی۔''

اور حدیث کے مطابق تو ہمیں کسی صورت میں بھی جنت کا موازنہ دنیا میں موجود
چیزوں سے نہیں کرنا چاہیئے۔

''جنت کی تشکیل کو نہ تو کبھی کسی انسانی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی انسانی کانوں نے

وہ الفاظ سنے جو جنت کی حقیقی تصویر پیش کرسکیں یہ واقعی انسانی تصور سے ماورا کوئی چیز
ہے جس کا خاکہ بھی تیار نہیں کیا جاسکتا۔''

ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ جنت کی نعمتیں کسی لحاظ سے بھی دنیا کی
ایسی چیزوں سے مماثلت رکھتی ہوں جو ہمارے لئے خوشی کا باعث ہیں اب جیسا کہ
قانون ہے کہ ہر چیز آگے بڑھ رہی ہے اور مائل بہ ترقی ہے تو اس ترقی کی بھی لامحالہ
کوئی معراج ہونا چاہیئے جہاں یہ رک جائے اور مزید ترقی کا امکان ختم ہو جائے آرام و
خوشی اور تکلیف و رنج ایسی دو چیزیں ہیں جن کا سابقہ دنیا میں انسان کو پڑتا رہتا ہے لہٰذا
یہ ضروری ہے کہ ان دونوں حالتوں کا کوئی انتہائی مقام ہو، خوشی کی معراج جنت اور
تکلیف و اداسی کی معراج دوزخ کہلاتی ہے۔

جس طرح دنیا میں کچھ مادی ذرائع ایسے ہیں جو یا تو خوشی کا باعث بنتے ہیں یا
نقصان پہنچاتے ہیں اس طرح ایسے ذرائع بھی یقینی ہونے چاہئیں جو دوسری دنیا میں
مسرت اور غم کی کیفیت کو دوبارہ پیدا کرسکیں۔ خوشی پہنچانے والے ذریعے کا نام
جنت اور تکلیفوں کے مسکن کا نام دوزخ رکھ دیا گیا ہے۔ انسان کا وجود جسم و روح،
اس کی سرگرمیوں کا ذمہ دار ہے لہٰذا روح اور جسم مل کر دوسری دنیا میں اپنے کیئے کا
بدلہ پائیں گے۔

اب صرف مادے کی تعریف رہ گئی ہے مگر جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ کام
سائنسی ترقی کے موجودہ مرحلے پر بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ مادہ درحقیقت کیا چیز ہے یہ
ایک ایسی گتھی ہے جسے بہترین دماغی کوششوں کے باوجود سلجھایا نہیں جاسکا ہے مادے کا
کیمیائی تجزیہ تو الگ رہا سائنسدان اس کے وجود کی حقیقی تصویر بھی پیش کرنے میں ناکام
رہے ہیں آج تک سائنسی تحقیقات کا ماحصل پروٹون اور الیکٹرون کی تھیوری ہے جس
کے مطابق ان کی شعاعیں دنیا کی بنیاد ہیں اور ہر جسم اپنی ٹھوس شکل میں ان شعاعوں کا
نتیجہ ہے۔ ''عجائبات کی دنیا'' نامی رسالہ مادے کے بارے میں کہتا ہے کہ مادہ ٹھوس
معلوم ہوتا ہے مگر سائنسدان بتاتے ہیں کہ ایٹم کی وہ جگہ جو ہمارے جسم کی تشکیل کرتی

ہے ختم کر دی جائے اور ایٹم کا نیوکلیس اور لیکٹرون کو یکجا کر دیا جائے تو ایک انسان کا جسم اتنا مختصر ہو جائے گا کہ اسے خالی آنکھ نہیں دیکھ سکے گی۔

اس طرح اگر ایک سائنسدان کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے یہ بات تسلیم کر لے کہ ایک اوسط الیکٹرون ہر سیکنڈ میں اپنے نیوکلیس کے گرد کروڑوں کروڑوں چکر لگاتا ہے اور اپنی شعاعوں کے ذریعے ٹھوس اجسام کی تبدیل کرتا ہے (تو) اسے یہ اندازہ لگانے میں بھی دشواری نہیں ہونا چاہیئے کہ کس طرح انسان کا جسم و روح دوسری دنیا کی تکلیف و مسرت جھیلنے کے لئے کیا روپ دھاریں گے۔

جارج برنارڈ شا...... یہ واقعی بڑی خوبصورت پرمسرت اور مناسب وضاحت ہے مگر کیا آج کل کے مسلمان اسے قبول کر لیں گے؟

مولانا صاحب...... یہ وضاحت میرے دماغ کی اختراع نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ وضاحت قرآن کی روشنی میں کی گئی ہے میں اظہار خیال پر بھی اپنا حق نہیں جتا سکتا کیونکہ مجھ سے کہیں پہلے دنیا میں آنے والے لوگ مثلاً امام فخر الدین رازی، غزالی اور محی الدین ابن عربی نے آپ جیسے ذی علم لوگوں کے سامنے ان باتوں کی وضاحت اسی انداز میں کی تھی۔

اسلام کی تعلیمات بڑی سیدھی سادی اور عقلی ہیں اور اس میں کوئی چیز پراسرار نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان تعلیمات کی مناسب طریقے پر وضاحت کی جائے تاکہ ان کا صحیح مطلب پیش ہو سکے۔ کسی ایسے فن کے ادب کو، جس سے ہم آشنا نہیں ہیں، سمجھنا بہت دشوار ہے۔ چنانچہ کسی فن کے اہم نکات کو سمجھنے سے قبل ہمیں اس فن کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔ انہی معلومات کے ذریعے ہم مسائل کو اچھی طرح سمجھ کر اس کا حل تلاش کر سکیں گے۔

(اس موقع پر مسٹر شا کی میزبان اندر آئیں جن سے مسٹر برنارڈ شا نے مولانا صاحب کا تعارف کرایا۔ مسٹر شا سے مخاطب ہو کر میزبان بولیں کہ اب مسٹر شا کے بندرگاہ جانے کا وقت آ گیا ہے جس پر مسٹر شا مولانا صاحب سے مخاطب ہو کر بولے)۔

جارج برنارڈ شا...... آپ کی گفتگو اتنی دلچسپ اور معلوماتی ہے کہ میں سالوں تک آپ کے ساتھ رہنا پسند کروں گا مگر بدقسمتی سے میری روانگی کا وقت آن پہنچا ہے۔

مولانا صاحب...... مجھے واقعی آپ جیسے مہذب شائستہ اور پڑھے لکھے اور قابل شخص سے تبادلہ خیال کی آرزو رہی ہے خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ غیر معتبر ذرائع سے ہونے والی اسلام کی ناکافی واقفیت کے باوجود آپ اسلام کے بارے میں اس قسم کے خیالات رکھتے ہیں کہ "تعلیم یافتہ مذہب اور شائستہ لوگوں کا مستقبل کا مذہب اسلام ہے۔" میں آپ سے اس فلسفے اور نفسیاتی سچائی کے بارے میں بات کرنا پسند کروں گا جو اسلام پیش کرتا ہے تاکہ آپ کے پائے کا عالم جو مہذب دنیا کے ذہنی رجحانات سے کماحقہ آگاہ ہے اسلامی تعلیمات کو موثر اور پسندیدہ انداز میں پیش کر سکے۔

جارج برنارڈ شا...... مجھے واقعی اس بات کا افسوس ہے کہ آپ جیسے بزرگ عالم سے میں صرف اتنی مختصر بات چیت کر سکا۔

مولانا صاحب...... تاہم میں اسی کرم فرمائی پر آپ کا شکر گزار ہوں اور آپ کی اسی موقع پر اپنی دو تقریروں کی کاپیاں پیش کرنا چاہوں گا جو میں نے بالترتیب "دنیا کی مذہبی و سائنسی ترقی" اور "اسلام میں روحانی ثقافت" کے عنوانات پر حال ہی میں دربان میں کی ہیں اس موقع پر میں "اسلام" کے عنوان سے ایک کتابچہ بھی آپ کو دیتا ہوں جو میرے دوست اور عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے معاشیات کے پروفیسر مسٹر الیاس برنی ایم اے نے لکھا ہے مسٹر برنی نے مختلف عنوانات سے قرآن کی مختلف آیتوں کو علیحدہ علیحدہ درجہ بندی کی ہے اور ساتھ ہی تشریح بھی کی ہے براہ مہربانی آپ ان چیزوں کو پڑھیں اور کھل کر ان پر تنقید کریں میں جواب دے کر آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔

جارج برنارڈ شا...... اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ بڑے شاندار اور بہترین انداز میں اسلامی تعلیمات کو پیش کرتے ہیں مگر کیا قدامت پسند مسلمانوں کو آپ سے اتفاق ہے۔

مولانا صاحب...... اتفاق سے خود میرا تعلق بھی ایک ایسے قدامت پسند گروہ سے ہے جو اسلامی تعلیمات میں ذرہ برابر تبدیلی برداشت نہیں کر سکتا۔ میرے ذہن میں حدیث رسول اکرم ﷺ کے یہ الفاظ سمائے رہتے ہیں کہ "جو شخص قرآن کی تشریح اپنے ذاتی ذہن کی مدد سے کرتا ہے اسے اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لینا چاہیئے۔"

بنیادی اصولوں کی بات تو الگ رہی میں معمولی اہمیت کے اقدامات اپنے مذہب کی روشنی میں کرتا ہوں۔

مثلاً میرے ساتھی محمد علی جعفر جو مقامی مسلم ایسوی ایشن کے صدر کی نمائندگی کر رہے ہیں میں اپنے ساتھ ایک فوٹو گرافر لائے تھے تا کہ میری اور آپ کی ملاقات کی تصویر لے سکیں گے میں نے تصویر کھنچوانے سے صاف انکار کر دیا۔

تصویروں نے بت پرستی کو جنم دیا ہے آج جو تصویریں ایسے ہی لی جارہی ہیں کل وہ کسی پرستار کے لئے محبت و عقیدت کا سرچشمہ بن سکتی ہیں اور اسے گمراہ کر سکتی ہیں اس لئے اسلام نے تصویر سازی کی سخت مخالفت کی ہے۔ چنانچہ میں کسی کو اپنی تصویر کھینچنے کی اجازت نہیں دیتا لیکن اگر کوئی شخص میری مرضی کے بغیر تصویر اتار لیتا ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہے میں نے یہ باتیں صرف اس لئے کہیں ہیں تا کہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ میں کس حد تک قدامت پسند ہوں۔

جارج برنارڈ شا:...... مجھے آپ سے واقفیت پیدا کر کے بڑی خوشی ہوئی اور آپ سے میری ملاقات اس دورے کی بہترین یادوں میں شمار ہوگی جو میں اپنے ساتھ لئے جارہا ہوں۔

(ایک دوسرے کو خدا حافظ کہہ کر دونوں رخصت ہوتے ہیں مولانا صاحب مسٹر شا کے لئے خوشگوار سفر کی دُعا کرتے ہیں دوسری طرف جب تک مولانا کی کار نظر سے اوجھل نہیں ہو جاتی برنارڈ شا اپنے وارڈے میں کھڑے ہاتھ ہلاتے رہتے ہیں)۔

۱۹۳۷ء : سعودی عرب

مکہ معظمہ میں شاہ ابن سعود سے ان مشکلات کے پہلوؤں پر بحث فرمائی جو دورانِ حج نومسلم یورپین حجاج کو درپیش ہوتیں۔

۳۹_۱۹۳۸ء : سیلون، ماریشس، رینون، برٹش ایسٹ افریقہ

سیلون میں آپ نے "حزب اللہ" قائم کی۔ ماریشس میں آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی جو شاندار خدمات سرانجام دیں اس کے پیش نظر وہاں کے مسلمانوں نے آپ کو ماریشس تشریف لانے کی دعوت دی لیکن آپ کی اسلامی تبلیغی مصروفیات (دوسرے ممالک میں) کا یہ عالم تھا کہ مسلمانانِ ماریشس کو سات سال کا عرصہ انتظار کرنا پڑا چنانچہ آپ تیسری مرتبہ ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء کو ماریشس تشریف لائے دوسرے قصبات کے علاوہ آپ نے اپنے قیام ماریشس کے دوران صرف جامع مسجد پورٹ لوئیس میں پچیس تقاریر کیں جو کہ ماریشس ریڈیو سے بھی براڈ کاسٹ ہوئیں گورنمنٹ سے آپ نے ایک وفد کی سرکردگی کی حیثیت میں وہاں کے مسلمانوں کے لئے اسلامی وقف لاء منظور کرایا جو کہ وہاں کے مسلمانوں کے لئے ایک خاصا پیچیدہ مسئلہ بن گیا تھا علاوہ ازیں وہاں کی گورنمنٹ مسلمانوں کے آپس کے مذہبی، سیاسی اور سماجی اختلافات کے پیش نظر کوئی حیثیت دینے کو تیار نہ تھی۔ حضرت مولانا نے سیاسی تمام وجوہات ونقائص کو اپنی اعلیٰ صلاحیتوں سے ختم کیا۔ مسلم نوجوانوں میں عسکری جذبہ بیدار کرنے کے لئے ۲۸ مئی ۱۹۳۹ء کو "مسلم یوتھ بریگیڈ" کی بنیاد ڈالی ۔ بعد میں جس کے تحت "فسٹ ماریشس مسلم سکاؤٹس" کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ مسلمانوں کے مختلف گروہوں میں اتفاق واتحاد کے لئے آپ نے "مسلم یونٹی بورڈ" قائم کیا۔ یہ ربیع الاول شریف کا مہینہ تھا۔ ۳ مئی ۱۹۳۹ء کا دن "عید میلاد النبی ﷺ" کا مقدس اور بابرکت دن تھا پورٹ لوئیس ماریشس میں "عید میلاد مسلم کانفرنس" کا عظیم الشان انعقاد آپ کی ہدایت و رہنمائی کے مطابق ہوا۔ اس مقدس اجتماع میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس شان و

سیرت پر تقریر سننے کے لئے ماریشس کے فرانسیسی گورنر سر بیڈی کلفورڈ اور دیگر اراکین حکومت بھی تشریف فرما تھے۔ پورے ماریشس سے مسلمان جلسہ گاہ جوق در جوق آئے۔ ہزاروں انسان (مسلم وغیر مسلم) کے اس اجتماع میں آپ نے ۹۰ منٹ کی تقریر میلاد مصطفےٰ ﷺ کے موضوع پر کی۔ آپ کی موثر اور پرجوش تقریر کے دوران مکمل سکون رہا اور لوگوں نے بڑی توجہ سے آپ کی تقریر سنی۔ تقریر ختم کرنے پر تمام زعماء حکومت نے آپ کو مبارکباد باد دی اور خاص کر ماریشس کے گورنر نے اپنی کرسی سے اٹھ کر آپ کو مبارکباد پیش کی اور آپ کی خدمات کو سراہا۔

۱۹۴۵: عرب ہند

حجاز مقدس میں تمام دنیا کے مسلمان لیڈروں سے حجاز مقدس کو درپیش مشکلات کے متعلق گفت وشنید کی۔

نیز ۱۹۴۵ء میں ہندوستان میں جو زبردست فساد ہوئے۔ اس سلسلے میں آپ نے پنڈت نہرو سے ملاقات کی اور ہندوؤں کے رؤیے کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ مجالس اور مدارس میں تقریریں اور تنظیم کر کے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی۔

۴۷-۱۹۴۶ء: تحریک پاکستان میں حصہ

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پاکستان کی حمایت میں بڑے شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔ آپ نے ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا مسلم سنی کانفرنس بنارس میں شرکت کرنے کے علاوہ بیرون ملک یورپ، افریقی اور عرب ممالک میں تحریک پاکستان کے حق میں موثر پروپیگنڈا کیا۔ انگلینڈ اور مصر میں کانگریسی ایجنٹوں سے پاکستان کے حق میں مباحثے بھی کیے اور ان کانگرسی گماشتوں کو اپنی مدلل تقاریر سے ناکوں چنے چبوائے۔ (اکابر تحریک پاکستان صفحہ ۱۴۴ از جناب محمد صادق قصوری شائع کردہ مکتبہ رضویہ گجرات و ماہنامے رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ)

آپ حضرت قائداعظم کے خاص رفیق کار تھے۔ ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کی طرف

سے باقاعدہ طور پر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں عالم اسلام کے مسلمانوں اور علماء کو تحریک پاکستان سے روشناس کرایا۔ مصر میں استاذ حسن البناء قائد اخوان المسلمین، مفتی اعظم فلسطین حضرت سیّد امین الحسینی، اردن کے بادشاہ سیّد عبداللہ (والد ماجد شاہ حسین امیر اردن) اور دوسرے عرب لیڈروں سے ملے اور ان کو نظریۂ پاکستان کی حقیقت سے روشناس کرایا۔ اس طرح عوام و خواص اور یہ لیڈر تحریک پاکستان کے پرجوش حامی ہو گئے۔ مبلغ اسلام حضرت مولانا صدیقی کی ان گرانقدر خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ہفت روزہ "اقدام" لکھتا ہے "مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھی نے مسلم لیگ کی طرف سے کئی ممالک کا دورہ کر کے پاکستان کی اہمیت دنیا پر واضح کی اور سفیر اسلام مشہور ہوئے۔ (ہفت روزہ "اقدام" ۲۶ مئی ۶۳ء)

حضرت مولانا غلام سبحانی تقریر کرتے ہیں "یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت قائداعظم کے وصال سے کچھ عرصہ پہلے مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی عالمی دورہ سے پاکستان واپس آئے اور کراچی میں سندھ، پنجاب، مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) کے علماء و مشائخ کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی کی نگرانی میں علامہ بدایونی علامہ ابوالحسنات قادری، مفتی صاحب داد خان پیر گوٹھ، علامہ سید احمد سعید کاظمی امروہی، خواجہ قمر الدین سیالوی کے علاوہ بے شمار علماء و مشائخ نے ایک جامع دستور آئین اسلامی کا مسودہ تیار کیا اس پر علماء نے تائیدی نوٹ لکھے۔ مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی، مخدوم ناصر جلالی پر مشتمل علماء و مشائخ کا یہ وفد حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسودہ آئین اسلامی پیش کیا۔ بانی پاکستان بابائے قوم نے بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مبلغ اسلام اور ان کے رفقاء کو یقین دلایا کہ انشاء اللہ قومی اسمبلی کے منظور کرنے پر بہت جلد اس آئین اسلامی کو نافذ کر دیا جائے گا۔ شدید علالت کی بنا پر ڈاکٹروں کے مشورے سے پہلے آپ مرکزی دارالحکومت سے کوئٹہ تشریف لے گئے۔ وہاں ان کی وفات ہوگئی اور اس طرح بابائے قوم علماء سے کیا ہوا وعدہ پورا نہ کرسکے۔" (روزنامہ جنگ راولپنڈی، ۱۷ جنوری ۱۹۷۱ء صفحہ ۳)

قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان میں پہلی نمازِ عید کراچی میں حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی جس میں قائداعظم اور دیگر اعمال حکومت شریک ہوئے۔ آپ نے اپنے خطبہ میں اسلامی قوانین کو پاکستان میں عملاً نافذ کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

حضرت مولانا صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے شاہ ابن سعود نے حج ٹیکس جو ایک قسم کا ناجائز ٹیکس تھا معاف کر دیا۔ اس طرح حضرت کا حجاج پر بہت بڑا احسان ہے۔ علاوہ ازیں مشرقِ وسطیٰ کے علماء کو اسلام کو درپیش مختلف مسائل کی اہمیت کا احساس دلایا۔ قاہرہ مصر میں ایک تبلیغی مجلس کی "تحریف بالاسلام" کے نام سے بنیاد ڈالی۔ شاہ اردن عبداللہ کے ہاں مہمان ہوئے اور ان سے مختلف مسائل پر گفتگو کی۔ شاہی مہمان کی حیثیت سے عراق کے مشہور شہروں میں گئے۔ اور وہاں بڑے بڑے لیڈروں سے ملاقاتیں کیں اور اسلامی مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔

انڈونیشیا کے بانی صدر احمد سوئیکارنو، شمالی نائیجیریا کے وزیراعظم احمد دیلو شہید آپ ہی کے مرید تھے۔ ان کے علاوہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح مراکش کے غازی عبدالکریم، فلسطین کے مفتی اعظم سید امین الحسینی، اخوان المسلمین کے بانی حسن البناء، سیلون کے آنریبل جسٹس ایم صروانی، کولمبو کے آنریبل جسٹس ایم ٹی اکبر، سنگاپور کے ایس این دت اور مشہور انگریز ڈرامہ نویس اور فلسفی ڈاکٹر جارج برنارڈ شا آپ کی علمی و روحانی شخصیت کے زبردست مداح تھے۔

۴۹۔ ۱۹۴۸ء: انڈین یونین، سیلون، ملایا، انڈونیشیا، ماریشس

ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ بدتر سلوک کرنے پر ہندوستانی وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو سے ملاقات کر کے احتجاج کیا۔ مساجد، مقابر اور دیگر اسلامی یادگاروں کی بے حرمتی کے خلاف مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کیا اور اس کے انسداد کی اپیل کی۔ بمبئی اور مدارس میں تقاریر کیں۔ ملایا اور سنگاپور کے سلطان اور مسلمان لیڈروں

سے ملاقاتیں کیں۔ سنگاپور میں آل ملایا مسلم مشنری سوسائٹی کی عمارت کے متعلق مستقبل کے منصوبے بنائے۔ سنگاپور میں عید میلاد کانفرنس کی یادگار تقریب کی صدارت فرمائی۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے دس سال بعد ماریشس کا چوتھا تبلیغی دورہ کیا۔ ماریشس ریڈیو اور اخبارات نے آپ کی آمد کی خبریں شائع کیں۔ چنانچہ ماریشس کے مشہور اخبار ایڈوانس نے درج ذیل خوشخبری بعنوان "ایک ذی شان ملاقاتی" آپ کی ماریشس آمد پر شائع کی۔

ایک ذی شان ملاقاتی:

"ہمیں یہ جان کر بہت خوشی محسوس ہوئی کہ فضیلت مآب مولانا عبدالعلیم صدیقی کی آمد کی خوشخبری سن رہے ہیں جو کہ بٹاویا سے چھ بجے صبح کے ایل ایم ہوائی جہاز پر یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

جونہی آپ کی ماریشس آمد کی خوشخبری مسلمانوں نے اخبار میں پڑھی وہ ہزاروں کی تعداد میں صبح صبح ہوائی اڈے پر حضرت مولانا صدیقی کی زیارت کے لئے جمع ہو گئے بلکہ ان میں سے اکثر رات کے وقت ہی ہوائی اڈے پر آ گئے اور بے تابی سے حضرت مولانا صدیقی کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ ماریشس کے لوگ حضرت مولانا صدیقی کے دل و جان سے عقیدت مند تھے۔ اگرچہ انڈونیشیا اور ماریشس میں ہوائی سروس نہیں تھی اور کے ایل ایم طیارہ عارضی طور پر ماریشس کے راستے پر اپنی منزل جارہا تھا اور غیر مسافر طیارہ تھا۔ لیکن انڈونیشیا میں انگریز سفیر سر فرانکس کی کوششوں سے حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصی مسافر کی حیثیت سے کے ایل ایم کے ذریعے سفر کرنے کی اجازت دی گئی۔ آٹھ بجے صبح آپ کا ہواجی جہاز اڈے پر اترا جب آپ جہاز سے باہر تشریف لائے تو آپ نے استقبال کرنے والوں سے بلند آواز میں السلام علیکم کہا اور جواب میں تمام حاضرین نے وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ سے جواب دیا۔ ہزاروں کی تعداد میں عام وخواص مسلمانوں اور غیر مسلموں کے علاوہ اڈے پر پورٹ لوئیس ماریشس کے میئر عبدالرزاق محمد، مسٹر داؤد عبدالرحمن صدر مسلم

یوتھی بورڈ اور حضرت مولانا مصطفیٰ حامد اور مدنی خطیب جامع مسجد پورٹ لوئیس وامیر
حلقہ قادریہ اشاعت اسلام جیسے لیڈر بھی آپ کے استقبال کرنے والوں میں پیش پیش
تھے۔ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی نے مائیکروفون پر تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا
پھر اس کے بعد پروگرام کے مطابق حضرت مولانا صدیقی عبدالرزاق محمد کے ساتھ کار
میں سوار ہو گئے۔ اور آپ کی کار کے پیچھے سینکڑوں، موٹر سائیکلوں، بسوں، لاریوں کا
اٹھائیس میل لمبا جلوس تھا۔ جامع مسجد پورٹ لوئیس میں ہزاروں آدمیوں نے خوشی کے
آنسوؤں کے ساتھ آپ کو خوش آمدید کہا۔ پھر اس کے بعد آپ نے اپنے شاگرد مولانا
مصطفیٰ حامد مدنی کے ہاں کھانا تناول فرمایا۔ اپنے قیام کے دوران حضرت مولانا
صدیقی نے ماریشس کے مختلف مقامات پر مساجد میں اور کھلے اجلاسوں میں مختلف
عنوانات پر انگریزی زبان میں تقاریر فرمائیں۔

بے مثال تبلیغی دورہ

۱۹۵۰ء میں آپ نے پوری دنیا کا طویل تبلیغی دورہ کیا۔ برما، ملائیشیا، انڈونیشیا،
تھائی لینڈ، ویت نام، چائنا، جاپان، فلپائن، سیلون، ماریشس، مڈغاسکر، جنوبی افریقہ،
پرتگال، مشرقی افریقہ، کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، بلجیئم، کانگو، حجاز، مصر، شام، فلسطین، عراق،
فرانس، برطانیہ، جزائر عرب الہند، گیانہ، امریکہ اور کینیڈا وغیرہ ممالک شامل تھے۔
حضرت مولانا صدیقی کا یہ دورہ ایک ایسا عظیم کارنامہ ہے جس کی مثال دورِ حاضرہ کی
اسلامی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ اس تبلیغی دورے میں ہزاروں غیر مسلم آپ کے دست
حق پرست پر مشرف با اسلام ہوئے۔

(پندرہ روز سواد اعظم لاہور گوجر خان فروری مارچ ۶۷ء، صفحہ ۱۱)

اس دورے میں آپ نے لاتعداد تقاریر کیں جو باقاعدہ ریکارڈ کی گئیں۔ ۱۹۵۰ء
میں واشنگٹن میں (Solution of Mans Problems) انسانی مسائل کا حل کے
عنوان سے اور اپریل ۱۹۵۲ء میں ریڈیو زنجبار افریقہ سے (How to Face
Communism) اشتراکیت کا کیسے مقابلہ کیا جائے کے عنوان سے لاجواب تقاریر

کریں۔ جن کو سن کر لاتعداد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔
مسلمانوں کی طرح وہ بھی حل مشکلات کے لئے آپ سے دُعائیں کراتے اور
تعویذ لیتے اور شفایاب و کامران وکامیاب ہوتے۔ ایسے میں اکثر غیر مسلم لوگ حلقۂ
گوش اسلام ہو جاتے۔

ردِ مرزائیت

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ردِ مرزائیت میں اہم کردار
ادا کیا یورپی و افریقی ممالک میں مسلمان مبلغین کی کمی کی وجہ سے مرزائیوں کو اپنے
عقائد باطلہ کی تبلیغ کا خوب موقع ملا۔ مبلغ اسلام حضرت قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد
نورانی صدیقی صدر ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ کی روایت کے مطابق کہ "میرے والد ماجد
نے ابتداء سے آخر تک افریقہ، ملائشیا، سیلون، یورپ اور امریکہ کی سرزمین پر ہمیشہ
لوگوں کو اس فتنہ سے آگاہ کیا۔ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزی زبان میں تصنیف The
Mirror کے نام سے موجود ہے جو کئی پبلی کیشنز نے شائع کی ہے۔ اور اردو زبان
میں "مرزائی حقیقت کا اظہار" تصنیف موجود ہے۔ عربی زبان میں مصر کی چھپی ہوئی
"المرآۃ" ہے انڈونیشی زبان میں "مرزائی حقیقت کا اظہار" کتاب کا ترجمہ ہوا اور اس
کی اشاعت کے بعد ملائیشیا میں بہت زبردست تحریک اٹھی۔ یہاں تک کہ ملائیشیا میں
مرزائیوں کا داخلہ تک ممنوع ہو گیا تھا۔" (انٹرویو مولانا شاہ احمد نورانی از محمد حنیف حاجی طیب و
طارق علی مندرجہ ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی، اگست، ستمبر ۷۲ء، صفحہ ۷۸ ختم نبوت نمبر)۔

مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ماریشس میں بھی جہاں
مرزائیوں نے اپنا تبلیغی مرکز قائم کر لیا تھا۔ ان کا تعاقب کیا۔ پہلے دورے میں آپ
نے مرزائیت اور مرزائیوں کو پوری طرح بے نقاب کیا ان کے خطرناک اور باطل عزائم
سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا۔ جس کے نتیجے میں مرزائی اپنی تبلیغی کوششوں میں ناکام ہو
گئے تاہم ایک مختصر سا گروہ قادیانیوں کا ماریشس میں پروفیسر زین العابدین کے تحت
محدود پیمانے پر کام کر رہا تھا۔ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے اس دورے میں

پروفیسر صاحب نے حضرت مولانا صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے کئی مباحثے کئے۔ جس کے نتیجے میں پروفیسر زین العابدین نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مرزائیت سے توبہ کی اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور حضرت مولانا صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بن گئے اس طرح ماریشس میں مرزائیوں کا زور بالکل ختم ہوگیا۔

تنظیم بین المذاہب کا قیام

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے سنگاپور میں لادینی افکار، نظریات بالخصوص کمیونزم کے خلاف مسلمان، ہنود، عیسائی، یہودی اور سکھ مذہبی راہنماؤں کا ایک متحدہ محاذ تشکیل کیا جس کا نام ''تنظیم بین المذاہب'' رکھا آپ کی انہی خدمات کے اعتراف کے طور پر تنظیم میں شامل راہنماؤں نے مشترکہ طور پر آپ کو ''فضیلت مآب'' کا خطاب دیا۔ ماریشس کا مشہور اور کثیر الاشاعت روزنامہ ''ایڈوانس'' اپنی ۱۳ جولائی ۱۹۴۹ء کی اشاعت میں لکھتا ہے جس کا اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

''مشہور و معروف زمانہ مسلمان عالم دین مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ (یہاں) (ماریشس) تشریف لائے ہیں یورپ جانے سے پہلے ''تنظیم بین المذاہب'' کے قیام کا ارادہ رکھتے ہیں اس نقطہ نظر کے مطابق کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والوں کے اچھے تعلقات قائم ہوں۔ تنظیم تمام ایمانداروں کے لئے بغیر کسی امتیاز کے ہوگی اور اس کا مقصد مذہب کی تبلیغ نہ ہوگا بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ مفاہمت، اتحاد اور محبت ہوگا اس نظریہ کے پروپیگنڈہ کا بنیادی کام شروع ہو چکا ہے لیکن تنظیم کے مکمل مقاصد روم کے پوپ سے ملاقات تک حضرت مولانا ملتوی کئے ہوئے ہیں۔''

حضرت مولانا صدیقی نے اس تنظیم کی شاخیں دوسرے ممالک میں بھی قائم کیں۔ اور اس تنظیم سے صرف مذہبی رہنما ہی تعاون نہیں کر رہے بلکہ کئی ریاستوں کے سربراہ بھی شامل ہیں مثلاً مالکم میکڈانلڈ برٹش کمشنر جنرل ساؤتھ ایسٹ ایشیاء کا نام خاص طور پر

قابل ذکر طور پر نمایاں ہے۔

تنظیم بین المذاہب الاسلامی:

مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جبکہ ہر مذہب کے لوگوں کے درمیان اخوتِ انسانی کے علمبردار تھے تو یہ ناممکن تھا کہ آپ مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے آپس کے اختلافات کو محسوس نہ کرتے آپ اگرچہ اہل سنت حنفی بریلوی مکتب فکر کے نمائندے تھے اور اس مسلک پر کاربند رہے اور تبلیغ و اشاعت کرتے رہے لیکن جہاں تک فرقہ وارانہ تعصب کا تعلق ہے اس سے آپ کی ذاتِ گرامی قطعی طور پر بری الذمہ ہے بلکہ آپ نے مختلف اسلامی مکاتب فکر کے علماء کی ایک تنظیم قاہرہ مصر میں محمد علی علوبہ پاشا کے تعاون سے قائم کی جس کا نام ''تنظیم بین المذاہب الاسلامی'' رکھا۔

دیو بندی مکتبہ فکر کے مشہور عالم مولانا عبدالماجد دریا آبادی آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''انصاف کی عدالت کا فیصلہ یہ ہے کہ بریلوی گروہ کے سارے افراد کو ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا سمجھنا زیادتی ہے۔ مولانا عبدالعلیم میرٹھی مرحوم و مغفور نے اسی گروہ کے ایک فرد ہو کر بیش بہا تبلیغی خدمات انجام دیں۔''

(ہفت روزہ ''صدق جدید'' لکھنو ۲۵ اپریل ۱۹۵۶ء)

استاذ حسن البناء بانی اخوان المسلمین مصر کا خراج تحسین

۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء میں حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی قدس سرہٗ رابطہ اسلامیہ ہند کے رئیس وفد اور ملایا، مشرقی و جنوبی افریقہ اور جزائر اشرقیہ کے مندوب کی حیثیت سے سعودی حکومت کی طرف سے حجاج پر عائد کردہ ٹیکسوں کے خاتمہ اور حجاج کے لئے سہولتیں فراہم کرنے کے لئے دنیا بھر سے آئے ہوئے اجلّہ علماء، حکومت سعودیہ کے نمائندین اور عبدالعزیز بن سعود سے مذاکرات کئے جن کا خاصا اثر ہوا ان مذاکرات کی تفصیل ''البیان'' کے نام سے عربی میں شائع ہوئی تھی جس میں اخوان

المسلمین (مصر) کے بانی حسن البناء نے ابتدائیہ لکھا اور حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قدس سرہٗ کی مساعی جلیلہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

کما کان من فضل الله وتوفیقی ان التقینا فتدی حین فی الارض المقدستی وعند البیب العتیق بصاحب الفضیلة والداعیة الاسلامی الشیخ محمد عبدالعلیم صدیقی

"اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو سال ہوئے ہماری ملاقات ارض مقدس میں بیت اللہ شریف کے پاس صاحب فضیلت مبلغ اسلام استاذ الشیخ محمد عبدالعلیم صدیقی سے ہوئی۔"

پھر (کچھ سطر بعد) پھر فرماتے ہیں۔

ونحن نسئال الله تبارك و تعالٰی ان یجزی الاستاذ المفضال الشیخ محمد عبدا لعلیم صدیقی عن المسلمین عامة خیر جزا

"ہم اللہ تبارک و تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صاحب فضیلت استاذ شیخ محمد عبدالعلیم صدیقی کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔"

(تذکرہ اکابر اہل سنت صفحہ ۲۳۰ مرتبہ حضرت علامہ محمد عبدالعلیم شرف قادری)

تصانیف و مطبوعہ تقاریر

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو اسلامی تبلیغی سیاحتوں کے باعث اگرچہ بہت کم کتب تحریر کرنے کا موقع ملا تاہم آپ نے چند ایک اردو، عربی اور انگریزی زبان میں جو کتب تحریر کیں وہ اپنے اثر، علمی معلومات کے باعث لاجواب ہیں۔ حضرت مولانا صدیقی جہاں ایک پرجوش اور خوش بیان مقرر تھے وہاں ایک بلند پایہ ادیب بھی تھے آپ نے چند ایک کتب، عربی، اردو اور انگریزی میں تحریر کریں یا آپ کی جو تقاریر کتابچوں کی صورت میں شائع ہوئیں اُن کے نام درج ذیل ہیں۔

عربی

مراۃ القادیانۃ۔ جج کیس۔

اردو

ذکر حبیب حصہ اوّل دوئم، کتاب تصوف، احکامِ رمضان، بہارِ شباب، علم کا گم کردہ راہ، اسلام اور روحانیت، مسلمان اور سائنس کا وجود، مرزائی حقیقت کا اظہار، معجزات مذہب کی روشنی میں، اسلام کا اصول، انسانی مسائل کا حل، کمیونزم کا توڑ، اسلام اور اشتراکیت، صوت الحق

انگریزی

(1) Elementary Teaching of Islam. (2) The Principles of Islam (3) Quest For true Happiness (4) A shavian a Theologian (5) Women and their status in Islam (6) The forgotten path of knowledge (7) How to face communism (8) Islam's answer to the challenge of communism (9) The teachings of Islam (10) Spiritual culture in Islam (11) The history of the codification of Islamic Law (12) The mirror (13) Religious and Scientific Progress of the world (14) The universal teaching (15) The clarioin call (16) Cultivation of science by the muslims (17) The message of Peace.

اردو کتب میں سے پہلی تین کتب اور انگریزی میں سے نمبر ۲، ۳، ۴، ۶، ۸ المرکز الاسلامی نارتھ ناظم آباد کراچی ۳۳ سے دستیاب ہیں انگریزی نمبر ۱ کتاب تاج کمپنی کراچی، لاہور سے مل سکتی ہے۔ اردو میں چوتھی کتاب (بہارِ شباب) نوری کتب خانہ

لاہور اور المکتبہ (مکتبہ رضویہ) کراچی سے مل سکتی ہے۔ باقی دوسری اردو و انگریزی کتب نہ صرف کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سنی کتب خانوں کو توفیق دے کہ وہ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی کی وہ کتابیں جو شائع نہیں ہوسکیں وہ شائع کریں۔آمین المکتبہ کراچی (مکتبہ رضویہ) نے حضرت کی چند ایک انگریزی و اردو کتب شائع کیں نیز آپ کی انگریزی زبان میں سوانح حیات بھی شائع کرنے کا اعلان کیا تھا لیکن افسوس یہ کام نہ ہوسکا۔ شاید مالی بحران کا یہ مکتبہ شکار ہوگیا ہو۔ مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیرومرشد کی چند ایک اہم اور انگریزی کتابیں اپنی بین الاقوامی تبلیغی جماعت ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن کے زیر اہتمام اسلامک سنٹر کراچی سے شائع کیں جو ایک قابل قدر ختم ہے لیکن آپ نے اپنے پیرومرشد کی اردو یا انگریزی زبان میں کوئی سوانح حیات اور کارہائے نمایاں پر مشتمل کتاب یا کتابچہ شائع نہ فرمایا۔ شاید اس میں بھی مالی بحران کا مسئلہ کارفرما ہو تاہم حضرت مولانا انصاری نے اپنے ماہنامہ (بزبان انگریزی) منارٹ میں وقتاً فوقتاً حضرت مبلغ اسلام کے متعلق مضامین شائع فرمائے جو ہم جیسے متلاشیوں کے لئے تسکین کا باعث بنے۔ اب بھی آپ کے فرزند جلیل علامہ شاہ احمد نورانی اور حضرت مبلغ اسلام کے مرید خاص جناب شیخ محمد جعفر قادری جانشین حضرت مولانا انصاری اس سلسلہ میں بہت کچھ کر سکتے ہیں اور حضرت مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک معیاری کتاب مرتب کرسکتے ہیں۔

مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک یادگار خطبہ کا اقتباس

"آج یہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ علماء اقتدار کے طلب گار ہیں اور عہدوں کے امیدوار۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں نہ صرف آپ حضرات بلکہ تمام روئے زمین کے علماء عالمین کی طرف سے نیابۃً پوری قوت سے دنیا کو یہ پیغام پہنچادوں کہ طبقہ علماء اپنی ذات کے لئے دنیا میں نہ کسی اقتدار کا متمنی تھا۔ نہ ہے اور نہ خدا کرے کہ ہو وہ صرف دین کے اقتدار کا طلب گار ہے وہ صرف کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے اقتدار کا

خواستگار ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اگر کفار مکہ کے سامنے بانگ دہل فرمایا کہ مجھے نہ تمہاری دی ہوئی دولت چاہیئے، نہ عورت، نہ امارت چاہیئے، نہ مملکت، میں تو صرف اس کا امیدوار ہوں کہ تم ہدایت پاجاؤ اور جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ مصر، شام، عراق، پاکستان، انڈونیشیا سب جگہ کے مسلمان سن لیں۔ علما یہ نہیں چاہتے کہ زمام مملکت اپنے ہاتھ میں لیں۔ ہاں یہ چاہتے ہیں کہ آئین حکومت پاکستان اسلامی ہو، نافذین احکام خداترس، عالم باکتاب والسنہ ہوں۔ اللہ کی زمین پر اللہ کے قوانین کی حکومت ہو اور اس کے چلانے والے دین دار، تقویٰ شعار ہوں خواہ وہ مرحومہ مسلم یونیورسٹی کے سند یافتہ ہوں یا مرحومہ عثمانیہ یونیورسٹی کی یادگاروہ کیمبرج کے گریجویٹ ہوں یا آکسفورڈ کے ڈاکٹر۔ شرط یہ ہے کہ وزیر ہوں یا اہل تدبیر، ارکان اسمبلی و کونسل ہوں، افسر ہوں یا چپراسی جو ہوں یا دین دار ہوں نہ کہ فاسق و فاجر، ظالم و راشی یا عیاش وشرابی۔

علماء یہ بتانے کے لئے تیار ہیں کہ اسلامی قانون کیا ہے؟ اس پر چلنے اور چلانے کا ہر مسلمان ذمہ دار ہے لوگ کہتے ہیں کہ علماء میں اختلاف ہے وہ باہم برسرپیکار ہیں کسی ایک نقطہ پر ان کا اتفاق دشوار ہے لہٰذا ان کو امور مملکت میں مشیرِ کار کیونکر بنایا جائے۔ میں کہتا ہوں اور اپنی علمی و دینی ذمہ داریوں کا پورا احساس رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ:

۱۔ کیا برسٹروں اور وکلاء میں انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کی تعبیر میں اختلافات نہیں ہوئے؟

۲۔ کیا ڈاکٹروں میں تشخیص مرض و تجویز دوا میں اختلافات نہیں ہوئے؟

۳۔ کیا سیاستین میں احزاب مختلفہ (مختلف پارٹیاں) نہیں ہوتے کیا ارکان پارلیمنٹ میں بھی تعبیرات و آراء قانون میں اختلاف نہیں ہوتا؟ اور کیا ان اختلاف تعبیرات کے سبب بیرسٹروں کو معطل اور قانون کو بیکار اور کیا پارلیمنٹ و اسمبلیوں کو موقف کر دیا گیا ہے؟ کیا ایلوپیتھک و یونانی معالج سے ہاتھ اٹھا لیا گیا ہے؟ اگر نہیں تو کیا اختلاف علماء

کا عذر درمیان میں لانا اہلِ عقل کے نزدیک کوئی عذرِ قابل کہا جاسکتا ہے؟ میں کہتا ہوں اور پوری قوت سے کہتا ہوں کہ علماء میں کیسے ہی اختلافات کیوں نہ ہوں علماء آپس میں کتنا ہی کیوں نہ لڑتے جھگڑتے ہوں مگر لادینیت لامذہبیت اور غیر ماانزل اللہ قوانین اور مغرب پرستی کے مقابلے اور قوانین الٰہی کے اجراء کے لئے سب بلا اختلاف ایک محاذ پر صف بستہ ہیں اور ان میں سے ضعیف سے ضعیف فرد بھی اس بات میں پوری قوت کے ساتھ سعی و قربانی کے لئے آمادہ ہے۔

اے دستگیرانِ امت مسلمہ (علماء) اگرچہ یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے جسے میں نے پیش کیا۔ لیکن دنیا اس کے مظاہرے کی متمنی ہے اور یقیناً ضرورتِ وقت کا بھی تقاضا ہے کہ متفق علیہ مسائل اصول و اساس میں جس طرح مختلف تجارت گاہوں کے ذمہ دار ایک تجارتی محاذ قائم کرتے ہیں یا جملہ و دل عالم نام و نہاد ہی سہی امن کے نام پر اپنی "اقوام متحدہ" کو ترتیب دیتے ہیں ہر مکتبہ خیال کے پیش رو اپنا بھی ایک ایسا نظام ترتیب دیں ورنہ سیلاب لادینیت و مغربیت کہاں سے کہاں دنیا کو بہا کر لے جائے گا؟" (ماہنامہ "ترجمان اہل سنت" کراچی، جولائی ۷۷ء صفحہ ۵۲)

شاعرانہ کلام

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ توحید خداوندی سے سرشار اور عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرمست تھے۔ آپ وقتاً فوقتاً اپنے جذبات کا اظہار نثر کے علاوہ نظم میں بھی کرتے۔ آپ کی کتاب ذکر حبیب سے چند ایک ثنا، خداونعت رسول اور مناقب غوث پاک پر مشتمل نظمیں پیش خدمت ہیں۔

نغمہ توحید خداوندی

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

ذرہ ذرہ میں تو ہی تو ہر گل میں شجر میں تیری بُو
کوئل کرتی ہے کو کو بلبل ہے چہکتی ہُو ہُو ہُو

تو ہی تو تھا جب کچھ بھی نہ تھا جب کچھ نہ رہے گا تو ہی ہوگا
پھر کون ہے کون کون میں تیرے سوا تیرا ہی جلوہ ہے ہر سو
تو ہی خالق، تو ہی مالک ہے تیرے سوا سب کچھ سالک
ہے وردِ زبان ہر سالک یا ہو حق ہو، یا ہو حق ہو
ہے سارے جہاں کی تو رونق اے ذات احد نور مطلق
انت الھادی، انت الحق لیس الھادی الا ہو
ہر شان میں تو، ہر آن میں تو ہر آن ہے اک نئی شان میں
اے جان جہاں ہر جان میں تو ہے تو ہی تو ہر سو ہرا
عابد مصروفِ عبادت ہے زاہد مشغولِ ریاضت ہے
عالم سرگرم ہدایت ہے ہے تیری دھن میں ہر سادہ
دنیا چھانی عالم میں پھرا پر تیرا سراغ کہیں نہ ملا
جب چشم بصیرت سے دیکھا ہے دل کے اندر تو ہی تو
نحن اقرب سنتا ہوں مگر ادرک قرب مجھے ہوا اگر
ہو سمع بھی تو اور تو ہی بصر ظاہر باطن ہو تیری ب
لاریب سمیع و بصیر ہے تو علام غیوب و خبیر ہے تو
میں بے کس اور نصیر ہے تو مشغول ہے ذکر میں ہر بن تو
حکمت تیری ہے حکیم ہے تو سب حادث اور قدیم ہے تو
ہاں جان عبدالعلیم ہے تو یاہو یاہو، یاہو یاہو

نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی وہ زباں دے جو ثنا خوانِ محمدؐ ہو ثنا ایسی جو ہر آئینہ شایانِ محمدؐ ہو
وہ جانِ پاک دے یا رب جو قربان محمدؐ ہو وہ دل دے جو شکار تیر مژگان محمدؐ ہو

جنونِ عشق و گرما گرمی سوزِ محبت ہے — یہ آوارہ ہو اور دشت و بیابانِ محمدؐ ہو

شرابِ شوق سے لبریز ہو پیمانۂ الفت — نگارِ حسن ہو، میں ہوں، خیابانِ محمدؐ ہو

مقام لی مع اللہ تک بھلا کس کی رسائی ہو — جب اس خلوت کدہ میں خاص جانانِ محمدؐ ہو

بدل جائے شب بخت سیہ صبح دل آرا سے — اگر جلوہ نما روئے درخشاں محمدؐ ہو

علیم خستہ جاں تنگ آگیا ہے دردِ ہجراں سے — الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمانِ محمدؐ ہو

عرض بہ سلام بہ حالت قیام

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

سیّد اولاد و آدم رحمت عالم مجسم

حاضر دربار ہیں ہم عرض یہ کرتے ہیں ہم

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

تم شفیع عاصیان ہو سید و شاہ شہاں ہو

چارۂ بے چارگاں ہو درد مند بے کساں ہو

یا نبی سلام علیک یا رسول اللہ علیک

یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

سیدی! بیمار ہوں میں اور ضعیف و زار ہوں میں

سخت عصیاں کار ہوں میں اپنے اوپر بار ہوں میں

یا نبی سلام علیک یا رسول اللہ علیک

یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

نفس و شیطان نے ستایا اچھے کاموں کو بھلایا

سب گناہوں میں پھنسایا در پہ ہوں فریاد لایا

یا نبی سلام علیک یا رسول اللہ علیک

یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

ہاں! مری بگڑی بنا دو اور گنہ سب بخشوا دو

رنگ سینہ سے مٹا دو اور دل کو جگمگا دو

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

رخ سے پردہ کو اٹھا دو جلوۂ زیبا دکھا دو

قید غم سے اب چھڑا دو مجھ کو مولیٰ سے ملا دو

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

بھیک علیم خستہ قسمت تھام کر دامانِ رحمت

مانگتا ہے اپنی حاجت باز ہو بابِ اجابت

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

فریاد بہ بارگاہ سرکار بغداد

یا سیدنا غوث الاعظم شیئًا لِلّٰہ شیئًا لِلّٰہ

سرکار عرب سالار عجم شیئًا لِلّٰہ شیئًا لِلّٰہ

اے آل نبی اولاد علی اے محی دین مصطفوی

اے صاحب فضل وجود کرم شیئًا لِلّٰہ شیئًا لِلّٰہ

عزت . والے حرمت والے طاقت والے قوت والے

اے صاحب دولت و جاہ حشم شیئاً للہ شیئاً للہ
یا نورًا من انواراللہ یا سرًّا من أسرار اللہ
یا بحرًا من ابحار کرم شیئاً للہ شیئاً للہ
اے جلوۂ حسن و حسین اے لختِ بتول و شیرزمن
اے جان جانانِ عالم شیئاً للہ شیئاً للہ
ہاں اے محبوب سبحانی، قطب اقطاب ربانی
اے غوث و غیاث و مغیث امم شیئاً للہ شیئاً للہ
بیمار ہوں میں ناچار ہوں میں، دنیا سے بہت بیزار ہوں میں
مونس ہے کوئی نہ کوئی ہمدم شیئاً للہ شیئاً للہ
اب حرص و ہوا نے گھیر لیا، رخ نفس و شیطان نے زیر کیا
دیتا ہوں دہائی میں ہر دم شیئاً للہ شیئاً للہ
کشتی ہے بھنور میں آن پھنسی اور کھیون ہار نہیں ہے کوئی
سب عرض یہ کرتے ہیں پیہم شیئاً للہ شیئاً للہ
میں آپ ہی کا کہلاتا ہوں، اس نسبت پر اتراتا ہوں
رکھ لیجئے آپ ہی میرا بھرم شیئاً للہ شیئاً للہ
میلہ ہے قادری مستوں کا، ریتی ہے چڑھی اور رنگ رچا
برکھا ہو کرم کی اب چھم چھم شیئاً للہ شیئاً للہ
ہاں بادۂ عشق پلا دیجئے، مست عرفاں بنا دیجئے
رنگ جائیں آپ کے رنگ میں ہم شیئاً للہ شیئاً للہ
در پر یہ بھکاری آیا ہے اور خالی جھولی لایا ہے
اے قاسم رزق و فضل و نعم شیئاً للہ شیئاً للہ

ہو وقت مدد یا محی الدین پھر ہوا احیاء دین متین
پھر فتح مبیں کا اڑے پرچم شیئاً للہ شیئاً للہ
ہے عبد علیم صدیقی وابستۂ دامان قدسی
ہاں صدقہ اجداد کرم شیئاً للہ شیئاً للہ

وصال

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے چالیس سال مسلسل دین حق کی سربلندی میں بسر کرنے کے بعد ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو مدینہ منورہ میں محبوب حقیقی سے جا ملے اس وقت تمام عالم اسلام کے مسلمان حج کے موقع پر مدینہ طیبہ میں جمع تھے اور اس طرح آپ کی نماز جنازہ اور تدفین میں دنیا کے ہر گوشہ سے آئے ہوئے مسلمانوں نے شرکت کی آپ کی خوش قسمتی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ آپ کو جنت البقیع میں (حضرت سیدہ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں) جگہ ملی۔ (مبلغ اعظم حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی المدنی از نور حسن زبیری روزنامہ جنگ راولپنڈی ۳ مارچ ۱۹۷۰ء صفحہ ۳)

ہر چند کہ آپ کا جسد خاکی انسانی نگاہ سے اوجھل ہے لیکن آپ کے روحانی فیوض کے نقوش ابھی تک باقی ہیں اور ان شاء اللہ رہتی دنیا تک قائم رہیں گے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما!

ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہم اپنی ذمہ داری کو عملاً محسوس کریں اور اس مشن کو فروغ دینے کے لئے جان و مال کی قربانی دینے سے دریغ نہ کریں جس کو حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جیسی مبارک ہستیوں نے جاری کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ تا قیامت حضرت علامہ صدیقی کے مزار پرانوار پر رحمت برساتا رہے۔ آمین

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور)

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری وصیت کی ایک جھلک

قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نے کراچی میں عرس امجدی کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمارے لئے باعث فکر ہے کہ ہم سنی ہیں اور اس بات پر بھی فخر ہے کہ ہمارا روحانی سلسلہ اور اسکی نسبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان بریلوی سے ہے اور مجھے اپنے والد ماجد مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یاد ہیں ان کی ایک چھوٹی سی مختصر سی وصیت ہے جو اب بھی میرے پاس محفوظ ہے جو آخری وقت مدینہ منورہ میں تحریر فرمائی۔

الحمد للہ میں مسلک اہل سنت پر زندہ رہا اور مسلک اہل سنت وہی ہے جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے اور الحمد للہ اسی پر میری عمر گزری اور الحمد للہ آخر دم تک اسی مسلک پر حضور پرنور ﷺ کے قدم مبارک میں خاتمہ بالخیر ہو رہا ہے۔

(ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ جنوری ۸۷، ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی دسمبر ۷۷ء)

بارگاہ خداوندی میں مولانا صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا والتجا

اے بے چینوں کی فریاد سننے والے مولیٰ: بے کسوں کو پکار کا جواب دینے والے آقا! اے ماں باپ سے زیادہ مہربان داتا! تیرے گنہگار بندے اور بندیاں، سخت بے تابی و بے چینی کے ساتھ تلملا کر تجھے پکارتے اور فریاد کرتے ہیں، ہماری پکار سن لے۔

ہم اقرار کرتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ تو یکتا و بے ہمتا ہے اور حضرت سرکار محمد ﷺ تیرے محبوب بندے اور آخری نبی ہیں۔

تو نے ہمیں انسان بنایا، عزت و خلافت کا خلعت پہنایا، ہمیں دولت دی، سلطنت بخشی، زمین میں وراثت عطا کی مگر آہ آہ آہ ہم نے تیری نعمتوں کی قدر نہ جانی، تو نے ہمیں سنوارا، ہم نے اپنی صورتوں کو بگاڑا، تیری راہ کو چھوڑا، تیرے حکموں سے منہ موڑا، تجھ سے اپنا رشتہ توڑا، نفس و شیطان کے جال میں پھنسے گناہ کیے اور وہ بھی ایسے سخت کہ

جانور بھی ان سے پناہ مانگیں، نافرمانیاں کیں اور ایسی شدید کہ ان سے پتھر بھی لرز جائیں۔

اے مولیٰ! اقراری مجرم، روسیاہ، گنہگار، بدکار، عصیاں شعار، شرمسار، تیری رحمت و مغفرت کے امیدوار، آنکھوں میں آنسو بہاتے، بے قراری سے تلملاتے، تیرے عذاب سے ڈرتے، تیری ناراضی سے گھبراتے، ہاتھ پھیلائے، شرم سے سر جھکائے گڑگڑاتے تیرے دربار میں حاضر ہیں، اگر تو عذاب دے، ہم اس کے سزاوار، بخش دے تو عزیز و غفار، تو نے فرمایا تو نے یقین دلایا کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ اور لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اس لئے رحمت کے طلب گار ہیں عفو کے امیدوار ہیں۔

ہمارے پاس کوئی نیک عمل نہیں ہے جسے وسیلہ بنائیں، کوئی طاعت و عبادت نہیں جس کا آسرا لگائیں، مگر ہاں! تیرے محبوب، کملی والے تاجدار، سیّد ابرار، احمد مختار ﷺ کا دامن رحمت ہاتھ میں ہے، ان کے نام لیوا کہلاتے ہیں جنھوں نے ہمارے لئے ساری ساری رات آنسو بہائے اور ہماری مغفرت کے لئے دُعائیں فرمائیں۔

تیرے جاہ و جلال، تیرے فضل و کمال، تیرے جود و عطا اور تیرے محبوب سرکار محمد ﷺ کی ذات والاصفات کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اپنی عزت، اُن کی رحمت کا صدقہ، صدیق و فاروق و عثمان و علی و فاطمہ زہرا و حسن و حسین شہید کربلا کا واسطہ، اہل بیت اطہار، اصحاب کبار و شہدائے بدر و حنین و احد کا طفیل، غوث اعظم و سلطان الہند و اولیائے امت کا تصدق، اپنے جملہ محبوبین و مقبولین و مقربین (رضی اللہ عنہم) کے صدقہ میں ہمارے گناہ معاف فرما دے۔ ہماری بگڑی بنا دے، ہمیں اپنی محبت کا جام پلا دے، ہمیں اپنا متوالا بنا دے، ہماری ڈوبتی کشتی ترا دے، ہمارے بیڑے کو پار لگا دے، ہم منجدھارے میں پھنسے ہیں، نہ عزت رہی نہ دولت، نہ حشمت رہی نہ سلطنت، نہ حکومت رہی نہ طاقت، خلافت اسلامیہ مٹ چکی، قبلہ اوّل بیت المقدس پر یہودی چھائے ہوئے ہیں، قبلہ مسلمین و حرمین محترمین پر دشمن دانت جمائے ہوئے ہیں، عراق، شام، مصر و مراکش، افریقہ و ملایا ہر طرف دشمن ہی دشمن آڑے آئے ہوئے ہیں وہ ہندوستان جہاں تیرے خاص بندوں نے علم توحید بلند کیا سات سو برس تک حکومت کی اور تیرے دین کا بول

بالا رکھا، ہم نااہل تیری اس امانت کو نہ سنبھال سکے، وہ ہمارے ہاتھوں سے نکلا اور آخر ہم محکوم بن کر ہی وہاں رہ سکے ہمارے خون بہائے گئے، ہماری خواتین کی عفت و عصمت تباہ کی گئی، مسجدیں شہید ہوئیں، خانقاہیں اجاڑی گئیں، اولیاء و صالحین کی قبریں تک کھودی گئیں، ہمارے گھروں میں آگ لگائی گئی، گھر سے بے گھر کیا گیا، ہمارے جوان مرد ہلاک کیے گئے، بوڑھے قتل ہوئے، عورتیں بیوہ ہوئیں، یتیم بلبلاتے رہے۔

اے غیرت والے مولیٰ! ہم لوٹ گئے، مٹ گئے، صرف اس لئے کہ تیرے کہلاتے تھے، تیرا نام لیتے اور مسلمان کہے جاتے تھے۔

اے عظمت والے! اے عزت والے! اے غلاموں کے سر پر تاج عزت رکھنے والے! اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے! سن لے! سن لے! ہم بے کسوں، بے کسوں کی سن لے! ہم سیہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے۔ دین کی عزت رکھ لے، علَم توحید کو سرنگوں نہ ہونے دے۔ ہمیں قوت دے، طاقت دے، عزت دے، حمیت دے، غیرت دے، برصغیر ہند میں جو چھوٹی سی آزاد خود مختار پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے، اس کی حفاظت فرما، اسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنوں میں اسلامی دولت، اسلامی سلطنت، اور الٰہی مملکت بنا، جہاں تیرا قانون، تیرے احکام جاری ہوں، تیرے دین کا علَم بلند ہو اور تیرے نام کا ابدالاباد تک بول بالا رہے۔

مولیٰ! مولیٰ! اے رحم و کرم کرنے والے مولیٰ! ہماری دُعائیں قبول کر، ہمارے بیماروں کو تندرستی دے، مصیبت زدہ کی مصیبت دور کر، ہمیں فقر و فاقہ سے بچا، حقیقی فنا عطا فرما، اپنا بنا اور اپنی راہ پر چلا، اور اپنے بندہ محمد عبدالعلیم صدیقی سے وہ خدمتیں لے جن سے تو راضی ہو، اسے اپنی رضا مندی اور محبوبیت کا خلعت پہنا۔

(ذکر حبیب صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ نوری بکڈپو لاہور)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلِّ فَنُجِّ عَلٰى عَبْدِ عَلِيْكَ وَنُوْرِ عَرْشِكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَعَوْنِنَا وَمُعِيْنِنَا وَغِيَاثِنَا وَمُغِيْثِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○ اٰمین اٰمین اٰمین

حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی

جن کا میں مداح ہوں

تحریر......سید محمد عبداللہ قادری ☆

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ /۳ اپریل ۱۸۹۲ء میں ضلع یوپی بھارت کے مشہور شہر میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی میرٹھ ہے جہاں سے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ابتداء ہوئی تھی۔

آپ کے والد مکرم کا اسم گرامی حضرت مولانا شاہ عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ تھا جن کا شمار اپنے دور کے مشہور، معروف علماء کرام میں ہوتا تھا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی نے ابتدائی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ سولہ سال کی عمر میں درس نظامی کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کیا۔ علوم جدیدہ کے حصول کے لئے آپ نے اٹاوہ ہائی اسکول سے میٹرک کیا۔ اس کے بعد مزید تعلیم کے لئے میرٹھ کے ایک کالج میں داخلہ لیا۔ ۱۹۱۷ء میں امتیازی حیثیت سے بی اے (B.A) پاس کیا۔ اسی دوران حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۹۲۱ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاں علم و معرفت کے موتیوں سے آپ کو نوازا گیا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں آپ کو ایک منفرد مقام حاصل تھا (رہا) پیر و مرشد کی خاص نظر عنایت سے آپ آفتاب کی طرح چمک کر آسمان پر ایسے نمودار ہوئے کہ اپنی روحانی اور علمی لیاقت سے لاکھوں انسانوں کو مستفید کیا۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے بانی جناب سید ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۹۲ء)، مولانا شاہ عبدالعلیم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اس قدر ہیں کہ پوری دنیا

☆ محقق، فکار، مصنف، ۴۰ ایف ۲۲۵ واہ کینٹ (پاکستان) 0301-5031096

سے پردہ نہ فرمایا۔ میں بڑے ہی اشتیاق ان کے کارناموں سے مالا مال ہے۔ اندرون ملک اور بیرون ملک ان کی خدمات کا اگر جائزہ لیا جائے تو ایک ضخیم کتاب درکار ہوگی جس وقت ہندوستانی مسلمان اپنی جدوجہد آزادی اور قیام پاکستان کے سلسلہ میں مصروف جہاد تھے اس وقت بیرونی دنیا میں تحریک پاکستان کو روشناس کرانے کے لئے ان کے پاس کوئی مسلمان نہ تھا جس کی وجہ سے ہندو اور کانگریسی مسلمان عالم اسلام میں ہندی مسلمانوں کے خلاف گٹھ جوڑ میں لگے ہوئے تھے اور پاکستان کے مطالبے کو "دیوانے کا خواب" سے تعبیر کررہے تھے ایسے میں اسلام کا یہ فرزند جلیل اور مجاہد اپنے ہم مسلک علماء و مشائخ اور دوسرے پاکستان دوست حضرات کی طرح تحریک پاکستان کے لئے دن رات کام میں مشغول تھا۔ شاہ صاحب کا شمار تحریک پاکستان کے ان عظیم مجاہدین میں ہوتا ہے جن کی خدمات کو تاریخ پاکستان میں سنہری الفاظ سے لکھا جانا چاہیے۔ آپ کی ذات شریف پر نہ صرف پاکستان بلکہ پورا عالم اسلام نازاں ہے۔ پاکستان کے خلاف ہندوؤں اور کانگریسی مسلمانوں کی سرکوبی کے لئے آپ نے ملک گیر دورے کئے۔ نیز بیرون ملک جا کر دشمن کے عزائم کو خاک میں ملایا۔ پاکستان آخرکار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بن کر رہا۔

شاہ صاحب نے عرب ممالک میں جا کر وہاں کے علماء اور عوام کو پاکستان سے متعارف کرایا اور ان کی تائید و حمایت حاصل کی۔ آپ کی انہیں خدمات کے سلسلے میں حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے پاکستان بننے کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی) کو اسلامی ممالک میں پاکستان کا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مشن کو اس احسن طریقے سے سرانجام دیا کہ پاکستان کا وقار بیرونی ممالک میں بڑھ گیا اور جو ممالک پاکستانی مملکت سے اس وقت تک ناآشنا تھے پاکستان سے واقف ہوئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمان ملکوں کا دورہ کیا جن میں مصر، فلسطین، شام، لبنان، عراق اور اردن وغیرہ شامل تھے۔ بعد میں آپ نے پوری

دنیا کا تبلیغی دورہ کیا۔ برما، ملائشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، ویت نام، چین، جاپان، فلپائن، سری لنکا، ماریشس، مڈغاسکر، جنوبی افریقہ، پرتگال، مشرقی افریقہ، کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، حجاز مقدس، فرانس، برطانیہ، جزائر غرب الہند، گیانا، امریکہ، کینیڈا وغیرہ کے تبلیغی دورے کر کے لوگوں کو دین حق کا پیغام سنایا۔"

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ پاکستانی نمائندہ (سفیر) کی حیثیت سے بیرونی ممالک کے دورے کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں جناب گل حمید بھکن صاحب کے مضمون "ماریشس میں اردو، ترجمہ و تلخیص مسعود احمد چیمہ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"مولانا عبدالعلیم صدیقی اسلام کے گشتی سفیر تھے انہوں نے اپنی زندگی میں "پانچ بار ماریشس کا دورہ کیا۔ جامع مسجد میں ان کی تقاریر کو ماریشس ریڈیو نے براڈ کاسٹ کیا۔ مولانا عبدالعلیم کے کہنے پر حاجی سر عبدالرزاق محمد نے ۱۹۳۲ء میں "مسلم یتیم خانہ" قائم کیا اور "علیمیہ کالج" کی بنیاد رکھی۔ مولانا عبدالعلیم کی تعلیمات کے طفیل عربی اور اردو زبان کو فروغ حاصل ہوا۔ یہ ان کی کوششوں کا ثمر ہے کہ بہت سے قاری، مولوی، مولانا، اردو کے اساتذہ، لکھاری اور شاعر مسلمان برادری میں پائے جاتے ہیں۔ میں خود علامہ عبدالعلیم صدیقی کی اردو تقاریر سے متاثر ہوا اور اردو سیکھنے کی طرف راغب ہوا۔

مولانا کی اردو تقاریر سے مسلمان بہت متاثر ہوئے اور انہیں اردو سیکھنے کا شوق ہوا تاکہ وہ مولانا کے ارشادات عالیہ سے اچھی طرح واقف ہوسکیں۔ ماریشس کی مسلمان برادری نے سماجی، ثقافتی، مذہبی اور تعلیمی میدان میں ان سے بہت فائدہ اٹھایا۔ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس جزیرے میں متحدہ مسلم برادری پھیلتی پھولتی ہوئی اردو زبان کے ساتھ موجود تھی۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا شاہ احمد نورانی نے اس خدمت کا بیڑا اٹھایا۔ وہ عید میلاد النبی ﷺ کے موقعہ پر ہر سال ماریشس تشریف لاتے ہیں اور اردو میں تقاریر کرتے ہیں جن میں مسلمانوں کو اردو سیکھنے

کی ترغیب دیتے ہیں تاکہ وہ آسانی سے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کر سکیں۔"

مشہور صحافی جناب مختار حسن صاحب، مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا عبدالعلیم صدیقی بہت عظیم مبلغ اسلام تھے کہا جاتا ہے انہوں نے اپنی زندگی میں مختلف ملکوں کے ۴۵ ہزار افراد کو مشرف بہ اسلام کیا۔ تحریک پاکستان کے لئے کام کرنے والے علماء و مشائخ میں ان کا نام بڑا نمایاں تھا۔ انہوں نے بیرون ملک بھی برصغیر کے مسلمانوں کی سیاست اور مطالبہ پاکستان کو واضح کرنے کے لئے دورے کئے۔ مولانا صدیقی پاکستان آئے تو پہلی عید آزادی کی امامت کی۔ قائداعظمؒ نے انہی کی اقتدا میں یہ نماز ادا کی تھی۔"

معارف اعظم گڑھ کے شذرات ۱۶۳/۱۶۲ میں مولانا عبدالعلیم صدیقیؒ کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

"مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھ کے ایک پرجوش مبلغ عالم ہیں۔ بریلی میں عربی و فارسی درسیات کی تکمیل کی ہے اور ایف اے تک انگریزی پڑھی ہے۔ خلافت کی تحریکات کے زمانہ میں ساتھ کام کرنے والوں میں تھے۔ پھر ان کو تبلیغ کا شوق پیدا ہوا اور اپنے لئے بلاد چین کے جزیروں اور ساحلی شہروں کا میدان پسند کیا، جو اسلامی ملکوں میں درحقیقت سب سے زیادہ قابل امداد اور عیسائیوں اور قادیانیوں کی زد میں ہیں۔ موصوف انگریزی زبان میں اچھی تقریر کرتے ہیں اور لوگوں پر ان کا اثر ہوتا ہے۔ سنگاپور و جاوا سے لے کر چین و جاپان کے سواحل بلکہ افریقہ کے بھی دور افتادہ مقامات میں ان کا سال بہ سال دورہ ہوتا ہے۔

ان کے کارناموں کی روداد اخباروں میں تو پڑھتے ہی رہے۔ مگر ادھر ان کے چند مسلمان کئے ہوئے یورپین مسلمانوں کو دیکھا اور حیرت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کس طرح کسی کی قسمت میں کوئی سعادت رکھتا ہے۔ موصوف کی تبلیغی کوششیں علماء کے لئے قابل تقلید

اور عام مسلمانوں کے شکریہ اور اعتراف کے قابل ہیں۔

اسی بات کی کہ اللہ تعالیٰ کس کی قسمت میں سعادت کس طرح غیر متوقع طور پر رکھتا ہے۔ دوسری مثال علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایک نوجوان گریجوایٹ ہیں۔ اب سے چند سال یونیورسٹی میں جانا ہوتا تھا تو ایک نوجوان طالب علم حافظ محمد فضل الرحمن انصاری ملا کرتے تھے جو غالباً مظفرنگر کے کسی مردم خیز گاؤں کے باشندہ تھے۔ موصوف کو تبلیغ سے بڑی دلچسپی تھی اور ان سے اکثر اسی کے متعلق باتیں ہوا کرتی تھیں۔ چند سال سے ان کا پتہ نہ تھا۔ اس ہفتہ کی ڈاک سے دفعتہً ان کا خط سنگاپور سے آیا کہ وہ مولانا صدیقی کی امداد اور ان کے کاموں کی تکمیل کے لئے سنگاپور پہنچ گئے ہیں اور ارادہ رکھتے ہیں کہ ملایا، سیام، فرانسیسی مقبوضات، ہند چینی فلپائن، بورنیو، جاوا اور ساٹرا کا دورہ کر کے تبلیغی نظام کو استوار کریں گے اور وہاں سے آگے بڑھ کر پی-ایچ-ڈی کی ڈگری کے لئے جرمنی کا قصد رکھتے ہیں۔ ہمارے خیال میں اگر وہ اسی مقدس کام کی علت کے لئے پی-ایچ-ڈی اور ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں تو ہماری یونیورسٹیوں کے مسلمان ڈاکٹروں کو مذہب کا نام اور کام اپنی شان ڈاکٹری سے ضرور تر محسوس ہوتا ہے تو موصوف کا یہ عزم مبارک ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کا یہی کام مسلمانوں کی نگاہ میں ہزار ڈاکٹریٹ کی ڈگریوں سے بہتر ہے۔

سنگاپور سے اس وقت دو اسلامی پرچے انگریزی میں نکل رہے ہیں ایک کا نام "جینوئین اسلام (اصلی اسلام) اور دوسرے کا، وائس آف اسلام" (صدائے اسلام) ہے۔ اب انصاری صاحب نے پہلے رسالہ کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ امید ہے کہ اب وہ اسلام کی خدمت میں اور زیادہ سرگرم ثابت ہوں گے۔ اسی سلسلہ میں ساٹرا کے دو معزز عیسائی ذہین اور نوجوان ابھی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے ہیں اور وہ مذہبی تعلیم کے نہایت شائق ہیں تاکہ وہ اپنے ملک میں دین اسلام کی اشاعت کا کام انجام دے سکیں اور اس غرض کے لئے دارالعلوم ندوہ میں ان کی تعلیم کا خیال ہے۔"

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کی مشہور انگریز مفکر جارج برنارڈ شا سے بھی

گفتگو ہوئی جو کتابی شکل میں بھی شائع ہوئی تھی۔ اس سلسلہ میں حضرت سید ریاست علی قادری مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

''ان (مولانا عبدالعلیم صدیقی) کی روز شب کی کاوشوں اور انتھک محنت جدوجہد سے براعظم افریقہ نور اسلام سے منور ہوا۔ انہوں نے تاریک براعظم کے تاریک دلوں کو اسلام کا ابدی پیغام پہنچایا۔ ان کی علمی و روحانی شخصیت سے وہاں کے بڑے بڑے مفکرین متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ مشہور انگریز اور عالمی شہرت یافتہ جارج برنارڈ شا، حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی کی شخصیت سے اتنا زیادہ متاثر ہوا کہ تنگی وقت کا شکوہ کرتے ہوئے بولا:

''افسوس ہے کہ مجھے زیادہ دیر تک آپ سے گفتگو کا موقع نہ مل سکا۔''

اسلام اور عیسائیت کے موضوع پر حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی اور جارج برنارڈ شا کے درمیان مناظرہ ہوا جس سے جارج برنارڈ شا پر آپ کی علمی دھاک بیٹھ گئی اور وہ اسلام کے ابدی اصولوں سے اتنا متاثر ہوا کہ یہ جملہ کہے بغیر نہ رہ سکا جو تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے: ''آئندہ سو سال بعد دنیا کا مذہب صرف اسلام ہی ہوگا۔''

۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عمر بھرپور انداز میں کام کرنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہر ایک انسان سے رب قدیر عزوجل شانہٗ کوئی نہ کوئی کام لیتے ہیں۔ بقول حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

ما ز تخلیق مقاصد زندہ ایم

حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ہزارہا مسلمانوں کو تبلیغ کی۔ خصوصاً اہلِ اسلام کو۔ بحیثیت سفیر پاکستان رہتی دنیا تک ان کی خدمات کو یاد رکھا جائے گا۔ انہوں نے اپنے ورثہ میں حضرت شاہ احمد نورانی زید مجدہ اور حضرت شاہ احمد جیلانی مدظلہ جیسی باکمال شخصیات چھوڑی ہیں جن کی صحبت سے ہزارہا لوگ مستفید ہو رہے ہیں اور

رہیں گے۔ جمعیت العلمائے پاکستان میں مولانا شاہ احمد نورانی نے بہت کام کیا ہے۔ مسلک فقہ اور عقیدہ کے لئے۔

مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ اپنے مسلک کے علمبردار ہیں اور حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو دنیا بھر میں روشناس کروا رہے ہیں۔

رب کریم عزوجل شانہٗ نے اپنے حبیب مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقہ سے ایک ایسے شخص کی زیارت سے مشرف ہونے اور جی بھر کر گفتگو کرنے کا موقع میسر فرمایا۔ وہ شخصیت حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی ساتھیوں میں سے ایک تھی اور انہی کے شہر میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ تحریک پاکستان میں اکٹھے رہے۔ دونوں حقیقی بھائیوں جیسے تھے۔ بلکہ ایک دوسرے سے ''پگ وٹائی'' ہوئی تھی۔ تعلقات کی نوعیت گھریلو سی تھی۔ اس شخصیت سے میری مراد حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو تحریک پاکستان کے سرگرم رکن تھے۔ مرکزی جامع مسجد راولپنڈی اور مرکزی جامع مسجد واہ کینٹ کے خطیب تھے۔ حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ سے میرا تعارف، حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ تعارفی رقعہ کروایا تھا۔ کیونکہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے میرے والد محترم سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سے گہرے علمی روابط تھے۔ ۱۹۷۶ تا ۱۹۷۸ء تک میں مہینہ میں تین چار بار حضرت شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں B-59 سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں حاضر ہوتا۔ ان کی علمی، ادبی، سیاسی گفتگو سے مستفیض ہوتا۔ وہ اکثر و بیشتر حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں سناتے۔ اپنے مخصوص انداز اور محبت بھرے لہجے میں حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی کے فرزند ارجمند حضرت شاہ احمد نورانی میاں مدظلہ کراچی سے جب بھی پنجاب میں دینی معروفیات کے سلسلہ میں تشریف لاتے تو حضرت شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ضرور آتے۔ ان سے ہر قسم کی گفتگو کر کے جاتے۔ آج تک حضرت شاہ احمد نورانی میاں مدظلہ سے آمنے سامنے ملاقات نہیں ہوئی۔ لیکن میں نے انہیں دینی، سیاسی اسٹیج پر بہت

قریب سے دیکھا ہے۔ سیاسی رہنماؤں میں خصوصاً اہل سنت و جماعت میں سے جن شخصیات سے متاثر ہوا ہوں بلکہ آئیڈیل ہیں۔ مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ اور زندہ میں حضرت شاہ احمد نورانی میاں مدظلہ العالی۔

میں آخر میں اپنے محترم دوست ملک محبوب الرسول قادری زید لطفہ جوہر آباد کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جن کی تحریک پر میں نے سفیر پاکستان نابغہ عصر حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ پر چند صفحات تحریر کیے ہیں۔ خدا معلوم یہ کہاں تک قارئین کے لئے فائدہ مند ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ملک محبوب الرسول قادری کو مزید ایسے کام کرنے کی توفیق ارزانی بخشے جن سے قوم وملت کے لیڈروں کی یادیں تازہ ہوتی رہیں۔ آمین۔ ثم آمین۔ میں اپنے اس مضمون کی وساطت سے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی میاں زید لطفہ کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ جارج برنارڈ شا اور حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ہونے والی گفتگو کو از سر نو شائع کیا جائے اور اس انگلش گفتگو کا اردو میں ترجمہ کروا کر بھی شائع کیا جائے تاکہ عوام وخواص دونوں استفادہ کر سکیں اور علم ہو سکے کہ جارج برنارڈ شا حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے کتنا متاثر تھا۔

حواشی

(۱) روزنامہ جنگ راولپنڈی ۷ نومبر ۱۹۸۰ء ص ۹ مضمون سید ریاست علی قادری ...... (۲) ماہنامہ اخبار اردو اسلام آباد (عالمی اردو کانفرنس ماریشس خصوصی شمارہ) فروری مارچ ۱۹۹۳ء ص ۳۰ مضمون گل حمید بیگن۔ ترجمہ و تلخیص مسرت جبیں...... (۳) ہفت روزہ زندگی لاہور، ۲۴ تا ۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء ص ۱۰: تحریر مختار حسین...... (۴) معارف اعظم گڑھ شذرات ۱۶۳/۱۶۲ مارچ ۱۹۳۸ء...... (۵) روزنامہ جنگ راولپنڈی ۷ نومبر ۱۹۸۰ء ص ۹ مضمون سید ریاست علی قادری

نوٹ: یہ مضمون حضرت قائد اہل سنت کی حیات مبارکہ میں لکھا گیا تھا مگر چھپ نہ سکا تھا اب چھپ رہا ہے لہٰذا اسے اسی تناظر میں پڑھا جائے۔ (ادارہ)

حضرت مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ ...... احوال و آثار

محمد حنیف حاجی طیب ☆

۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ میں میرٹھ ہندوستان کے ایک علمی گھرانے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ۳۷ ویں پشت سے پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد مولانا عبد الحکیم صدیقی اپنے وقت کے جید عالم دین اور شیخ طریقت تھے، اپنے بیٹے کی تعلیم پر آپ نے خصوصی توجہ کی۔ صرف چار سال کی عمر میں مولانا عبدالعلیم صدیقی نے قرآن شریف کا ناظرہ ختم کیا۔ عربی اور فارسی گھر ہی میں اپنے والد سے پڑھی۔ مدرسہ عربیہ قومیہ میرٹھ سے درسِ نظامی میں سند حاصل کی۔ اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ سے میٹرک پاس کیا جہاں بھارت کے سابق صدر جناب ڈاکٹر سید ذاکر حسین آپ کے ہم سبق تھے۔ ڈویژنل کالج میرٹھ (جواب میرٹھ یونیورسٹی ہے) سے درجہ اوّل میں گریجویشن کیا آپ کے اساتذہ کرام میں قابل ذکر نام مجدد ملت امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ میں جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھر دیا اور روحانی منزلیں طے کرا کے آپ کو اپنی خلافت سے بھی نوازا۔ آپ کو شاعری کا ذوق اپنے والد ماجد سے ورثے میں ملا تھا۔ علیم تخلص کیا کرتے تھے، ۹ سال کی عمر میں میرٹھ کی جامع مسجد میں محفلِ میلاد کے جلسے میں پہلی تقریر کی اور سامعین کو محوِ حیرت کر دیا۔ دُنیا کی کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا جن میں عربی فارسی اور اُردو کے علاوہ انگریزی، فرنچ، جرمنی، جاپانی، انڈونیشی اور افریقہ کی سواحلی زبان وغیرہ شامل تھیں۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ORIENTALL ANGUAGES میں بھی سند حاصل کی۔ حکیم احتشام الدین سے علم طب حاصل کیا آپ کی والدہ ماجدہ نہایت پاک باز خاتون تھیں۔ ابھی آپ صرف ۱۲ سال کے تھے کہ شفیق والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ یہ آپ کی والدہ ہی تھیں جنہوں نے بہترین تربیت کر کے آپ میں اعلیٰ صفات صلاحیتیں

☆ سابق وفاقی وزیر پٹرولیم وافرادی قوت حکومت پاکستان۔ بانی رکن و سابق صدر: انجمن طلباء اسلام

پیدا کیں۔

مولانا موصوف باوجودیکہ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے آپ میں غرور وتکبر نام کو نہ تھا، آپ بہترین اخلاق کے مالک تھے آپ کی شخصیت مؤثر یا رعب اور پروقار تھی، اصول کے بے حد پابند تھے، حلیم، الطبع اور منکسر المزاج تھے، آپ کے ملنے والوں میں شاہ و گدا سب تھے مگر آپ ان سے بلا امتیاز ادنیٰ و اعلیٰ خوش اخلاقی سے ملتے تھے آپ کا واسطہ بڑے بڑے امراؤ شاہوں سے بھی رہتا مگر آپ اپنی عزت نفس کا اس قدر پاس رکھتے تھے کہ بڑے سے بڑا آدمی بھی آپ سے بہت سنبھل کر بات کرتا تھا آپ بڑے حق گو اور بے باک تھے، آپ جرأت مندی سے کلمۂ حق بلند کرتے تھے اور حق بات کہنے میں کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔

مولانا موصوف بڑے پائے کے خطیب تھے، ۹ سال کی کم عمر میں آپ نے جامع مسجد میرٹھ میں محفل میلاد کے کثیر مجمع کے سامنے پہلی تقریر کی، تقریر کو سننے والوں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ بچہ غضب کا خطیب بنے گا، اندازہ صحیح ثابت ہوا۔ آگے چل کر آپ کے خطابت میں وہ کمال حاصل کیا کہ اپنے تو اپنے غیر بھی آپ کو خطابت کا بادشاہ مانتے تھے۔ دوران تقریر لوگ نہایت خاموشی سے خطاب سنا کرتے تھے۔ آپ کا انداز بیان اس قدر مسحور کن تھا کہ لوگ ہلنے کا نام نہیں لیتے تھے اور پھر یہ کمال صرف اُردو زبان ہی میں حاصل نہ تھا بلکہ جب آپ عربی، فارسی، انگریزی وغیرہ زبانوں میں خطاب فرماتے تو اہلِ زبان منہ میں انگلیاں لے لیا کرتے تھے، جاپان کے پروفیسر برلاس نے آپ کے کمالِ خطابت کا تذکرہ کچھ اس طرح کیا ہے کہ:

''مولانا کی تقریر سے ہر شخص محظوظ اور مستفیض ہو سکتا ہے کیوں نہ ہو جبکہ ایک طرف مولانا کی مقناطیسی شخصیت ہو دوسری طرف آپ کی نغمہ بار آواز اور تیسری جانب آپ کی ٹھوس اور مدلل تقریر ہو۔

اور پھر یہ کہ کسی ایک زبان میں خصوصاً مادری زبان میں ابو الکلام بن جانا بڑی بات ہے۔ مولانا کا کمال یہ تھا کہ وہ بیک وقت تمام اہم عالمی زبانوں میں خطابت کے

شہنشاہ تھے اور اس سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مولانا کو کبھی جاپان، چائنا، امریکہ، اور برطانیہ کے اہل علم حضرات کے مجمع سے خطاب کرنا پڑا۔ حالانکہ ان علاقوں کے حالات مختلف ہیں۔ ان کی تہذیب و تمدن اور نفسیات بلکہ سوچنے سمجھنے کے معیار بھی مختلف ہیں۔ لیکن قربان جائیے مولانا کے زور خطابت کے کہ آپ ان تمام مقامات پر خوب جم کر بولتے تھے اور لوگوں کے قلوب کی اتھاہ گہرائیوں تک اسلام کا پیغام محبت پہنچا دیا کرتے تھے بلاشبہ اس فن میں مولانا اپنی مثال آپ تھے۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے ایک مبلغ کی حیثیت سے اپنے مشن کا آغاز کیا۔ آپ نے پورے کرۂ ارض کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا دائرہ کار بنایا، اسی لئے آپ متعدد بار دُنیا کے مختلف ممالک کے دورے پر گئے جس کی ایک نامکمل فہرست درج ذیل ہے۔

برطانیہ، امریکہ، جرمنی، فرانس، جاپان، چائنا، کینیڈا، ویتنام، برما، ملائشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، فلپائن، سیلون، ماریشس، ری یونین، مڈگاسکر، ساؤتھ افریقہ، پرتگال، لبنان، ایسٹ، کینیا، کانگو، تنزانیہ، یوگنڈا، سعودی عربیہ، مصر، شام، فلسطین، اردن، عراق، ویسٹ انڈیز، گیانا، ساؤتھ امریکہ، زنجبار، اٹلی، سنگاپور، بلجیم، سائمگون، ہالینڈ وغیرہ ان میں سے بہت سے علاقے ایسے ہیں جہاں آپ متعدد بار تشریف لے گئے آپ نے مسلسل ۴۰ سال تک تبلیغی دورے فرمائے اور ایسے دور دراز علاقوں میں اسلام کا پیغام پہنچایا۔ جہاں پہلے لوگ اسلام کے نام تک سے واقف نہ تھے۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ آپ کے دورے سے کسی سرمایہ دار تاجر یا سیاح کے دورے نہیں تھے بلکہ ایک مبلغ کے دورے تھے جن میں ایک لمحہ کے لئے بھی آرام کی گنجائش نہیں ہوتی۔

آپ نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو صرف غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کرنے تک محدود نہ رکھا تھا بلکہ آپ کی کوششوں سے جابجا یتیموں اور لاوارثوں کے لئے یتیم خانے، بیماری سے سسکتی ہوئی انسانیت کے لئے شفاء خانے علم کی شمع روشن کرنے کے

لئے تعلیمی ادارے، روحانی ترتیب کے لئے خانقاہ ہیں، خدا کی عبادت کیلئے مساجد، تبلیغ و اشاعت کے لئے تبلیغی سوسائٹیاں، مطالعے کے لئے لائبریریاں، لادینیت کا مقابلہ کرنے کے لئے بین المذاہب تنظیمیں، مسلمانوں کو متحد و منظم کرنے کے لئے مراکز اتحاد مثلاً یوتھس بریگیڈ یگ مین مسلم ایسوسی ایشن، مسلم اسکاؤٹس، مسلم دالعنفر کا رکس وغیرہ کا بھی قیام عمل میں آیا۔

اپنے تبلیغی دوروں میں آپ کو اکثر غیر مسلم مبلغوں، فلسفیوں، شاعروں، ادیبوں، سائنس دانوں، سیاست دانوں اور دانشوروں سے مناظرہ کرنا پڑتا تھا۔ آپ ان لوگوں سے گھنٹوں اسلام کی حقانیت کے موضوع پر مباحثہ کرتے تھے قدرت نے آپ کو بات کو سمجھانے اور الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے اور الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے کا بڑا ملکہ دیا تھا۔ برنارڈ شا سے آپ کے مناظرے کو ہی لے لیجئے! دُنیا کا عظیم ناول نگار جس سے ہزاروں لوگ انٹرویو لیا کرتے تھے لیکن جب وہ آپ کے سامنے آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ آپ کا انٹرویو لے رہا ہے برنارڈ شا کو ماننا پڑا کہ مستقبل میں پڑھے لکھے لوگوں کا دین اسلام ہوگا۔

ایک مرتبہ ایک عیسائی اسکالر سے مناظرہ ہو رہا تھا، اس نے سوال کیا کہ مسلمان کہتے ہیں کہ قرآن ہدایت کی کتاب ہے۔ آ پھر یہ کتاب ۲۳ سال کے طویل عرصے میں کیوں نازل ہوئی؟ ایک ہی ساتھ کیوں نہ نازل کر دی گئی؟ مولانا نے برجستہ جواب دیا کہ آپ نے جو تعلیمی اسناد حاصل کی ہیں وہ اتنے عرصے پڑھنے کے بعد کیوں حاصل کی ہیں؟ ایک ہی دن میں کیوں نہ حاصل کر لیں؟ ساتھ ہی آپ نے اس سے پوچھا کہ آپ ۳۵ / ۴۰ سال میں اتنے بڑے کیوں ہوئے، پیدا ہوتے ہی ایک دن میں اتنے بڑے کیوں نہ ہو گئے؟ آپ کے اس برجستہ جواب نے اس اسکالر کو دم بخود کر دیا۔

اسی طرح ایک اور مناظرے میں کسی نے آپ سے پوچھا تھا کہ اسلام کا جو نقشہ آپ پیش کر رہے ہیں وہ واقعتاً بہت اچھا ہے اور ایسے دین کو قبول کرنے میں ہمیں کوئی

حرج نہیں۔ لیکن آپ یہ بتائیے کہ دُنیا کے کس خطے میں اسلام پر عمل ہو رہا ہے؟ آپ نے ایک مثال دے کر اس کو سمجھایا کہ فرض کیجئے آپ کے پاس ایک ریڈیو سیٹ ہے۔ آپ اسے دن بھر مختلف اسٹیشنوں پر لگاتے ہیں لیکن کہیں نہیں لگتا۔ اب آپ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ دُنیا کے سارے اسٹیشن خراب ہیں بلکہ آپ اپنے سیٹ کی مرمت کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ بس اسی طرح اگر آپ دل کی گہرائیوں سے کہہ رہے ہیں کہ اسلام بہترین دین ہے تو اس کو اپنی زندگی میں اپنانا شروع کر دیجئے۔ خدانخواستہ دُنیا کے کچھ لوگ اگر کسی اچھائی پر عمل نہیں کر رہے تو آپ ان کو دیکھ کر اچھائی کو خیر باد تو نہیں کہہ دیں گے۔

آپ کی تبلیغ اس قدر مؤثر تھی کہ بڑے بڑے پادری، سائنس دان، دانش اور حاکم اور جج آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے جن میں چند قابلِ ذکر شخصیات کے نام درج ذیل ہیں۔

سیلون کے آنریبل جسٹس ایم مروائی

سیلون کے عیسائی وزیر۔ ایف کنگری

ری یونین کے فرانسیسی گورنر مردارٹ

امریکی سائنس دان انٹائن ہوف

سنگاپور کے ایس۔ این ڈٹ وغیرہ

آپ کی باوقار شخصیت، آپ کے علمی تبحر اور آپ کے ماہرانہ طرز تخاطب نے وہ جوہر دکھائے کہ آپ نے اپنی زندگی میں کم و بیش ۵۰ ہزار غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ آپ جہاں بھی جاتے ہر جگہ مسلمان آپ کا والہانہ استقبال کرتے، جلوس نکالتے، ریڈیو پر آپ کا خطاب ہوتا اور بڑے بڑے میلاد کے جلسے ہوتے۔ آپ مقامی مسلمانوں کے مسائل معلوم کر کے انہیں حل کرنے کے لئے مقامی حکومت کے سربراہ سے بھی ملاقات کرتے مختصر یہ کہ آپ کا انداز تبلیغ اپنے اندر ایسی مقناطیسی صفات رکھتا

تھا کہ دوست آپ کو فرشتہ اور دشمن جادوگر کیا کرتے تھے۔

آپ نے اپنے تبلیغی دوروں میں جہاں اسلام کی تبلیغ کی وہاں تمام مذاہب کے ماننے والوں کو لادینیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی شدت سے بھی آگاہ کیا۔ آپ نے عیسائی، یہودی، سکھ، بدھ مت، ہندو مت اور دیگر مذاہب کے پیشواؤں سے ملاقاتیں کیں، ان کو خطوط لکھے ان کے اجلاس طلب کئے اور ان کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ کم از کم لادینیت کے خلاف محاذ بنائیں۔ چنانچہ آپ کی کوششوں کے نتیجے میں سنگاپور میں ۱۹۴۹ء میں تمام مذاہب کے پیشواؤں کا مشترکہ اجلاس ہوا جس میں بین المذاہب تنظیم بنائی گئی۔ اس اجلاس میں آپ کی خدمات کے پیشِ نظر تمام مذاہب کے پیشواؤں نے متفقہ طور پر آپ کو HISEXALTED EMINENCE کا خطاب دیا۔ آپ نے مختلف ممالک کے اخبارات میں مضامین چھپوائے۔ ریڈیو سے خطاب کیا اور کتاب بھی لکھی جس میں بتایا گیا تھا کہ کمیونزم مادہ پرستی اور لادینیت کا مقابلہ کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ حسنِ اتفاق سے مجھے آپ کے اس خط کی ایک کاپی مل گئی جو آپ نے عیسائیوں کے پوپ پال کو لکھا تھا۔ اس خط کے ایک ایک جملے سے آپ کے ان احساسات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو لادینیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے پیشِ نظر آپ کے ذہن میں اُبھر آئے تھے۔

آپ نے اعالمِ اسلام کے اتحاد کے لئے بھی بڑی کوششیں کیں، آپ مسلمانوں کے باہمی انتشار کو سخت نقصان دہ تصور کرتے تھے۔ پہلی جنگ عظیم کے موقع پر جب آپ نے دیکھا کہ برطانوی سامراج نے عربوں اور ترکوں میں نا اتفاقی پیدا کر دی ہے اور دونوں کو لڑوا دیا ہے تو آپ سخت بے چین ہو گئے۔ آپ فوراً حجاز پہنچے اور شاہ شریف حسین سے ملاقات کی اور ترکوں کے خلاف اِس کی پالیسی پر تحریری تنقید پیش کی اور صحیح راہِ عمل کا تعین کیا۔ اس پر شاہ شریف حسین سخت ناراض ہوا لیکن چند روز بعد جب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو نادم ہوا اور آپ کو ناظمِ تعلیمات کے عہدے کی پیش کش کی۔ آپ نے یہ عہدہ تو قبول نہ کیا البتہ نظامتِ تعلیمات کو اپنے مفید مشوروں

سے نوازتے رہے۔

سیاسی طور پر آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں، آپ نے ترکی کی خلافتِ اسلامیہ کے بقا کے لئے بڑی جدوجہد کی، جب ہندوؤں نے شدھی کی تحریک شروع کی تو آپ گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور دیگر اہلِ سنت کے ساتھ مل کر برصغیر کے اہم مقامات کا طوفانی دورہ کیا۔ جلسوں سے خطاب کیا اور ایسی فضاء قائم کر دی کہ جس میں شدھی کی تحریک کا دم گھٹ گیا۔

جب برصغیر پاک و ہند کے مسلمان نے انگریزوں اور ہندوؤں کے مظالم سے تنگ آ کر حق خود اختیاری کا مطالبہ کیا اور اسلامیانِ برصغیر کے لئے ایک علیحدہ ریاست پاکستان کی تحریک شروع ہوئی تو آپ میں میدان میں آئے اور بنارس میں ایک کانفرنس کے دوران طلب کی۔

اس کانفرنس میں ۵ ہزار سے زائد علمائے مشائخ اہلِ سنت نے برصغیر کے کونے کونے سے شرکت کی اور بیک زبان مطالبہ پاکستان کی حمایت کی۔ اندرونی محاذ پر تو فتح حاصل ہو گئی لیکن بیرونی محاذ پر ہندوؤں، سکھوں اور انگریزوں نے اپنے اپنے طور پر مسلمانوں کے اس مطالبے کی احمقوں کے خواب سے تعبیر کرنا شروع کیا اور زبردست زہریلا پروپگنڈا کیا۔ ان مکاروں کا یہ پروپگنیڈہ اس قدر کامیاب رہا کہ خود مسلمانانِ عالم بھی برصغیر کے مسلمانوں کے اس مطالبے کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

آل انڈیا مسلم لیگ نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو اس کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ بیرون ممالک کے محاذ پر فتح حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمات حاصل کرے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکریٹری نواب زادہ لیاقت علی نے دہلی میں آپ سے ملاقات کی اور آپ کی سربراہی میں ایک.......... سہ رکنی کمیٹی ترتیب دی۔ جس کے چیئرمین آپ اور جنرل سیکریٹری مولانا عبد الحامد بدایونی بنائے گئے۔ سہ رکنی وفد نے اپنے اخراجات پر حج کا قصد کیا اور حرمین شریفین میں مسلمانوں کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا اور قیامِ پاکستان کی غرض وغایت سے آگاہ کیا اس کے

بعد دو ارکان وفد تو واپس تشریف لے آئے لیکن آپ مسلسل ایک سال تک اسلامی ممالک کے دورے پر رہے۔ مفتی اعظم فلسطین .... اردن کے شاہ عبداللہ عرب لیگ کے سیکریٹری جنرل عبد الرحمٰن اعظم ماتا وغیرہ سے ملاقاتیں کیں، جلسوں میں، پریس کانفرنس اور مجالس مذاکرہ سے خطاب کیا، اخبارات میں آرٹیکل لکھے آپ کی کوششوں کے نتیجے میں غلط فہمیاں دُور ہو گئیں اور پورا عالم اسلام مطالبہ پاکستان کی حمایت کرنے لگا۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں شرعی قوانین کے نفاذ کی بات یاد دلانے کے لئے جس وفد نے سب سے پہلے قائداعظم سے ملاقات کی اس کی قیادت کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد پہلی نماز عید قائداعظم اور سردار عبد الرب نشتر وغیرہ نے کراچی کی مرکزی جامع مسجد عیدگاہیں میں آپ کی قیادت میں ادا کی۔ گزشتہ دنوں ہمارے ایک دوست نے سندھ کے سابق گورنر میر رسول بخش تالپور سے ملاقات کی اور عید گاہ مسجد کی جلد تعمیر کا مطالبہ کیا تو تالپور صاحب نے از خود یہ بتایا کہ مجھے زندگی میں ایک نماز میں بڑا سرور حاصل ہوا اور وہ نماز میں نے قائداعظم کی ہمراہی میں مولانا عبدالعلیم صدیقی کے پیچھے مرکزی جامع مسجد میں ادا کی تھی۔

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اہم کارنامے سرانجام دیئے ہیں ان میں فتنہ قادیانیت کا استیصال بھی شامل ہے آپ کی نگاہ بصیرت نے دیکھ لیا تھا کہ "انگریز نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے ان میں جذبہ جہاد و جذبہ عشق رسول کو ختم کرنے اور مسلمانوں کے بنیادی عقیدۂ ختم نبوت کو متزلزل کرنے کے لئے جھوٹے مدعی نبوت کو کھڑا کیا ہے لہٰذا آپ نے ہر جگہ مسلمانوں کو اس فتنے سے باخبر کیا، آپ نے اس سلسلہ میں عربی، اُردو، انگریزی اور انڈونیشی زبانوں میں کتابیں لکھیں، دُنیا کے مختلف ممالک میں قادیانی مبلغوں سے مناظرے کئے اور جلسوں میں عامۃ المسلمین کو اس فتنہ سے آگاہ کیا، جس کے نتیجے میں کثیر تعداد میں قادیانیوں سے قادیانیت

سے توبہ کی۔

آپ کے قلب میں عشق رسول ﷺ اور محبت مدینۃ الرسول ﷺ کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میری دو تمنائیں ہیں، ایک یہ کہ مدینہ منورہ میں موت نصیب ہو اور دوسری یہ کہ سنتِ رسول کے مطابق ۶۳ سال کی عمر میں آپ نے احباب سے ان تمناؤں کے پورا ہونے کے لئے دُعا کے لئے بھی کہا کرتے۔

آپ نے جب کراچی میں آخری مرتبہ آرام باغ میں جلسہ عام سے خطاب کیا تو وہاں بھی اپنی ان آرزوؤں کا ذکر کیا تھا۔

بارگاہِ الٰہی میں آپ کی خدمات کی قبولیت کی سند یہ ہے کہ آپ کی یہ دونوں خواہشیں پوری ہوئیں، آپ نے ۶۳ سال کی عمر میں ۱۳۷۳ھ میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں آسودہ ہیں۔

قدرت کی مہربانی دیکھئے کہ چونکہ آپ کی خدمات عالم گیر تھیں اس لئے آپ کا وصال بھی ایسے موقع پر ہوا جب کہ حج کے بعد پورے عالم اسلام کے مسلمان مدینہ منورہ میں حاضر تھے۔ گویا آپ کی نماز جنازہ میں دُنیا کے کونے کونے کے مسلمانوں نے اپنے اپنے علاقے کی نمائندگی کی۔

آپ کو مدینہ منورہ اور اہالیان مدینہ سے بے حد و حساب پیار تھا عموماً تبلیغی دوروں کے دوران مدینہ شریف میں ضرور قیام کرتے۔ قیام کم از کم تین ماہ کا ہوا کرتا تھا۔ کبھی کبھی مسلسل سال بھر ٹھہر جاتے تھے۔

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا

حضرت سفیر اسلام شاہ محمد عبدالعلیم رحمۃ اللہ علیہ کوئز

فیصل ندیم احمد قادری ☆

ابتدائی حالات آباؤ اجداد

سوال: مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کی ولادت کس سنہ ہجری میں ہوئی؟

جواب: ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ۔

سوال: مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کی ولادت کہاں ہوئی؟

جواب: محلہ مشائخاں میرٹھ صوبہ یوپی انڈیا

سوال: مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کے والد کا اسم گرامی کیا تھا

جواب: مولانا شاہ محمد عبدالحکیم صدیقی جوشؔ۔

سوال: بتایئے آپ کی تاریخ ولادت سنہ عیسوی حساب سے کیا ہے؟

جواب: ۳ اپریل ۱۸۹۲ء۔

سوال: بتایئے آپ کا سلسلہ نسب کس سے جا ملتا ہے؟

جواب: خلیفہ اول حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے۔

سوال: بتایئے کیا آپ کے والد ماجد بھی عالم دین تھے؟

جواب: جی ہاں وہ بھی صوفی عالم دین اور نعت گو شاعر تھے۔

سوال: بتایئے امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کون سی پشت میں آپ کا سلسلہ نسب جا ملتا ہے؟

جواب: ۳۷ ویں پشت میں۔

سوال: بتایئے آپ کے والد ماجد کا انتقال کس سنہ ہجری میں ہوا؟

جواب: ۱۳۲۲ھ میں۔

☆ رضا ریسرچ اکیڈمی: ۲،۱۲۳-اے۔ شاہ فیصل کالونی کراچی (75230)

سوال: بتایئے جب آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟

جواب: ۱۲ سال۔

سوال: بتایئے آپ نے سب سے پہلا خطاب کب کیا تھا؟

جواب: ۱۹۰۱ء بمطابق ربیع الاول ۱۳۱۹ھ کو ۹ برس کی عمر میں۔

سوال: بتایئے پہلا خطاب آپ نے کس موقع پر کون سے مقام پر کیا؟

جواب: محفل میلاد کے موقع پر جامع مسجد میرٹھ میں۔

سوال: کیا آپ مولانا کے بھائیوں کے نام بتا سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! مولانا شاہ احمد مختار صدیقی، مولانا نذیر احمد خجندی۔

حصول تعلیم

سوال: بتایئے حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے کب قرآن پاک ناظرہ ختم کیا؟

جواب: ۴ سال کی عمر میں۔

سوال: بتایئے ناظرہ قرآن پاک آپ نے کس استاد سے ختم کیا؟

جواب: اپنے والد ماجد مولانا عبدالحکیم صدیقی جوشؔ سے۔

سوال: بتایئے عربی، اردو اور فارسی کی ابتدائی تعلیم آپ نے کس سے حاصل کی؟

جواب: اپنے والد ماجد مولانا عبدالحکیم صدیقی جوشؔ اور برادر محترم مولانا احمد مختار صدیقی سے۔

سوال: بتایئے آپ نے درس نظامی کس مدرسہ سے حاصل کیا؟

جواب: میرٹھ کی مشہور درس گاہ "مدرسہ عربیہ قومیہ" سے۔

سوال: آپ نے درس نظامی کی سند کتنے برس کی عمر میں حاصل کی؟

جواب: سولہ (۱۶) برس کی عمر میں۔

سوال: مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی نے میٹرک کا امتحان کس سکول سے کب پاس کیا؟

جواب: اٹاوہ اسلامیہ ہائی اسکول سے ۱۹۱۳ء میں۔

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اٹاوہ اسلامیہ ہائی سکول میں آپ کے وہ کون سے ہم سبق ساتھی تھے جو بعد میں بھارت کے صدر بنے؟

جواب: ڈاکٹر سیّد ذاکر حسین۔

سوال: بتایئے آپ نے کس کالج سے بی۔اے کا امتحان پاس کیا؟

جواب: ڈویژنل کالج میرٹھ سے (جو اس وقت یونیورسٹی ہے)۔

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ بی۔اے کا امتحان مولانا نے کس سنہ میں پاس کیا؟

جواب: ۱۹۱۷ء میں۔

سوال: کیا آپ فنِ طب سے بھی واقف تھے؟

جواب: جی ہاں! آپ نے فنِ حکمت میرٹھ کے مشہور حکیم احتشام الدین سے سیکھا۔

سوال: طالب علمی کے زمانے میں آپ نے برما میں ایک تنظیم تشکیل دی تھی کیا آپ اس تنظیم کا نام بتا سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! ''مسلم ایجوکیشنل کانفرنس''۔

سوال: بتایئے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کس سنہ میں تشکیل دی گئی؟

جواب: ۱۹۱۴ء میں۔

سوال: بتایئے آپ نے ایل۔ایل۔بی کی سند کس یونیورسٹی سے حاصل کی؟

جواب: ''الٰہ آباد یونیورسٹی سے۔''

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے کس مضمون میں سند حاصل کی؟

جواب: (ORIENTAL LANGUAGES) میں۔

سوال: بتایئے آپ کو کون کون سی زبانوں پر عبور حاصل تھا؟

جواب: دنیا کی کئی زبانوں پر آپ کو عبور حاصل تھا جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) اردو (۲) انگریزی (۳) فارسی (۴) عربی (۵) فرنچ (۶) [illegible] (۷) جاپانی (۸) انڈونیشی (۹) افریقی (۱۰) افریقہ کی ساحلی زبانیں۔

روحانی فیض و بیعت

سوال: بتایئے آپ کس بزرگ سے بیعت ہوئے؟

جواب: اپنے برادر محترم مولانا شاہ احمد مختار صدیقی سے سلسلہ قادریہ غوثیہ نجیبیہ اور سلسلہ چشتیہ صابریہ امدادیہ نجیبیہ میں بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت حاصل کی۔

سوال: بتایئے مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کا سلسلہ طریقت کتنے واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے؟

جواب: سلسلہ قادریہ غوثیہ نجیبیہ میں ۳۴ واسطوں سے اور سلسلہ چشتیہ صابریہ امدادیہ نجیبیہ میں ۳۸ واسطوں سے۔

سوال: بتایئے آپ سلسلہ قادریہ میں تبرکاً کس بزرگ سے بیعت ہوئے؟

جواب: امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے۔

سوال: بتایئے آپ نے کن علماء و مشائخ سے روحانی فیض حاصل کیا؟

جواب: اپنے والد ماجد مولانا شاہ عبدالحکیم صدیقی جوش، برادر محترم حضرت مولانا شاہ احمد مختار صدیقی، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی، حضرت پیر سیّد علی حسین شاہ محدث محدث کچھوچھوی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، شیخ احمد الشمس مراکشی مدنی، لیبیا کے صوفی بزرگ حضرت شیخ السوسی رحمۃ اللہ علیہ۔

سوال: آپ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں ایک منقبت لکھ کر آپ کے روبرو پیش کی تو جواباً اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بطور انعام کیا پیش کیا؟

جواب: اپنا قیمتی جبہ مرحمت فرمایا۔

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ منقبت آپ نے کس ملک سے واپسی پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کی؟

جواب: جی ہاں! حرمین طیبین کی زیارت سے واپسی پر

سوال: کیا آپ اس منقبت کا سنہ تصنیف بتا سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! ۱۹۶۹ء بمطابق ۱۳۳۷ھ۔

سوال: کیا آپ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کی اس مشہور منقبت کا مطلع و مقطع سنا سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں!

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیمِ جامِ عرفاں اے شہِ احمد رضا تم ہو
علیمِ خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانے کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

سوال: امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ذکر اپنے ایک رسالے میں بھی کیا ہے کیا آپ اس رسالے کا نام بتا سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! برکات الامداد لاھل الاستمداد۔

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ذکر "الاستمداد" میں کن الفاظ میں کیا ہے؟

جواب: جی ہاں!

عبدِ علیم کے علم کو سن کر جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

سوال: بتایئے مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی نے اپنی کتاب "ذکر حبیب" کے حاشیے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی کس طرح تحریر فرمایا ہے؟

جواب: "اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد مائتہ سیدی و استاذی حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ القوی"۔

سوال: بتایئے آپ کو معاصر علماء و مشائخ میں کن سے زیادہ لگاؤ تھا؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے۔

سوال: بتایئے آپ حج بیت اللہ کے لیے پہلی بار کب تشریف لے گئے؟

جواب: ۱۹۱۹ء بمطابق ۱۳۳۷ھ۔

سوال: بتایئے آپ نے سلسلہ قادریہ میں تبرکاً خرقہ خلافت کس سے حاصل کیا؟

جواب: امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے۔

القاب وخطابات

سوال: بتایئے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی نے آپ کو کس لقب سے مشرف فرمایا؟

جواب: "علیم الرضا"۔

سوال: بتایئے آپ کا مشہور زمانہ لقب کیا ہے؟

جواب: "مبلغ اسلام"۔

سوال: بتایئے یورپ کے مسلم مؤرخین نے آپ کو کیا خطاب دیا؟

جواب: عدیم النظیر مقرر (ORATOR)۔

سوال: بتایئے یہ خطاب آپ کو کیوں دیا گیا؟

جواب: آپ کی مقررانہ صلاحیتوں کی وجہ سے۔

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ قائداعظم محمد علی جناح نے آپ کو کیا خطاب دیا؟

جواب: جی ہاں! "سفیر پاکستان"۔

سوال: بتایئے آپ مدینہ منورہ میں کس لقب سے مشہور تھے؟

جواب: "طبیب ہندی"۔

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ تنظیم بین المذاہب کے اجلاس میں مختلف مذاہب کے پیشواؤں نے متفقہ طور پر آپ کو کیا خطاب دیا؟

جواب: "فضیلت مآب" (HIS EXALTED EMINENCE)۔

سوال: بتایئے یہ خطاب آپ کو کس سنہ میں دیا گیا؟

جواب: ۱۹۴۹ء بمطابق ۱۳۶۸ھ میں۔

سوال: بتایئے ہفت روزہ "اقدام" نے آپ کو اپنی ۲۶ مئی ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں کس خطاب سے یاد کیا ہے؟

جواب: "سفیر اسلام"۔

تبلیغی خدمات

سوال: بتائیے مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی نے اپنی زندگی کے کتنے سال مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام میں گزارے؟

جواب: کم وبیش چالیس سال۔

سوال: مولانا کے ان چالیس سالہ تبلیغی دوروں میں شامل دنیا کے چیدہ چیدہ ممالک کے نام بتائیے؟

جواب: امریکہ، برطانیہ، جاپان، براعظم افریقہ، جرمنی، فرانس، چین، کینیڈا، انڈونیشیا، ملایا، تھائی لینڈ، سنگا پور، فلپائن، سیلون، کینیا، کانگو، اٹلی، برما، ماریشس، سائبریا، مصر، شام، فلسطین، اردن، عراق، سعودی عرب، ویسٹ انڈیز، ایسٹ انڈیز، گیانا، زنجبار، بلجیم، تنزانیہ، نیوزی لینڈ، لبنان، نیروبی، ویت نام ارجنٹائن، پرتگیز وغیرہ۔

سوال: بتائیے مولانا عبدالعلیم صدیقی کی تبلیغی کوششوں سے کتنے غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا؟

جواب: کم وبیش پچاس ہزار سے زائد لوگوں نے۔

سوال: بتائیے مولانا عبدالعلیم صدیقی نے پونہ میں کس اسکول کی بنیاد ڈالی؟

جواب: "نیشنل ہائی اسکول۔"

سوال: بتائیے آپ نے نیشنل ہائی اسکول کا الحاق کس مسلم یونیورسٹی سے کرایا؟

جواب: "مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے۔"

سوال: بتائیے جب ہندوؤں نے مسلمانوں کے سیاسی عروج کو ختم کرنے کے لیے شدھی کا جال پھیلانا شروع کیا تو آپ نے اس سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے کن شہروں میں تبلیغی مراکز قائم کیے؟

جواب: بمبئی، کرناٹک، احمد آباد، گجرات وغیرہ میں۔

سوال: بتائیے کیا آپ نے تحریک خلافت میں بھی حصہ لیا؟

جواب: جی ہاں! آپ نے اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے شانہ بشانہ کام کیا۔

سوال: بتائیے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے سلسلے میں ۱۹۲۲ء میں آپ نے کتنے عرصہ قید و بند کی مشقتیں اٹھائیں؟

جواب: چھ ماہ۔

سوال: کولمبو کی اس مشہور جامع مسجد کا نام بتائیے جو آپ کی کوششوں سے بنائی گئی؟

جواب: میمن حنفی جامع مسجد۔

سوال: سیلون کے اس عیسائی وزیر کا نام بتائیے جو آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے؟

جواب: الیف کنگسن بیری۔

سوال: بتائیے حکومت مکہ نے آپ سے کس تحریک میں شرکت کی درخواست کی تھی؟

جواب: مسلم کانگریس یروشلم۔

سوال: بتائیے آپ نے انڈونیشیا کی کس تنظیم کے پلیٹ فارم سے عیسائی اور قادیانی مشنریوں کے خلاف مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کے لیے کام کیا؟

جواب: جمعیت الحمدیہ کے پلیٹ فارم سے۔

سوال: بتائیے سرابیا (مشرقی جاوا) میں آپ نے کون سا ادارہ قائم کیا؟

جواب: اسلامی مشن نامی ادارہ۔

سوال: سرابیا میں آپ نے ایک مدرسہ بھی قائم کیا بتائیے یہ مدرسہ کس فقہ کا ہے؟

جواب: حنفی فقہ کا۔

سوال: بتائیے بنکاک کی کس لائبریری میں آپ نے بدھ مت کے متعلق ریسرچ کی؟

جواب: رائل لائبریری میں۔

سوال: بتائیے ماریشس میں آپ نے کس تنظیم کی بنیاد ڈالی؟

جواب: "حزب اللہ کی"

سوال: ماریشس کے فرانسیسی گورنر کا نام بتائیے جنہوں نے آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا؟

جواب: گورنر مروات (Governor Merwate)

سوال: بتائیے سیلون میں آپ نے کس سوسائٹی کی بنیاد ڈالی؟

جواب: سیلون مسلم مشنری سوسائٹی کی؟

سوال: کولمبو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے آپ کی تقریر سے متاثر ہو کر ایک بڑے جلسے میں اسلام قبول کیا، کیا آپ ان پروفیسر کا نام بتا سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! پادری ریورنڈ کنگ بری۔

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ۱۹۳۱ء میں آپ نے سیلون میں کس تحریک کا آغاز کیا؟

جواب: جی ہاں! گرین پمفلٹ تحریک کا۔

سوال: بتائیے ۱۹۳۱ء میں آپ نے سنگاپور سے انگریزی زبان میں کس ماہنامہ کا اجراء کیا؟

جواب: رئیل اسلام (Real Islam)۔

سوال: بتائیے آپ نے ماریشس میں کون سا اشاعتی ادارہ قائم کیا؟

جواب: حلقہ قادریہ اشاعت اسلام۔

سوال: بتائیے ۲۸ اپریل ۱۹۳۲ء کو آپ نے ماریشس کے کس مشہور تاجر کی دختر نیک کا نکاح پڑھایا؟

جواب: شیخ یعقوب رمضان۔

سوال: نکاح کے بعد آپ نے وہاں ایک عظیم الشان مجمع سے خطاب بھی کیا تھا؟ یہ خطاب آپ نے کس عنوان سے کیا؟

جواب: اسلامی شادی اور طبقہ نسواں پر اسلام کا احسان

سوال: کیا آپ اس سکول کا نام بتا سکتے ہیں جو مولانا نے کولمبو کے نزدیک قائم کیا؟

جواب: جی ہاں! غفوریہ عربی اسکول

سوال: بتائیے آپ نے کس نہر کی مرمت میں حصہ لیا؟

جواب: نہر زرقہ۔

سوال: بتائیے مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی سے پہلے کتنے مسلم رہنما جنوبی افریقہ تشریف لے گئے؟

جواب: کوئی نہیں آپ پہلے مسلم رہنما ہیں جو جنوبی افریقہ تشریف لے گئے۔

سوال: بتائیے مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کے شاگرد جے ماجد نے سیلون سے کس اسلامی ماہنامہ کا اجراء کیا؟

جواب: اسٹار آف اسلام (Star of Islam)۔

سوال: بتائیے آپ زنجبار میں کس کے مہمان خصوصی ہوئے؟

جواب: زنجبار کے سلطان کے۔

سوال: بتائیے آپ نے ڈربن (جنوبی افریقہ) میں کس اسلامی ادارے کی بنیاد ڈالی؟

جواب: انٹرنیشنل اسلامک سروس سینٹر کی۔

سوال: بتائیے انٹرنیشنل اسلامک سروس سنٹر (ڈربن) کون سا مشہور انگریزی ماہنامہ شائع کرتا ہے؟

جواب: دی مسلم ڈائجسٹ (The Muslim Digest)۔

سوال: بتائیے دنیا کے مشہور فلاسفر جارج برنارڈ شا سے آپ کی ملاقات کب ہوئی؟

جواب: ۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو۔

سوال: بتائیے جارج برنارڈ شا سے آپ کی ملاقات کس ملک میں ہوئی؟

جواب: جنوبی افریقہ کے شہر ممباسا میں۔

سوال: بتائیے ۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو جارج برنارڈ شا کا آپ سے کس موضوع پر مکالمہ ہوا؟

جواب: اسلام اور عیسائیت پر۔

سوال: بتائیے جارج برناڈ شا کی آپ سے مکالمہ کے بعد اسلام کے بارے میں کیا

رائے تھی؟

جواب: تعلیم یافتہ، مہذب اور شائستہ لوگوں کا مستقبل کا مذہب اسلام ہے۔

سوال: اس امریکی سائنس دان کا نام بتایئے جس نے آپ کی تقریر "اسلام اور حقانیت" سن کر اسلام قبول کیا؟

جواب: جارج اسٹن بیوف۔

سوال: بتایئے ۱۹۳۶ء میں سنگاپور سے کس مشہور انگریزی رسالہ کا اجراء کیا؟

جواب: دی جینوئن اسلام (The Genuin Islam)۔

سوال: بتایئے ۲۷ جولائی ۱۹۳۶ء کو جاپان میں اور این ان گنزا ٹوکیو کے مقام پر ٹوکیو انٹرنیشنل کلب کی جانب سے دی گئی دعوت پر آپ نے کس موضوع پر تقریر کی؟

جواب: عورت اور اسلام میں اس کا مقام۔

سوال: بتایئے ۱۹۳۶ء میں ہی آپ نے ایشائی ثقافتی سوسائٹی ٹوکیو کے زیر اہتمام ایک جلسے سے خطاب کیا بتایئے آپ کا وہ خطاب کس عنوان سے تھا؟

جواب: مسلمانوں کی سائنس میں ایجادات۔

سوال: بتایئے "مسجد سلطان" نامی مسجد آپ نے دنیا کے کس ملک میں بنوائی؟

جواب: "سنگاپور" میں۔

سوال: بتایئے چین کے کس شہر میں آپ نے یتیم خانے کا سنگ بنیاد رکھا؟

جواب: ہانگ کانگ میں۔

سوال: بتایئے ۱۹۳۷ء میں آپ نے مکہ مکرمہ میں شاہ ابن سعود سے کس موضوع پر گفتگو کی؟

جواب: ان مشکلات پر جو نومسلم یورپین کو دوران حج درپیش آتی ہیں۔

سوال: جاپان کی اس مسجد کا نام بتایئے جو آپ ہی کی کوششوں سے معرض وجود میں آئی؟

جواب: مسجد ناگریا۔

سوال: ٹرینی ڈاڈ کی اس خاتون وزیر کا نام بتایئے جس نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا؟

جواب: فاطمہ ڈوناوا (Fatima Donawa)۔

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ٹرینی ڈاڈ سے آپ نے کس اسلامی ماہنامہ کا اجراء کیا؟

جواب: جی ہاں! "مسلم اینوول"۔

سوال: بتایئے ۱۹۳۹ء میں آپ نے ماریشس میں مسلم نوجوانوں میں عسکری جذبہ بیدار کرنے کے لیے کس تحریک کا آغاز کیا؟

جواب: مسلم یوتھ بریگیڈ

سوال: بتایئے ۱۹۳۹ء میں آپ نے ماریشس کے مسلمانوں کے مختلف گروپوں میں اتفاق و اتحاد کے لیے کون سا ادارہ قائم کیا؟

جواب: مسلم یونٹی بورڈ۔

سوال: بتایئے آپ نے ملایا میں کس یونیورسٹی کی بنیاد رکھی؟

جواب: عربی یونیورسٹی کی۔

سوال: بورنیو (Borneo) کی اس شہزادی کا نام بتایئے جس نے آپ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا؟

جواب: گلیڈرے پال مار (Grady Parmar)۔

سوال: بتایئے ۱۹۳۹ء کو آپ نے ماریشس میں ایک عظیم الشان کانفرنس سے خطاب کیا، یہ کانفرنس کس موقع پر منعقد کی گئی تھی؟

جواب: عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر۔

سوال: بتایئے ۱۹۳۹ء کی اس عظیم الشان کانفرنس کا باضابطہ کیا نام رکھا گیا تھا؟

جواب: عید میلاد مسلم کانفرنس۔

سوال: بتایئے ماریشس کے کس گورنر نے عید میلاد مسلم کانفرنس ۱۹۳۹ء میں شرکت کی؟

جواب: سر بیڈی کلفورڈ

سوال: بتایئے آپ نے ۱۹۴۶ء میں عبدالعزیز بن سعود سے مذاکرہ کر کے کون سا ناجائز ٹیکس ختم کروایا؟

جواب: حج ٹیکس۔

سوال: بتایئے عبدالعزیز بن سود سے اس مذاکرہ کی تفصیل کس نام سے کون سی زبان میں شائع ہوئی؟

جواب: المیہان کے نام سے عربی زبان میں شائع ہوئی۔

سوال: بتایئے المیہان کا ابتدائیہ کس مشہور راہنما نے تحریر فرمایا؟

جواب: اخوان المسلمین کے بانی و سربراہ حسن البناء نے۔

سوال: بتایئے آپ نے کیمونزم کے خلاف کس تنظیم کی تشکیل کی؟

جواب: تنظیم بین المذاہب (Inter Religious Organisation)۔

سوال: بتایئے تنظیم بین المذاہب کی تشکیل آپ نے کس سنہ میں کی؟

جواب: ۱۹۴۹ء میں۔

سوال: بتایئے آپ نے مختلف مکاتب فکر کے علماء کی قاہرہ (مصر) میں کس تنظیم کی بنیاد رکھی؟

جواب: تنظیم بین المذاہب الاسلامیہ۔

سوال: بتایئے آپ نے قاہرہ (مصر) میں کون سی تبلیغی مجلس تشکیل دی؟

جواب: تحریک بالاسلام۔

سوال: بتایئے ۱۹۵۰ء میں واشنگٹن میں آپ نے کس موضوع پر خطاب کیا؟

جواب: انسانی مسائل کا حل (The Solution of Man's Problems)۔

سوال: میچی گن یونیورسٹی (امریکہ) کے اس ماہر تعلیم کا نام بتایئے جو آپ سے متاثر ہو کر آپ کی شاگردی میں آیا؟

جواب: مسٹر عبدالباسط نعیم۔

سوال: بتایئے مسٹر عبدالباسط نعیم نے آپ کی سرپرستی میں امریکہ سے کون سا اسلامی میگزین جاری کیا؟

جواب: اسلامی دنیا اور امریکہ (The Islamic World and the U.S.A.)

سوال: بتایئے بڑھتی ہوئی لادینیت کے پیش نظر ۱۹۵۰ء کو قاہرہ (مصر) سے آپ نے کس راہنما کو خط لکھا؟

جواب: عیسائیوں کے پوپ پال کو۔

سوال: ۲۶ اگست ۱۹۵۱ء کو منعقدہ جمعیت علمائے پاکستان کے اجلاس سے آپ نے کس موضوع پر خطاب کیا؟

جواب: ملت کے مسائل اور علماء و مشائخ کی ذمہ داری پر۔

سوال: بتایئے یہ اجلاس کس مقام پر منعقد ہوا؟

جواب: آرام باغ کراچی میں۔

سوال: ۱۹۵۲ء کو آپ افریقہ تشریف لے گئے بتایئے آپ نے ریڈیو زنجبار سے ۱۸ اپریل ۱۹۵۲ء کو کس عنوان پر اور کس زبان میں تقریر کی؟

جواب: ''کیمونزم کا توڑ'' پر انگریزی زبان میں۔

تشکیل پاکستان میں کردار:

سوال: بتایئے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء قرارداد پاکستان کی منظوری سے قبل آپ نے مسلمانوں کو کس سیاسی لیڈر اور کس سیاسی جماعت کی حمایت کا مشورہ دیا؟

جواب: قائداعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کی حمایت کا۔

سوال: بتایئے ۱۹۴۵ء میں آپ نے کس ہندو لیڈر سے ملاقات کی؟

جواب: پنڈت لال نہرو سے۔

سوال: بتایئے آپ نے پنڈت لال نہرو سے ملاقات کیوں کی؟

جواب: ہندوؤں کے مسلمانوں کے ساتھ غلط رویے پر احتجاج کے طور پر۔

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ نے ۱۹۴۵ء میں حج بیت اللہ پر روانگی کے

وقت مسلمانان ہند کو کیا پیغام دیا؟

جواب: جی ہاں! آپ نے فرمایا ”تمام برادران ملت کو علی العموم وقت سفر حجاز میں یہ آخری وصیت دیتے ہوئے رخصت کرتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو، انتخابات جدید میں تمام اختلافات باہمی کو مٹا کر آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت میں تن من سرگرم ہو جائیں اور ابنائے وطن کے دام تزویر میں آکر اپنے شیرازے کو ہرگز منتشر نہ ہونے دیں اور یہ ثابت کر دکھائیں کہ مسلمان متحد و متفق ہیں تاکہ جہاں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے ان کی آزاد حکومت ہو، جس میں نفاذ قوانین واحیائے تہذیب و معاشرت دین کی پوری قوت ان کو ہی حاصل ہو۔ اس کو خواہ پاکستان کا نام دیا جائے یا حکومت الٰہیہ کے نام سے طلب کیا جائے۔“

سوال: بتائیے کیا مولانا عبدالعلیم صدیقی نے ۱۹۴۶ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت کی تھی؟

جواب: جی ہاں آپ نے بھرپور انداز میں شرکت کی۔

سوال: بتائیے آپ نے کن عظیم لیڈروں کو نظریہ پاکستان سے روشناس کرایا؟

جواب: مصر میں قائد اخوان المسلمین استاذ حسن البناء، مفتی اعظم فلسطین حضرت سید امین الحسینی۔ اردن کے بادشاہ سید عبداللہ (والد ماجد شاہ حسین امیر اردن)۔

سوال: جب آپ مختلف ممالک سے تحریک پاکستان کی کامیاب جدوجہد کے بعد وطن واپس آئے تو آپ کے اعزاز میں ایک سنی کانفرنس منعقد کی گئی بتائیے یہ کانفرنس کس کی طرف سے منعقد کی گئی تھی؟

جواب: جمعیت سنیہ جامعہ قادریہ کراچی کی طرف سے۔

سوال: بتائیے آپ نے جمعیت سنیہ جامعہ قادریہ کراچی کی جانب سے منعقدہ کانفرنس میں اپنے خطاب کے دوران پاکستان کو کس نام سے تعبیر کیا؟

جواب: ”قدرتی پاکستان“ کے نام سے۔

سوال: قیام پاکستان کے بعد پہلی نماز عید کی امامت آپ نے کس مقام پر کی؟

جواب: مرکزی عید گاہ گراؤنڈ کراچی میں۔

سوال: بتائیے آپ کی امامت میں کس ممتاز شخصیت نے نماز عید ادا کی؟

جواب: قائداعظم محمد علی جناح نے۔

سوال: آپ نے قیام پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح کو ایک جامع دستور آئین اسلامی پیش کیا بتائیے اس دستور پر کن اکابر علما و مشائخ کے تائیدی نوٹ لکھے تھے؟

جواب: علامہ عبدالحامد بدایونی، علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری، مفتی صاحبزادہ خان، علامہ سید احمد سعید کاظمی، خواجہ قمر الدین سیالوی رحمہم اللہ۔

سوال: بتائیے جب آپ نے دستور آئین اسلامی قائداعظم کو پیش کیا تو قائداعظم نے جواباً کیا فرمایا تھا؟

جواب: انشاء اللہ، قومی اسمبلی کے منظور کرنے پر بہت جلد اس آئین اسلامی کو نافذ کر دیا جائے گا۔

سوال: بتائیے کیا قائداعظم نے آپ سے کیا ہوا وعدہ (اسلامی آئین نافذ کرنے کا) پورا کیا؟

جواب: جی نہیں، کیونکہ قائداعظم اس کے کچھ عرصے بعد انتقال کر گئے۔

ردِ قادیانیت

سوال: بتائیے مولانا محمد شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی نے قادیانی فتنے کو دبانے کی کوشش کس طرح کی؟

جواب: آپ نے دنیا کے کئی ممالک میں تقاریر کر کے لوگوں کو اس فتنے سے آگاہ کیا اور رسائل لکھے۔

سوال: بتائیے آپ نے قادیانیوں کے خلاف کتنی زبانوں میں کتابیں لکھیں؟

جواب: تین زبانوں میں (اردو، انگریزی اور عربی)۔

سوال: بتایئے آپ نے انگریزی میں کس نام سے کتاب لکھی؟

جواب: The Mirror

سوال: رد قادیانیت میں آپ کی اردو تصنیف کا کیا نام ہے؟

جواب: مرزائی حقیقت کا اظہار۔

سوال: بتایئے آپ نے عربی زبان میں اپنی کتاب کا کیا نام رکھا؟

جواب: المراۃ القادیانیہ۔

سوال: بتایئے ان تینوں کتابوں میں سے کسی کتاب کا دنیا میں کسی اور زبان میں ترجمہ ہوا ہے؟

جواب: جی ہاں! اردو کی تصنیف مرزائی حقیقت کا اظہار کا ترجمہ انڈونیشی زبان میں ہوا ہے۔

سوال: ماریشس کے اس قادیانی پروفیسر کا نام بتایئے جو آپ کے ساتھ مباحثے کے بعد مرزائیت سے توبہ کر کے حلقہ بگوش اسلام ہوا؟

جواب: پروفیسر زین العابدین۔

تصنیفات

سوال: بتایئے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ کون سی کتاب مبارک ہے جس پر آپ نے تقریظ لکھی؟

جواب: "حسام الحرمین"

سوال: بتایئے آپ کی یہ تقریظ کتابی شکل میں کس نام سے شائع ہوئی؟

جواب: "الصوارم الہندیہ"

سوال: مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کی اس مشہور زمانہ کتاب کا نام بتایئے جو نوجوان نسل کے لیے ایک مفید تحفہ ہے؟

جواب: "بہار شباب" (اردو میں)۔

سوال: بتایئے آپ نے رمضان المبارک کے متعلق کس نام سے کتاب لکھی؟

جواب: "احکام رمضان المبارک" (اردو میں)۔

سوال: آپ نے تصوف پر کس نام سے کتاب لکھی؟

جواب: "لطائف المعارف" (اردو میں)

سوال: کیا آپ کو شاعری کا ذوق بھی تھا؟

جواب: جی ہاں! آپ شاعری بھی کرتے تھے۔

سوال: شاعری کا ذوق آپ کو کیسے ہوا؟

جواب: یہ ذوق آپ کو والد ماجد سے ورثے میں ملا۔

سوال: بتایئے آپ تخلص کیا، کیا کرتے تھے؟

جواب: علیم

سوال: بتایئے کیا آپ کا کوئی مجموعہ کلام بھی ہے؟

جواب: آپ نے "ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے میلاد شریف کی کتاب لکھی ہے جس میں آپ کا نعتیہ کلام موجود ہے۔

سوال: بتایئے ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے کس کی فرمائش پر لکھی؟

جواب: اپنی صاحبزادی اُمت السبوح صبیحہ خاتون کی فرمائش پر۔

سوال: بتایئے اپنی صاحبزادی کا ذکر آپ نے اپنی کتاب میں کن الفاظ میں کیا؟

جواب: "نور نظر، لخت جگر، دختر بلند اختر امت السبوح صبیحہ سلمہا الاکبر۔

سوال: بتایئے آپ نے قوانین اسلام پر کون سی کتاب لکھی؟

جواب: The Codification of Islamic (انگریزی میں)

سوال: بتایئے آپ نے مسلمانوں کے سائنسی کارناموں پر کس نام سے کتاب لکھی؟

جواب: Cultivation of Science by the Muslims (انگریزی میں)۔

سوال: بتایئے بزبان انگریزی روحانیت پر آپ نے کون سی کتاب تصنیف فرمائی؟

جواب: Spiritual Culture in Islam

سوال: بتایئے آپ نے کمیونزم کے خلاف کتنی کتابیں کس کس نام سے لکھیں؟

جواب: دو کتابیں انگریزی میں تصنیف فرمائیں۔

1. Islam's Answer to the Challenge of Communism.
2. How to Face Communism.

سوال: کیا آپ مولانا کی اور دوسری انگریزی تصانیف کے نام بتا سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں!

1. Quest for True Happiness.
2. The Principles of Islam.
3. The Forgotten Path of Knowledge.
4. Shavian and Theologian.
5. The Universal Teaching.
6. Religion and Scientific Progress.
7. The Message of Peace.
8. The Problems of Peace and War.
9. The Clarion Call.
10. The Mirror

سوال: بتایئے آپ نے اسلام کی بنیادی تعلیمات پر کون سی کتاب لکھی؟

جواب: آپ نے اسلام کی بنیادی تعلیمات پر دو انگریزی زبان میں کتابیں تصنیف کیں۔

1. The Elementary teachings of Islam (Hanafi).
2. The First Teachings of Islam (Shafa'I).

سوال: کیا آپ مولانا کی اس تصنیف کا نام بتا سکتے ہیں جس میں مولانا نے سائنس کی روشنی میں معجزات کا تصور پیش کیا۔

جواب: Miracle in The Light of Science And Relegion

وصال

سوال: بتایئے مبلغ اسلام کی وہ کون سی دو تمنائیں تھیں جن کا پورا ہونے کے لیے آپ اپنے احباب سے دُعا کے لیے کہا کرتے تھے؟

جواب: ایک یہ کہ مدینہ منورہ میں موت نصیب ہو اور دوسری یہ کہ سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ۶۳ سال کی عمر میں۔

سوال: مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی کا وصال کب ہوا؟

جواب: اتوار ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ بمطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء۔

سوال: آپ کا وصال کہاں ہوا؟

جواب: مدینہ منورہ میں۔

سوال: بتایئے مبلغ اسلام کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

جواب: خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت علامہ شیخ محمد ضیاء الدین مہاجر مدنی نے۔

سوال: بتایئے مبلغ اسلام کا مدفن کہاں ہے؟

جواب: جنت البقیع میں۔

سوال: بتایئے جنت البقیع میں کس بزرگ و برتر ہستی کے قدموں میں آپ مدفون ہیں۔

جواب: اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

سوال: بتایئے آپ نے اپنی آخری وصیت میں کیا تحریر فرمایا؟

جواب: الحمد للہ میں مسلک اہل سنت پر زندہ رہا اور مسلک اہل سنت وہ ہی ہے جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں مرقوم ہے اور الحمد للہ اسی پر میری عمر گزری اور الحمد للہ آخر وقت اسی مسلک پر حضور پرنور ﷺ کے قدم مبارک میں خاتمہ بالخیر ہو رہا ہے۔"

سوال: وصال کے وقت مبلغ اسلام کی عمر کیا تھی؟

جواب: سنہ ہجری کے مطابق ۶۳ سال اور سنہ عیسوی کے مطابق ۶۲ سال تھی۔

اولاد و خلفاء

سوال: مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی کے صاحبزادگان کی تعداد بتائیے؟

جواب: آپ کے ۴ صاحبزادگان ہیں۔

سوال: مبلغ اسلام کے صاحبزادگان کے نام بتائیے؟

جواب: شاہ محمد جیلانی صدیقی، علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی، حامد ربانی صدیقی اور حماد سبحانی صدیقی۔

سوال: مبلغ اسلام کے وہ کون سے صاحبزادے ہیں جو تبلیغ اسلام میں معروف عمل ہیں؟

جواب: علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی۔

سوال: بتائیے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی ولادت کب اور کہاں ہوئی؟

جواب: ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ بمطابق ۱۹۲۶ء کو میرٹھ میں ہوئی۔

سوال: علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی عرفیت بتائیے؟

جواب: ”نورانی میاں“

سوال: بتائیے علامہ نورانی کی رہائش پاکستان کے کس شہر میں ہے؟

جواب: کراچی میں۔

سوال: بتائیے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کس لقب سے یاد کیے جاتے ہیں؟

جواب: قائد اہلسنت۔

سوال: علامہ نورانی کی دینی خدمات کیا ہیں؟

جواب: آپ دنیا بھر میں اسلام کے آفاقی پیغام کی تبلیغ میں سرگرم عمل ہیں اور کئی ادارے آپ کی سرپرستی میں اسلام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے کے لیے کوشاں ہیں۔

سوال: بتائیے علامہ نورانی پاکستان کی کس بڑی سیاسی جماعت کے سربراہ ہیں؟

جواب: جمعیت علمائے پاکستان کے۔

سوال: مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی کی صاحبزادیوں کی تعداد بتائیے؟

جواب: آپ کی ۳ صاحبزادیاں ہیں۔

سوال: مبلغ اسلام کی صاحبزادیوں کے نام بتائیے؟

جواب: محترمہ امت السبوح صبیحہ خاتون، محترمہ ڈاکٹر عزیزہ خاتون اور محترمہ ڈاکٹر فریدہ خاتون۔

سوال: مبلغ اسلام کی وہ کون سی صاحبزادی ہیں جو تبلیغ اسلام میں معروف تگ و تاز ہیں؟

جواب: محترمہ ڈاکٹر فریدہ خاتون۔

سوال: محترمہ ڈاکٹر فریدہ کی رہائش پاکستان کے کس شہر میں ہے؟

جواب: آپ اسلامک مشنری سینٹر برائے خواتین کراچی کی بانی و صدر ہیں اور وومن اسلامک مشن کی سرپرست اعلیٰ بھی ہیں۔

سوال: وومن اسلامک مشن کا کیا مقصد ہے؟

جواب: اس ادارے کا مقصد بے سہارا لڑکیوں کی شادیاں کرانا، گرلز اسکول قائم کرنا اور مختلف فلاحی کام کرنا ہے۔

سوال: مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی کے داماد و خلیفہ کا نام بتائیے؟

جواب: مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری القادری۔

سوال: بتائیے ڈاکٹر فضل الرحمان انصاری کا مبلغ اسلام کی کس بیٹی سے عقد ہوا؟

جواب: محترمہ امت السبوح صبیحہ خاتون سے۔

سوال: ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری کی دینی خدمات کیا ہیں؟

جواب: ڈاکٹر انصاری نے دنیا کے کئی ممالک میں اسلام کی تبلیغ کی اور مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کے بطور اعزازی پرائیویٹ سیکریٹری تقریباً ۲۱ سال دنیا کے مختلف ممالک کے تبلیغی دوروں پر رہے۔ آپ نے کراچی میں المرکز الاسلامی نامی تعلیمی ادارہ قائم کیا۔

سوال: کیا ڈاکٹر انصاری نے کوئی کتاب تصنیف فرمائی؟

جواب: آپ نے مختلف موضوعات پر چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں جن میں آپ کی انگریزی تصنیف جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے قابل ذکر ہے اس تصنیف کا نام The Quranic Foundantion and Structure of Muslim Society ہے۔

سوال: ڈاکٹر انصاری کی اس اہم کتاب کا سن تصنیف بتایئے؟

جواب: ۱۹۷۳ء بمطابق ۱۳۹۳ھ۔

سوال: بتایئے مسٹر اے کے بروہی نے ڈاکٹر انصاری کی اس کتاب کو کن الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا؟

جواب: ''اقبال کے انگریزی خطبات تشکیل جدید الٰہیات کے بعد اگر کوئی دوسری کتاب میری نظر میں آئی تو وہ یہ کتاب ہے۔''

سوال: مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی کے جانشین کا نام بتایئے؟

جواب: مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ۔

سوال: مبلغ اسلام کے اُن خلیفہ کا نام بتایئے جو ڈاکٹر فضل الرحمان انصاری کے جانشین اور المرکز الاسلامی کے صدر ہوئے؟

جواب: مولانا شیخ محمد جعفر قادری علیمی۔

سوال: مبلغ اسلام کے خلفاء کہاں کہاں ہیں؟

جواب: آپ کے خلفاء دنیا کے کئی ممالک میں دین اسلام کی تبلیغ میں معروف تگ و تاز ہیں۔

تاثرات

سوال: مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی کی شخصیت سے متاثر ہونے والے چند مشاہیر کے نام بتایئے؟

جواب: قائداعظم محمد علی جناح، مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی، بانی اخوان

المسلمین حسن البناء، جسٹس آف سیلون ایم مروانی، جسٹس سپریم کورٹ آف کولمبو ایم۔ ٹی۔ اکبر مولانا محمد علی جوہر، بادشاہ اردن سید عبداللہ، بادشاہ سعودی عرب عبدالعزیز بن سعود۔

سوال: بتایئے جارج برناڈ شا نے آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپ کو کن الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا؟

جواب: آپ کی گفتگو اتنی دلچسپ اور معلوماتی ہے کہ میں سالوں تک آپ کے ساتھ رہنا پسند کرونگا مگر بدقسمتی سے میری روانگی کا وقت آن پہنچا ہے مجھے واقعی اس بات کا افسوس ہے کہ آپ جیسے بزرگ عالم سے میں صرف اتنی مختصر بات چیت کر سکا، اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ بڑے شاندار اور بہترین انداز میں اسلامی تعلیمات کو پیش کرتے ہیں، مجھے آپ سے واقفیت پیدا کر کے بڑی خوشی ہوئی اور آپ سے میری ملاقات اس دورے کی بہترین یادوں میں شمار ہوگی جو میں اپنے ساتھ لیے جا رہا ہوں۔

سوال: بتایئے ماریشس (افریقہ) کے وزیراعظم جناب رام غلام نے آپ کو کن الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا؟

جواب: "یہ (ماریشس) خطہ پرسکون ہے اور اس کے سکون کا سہرا مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کے سر ہے جنہوں نے اپنی تبلیغی کوششوں اور امن کی تعلیم سے یہاں کے باشندوں کو امن وسکون سے رہنے کا درس دیا۔"

سوال: بتایئے ٹوکیو (جاپان) کے پروفیسر این۔ ایچ برلاس نے علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی کی تقریر بزبان انگریزی (مسلمانوں کی سائنسی ایجادات) کے پیش لفظ میں آپ کو کن الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے؟

جواب: "مولانا کی تقریر سے ہر شخص محظوظ و مستفیض ہو سکتا ہے کیوں نہ ہو جبکہ ایک طرف مولانا کی مقناطیسی شخصیت ہو، دوسری طرف آپ کی نغمہ بار آواز اور تیسری جانب آپ کی ٹھوس اور مدلل تقریر ہو۔"

سوال: بتایئے مشہور عالم مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے آپ کو کن الفاظ میں یاد کیا؟

جواب: ''بریلوی گروہ کے سارے افراد کو ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا سمجھنا زیادتی ہے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی مرحوم و مغفور نے اسی گروہ کے ایک فرد ہو کر بیش بہا تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔''

سوال: بتایئے ممتاز ماہر تعلیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے آپ کو کن الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا؟

جواب: ''میں ان کا بے حد احترام کرتا تھا وہ اپنی ذات میں بے شمار خوبیوں کے مالک تھے مولانا سے میری دو ملاقاتیں یادگار رہیں گی۔ پہلی اس وقت جبکہ آپ کی آنکھ میں سخت تکلیف تھی لیکن مولانا پھر بھی اپنے تحریکی کاموں میں بہت معروف تھے دوسری بمبئی میں نماز عید الضحیٰ کے موقع پر جبکہ آپ نے نماز کی امامت کے بعد یہ پراثر دُعا فرمائی تھی ''یا اللہ! تو ہمیں اس ذلت سے بچا کہ ہم غلاموں کے غلام بن جائیں۔''

سوال: بتایئے مولانا جعفر شاہ پھلواری نے آپ کو کن الفاظ میں سراہا؟

جواب: ''مولانا کی تقریر بڑی رواں ہوتی تھی، لیکن عربی، فارسی الفاظ کی کثرت کی وجہ سے زبان ادق ہو جاتی تھی، اردو بولتے ہوئے بھی عربی الفاظ کی پوری تجوید اور صحیح مخارج سے نکالتے تھے، انکی عمر کا بڑا حصہ تبلیغ میں گذرا۔ یورپ، امریکہ، افریقہ، انڈونیشیا وغیرہ میں انہوں نے تبلیغ اسلام کا کام انجام دیا۔''

سوال: بتایئے آپ کے خلیفہ اعظم علامہ ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری نے آپ کو کن الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا؟

جواب: ''اول و آخر ایک ایسے مبلغ اسلام تھے جو دور حاضر کی اسلامی تاریخ کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دے گئے اور ان کی للّٰہیت کے نور نے اطراف

و اکناف عالم میں بے شمار نفوس کو منور فرمایا، حقیقت یہ ہے کہ روحانی و اخلاقی انحطاط کے موجودہ دور میں مولانا عبدالعلیم صدیقی نے اسلامی اقدار کا احیاء کیا اور اسلام کو دیئے گئے دور حاضر کے چیلنج کا مجاہدانہ جذبہ کے ساتھ مقابلہ کیا۔''

سوال: ڈاکٹر فتح فرمان پوری (چیف ایڈیٹر اردو ڈکشنری بورڈ) نے کن الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا؟

جواب: ''مجھے ان سے عقیدت اور ان کی دینی خدمات کا اعتراف ہے۔''

سوال: بتایئے سندھ کے سابق گورنر میر رسول بخش تالپور نے آپ کو کن الفاظ میں سراہا؟

جواب: ''مجھے زندگی میں ایک نماز میں بڑا سرور حاصل ہوا اور وہ میں نے قائداعظم کی ہمراہی میں مولانا عبدالعلیم صدیقی کے پیچھے ادا کی تھی۔''

نوٹ: یہ بہترین کوئز آرٹیکل برادر محترم عثمان خان نوری سابق ایم این اے، سابق مرکزی صدر اے ٹی آئی نے ارسال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی بہتر جزا عطا فرمائے۔ آمین

آں عزم بلند آوراں سوزِ جگر آور
شمشیرِ پدر خواہی بازوئے پدر آور

○

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے دنیا کی امامت کا

○

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

حضرت مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ

ایک شخصیت، ایک تعارف

مفتی شفیق احمد شریفی ☆

ولادت، تعلیم و تربیت

۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۸۹۲ء میں محلہ مشائخان میرٹھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابھی آپ بارہ ہی سال کے تھے کہ والد ماجد مولانا عبدالحکیم کا ۱۳۲۲ھ میں انتقال ہوگیا۔ والدہ محترمہ نے تعلیم و تربیت کی نگہداشت کی۔ ۱۳۲۶ھ میں آپ نے علوم دینی کی تحصیل سے فراغت پائی۔ علوم جدیدہ کی تحصیل کے لئے اٹاوہ کے مشہور اسلامیہ کالج میں داخلہ لیا۔ اس کالج میں آپ کے برادر بزرگ مولانا شاہ احمد مختار ہیڈ مولوی تھے۔ ۱۹۱۴ء میں انٹر پاس کیا۔ ڈویژنل کالج میرٹھ سے بی اے کی ڈگری حاصل کی وکالت پڑھی اور فن طب کو عملاً وعلماً حاصل کیا۔ مرید والد ماجد کے تھے۔

بیعت و ارشاد:

بیعت و ارشاد اور اجازت و خلافت حضرت قطب المشائخ شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھہ شریف اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی قطب الارشاد سے حاصل کی۔ مؤخر الذکر سے آپ کو دور طالب علمی ہی سے حسن عقیدت تھی۔

تبلیغی خدمات:

آپ علوم قدیمہ اور جدیدہ میں مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین خطیب تھے۔ آپ کی تقاریر قرآن و حدیث اور اقوال سلف کی روشنی میں دلائل براہین سے مزین ہوتی تھیں۔ ہزارہا ہزار لوگ آپ کی تقریر سننے کے لئے جمع ہوتے اور عشق رسول ﷺ سے دامن کو بھر کر واپس جاتے۔ بے شمار لوگ راہ راست پر آتے کفر

☆ معروف انڈین اسکالر، مدرس: الہ آباد انڈیا

سے تائب ہوتے۔ قدرت نے آپ کو شان محبوبیت بخشی تھی۔ آپ جہاں جاتے لوگ پروانہ وار آپ کے گرد جمع ہوجاتے۔

سیر و سیاحت

آپ نے نہ صرف ہندوستان بلکہ باہری ممالک میں بھی جا کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت زور دار انداز میں کی۔ ہزارہا افراد آپ کے دست حق پرست پر توبہ کر کے مسلمان بنے جن میں عیسائیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ نائجیریا، جنوبی افریقہ، سیلون، ملایا، انڈونیشیا، جنوبی چین و امریکہ، جاپان، یہ ممالک آپ کے تبلیغ اسلام کے خاص خاص مراکز تھے ان تمام ملکوں میں آپ نے مساجد، مدارس اور تبلیغی ادارے بھی قائم فرمائے آپ کو انگریزی، عربی، فارسی، فرانسیسی، جاپانی، چینی زبان پر پوری قدرت تھی۔

حاجیوں کو جو ٹیکس دینا پڑتا تھا وہ آپ ہی کی کوششوں سے عبدالعزیز والی سعودی عرب نے ختم کیا۔ تقسیم ملک کے بعد کراچی میں آپ کی اقتداء میں جو پہلی نماز عید ادا کی گئی۔ محمد علی جناح بھی اس میں شریک تھے۔

مدینۃ الرسول میں قیام

روز دوشنبہ ۲۰ صفر ۱۳۶۶ھ کو آپ نے مدینہ طیبہ میں زمین خریدی اور مقیم ہو گئے۔ رشد و ہدایت کے ساتھ یہاں مطب بھی کرتے تھے۔ ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین مدنی خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

آپ نے رشد و ہدایت و حقانیت اسلام کے اظہار کے لئے انگریزی میں بھی کتابیں تصنیف فرمائیں جن کے نام یہ ہیں۔ بائی وائی لاگ، وتھ برناڈ شا، ان پرچول، کلچرل آف اسلام، مسلم رول ان سائنٹفک وسکوائز، اور ہم نوجوانوں کی اصلاح کے لئے، بہار شباب، رد قادیانی اور ذکرِ محبوب ﷺ بھی آپ کی تصنیفات ہیں۔

(تذکرہ اکابر اہلسنت، مطبوعہ: الہ آباد۔ انڈیا)

وہ چلے ہمیشہ راہِ مستقیم پر

نذیر احمد نورانی ☆

مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اس صدی کے عظیم اسلامی مفکر تھے آپ کی کوششوں سے براعظم افریقہ میں شمع اسلام روشن ہوئی اور آپ کے دست حق پرست پر ستر ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا آپ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ بمطابق ۳ اپریل ۱۸۹۲ء کو اسی سرزمین میرٹھ میں پیدا ہوئے جہاں سے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ابتدا ہوئی تھی آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی اور سولہ برس کی عمر میں درس نظامی کا امتحان اوّل پوزیشن میں پاس کر لیا۔ ڈویژنل کالج میں داخلہ لیا اور ۱۹۱۷ء میں امتیازی حیثیت سے بی۔ اے کیا۔

آپ نے مختلف قوانین کی کتب کا مطالعہ بھی کیا۔ کالج کی تعطیل کے دوران بریلی شریف حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے علوم اسلامیہ کے گوہر بھی پائے۔

۱۹۱۹ء میں آپ زیارت حرمین شریف کیلئے حجاز پہنچے اور واپسی پر اعلیٰ حضرت کے علاوہ آپ نے مولانا عبد الباری فرنگی محل، شیخ احمد شمس مغربی مقیم مدینہ منورہ سے بھی طریقت حاصل کیا اور اپنے بڑے بھائی مولانا احمد مختار صدیقی سے بھی چاروں سلسلوں میں اجازت حاصل کی اور پھر اعلیٰ حضرت نے خرقہ خلافت پہنا کر بیرونی ممالک میں تبلیغ کیلئے روانگی کا حکم دیا۔ آپ نے یورپ، افریقہ اور امریکہ میں کئی مساجد، مکاتب، کتب خانے، ہسپتال، یتیم خانے اور تبلیغی مراکز قائم کیئے۔ آپ کی کوششوں سے ان گنت غیر مسلم نامور وکلا، فلاسفر، سائنس دان اور کٹر دہریے مسلمان ہوئے۔

اپریل ۱۹۳۵ء کو جنوبی افریقہ میں مشہور انگریز ڈاکٹر برناڈ شا سے اسلام اور

☆ جمعیت علماء پاکستان کے نظریاتی ہمدرد جادہ، جہلم

عیسائیت کے موضوع پر مناظرہ کیا اس مناظرہ کے دوران آپ کی شخصیت کا رعب اس پر چھایا رہا آخر اس نے قرآن حکیم کی حقانیت کا اعتراف کر لیا اور اس نے کہا کہ آئندہ سو سال بعد دُنیا کا مذہب صرف اسلام ہی ہو گا۔ آپ کی اس گفتگو پر مشتمل کتابچہ انگریزی زبان میں اسلامک سینٹر بی بلاک نارتھ ناظم آباد کراچی ۳۳ سے مل سکتا ہے اور عوام کی سہولت کیلئے ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی نے مارچ ۱۹۷۶ء کے شمارہ میں اس کا اُردو ترجمہ شائع کیا ہے، برناڈ شا نے آخر میں کہا تھا کہ "مجھے افسوس ہے کہ میں آپ سے زیادہ دیر تک گفتگو نہ کر سکا۔" آپ نے تحریک پاکستان سے پہلے فلسطین، کشمیر اور دیگر مظلوم قوموں کی حمایت کی تحریک پاکستان کے خلاف جب کانگرسی لیڈر ہر طرف پھیل گئے تو آپ نے انگلینڈ میں ان کانگرسی گماشتوں کو اپنی مدلل تقریروں سے ناکوں چنے چبوئے۔

پھر آپ نے ۱۹۲۶ء میں بنارس آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت فرما کر تحریک پاکستان کی حمایت فرمائی۔ ملک کے کونے کونے میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا اور حج کے موقع پر مسلم لیگ کی طرف سے حج پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو نظریہ پاکستان کی واقفیت کرائی پاکستان بننے کے بعد حضرت قائداعظم نے انہیں اسلامی ممالک میں پاکستان کا نمائندہ بنا کر بھیجا، مولانا شاہ عبد العلیم میرٹھی نے دوسرے ممالک کو ہم نوا بنایا۔ فلسطین، شام، لبنان، عراق کا سفر کیا۔ وہاں جلسوں سے خطاب کیا اور تحریک پاکستان سے روشناس کرایا، باہر کا محاذ سنبھالا اور اندرون ملک حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب، مولانا ابو الحسنات، مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا عبد الغفور ہزاروی اور دیگر علما اہلسنت بریلوی نے محاذ سنبھالے ہوئے تھے، مدینہ منورہ کے لوگ آپ کو الطبیب الہندی کے نام سے پکارتے تھے۔ آپ ایک بہترین خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم ادیب بھی تھے ذکر حبیب اوّل دوم، کتاب تصوف احکام رمضان، "بہار شباب" اسلام کی ابتدائی تعلیم "انسانی مسائل کا حل"، "اسلامی اصول"، "اشتراکیت کیا ہے؟" وغیرہ آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔ بہار شباب نورانی بک ڈپو جادہ جہلم شائع کر رہا ہے۔

آپ نے انگریزی میں بھی کئی کتب لکھی ہیں۔ قادیانیوں کے خلاف آپ کی ایک عربی کتاب "المرآ" کا جواب قادیانی نہیں دے سکتے۔ آپ نے بہت اعلیٰ دُعا مانگی تھی اور اس دُعا کی وجہ سے آج پاکستان معرض وجود میں آیا ہے۔ آپ نے دُعا فرمائی "اے غلاموں کے سر پر تاج عزت رکھنے والے، اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے، ہم سیہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے۔ ہمیں قوت دے، طاقت دے، عزت دے، حمیت دے، غیرت دے، برصغیر میں جو چھوٹی سی آزاد خود مختار پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے۔ اس کی حفاظت فرما۔
۲۳ ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو آپ نے مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں مدفون ہوئے۔ آپ کے بعد تبلیغی مشن کی ذمہ داری آپ کے لائق فرزند حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی نے سنبھال لی ہے۔ جو ورلڈ اسلامک مشن پاکستان اور جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر ہیں اور دن رات نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے مخلصانہ طور پر کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

○

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتی نہیں جہاں پیدا

(مرشد لاہوری حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ

عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمود احمد قادری ☆

آپ کی پیدائش ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں محلہ مشائخان میرٹھ میں ہوئی، آپ کے والد ماجد مولانا عبدالعلیم صدیقی کا ۱۳۲۲ھ میں انتقال ہو گیا، والدہ ماجدہ نے تعلیم و تربیت کی نگہداشت کی۔ ۱۳۲۶ھ میں آپ نے علوم دینی کی تحصیل سے فراغت پائی، علوم جدیدہ کی تحصیل کے لئے اٹاوہ کے مشہور اسلامیہ کالج میں داخلہ لیا، کالج میں آپ کے برادر بزرگ مولانا شاہ احمد مختار ہیڈ مولوی تھے ۱۹۱۳ء میں انٹرنس پاس کیا، ڈویژنل کالج میرٹھ سے بی اے کی ڈگری حاصل کی وکالت پڑھی اور فن طب کو علماً و عملاً حاصل کیا، مرید والد ماجد کے تھے، بیعت ارشاد اور اجازت و خلافت اعلیٰ حضرت قطب المشائخ شاہ علی حسین اشرفی سرکار کچھوچھہ شریف اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قطب الارشاد مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی، مؤخر الذکر سے آپ کو زمانہ طالب علمی ہی سے حسن عقیدت تھی، آپ کو تقریر پر بھی مہارت تھی قدرت نے آپ کو شانِ محبوبیت بخشی تھی، جہاں جاتے لوگ پروانہ وار آپ کے اردگرد جمع ہو جاتے آپ نے ہندوستان سے باہر دور دراز ملکوں میں جا کر تبلیغ اسلام کیا، ہزارہا افراد آپ کے ہاتھوں پر مسلمان ہوئے جن میں عیسائیوں کی تعداد زیادہ ہے نائیجیریا، جنوبی افریقہ، سیلون، ملایا، انڈونیشیا، جنوبی چین، امریکہ، جاپان آپ کی تبلیغ اسلام کے خاص مرکز تھے، ان ملکوں میں آپ نے مساجد، مدارس اور تبلیغی ادارے قائم فرمائے آپ کو انگریزی، عربی، فارسی، فرانسیسی، جاپانی، چینی اور ملائی زبانوں پر پوری قدرت تھی، حاجیوں کو جو ٹیکس دینا ہوتا تھا وہ آپ ہی کی کوشش سے عبدالعزیز والیٔ سعودی عرب نے ختم کیا تھا تقسیم ملک کے بعد کراچی میں آپ کی اقتداء

☆ استاذ: مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور (انڈیا)

میں نماز عید ادا کی گئی، محمد علی جناح بھی اس میں شریک تھے...... روز دوشنبہ ۳۰ صفر ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۷۷ء کو آپ نے رہائش کے لئے مدینہ منورہ میں زمین خریدی اور مقیم ہو گئے۔ رشد و ہدایت کے ساتھ یہاں مطب بھی کرتے تھے، ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء میں آپ کا انتقال ہوا، حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین احمد مدنی مدظلہ العالی نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی، جنت البقیع میں دفن کئے گئے، آپ کی تصانیف میں ہائی وائی لاگ، وتھ برناڈ شا، ان پرنچل کلچر ان اسلام، مسلم رول ان سائن فلک ڈسکوریز، (انگریزی میں)، ذکر محبوب (میلاد شریف) بہار شباب (نوجوانوں کی اصلاح میں) رد قادیانی ہیں۔ (تذکرہ علماء اہل سنت، صفحہ ۱۶۶، ۱۶۷، مطبوعہ بھوانی پور، بہار)

ایک شہرہ آفاق مبلغ

مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی

تحریر...... صادق علی زاہد ☆

شاہ احمد نورانی آپ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۳ اپریل ۱۸۹۲ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مایہ ناز عالم دین، مفکر اور شہرہ آفاق مبلغ تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا نام مولانا محمد عبدالعلیم تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ ۱۹۵۱ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا بھر کا تبلیغی سفر کیا اور تمام مذاہب کے لوگوں کو دعوت اسلام دی۔ دنیا کی اہم ترین شخصیات مثلاً قائداعظم، مراکش کے غازی عبدالکریم، فلسطین کے مفتی اعظم سید امین الحسینی، اخوان المسلمین مصر کے قائد حسن البنا، سری لنکا کے جسٹس ایم مدوائی کولمبو کے جسٹس ایم ٹی اکبر، سنگاپور کے رہنما ایس این دت اور مشہور ڈرامہ نگار جارج برنارڈ شا سے ان کی ملاقاتیں ہوئیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد ممالک میں خوبصورت مساجد تعمیر کروائیں۔ ۱۹۴۹ء میں سنگاپور میں تنظیم بین المذاہب کی بنیاد رکھی۔ (انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا صفحہ ۶۵۸)

آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ ایک ہی وقت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ عالم دین، کامیاب سیاستدان اور فاتح مناظر تھے۔ آپ نے دیگر تمام مصروفیات کے باوجود گمراہ فرقوں کی سرکوبی کے لئے نہایت اہم خدمات سرانجام دی ہیں۔ فتنہ قادیانیت کے استحصال کے لئے آپ نے متعدد مناظرے کئے۔ بے شمار جلسوں میں چہرۂ قادیانیات سے نقاب الٹا اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے ایک مستقل تصنیف "مرزائی حقیقت کا اظہار" یکم مئی ۱۹۲۹ء کو شائع فرمائی۔ مولانا اللہ وسایا صاحب آپ کی تصنیف پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

☆ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمہ وقت مستعد دینی کارکن
مقیم: ننکانہ صاحب (پنجاب) پاکستان 0300-4529446

''ایک مبلغ اسلام ہونے کے ناطے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی خدمات ہیں۔ اندرون و بیرون ہند آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ ردِ قادیانیت کے سلسلے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ ایک سفر میں مرزائیوں کا ایک اشتہار ''حقیقت کا اظہار'' آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ملا اس اشتہار میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کیا گیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مسکت جواب لکھا جسے تین حصوں میں علیحدہ علیحدہ تقسیم کیا گیا۔ یوں یہ کتاب سفر میں ہی تیار ہوگئی۔ اس رسالہ کا ترجمہ عربی میں ''مرآۃ'' اور انگریزی میں The Mirror کے نام سے ہوا۔

(قادیانیت کے خلاف علمی جہاد کی سرگزشت صفحہ ۱۱)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۲ اگست ۱۹۵۴ء کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور آپ جنت البقیع میں راحت فرما ہیں۔ (اکابر اہل سنت صفحہ ۲۴۲ از علامہ عبدالحکیم شرف قادری)

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء سے آخر تک افریقہ، ملیشیا، سیلون، یورپ اور امریکہ کی سرزمین پر ہمیشہ لوگوں کو اس فتنے سے آگاہ کیا۔ والد ماجد کی انگریزی زبان میں تصنیف The Mirror کے نام سے موجود ہے۔ جو کمی پبلی کیشنز نے شائع کی ہے اور اردو زبان میں ''مرزائی حقیقت کا اظہار'' موجود ہے عربی زبان میں مصر کی چھپی ہوئی ''المراۃ'' انڈونیشی زبان میں بھی ''مرزائی حقیقت کا اظہار'' نامی کتاب کا ترجمہ ہوا اور اس کی اشاعت کے بعد ملیشیا میں بہت زبردست تحریک اٹھی یہاں تک کہ ملیشیا میں مرزائیوں کا داخلہ ممنوع ہوگیا تھا۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور تحریک ختم نبوت نمبر صفحہ ۴۳ از پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ)



عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

خلیل احمد رانا ☆

ولادت:

مولانا عبدالعلیم صدیقی ۳ اپریل ۱۸۹۲ء بمطابق ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ میرٹھ شہر صوبہ یوپی انڈیا میں نامور صوفی عالم دین اور نعت گو شاعر مولانا شاہ محمد عبدالحکیم صدیقی جوشؔ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اول امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

تعلیم و تربیت:

مولانا عبدالعلیم صدیقی بچپن ہی سے نہایت ذہین اور محنتی تھے۔ آپ نے صرف ۴ سال کی عمر میں قرآن پاک ناظرہ ختم کر لیا۔ والد ماجد سے عربی، اُردو اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد میرٹھ کی مشہور دینی درس گاہ ''مدرسہ عربیہ قومیہ'' میں داخل ہوگئے سولہ برس کی عمر میں وہاں سے آپ نے امتیازی حیثیت سے درس نظامی کی سند حاصل کی۔ آپ کے دل میں چونکہ بچپن ہی سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی تڑپ موجود تھی، اسلام کا پیغام غیر مسلموں تک مؤثر طریق پر پہنچانے کے لئے آپ نے علوم جدیدہ کی تحصیل کی ضرورت کو محسوس کیا۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ پرائیویٹ مطالعہ کرتے رہے۔ پھر اٹاوہ ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان ۱۹۱۳ء میں پاس کر کے ڈویژنل کالج میرٹھ میں داخلہ لے لیا۔ ۱۹۱۷ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے قانون کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا۔ میرٹھ کے مشہور حکیم احتشام الدین صاحب سے فنِ حکمت سیکھا۔

☆ جہانیاں منڈی ضلع خانیوال (پاکستان) 0333-7656759

اکتساب فیض اور بیعت

آپ کی روحانی تربیت والد ماجد حضرت مولانا عبدالحکیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، برادر محترم حضرت مولانا احمد مختار صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر سید علی حسین شاہ محدث کچھوچھوی اور امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ جیسے جلیل المرتبت بزرگوں نے کی علاوہ ازیں آپ نے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ احمد الشمس مراکشی مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور لیبیا کے صوفی بزرگ حضرت شیخ السنوسی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روحانی فیوضات کا اکتساب کیا۔ سلسلہ قادریہ میں امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے۔ آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خلفاء میں سے تھے اور انہی کے ایما وارشاد پر اپنی زندگی تبلیغ دین اور خدمت اسلام کے لیے وقف کر دی اور اپنے نجی خرچ پر پیغام اسلام دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا۔

(تاریخ تمدن انڈونیشیا جلد اول شائع کردہ شعبہ اطلاعات سفارت خانہ انڈونیشیا کراچی ص ۳۱)

محسن ملت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اپنے تلامذہ اور خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

عبد علیم کے علم کو سن کر جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

حضرت علامہ میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ طریقت سے کمال عقیدت تھی۔ حرمین طیبین کی زیارت سے واپسی پر آپ نے ایک طویل قصیدہ مدحیہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کیا جس کے چند اشعار درج ذیل ہے۔

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو … قسیمِ جامِ عرفاں اے شہِ احمد رضا تم ہو

غریق بحر الفت، مست جام بادۂ وحدت … محبِ خاص منظورِ حبیبِ کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا، مدار اہل طریقت کا … جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صولت کو … عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

تمہیں پھیلا رہے ہو علمِ حق اکناف عالم میں … امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو

تم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا … کرم فرمانے والے حال پہ اس کے شہا تم ہو

جب یہ اشعار سنا چکے تو امام اہل سنت نے اپنے قیمتی عمامہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "مولانا! آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ آپ اس دیار پاک سے تشریف لا رہے ہیں، یہ عمامہ تو آپ کے قدموں کے بھی لائق نہیں، البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت کا ایک جبہ ہے وہ حاضر کیے دیتا ہوں۔"

(علامہ ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت جلد اوّل مطبوعہ کراچی صفحہ ۵۲،۵۱)

مقررانہ صلاحیتیں

علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جادو بیان اور شعلہ نوا مقرر تھے۔ آپ نے اپنی سب سے پہلی تقریر جامع مسجد میرٹھ میں اس وقت کی تھی جب کہ آپ کی عمر صرف نو سال کی تھی، آپ اُردو کے علاوہ عربی فارسی اور انگریزی زبان میں بھی بڑی روانی کے ساتھ تقریر کرتے تھے اور اس موثر انداز سے تقریر کرتے تھے کہ خود اہل زبان بھی حیران رہ جاتے تھے، آپ اپنے خیالات کی ترجمانی بڑے دلنشین انداز میں کرتے تھے جس قسم کا اجتماع دیکھتے اسی قسم کی تقریر فرماتے۔ آپ نے ہر درجہ اور طبقۂ فکر کے لوگوں سے خطاب کیا۔ آپ نے ایک طرف ارباب حل وعقد کی اہم مجالس جیسے رائل ایشیا ٹک سوسائٹی شنگھائی، اورینٹل کلچر سوسائٹی آف جاپان، اسلامک کلچر سنٹر لندن (انگلینڈ) اور اسلامک سنٹر آف امریکہ وغیرہ میں بڑی پرجوش اور مدلل تقاریر کیں تو دوسری جانب افریقہ کے خانہ بدوش اور غیر تعلیم یافتہ قبائل کے مجمعوں سے بھی خطاب فرمایا۔ آپ کی انہیں مقررانہ صلاحیتوں کی بنا پر ایشیا، افریقہ اور یورپ کے مسلم مورخین نے آپ کو عدیم النظر اوریٹر (ORATOR) مقرر قرار دیا۔ چنانچہ ٹوکیو کے پروفیسر این ایچ برلاس حضرت علامہ میرٹھی کی مطبوعہ تقریر بزبان انگریزی (Cultivation of Science by the Muslims) (مسلمانوں کی سائنس میں ترویج) کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں۔

For a Fuller appreciation one must here Maulana

siddiqui from the plateform one is sure to be charmedlike the audience here by his magnetic personality and oratorical powers, his loud and impressive but musical voice and splendid delivery.

ترجمہ: "ہر شخص مولانا صدیقی کو پلیٹ فارم پر بولتے ہوئے سن سکتا ہے اور اس سے محظوظ ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو کہ ایک جانب مولانا کی مقناطیسی شخصیت ہو دوسری جانب ان کی نغمہ بار آواز اور تیسری جانب ان کی ٹھوس اور مدلل تقریر ہو۔"

کارہائے نمایاں

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلہ میں خدمات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ ان کے تذکرے کے لیے ایک دفتر درکار ہے حضرت مولانا صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے چند ایک کارہائے نمایاں بیان کئے جاتے ہیں۔

علامہ صدیقی نے اپنی حیات مبارکہ کے تقریباً چالیس سال امریکہ، براعظم افریقہ، انگلینڈ، انڈونیشیا، سنگاپور، ملایا، چین، جاپان، کینیڈا، فرانس، ٹرینی ڈاڈ اور فلپائن وغیرہ میں تبلیغ اسلام میں گزارے۔ انگریزی زبان میں "مسلم ڈائجسٹ"، ڈربن ساؤتھ افریقہ" سٹار آف اسلام" کولمبو اور مسلم اینول ماہنامے آپ کی یادگار ہیں۔ ملایا میں جناب محمد ابراہیم الساگوف کے تعاون سے عربی یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی۔ بہت سی مساجد تعمیر کرائیں۔ عظیم الشان مساجد میں حنفی جامع مسجد کولمبو، سلطان مسجد سنگاپور اور مسجد ناگریا جاپان خاص طور پر مشہور ہیں۔ آپ کی تبلیغ سے پچاس ہزار سے زائد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا ہے جن میں بورنیو کی شہزادی (Her highness princess Glady Palmer Khairummniss of Sarawark Staateborneo)، ماریشس جنوبی افریقہ کے فرانسیسی گورنر مروات (Governor Merwate tiffrnch Statesman)، ٹرینی ڈاڈ کی خاتون وزیر (Murifl Donawa Fatima) اور ڈاکٹر صادق جارج انٹونوف جیسے ممتاز امریکن سائنس

دان کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

(ذکر حبیب حصہ اول مطبوعہ المرکز الاسلامی بی بلاک شمالی ناظم آباد کراچی صفحہ ۷)

آپ کی انہی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فلپائنی مندوب ڈاکٹر احمد نے جشن نزول قرآن کے موقع پر علمائے کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"آج ہمیں برصغیر پاک و ہند کے مشہور مبلغ مولانا عبدالعلیم صدیقی کی طرح دین کی تبلیغ واشاعت کرنا چاہیئے مولانا نے فلپائن کے جزیروں میں اسلام کی تبلیغ کے لیے مدرسے، لائبریریاں اور مساجد بنوائیں اور ماہنامے اور ہفت روزہ جریدے جاری کیے، ہمیں اسلام کی جو روشنی ملی ہے انہی سے ملی ہے ان ہی کی مساعی جلیلہ سے ہم مسلمان ہوئے۔" (روزنامہ جنگ راولپنڈی ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۹ء)

تبلیغی خدمات

مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے غیر ملکی دوروں کا مختصر خاکہ اور تبلیغی کاموں کا سرسری جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱۹۱۴ء

برما کے مشہور شہروں میں تشریف لے گئے اور وہاں تقاریر کیں۔ یہ آپ کی کالج کی طالب علمی کا زمانہ تھا۔ آپ نے تقاریر کے علاوہ برما میں رہنے والے مسلمان طلبہ کی ایک جماعت "برما مسلم ایجوکیشنل کانفرنس" تشکیل دی۔

۱۹۱۵ء

برما مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی خصوصی دعوت پر سالانہ سیشن کے موقعہ پر تشریف لے گئے۔ آپ کو صدارت کا عہدہ دیا گیا۔ اس کانفرنس میں آپ نے جو خطبہ صدارت دیا وہ ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچا اور آپ کی علمی شخصیت مشہور ہوگئی۔

۱۹۱۹ء

مکہ مکرمہ گئے، فریضہ حج ادا کیا۔ خانہ کعبہ شریف میں درس قرآن بھی دیتے رہے پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ شریف حسین مکہ کو پورٹ وار کی یادداشت پیش کی۔

۱۹۲۱ء

تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں انڈونیشیا گئے۔ تحریکِ خلافت کے مرکزی خلافت فنڈ میں آپ نے اور آپ کے دونوں برادر بزرگ مولانا شاہ احمد مختار صدیقی اور مولانا نذیر احمد خجندی نے تین لاکھ چندہ جمع کیا۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے شانہ بشانہ کام کیا۔ تحریک خلافت کے بڑھتے ہوئے سیلاب اور مسلمانان ہند کے سیاسی عروج کو ختم کرنے کے لئے مہاسبھائیوں نے پہلی بار یوپی اور دیگر صوبہ جات ہند میں شدھی کا جال پھیلانا شروع کیا تو مولانا عبدالعلیم صدیقی نے ہر جگہ تبلیغی مراکز قائم کرنا شروع کئے بمبئی، کرناٹک، احمد آباد، گجرات وغیرہ میں ایسی قیادت فرمائی کہ ان جگہوں پر مسلمان شدھی کی لعنت سے محفوظ ہوئے۔ علامہ صدیقی نے بمبئی کے قیام کے دوران پوز میں ایک نیشنل ہائی سکول قائم کیا جس کا الحاق مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے کرایا۔

۱۹۲۳ء

سیلون کے مختلف قصبات میں تقاریر کیں، مسلمانوں کے مختلف گروہوں میں اتفاق واتحاد پیدا کرنے کی سعی فرمائی۔ کولمبو میں میمن حنفی مسجد کی تعمیر کے لیے کام کیا۔ یہ مسجد پورے ملک میں سب مساجد سے زیادہ خوبصورت مسجد ہے۔ سیلون کا ایک عیسائی وزیر مسٹر ایف کنگسن ہیری مسلمان ہوا۔

۱۹۲۴ء

۱۹۲۴ء میں جب کہ سب ہی اسلامی ممالک سیاسی بحران میں گھرے ہوئے تھے

ان ایام میں آپ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے۔ حکومت مکہ نے آپ سے مسلم کانفرنس یروشلم کی کارروائیوں میں شرکت کی درخواست کی۔

۱۹۲۵ء

دوسرا حج کیا اور تزکیۂ نفس کے لئے مجاہدات کئے۔

۱۹۲۷ء

ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور نے اپنے لیکچروں کے ذریعے انڈونیشیا کو الحاد کی طرف لانے کی مہم شروع کر رکھی تھی۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے اس کا توڑ کیا۔ انڈونیشی علماء کی تنظیم کے لیے کام کیا۔ انڈونیشیا کی سب سے بڑی تنظیم "جمعیت المحمدیہ" کے پلیٹ فارم سے عیسائی مشنریوں اور قادیانیت کے حملوں کے خلاف اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں میں اتفاق واتحاد کے لیے کام کیا۔

انڈونیشیا میں آپ کی تبلیغی کوششوں کا تذکرہ مولانا نور احمد قادری نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ جن علمائے اسلام کو انڈونیشیا میں نصرانی پادریوں کے مقابلہ پر اسلامی تبلیغ اور تحفظ دین کا کام کرنے کی ضرورت کا احساس ہوا انہی علمائے ربانی میں حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری بھی تھے۔ حجاز سے واپسی کے بعد ۱۹۲۱ء میں انڈونیشیا پہنچ کر تبلیغ کا کام کرنے لگے۔ حضرت مولانا اس صدی کی تاریخ میں عالم اسلام کی بہت بڑی شخصیت گزرے ہیں۔ حضرت مولانا اس زمانہ کی الہ آباد یونیورسٹی کے بی اے، ایل ایل بی ہونے کے علاوہ نہایت بلند پایہ عالم ربانی اور صاحب کشف وکرامت اہل اللہ اور غوث پاک کے سلسلہ قادریہ کے صاحب اجازت بزرگ تھے۔ فقہ حنفیہ اور شافعیہ میں کمال (درک) رکھتے تھے۔ انڈونیشیا میں وہ پھر اس کے بعد اپنے ہر جنوبی مشرقی ایشیائی دورے کے موقع پر برابر پہنچتے رہے اور کام کرتے رہے ان کا یہ کام اب انڈونیشیا اور پاکستان دونوں ملکوں کے اسلامی روابط مذہبی تاریخ کا ایک ایسا زریں ورق بن گیا ہے جو برادران انڈونیشیا کے ساتھ اہل پاکستان کی اسلامی محبت واخوت کی ہمیشہ

یاد دلاتا رہے گا حضرت مولانا کے حالات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے انڈونیشیا کی تبلیغ اسلام کے سلسلے میں عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ سرابیا (مشرقی جاوا) کا شہر ان کی تبلیغ کا مرکز تھا۔ جہاں انہوں نے اپنے دوسرے دورے کیلئے ۱۹۲۷ء میں ایک بڑا اسلامی مشن بھی قائم کیا۔ یہاں برصغیر ہند کے سوداگروں کی ایک دینی انجمن بھی قائم کی جو برصغیر سے آنے والے مسلم مسافروں کا انتظام کرنے کے علاوہ سیرت پاک کا جلسہ اور تبلیغ اسلام کے کاموں میں مالی معاونت کرتی تھی۔ ایک تاریخی روایت کے بموجب مولانا نے اس ملک میں کم و بیش پانچ ہزار نصرانیت یا دوسرا عقیدہ رکھنے والوں کو دوبارہ اسلام میں داخل کیا اور بہت سوں کو اپنا مرید بنا لیا۔ اس لیے کہ وہ ایک صاحبِ کرامت پیر طریقت بھی تھے۔ حنفی فقہ کا ایک مدرسہ بھی سرابیا میں اپنے قائم کردہ مشن کے تحت کھلوایا۔ مجھے اپنی ریسرچ کے دوران میں ایک انڈونیشی اخبار "پرڈمائیاں" میں ایک تصویر دستیاب ہوئی جو ۱۹۵۰ء کی ہے۔ اس تصویر میں حضرت مولانا صدیقی انڈونیشیا کی وزارت اُمور مذہبی کے عمائدین کے ہمراہ پورٹ پر کھڑے ہیں جہاں عمائدین نے اپنی وزارت کی طرف سے اُن کا استقبال کیا تھا۔ یہ حضرت مولانا کا انڈونیشیا کا آخری دورہ تھا۔"

مولانا عبدالعلیم صدیقی نے ملایا میں اسلام پر قادیانی حملے کے اثر کو ضائع کیا۔ عربی، اردو اور انگریزی میں تقاریر کا سلسلہ شروع کیا۔ جس نے مسلمانوں کی مذہبی زندگی کو حیات نو بخشی، بہت سے یورپی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ بنکاک میں بھی وسیع پیمانے پر تقاریر کا سلسلہ شروع فرمایا۔ بنکاک کی رائل لائبریری میں بدھ مت کے متعلق ریسرچ کی۔

۲۹۔۱۹۲۸ء

ماریشس میں قادیانی حملہ کا خاتمہ کیا۔ حزب اللہ کی بنیاد ڈالی۔ اس تبلیغی دورے میں بہت سے ہندو اور عیسائی مسلمان ہوئے ان میں ماریشس کے فرانسیسی گورنر مردات

خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں اور انہی کے توسط سے آپ نے مراکش کے مشہور لیڈر غازی عبدالکریم سے قید میں ملاقات کی اور یہاں سے نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کا دورہ کیا نیوزی لینڈ میں اپنے شاگرد مسٹر عزیز ایچ عباسی کو تبلیغ کا کام سپرد کیا اور آسٹریلیا میں مشہور فاضل ڈاکٹر محمد عالم کو مبلغ بنایا۔ سیلون میں مسلم مشنری کی بنیاد ڈالی یہاں سے اخبار "کوکب اسلام" جاری کیا جس کی ارادت مسٹر جے ماجد کرتے تھے۔

تبلیغی دورہ کے بعد جب آپ ہندوستان واپس تشریف لائے تو مسلمانان بمبئی نے آپ کی خدمت میں ان الفاظ میں تہنیت نامہ پیش کیا۔

بجناب مستطاب فضیلت مآب فاضل علوم مشرقیہ و مغربیہ حضرت مولانا قاری حکیم شاہ محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی متوفون میرٹھ محترم مولانا! آج کا دن ہمارے لیے بے حد مسرت کا دن ہے کہ ہم اس دور تنزل و انحطاط میں ایک ایسی بچی کامیابی و ترقی پر مبارکباد پیش کرنی چاہتے ہیں جو اسلام جیسے مقدس مذہب کی بہترین خدمت کہی جائے تو زیادہ موزوں ہوگا" ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر" یہ وہ آیت کریمہ ہے جو علماء حقانیہ کی ضرورت اور ان کے فرائض پر روشنی ڈال رہی ہے ایک زمانہ تھا کہ اسلام کا ہر فدائی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو اپنا فرض مذہبی سمجھتا اور پوری جدوجہد سے اس کو انجام دیتا تھا جس کی بدولت تمام براعظم ایشیاء، براعظم یورپ، براعظم افریقہ اور جزائر میں آفتاب اسلام نے اپنی روشنی پہنچائی اور دنیا کو ایک سچے مذہب سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا پھر سینکڑوں برس گزر گئے عوام کا تو ذکر کیا ایک عالمگیر غفلت نے علمائے کرام و صوفیائے عظام کو بھی دنیا کے ہر گوشہ میں میٹھی نیند سلائے رکھا اور ان کو اپنے فرض منصبی کا احساس تک نہ ہوا آخر بے دینوں کی سرگرمیوں نے اعدائے اسلام کی جان کاہ مساعی نے، ضلالت پسندانِ عالم کی جان توڑ کوششوں نے اور زمانہ کی ٹھوکروں نے سوتوں کو جگایا، ہوش دلایا، دنیا کی حالت کا صحیح اندازہ کر کے اپنے فرائض کو سمجھنے کا سبق پڑھایا تو از سر نو علماء و صوفیاء کو تبلیغ اسلام کا خیال آیا اور کم از کم ہندوستان میں انہوں نے مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچایا۔ اللہ

الحمد! کہ آج ہمیں یہ کہنے کا موقعہ بھی ہاتھ آیا کہ ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں میں سے اہل سنت و جماعت کا یہ مسلمہ نوجوان عالم ہزار تحسین وآفرین کے لائق ہے جس نے دنیا کے تمام مشاغل سے منہ موڑ کر تبلیغ واشاعت کا بیڑا اٹھایا۔

معزز مہمان! آپ کی زندگی کے حالات میں یہ سن کر کہ آپ کو زمانہ طالب علمی ہی میں تعلیمات مذاہب عالم سے واقفیت حاصل کرنے کا ذوق تھا اور ایسی کتابیں پڑھنے کا شوق جو اس مخصوص مضمون پر روشنی ڈالیں، ہر اہل نظر کو آپ کی ہونہار طبیعت اور عالی حوصلہ فطرت سے یہی توقع ہو سکتی تھی کہ آپ ایک روز ترقی، اسلام کے حقیقی بہی خواہ اور دین حق کے سرگرم خدمت گار ثابت ہوں گے۔ ہندوستان میں ایسے افراد کی تعداد ضرور نظر آئے گی اگرچہ وہ انگلیوں پر ہی گننے کے قابل ہوں جن حضرات نے علوم قدیمہ مذہبیہ کے ساتھ ہی ساتھ علوم جدیدہ بھی حاصل کئے۔ لیکن ایک پختہ عقیدے والا سچا مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم جہاں تک خیال کرتے ہیں آپ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے انگریزی دانی سے صحیح صحیح فائدہ اٹھایا۔

مختلف اخبارات میں یہ دیکھ کر فرحت ہوئی کہ آپ نے سیلون، جاوا، ملایا، ماریشس اور ایسٹ افریقہ کے دوسرے جزائر میں تبلیغ اسلام کی وہ خدمات انجام دیں جنہوں نے پرانے پرانے تثلیث پرستوں کو حلقہ بگوش توحید بنادیا۔

سیلون میں پادری ریوٹ کنگ بری پروفیسر کولمبو یونیورسٹی کا ایک معرکۃ الآرا جلسہ میں آپ کی تقریر سے اثر پا کر دولت اسلام کا شرف حاصل کرنا ایک بے مثال کامیابی ہے۔ خصوصاً جب کہ ان بزرگ نے اپنی عمر کے بیس برس محض خدمتِ نصرانیت پر صرف کئے تھے ایسے پختہ کار شخص کی طبیعت پر اسلام کا سکہ بٹھانا آپ ہی جیسے مقرر کا کمال تھا اور خدا تعالیٰ کا فضل آپ کے شاملِ حال کہ اُس نے یہ مقدس خدمت اسلام آپ کے ہاتھ سے اتمام کو پہنچائی۔

اسی طرح برطانیہ فرانس اور امریکہ کے تین نصرانیوں کا آپ کے دست مبارک پر سنگاپور میں داخلِ اسلام ہونا خاص کر ان میں سے ایک شخص کا بیعت ہو کر روحانی تعلیم کا

بھی فیض پانا آپ ہی کے شایان شان ہے۔

ماریشس ایسٹ افریقہ میں تقریباً پچاس تثلیث پرستوں کو تعلیم توحید کا فریفتہ بنا کر اسلام کی خوبیاں ان کے دلوں میں بٹھا کر انگریزی زبان میں پیام الٰہی سنا سنا کر راہ مستقیم پر قائم کرنا آپ کے فیوضات میں سے زبردست فیض ہے جو حق پسند قلوب بھلا نہیں سکتے۔

ماریشس اور جاوا میں قادیانیت کی بیخ کنی کر کے درجنوں "گرویدگان ضلالت قادیان" سے توبہ و بیعت لینا اور حقانیتِ اسلام کی تعلیم دینا بھی آپ کا نمایاں کارنامہ ہے۔

سنگاپور اور ماریشس میں اسلامی اخبارات و رسائل کا اجراء بھیا آپ کی دور اندیشی کا ایک زریں باب ہے حق یہ ہے کہ تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے اخبار اور رسائل کی نہایت ضرورت ہے۔ مولانا! آپ کی خدماتِ عالیہ کے سلسلہ میں سب سے اہم بات جو ہماری نظروں کے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے یہ سب خدمات محض اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر متوکلانہ شان سے انجام دیں۔ اب تک نہ کوئی انجمن آپ کی پشت پر ہے جو اس راہ کے مصارف کا بارگراں برداشت کرتی نہ کوئی شخصیت آپ کی مدد و معاون ہے ذاتی صرف زر کثیر کے ساتھ ان پاکیزہ خدمات کا انجام دینا فی الحقیقت آپ ہی کے بلند حوصلہ کی ایک بیش بہا مثال ہے جب ہم نے "سیاست"، "زمیندار" اور دوسرے اُردو گجراتی رسائل و اخبار میں پڑھ کر اس عظیم الشان سفر میں نہ آپ کو نام و نمود سے غرض تھی نہ چندہ کی طلب، نہ نذرانہ کی خواہش۔ تو حقیقت یہ ہے کہ ہماری حیرت بیش از بیش ہوگئی اور سچے دل سے آپ کے حق میں دُعائیں نکلیں کہ مولا تعالیٰ آپ کو مزید توفیق عطا فرمائے اور ہر طرح آپ کی مدد کرے۔

ہم یہ سُن کر بہت خوش ہیں کہ آپ عنقریب لندن، پیرس اور امریکہ کا سفر بھی فرمانے والے ہیں قادر مطلق آپ کو کامیابی عطا فرمائے۔

جناب مولانا! تبلیغ و اشاعت کی اشد ضرورت ہوتے ہوئے بھی بمبئی کے مسلمان آج کل اس سے سخت غافل ہیں باوجودیکہ یہاں تبلیغی انجمنوں کے عملی کام، تبلیغی اخبار اور تبلیغی رسائل کی سخت ضرورت ہے آپ کی علوئے ہمت سے سبق سیکھتے ہوئے ہم عنقریب اس خدمت کو اپنے ہاتھوں سے مستعدی سے انجام دیں گے اور توقع ہے کہ آئندہ دورہ بمبئی کے موقع پر آپ ہمیں تبلیغی خدمات انجام دیتے ہوئے پائیں گے۔ آخر میں ہم آپ کی خدمت میں جن کا بدلہ صرف خدائے جلیل دے سکتا ہے دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ "رب العزت آپ کے بلند ارادوں میں کامیابی اور ایسی کامیابیوں میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین"

آپ کے مخلصین "عہدہ داران و اراکین جمعیت علماء صوفیہ بمبئی، جمعیت عالیہ اسلامیہ صوبہ بمبئی، انجمن ترغیب و تعلیم اسلام بمبئی۔"

۳۲۔۱۹۳۱ء

سیلون میں گرین پمفلٹ تحریک شروع کی۔ سنگا پور میں ماہنامہ "ریئل اسلام" انگریزی زبان میں جاری کیا۔ ملایا مسلم مشنری سوسائٹی کی بنیاد ڈالی۔ ماریشس کے مسلمانوں کا ایک وفد لے کر فنانشل کمشنر کے پاس گئے اور مسلمانوں کے چند مطالبات منوائے۔ "حلقۂ قادری اشاعتِ اسلام" قائم کیا ایک یتیم خانہ قائم کرنے کی تحریک شروع کی۔

مسلمانانِ ماریشس نے علامہ میرٹھی کی تبلیغی خدمات کو سراہتے ہوئے خبر دی کہ تقریباً دو سال ہوئے حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی اس جزیرہ میں تشریف لائے اور مسلمانوں کو دینی برکات سے مستفیض فرمایا جس کا اندازہ خارج از تحریر ہے۔

ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۲۸ مئی ۱۹۳۱ء نے سنگاپور کے دورہ کی رپورٹ یوں لکھی۔ "دورۂ سنگا پور" ۷ اپریل ۱۹۳۱ء کی صبح کو جہاز ٹیریا کے ذریعے حضرت مولانا شاہ

عبدالعلیم صدیقی وارد سنگا پور ہوئے۔ معززین شہر کا جم غفیر استقبال کے لیے ساحل پر موجود تھا مولانا کے تشریف لاتے ہی جلوس ترتیب دیا گیا اور ساڑھے گیارہ بجے سے ۳ بجے تک جلوس شہر کے مختلف حلقوں میں گشت کرتا رہا۔ بہت سے مواقع پر پھولوں کے ہار، عطر و گلاب سے تواضع کی گئی۔ اس دن سے لگا تار عربی، انگریزی اور اردو تقریروں کا سلسلہ جاری ہے۔ دن بھر مسلم و غیر مسلم ملاقات کے لئے آتے اور مولانا کے مدلل طرز کلام سے اپنے شبہات میں تسلی پاتے رہتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں مسٹر چند رانا تھ دت ایم اے ایل ایل بی بیرسٹرایٹ لا جو سنگاپور کے نہایت مشہور بیرسٹروں میں سے ہیں۔ مولانا موصوف سے ملے چند ملاقاتوں میں دینی گفتگو اور چند تقریروں کی شرکت نے ان کو اس درجہ متاثر کیا کہ ۳ مئی ۱۹۳۱ء یک شنبہ کی سہ پہر کو ساڑھے چار بجے مدرسہ الجنید کے وسیع میدان میں ہزاروں مسلمین وغیر مسلمین مجمع کے سامنے بطیب خاطر مولانا موصوف کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے۔ اسلامی نام سراج النور دت رکھا گیا۔ بیرسٹر صاحب موصوف نے ایک مختصر تقریر میں مولانا ممدوح سے ملنے اور شبہات کا تسلی بخش جواب پانے کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ سنسکرت جانتے ہیں۔ کتب ہندو دھرم کا مطالعہ بھی کر چکے ہیں ان کے والد سنسکرت کے مشہور فاضل اور بہت سی کتب ہندو دھرم کے مترجم تھے۔ موصوف نے اپنی زندگی برہمو سماج طریق پر گزاری۔ آخر مولانا کے فیض صحبت نے ان کو اس نتیجہ پر پہنچایا کہ بہترین زندگی اتباع رسول عربی (ﷺ) میں ہے اور آج وہ برضا و رغبت اپنے مسلمان ہونے کے اظہار پر مسرور ہیں۔

مولانا موصوف اور سرداران عرب نے نومسلم بیرسٹر کی خدمت میں پھول کے ہار پیش کئے مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور صدائے تبریک و تحسین سے تمام میدان گونج اٹھا وہ منظر قابل دید تھا جب مسلمان اپنے نئے بھائی سے معانقہ و مصافحہ کرتے ہوئے مبارکباد دیتے اور اپنی سچی محبت و اخوت کا اظہار کرتے تھے آخر میں سب نے مل کر موصوف کے حق میں دُعائے استقامت اور مولانا ممدوح کی عمر و علم و عمل میں برکت کی

دُعا مانگی۔ اس کے بعد مولانا ممدوح نے "طریق فہم القرآن" کے عنوان پر ایک بلیغ بصیرت افروز خطبہ انگریزی زبان میں دیا۔ اس عنوان پر اس سے قبل بھی اسی میدان میں مولانا موصوف تین تقریریں فرما چکے تھے اور یہ اسی سلسلہ کی چوتھی تقریر تھی۔ اسی شب کو ۹ بجے ایک فاضل انگریز ولیم ہیرلڈ سڈنس جو کئی بار مولانا سے مل کر دینی مذاکرہ کر چکے تھے اور مولانا کی کئی انگریزی تقریروں میں شریک ہو چکے تھے۔ مولانا موصوف کی قیام گاہ ڈاکٹر حفیظ الدین منشی کے بنگلہ پر تشریف لائے اس وقت معززین شہر میں سے تقریباً پچاس معزز مسلمان، مولانا کے پاس موجود تھے ان انگریز صاحب کے آتے ہی مولانا نے روئے سخن ان کی جانب کیا اور چند ہی منٹ کی گفتگو میں ان کے قلب پر ایسا اثر پڑا کہ اسی وقت کلمہ پڑھا مسیحیت سے توبہ کی اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اسلامی نام ولی الحق سڈنس رکھا گیا۔

اسی وقت ایک قادیانی مرزائی بھی تائب ہو کر اسلامی برادری میں شائع ہوا۔ اگرچہ مولانا کو اپنی والدہ کی وفات کی اطلاع میرٹھ سے حال ہی میں موصول ہوئی مگر وہ خدمت دین کے لیے کمربستہ ہیں اور ایک پادری سے مناظرہ کرنے کے لیے عنقریب عازم ہانگ کانگ ہونگے مالکِ عالم، مولانا موصوف کا ممد و معاون رہے۔ آمین (نامہ نگار) سنگاپور ۶ مئی۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی سنگاپور میں اسلام کی بے بہا خدمات انجام دے کر یعنی ممتاز مسیحی، بدھ اور ہندوؤں کو مشرف باسلام بنا کر جمعیۃ دعوۃ اسلام کی تنظیم فرما کر جاوا میں تقریباً دو مہینہ قیام کرتے ہوئے ایک زبان دراز مشہور کیتھولک پادری کی بذریعہ دعوت مناظرہ زبان بندی فرما کر، مسلمانوں کے باہمی اختلافات مسائل کو نہایت حکمت عملی سے سلجھا کر ۲۵ ستمبر ۱۹۳۱ء کی صبح کو بندرگاہ ماریشس پر پہنچے۔ تمام جزیرہ کے تمام مقام جم غفیر نے پرتپاک استقبال کیا۔ ایک شاندار جلوس کی شکل میں حضرت مولانا موصوف قیام گاہ پر لائے گئے۔ جامع مسجد پورٹ لوئیس میں دو تقریریں فرمائیں چہار شنبہ ۳۰ ستمبر کو مسلمانان ماریشس کی طرف سے اعلیٰ پیمانہ پر تہنیت نامہ خیر مقدم پیش

کرنے کا انتظام کیا جارہا ہے۔

ایک ممتاز آزاد خیال لامذہب جو ۱۹۲۸ء میں حضرت علامہ موصوف کی تشریف آوری پر تین بار عام مباحثہ کر چکا تھا، مولانا کے تشریف لاتے ہی پھر سرگرم مباحثہ ہوا اور دو دن کی گفتگو کے بعد تشفی پا کر لاجواب ہوگیا۔ جامع مسجد کے بھرے جلسہ میں مشرف باسلام ہوا۔ سابقہ نام مسٹر جیو انجینی تھیاڈو تھا۔ مولانا ممدوح نے اسلام کی تلقین کرتے ہوئے سند مطبوعہ دے کر اسلامی نام محمد یوسف رکھا۔

غالباً مولانا اواخر اکتوبر تک یہاں قیام فرما کر مڈغاسکر تشریف لے جائیں گے تاکہ وہاں تبلیغی تنظیم فرمائیں اور پھر موسم گرما میں یورپ جائیں گے۔

(شیخ رمضان سوداگر پورٹ لوئیس ماریشش)

۲۸ اپریل ۱۹۳۲ء کو جزیرہ ماریشس کے مشہور دیندار تاجر شیخ یعقوب رمضان نے اپنی دختر نیک اختر کی تقریب نکاح کے موقعہ پر انتظام کیا کہ براڈ کاسٹنگ ریڈیو کے ذریعے اطراف و اکناف بلاد و امصار میں حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کی تقریر دلپذیر کی آواز کو پہنچایا جائے چنانچہ بعد خطبہ و عقد نکاح جب کہ اس پنڈال میں جہاں تین ہزار سے زائد نشستوں کا انتظام کیا گیا تل رکھنے کو جگہ نہ رہی اور مشتاقان بیان ہندو، عیسائی، مسلمان، یورپین، غیر یورپین ہر طبقہ کے لوگ جوق در جوق شاہراہوں پر بھی گوش برآواز تھے۔ درود شریف کے دلفریب نعروں میں حضرت مولانا موصوف جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور خطبہ بزبان عربی تلاوت فرمایا، پھر فصیح و بلیغ انگریزی زبان میں "اسلامی شادی اور طبقہ نسواں پر اسلام کا احسان" کے عنوان پر ایک گھنٹہ سے زائد ایسی برجستہ و بے ساختہ تقریر فرمائی کہ مسلم و غیر مسلم جملہ حاضرین دور دراز کے سامعین تک محو حیرت بن گئے۔

اس مختصر وقت میں ایسی جامع و مانع مدلل تقریر حقیقۃً مولانا موصوف کے کمال علمی کا ایک نمونہ تھی۔ اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اردو زبان میں اول انگریزی تقریر کا لب لباب پیش فرمایا ختم کلام پر تمام حاضرین بلکہ دور دراز مقامات کے مسلمان سامعین بھی

حسب ہدایت مولانا موصوف باادب کھڑے ہوئے اور "مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کی دلفریب نظم میں سب نے مل کر دربار خیر الانام صلے اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ سلام پیش کیا حضرت مولانا کی تقریر انگریزی ختم ہوتے ہی ایک فرنچ نوجوان مسٹر رینالڈ مولانا ممدوح کی خدمت میں حاضر ہو کر بکمال ادب ملتجی ہوئے کہ ان کو بھی جامع کمالات مقدس دینِ اسلام میں داخل کیا جائے۔ اس درخواست کو سنتے ہی تمام مجمع نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھا اور حضرت مولانا نے اول اس نوجوان کو بزبان عربی تلقین کلمہ طیبہ کی پھر انگریزی زبان میں میثاق اسلامی کے کلمات کہلوا کر محمد علی کا مبارک نام ان کو دیا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کے مواعظ کی دلفریبی نے جزیرہ ماریشس اور اس کے اطراف و جوانب میں وہ اثر پیدا کیا اور ہر جگہ وعظ کا اشتیاق پیدا ہوگیا۔ محرم شریف میں جزیرہ کے مرکزی شہر پورٹ لوئیس کے ایک وسیع ہال میں مسلسل گیارہ جلسے ترتیب دیئے گئے "ضرورت دین" پر مولانا کی تقریریں عجیب وغریب دلائل پر مشتمل تھیں تقابلِ ادیان کے عنوان پر بھی نہایت نفیس تاریخی خطبہ دیا۔ جزیرہ ری یونین (فرنچ) میں بھی جلسے ہوئے۔

۶ جون ۱۹۳۲ء کو رات کو پانچ ہزار مسلم و غیر مسلم کے شاندار جلوس نے آپ کو ہندوستان آنے کے لیے الوداع کہا۔ حضرت مولانا سب شرکاء کو دُعائیں دیتے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے ٹھیک تین بجے جہاز شیرالا پر سوار ہوئے۔ ۷ جون کی شام کو جہاز شیرالا پر حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی سے ایک جاپانی تاجر نے (جو مولانا کے کیبن کے قریب ہی ٹھہرے ہوئے تھے) دینی مسائل پر گفتگو شروع کی۔ مولانا نے اس دلفریب انداز پر اسلام کی خوبیاں ان کے ذہن نشین کیں کہ چند گھنٹے کی مختصر سی صحبت ہی میں وہ اسلام کا شیدائی بن گیا۔ شب ساڑھے دس بجے بہ طیب خاطر مشرف باسلام ہوا۔ حضرت مولانا نے تلقین کلمہ کے بعد اسلامی عہد نامہ پر دستخط کیے۔ اسلامی نام محمد عبداللہ رکھا۔ تاجر موصوف کا جاپانی نام M.H.Asada تھا اور بمبئی میں ربڑ کے جوتے کی فیکٹری قائم کرنے تشریف لے جارہے تھے۔ ۹ جون کی صبح کو مسٹر اساڈا کے دوسرے رفیق M.G.Inauye (ایم۔ جی۔ انائی) نے بھی مسٹر اساڈا کی ترجمانی

سے دینی گفتگو شروع کی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ بھی اپنی بے دینی پر شرمندہ ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضرت مولانا نے تلقین کلمہ کے بعد عہد نامہ پر دستخط لئے۔ حامد عبداللہ اسلامی نام رکھا۔

۱۹۳۳ء

مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کے شاگرد جے ماجد صاحب نے سیلون سے ماہنامہ سٹار آف اسلام (Star of Islam) جاری کیا جو مضامین اور اشاعت کے لحاظ سے بہترین رسائل میں شمار کیا جاتا ہے۔

ڈربن (جنوبی افریقہ) میں انٹرنیشنل اسلامک سروس سنٹر قائم کیا۔ جو وہاں مشہور ماہنامہ "دی مسلم ڈائجسٹ" اور اسلامی کتب "کی پبلی کیشنز" کے زیر اہتمام شائع کرتا ہے۔ آپ پہلے مسلم رہنما ہیں جو جنوبی افریقہ میں تشریف لائے اور بین الاقوامی شخصیت قرار پائے۔ آپ زنجبار کے سلطان کے مہمان خصوصی ہوئے اور ان سے مسلمانوں کے مختلف مسائل پر گفتگو کی۔ جنوبی افریقہ کے دورانِ قیام میں آپ نے ویٹ واٹرس ریںڈا میں اہم خطبات اور تقاریر کیں۔

۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو ممباسا (جنوبی افریقہ) میں جارج برنارڈ شا سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے برنارڈ شا کے مختلف سوالات کے جوابات اس انداز سے دیئے کہ دنیا کا عظیم فلاسفر آپ کے سامنے طفل مکتب نظر آنے لگا۔ آپ نے اسلام اور عیسائیت کے اصولوں کا تقابلی جائزہ، تاریخ، سائنس اور فلسفہ کی روشنی میں اس طرح بیان کیا کہ جارج برناڈ شا کو اسلام کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑا۔

۱۹۳۶ء

سنگا پور میں قیام کے دوران آپ نے یہاں سے مشہور انگریزی رسالہ "دی جینوئن اسلام" جاری کیا۔ اس رسالہ کی عنوان ادارت آپ نے اپنے لائق شاگرد ڈاکٹر ایچ۔ ایس نشی کے ہاتھ میں دی اور ایک دوسرے لائق شاگرد سیّد ابراہیم الشکوف کو

آپ نے آل ملایا مشنری سوسائٹی کا صدر بنایا۔ جس کی آپ نے خود ہی بنیاد رکھی تھی۔

چین میں احیاء اسلام کے لیے کام کیا۔ ہانگ کانگ میں یتیم خانے کا سنگ بنیاد رکھا۔ جاپان کے مشہور شہر کوبے کی جامع مسجد کمیٹی نے آپ کو دعوت دی۔ جاپان کے مسلمان آپ کی تقریر کے دلدادہ تھے۔ جاپان کی اورینٹل کلچرل سوسائٹی ٹوکیو نے آپ کو خاص طور پر مدعو کیا اور تقریریں کروائیں۔

۲۷ جولائی ۱۹۳۶ء کو جاپان ہی میں اورین ان گنزا ٹوکیو کے مقام پر ٹوکیو انٹرنیشنل کلب کی جانب سے دی گئی دعوت پر "عورت اور اس کا اسلامی مقام" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ اس کے علاوہ ایشیائی ثقافتی سوسائٹی ٹوکیو کے زیر اہتمام منعقدہ جلسے میں "مسلمانوں کی سائنس میں ترویج" کے موضوع پر تقریر کی۔

۱۹۳۷ء

مکہ معظمہ میں شاہ ابن سعود سے ان مشکلات کا ذکر کیا جو دوران حج یورپی نومسلم حجاج کو پیش آتی ہیں۔

۱۹۳۸۔۳۹ء

سیلون میں حزب اللہ قائم کی۔ ماریشس میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے جو شاندار خدمات سرانجام دیں اس کے پیش نظر وہاں کے مسلمانوں نے آپ کو ماریشس تشریف لانے کی دعوت دی لیکن آپ کی اسلامی تبلیغی معروفیات کا یہ عالم تھا کہ مسلمانانِ ماریشس کو سات سال کا عرصہ انتظار کرنا پڑا۔ چنانچہ آپ تیسری مرتبہ ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء کو ماریشس تشریف لائے۔ دوسرے قصبات کے علاوہ آپ نے قیام ماریشس کے دوران صرف جامع پورٹ لوئیس میں پچیس تقاریر کیں جو کہ ماریشس میں ریڈیو سے بھی براڈ کاسٹ ہوئیں۔

ماریشس گورنمنٹ سے آپ نے ایک کی سرکردگی کی حیثیت میں وہاں کے لیے اسلامی وقف لاء منظور کرایا جو کہ وہاں کے مسلمانوں کے لیے ایک خاص پیچیدہ مسئلہ بن

گیا تھا مسلمانوں کے مختلف گروہوں میں اتفاق و اتحاد کے لیے آپ نے "مسلم یونٹی بورڈ" قائم کیا۔ ۳ مئی ۱۹۳۹ء کو عید میلاد مسلم کانفرنس کا عظیم الشان انعقاد آپ کی ہدایت و رہنمائی کے مطابق ہوا اس مقدس اجتماع میں سرور کائنات ﷺ کی مقدس شان و سیرت پر تقریر سننے کے لیے پورے ماریشس سے مسلمان جوق در جوق آئے۔ ماریشس کے فرانسیسی گورنر سر بیڈی کلفورڈ اور دیگر زعما حکومت بھی تشریف فرما تھے۔ اس اجتماع میں آپ نے نوے منٹ کی تقریر میلاد مصطفےٰ ﷺ کے موضوع پر کی۔ آپ کی موثر اور پرجوش تقریر کے دوران مکمل سکوت رہا اور لوگوں نے بڑی توجہ سے آپ کی تقریر سنی۔ تقریر ختم ہونے کے بعد تمام زعماء حکومت نے آپ کو مبارکباد دی اور آپ کی خدمات کو سراہا۔

۱۹۴۰ء

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرارداد مقاصد (قرارداد پاکستان) کی منظوری سے قبل مولانا عبدالعلیم صدیقی نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ مسلم لیگ اور مسٹر جناح سے سیاست کا کام لیں کیونکہ فی زمانہ علماء کرام یورپین سیاسیات اور ہندوستان کے غیر مسلموں خصوصاً ہندوؤں کی ڈپلومیٹک و سیہ کاریوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ موجودہ زمانے میں ہندوستان کے اندر آئینی جنگ ہو رہی ہے۔ اس جنگ میں وہی مسلمان کامیاب ہو سکتا ہے جو انگریزوں اور کانگریسیوں دونوں کے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف ہو۔

۱۹۴۰ء کی قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد مولانا عبدالعلیم صدیقی نے قیام پاکستان کی تحریک میں نہایت سرگرمی کا مظاہرہ کیا اور مختلف بلاد و امصار کے دورے کر کے علماء اہل سنت، مشائخ عظام اور عوام الناس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں، تاکہ ان کے حقوق کی بازیابی کے لیے موثر انداز میں آئینی جنگ لڑی جا سکے۔

۱۹۴۵ء

ہندوستان میں زبردست فسادات ہوئے۔ آپ نے پنڈت نہرو سے ملاقات کے

دوران ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ بمبئی اور مدراس میں تقریریں کر کے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی۔

۱۹۴۵ء کے اواخر میں انتخابات کے موقع پر جہاں دیگر علمائے اہل سنت، مسلم لیگ کے انتخابات میں کامیابی کے لئے کوشاں تھے وہاں مولانا عبدالعلیم صدیقی بھی اس محاذ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ آپ نے اکتوبر ۱۹۴۵ء میں بغرض حج عازم حجاز ہوتے ہوئے مسلمانانِ ہند کے نام ایک موثر پیغام دیا جس کے آخر میں آپ نے کہا کہ تمام برادرانِ ملت کو علی العموم وقت سفر حجاز میں یہ آخری وصیت دیتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو، انتخابات جدید میں تمام اختلافات باہمی کو مٹا کر آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت میں ہمہ تن سرگرم ہو جائیں اور آبنائے وطن کے دام تزویر میں آکر اپنے شیرازے کو ہرگز منتشر نہ ہونے دیں اور یہ ثابت کر دکھائیں کہ مسلمان متحد و متفق ہیں، تاکہ جہاں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے ان کی آزاد حکومت ہو، جس میں نفاذ قوانین و احیائے تہذیب و معاشرت دین کی پوری قوت ان کو ہی حاصل ہو۔ اس کو خواہ پاکستان کا نام دیا جائے یا حکومت الٰہیہ کے نام سے ملقب کیا جائے۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی حج بیت اللہ و زیارت روضۂ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک قصد کے ساتھ ہندوستان کے نامور علمائے اہل سنت کے ساتھ مکہ مکرمہ حاضر ہوئے۔ قیام کے دوران روزانہ نماز عصر سے نماز عشا کے ایک گھنٹہ بعد تک مصلی مالکی میں حاضر رہ کر ذکر و اذکار میں مشغول رہے اور اہل عقیدت و گرد و پیش بیٹھنے والوں کو دینی مسائل کا فیض پہنچاتے۔

۱۹۴۶۔۴۷ء

علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴۶ء میں بنارس کی آل انڈیا مسلم سنی کانفرنس میں شرکت فرما کر تحریک پاکستان کو تقویت پہنچانے میں نمایاں حصہ لیا اور اس کے فوراً بعد مسلم لیگ کی طرف سے متعدد عرب ممالک کا دورہ کیا۔ انگلینڈ اور مصر میں کانگریسی ایجنٹوں سے پاکستان کے حق میں مباحثے کئے اور نظریہ پاکستان کی اتنے موثر انداز میں

وکالت کی کہ عرب علماء و عوام تہہ دل سے پاکستان کے مطالبہ کی حمایت پر آمادہ ہو گئے۔

اس دورہ میں عظیم الشان کامیابی کے بعد آپ جب اکتوبر ۱۹۴۶ء میں وطن واپس ہوئے تو کراچی کی بندرگاہ پر مسلمانوں کے ایک کثیر اجتماع نے آپ کا والہانہ استقبال کیا اور "جمعیت سنیہ، جامعہ قادریہ کراچی" نے آپ کے اعزاز میں ایک عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد کی جس میں صوبہ سندھ کے نامور علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے علامہ عبدالعلیم صدیقی نے کہا کہ موجودہ کانگریسی حکومت کے نظام عمل اور ہمارے پاکستانی نظام عمل میں ایک ایسا فلک پیما فرق ہے کہ جس کو کسی صورت میں منظور نہیں کر سکتے۔ ہمارا پاکستانی نظام عمل ایک مافوق البشر کا لایا ہوا، سمجھایا ہوا اور زمانہ ہائے ماضی، حال و مستقبل کے قدرتی قوانین پر مبنی ہے۔ دنیاوی حکومتوں کے قوانین لحہ بہ لحہ روز و شب ترمیم و اضافہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں مگر اس مافوق الفطرت نبی (یعنی حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ خاتم النبیین والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم) کا لایا قرآنی نظامِ عمل اور قوانین حکومت کے ترمیم و تنسیخ سے مبرّا، زمانہ ہائے ماضی، حال و مستقبل پر حاوی ہے۔ اسی لئے میں مسلمانوں کے مجوزہ وطن کو "قدرتی پاکستان" کہتا ہوں جس کی بنیادیں احکامِ قرآنی اور ارشادات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں گی۔ ہمارے علماء و مشائخ نے اپنی روحانی قوت سے خانقاہوں میں خاموش بیٹھے ہوئے "پاکستانی لشکر" کی تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دیا ہے اور وہ اب میدانِ عمل میں آچکے ہیں اور اب برصغیر کے مسلمانوں کا "قدرتی پاکستان" مقدر بن چکا ہے۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی نے اس موقع پر کراچی، سندھ کے علماء و مشائخ کو دعوت دی کہ وہ سنی رضا کاروں کی تنظیم کا کام شروع کریں اور دوسروں کو بھی اسلام کے بنیادی اصول خمسہ پر پابندی کی دعوت دیں۔

قائداعظم محمد علی جناح ہمیشہ مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی کی ہمہ صفت شخصیت اور سحر بیانی سے متاثر رہے چنانچہ قائداعظم نے ہی انہیں اسلامی ممالک میں تحریک پاکستان کے لیے راہ ہموار کرنے کے مشن پر بھیجا۔

ایسے وقت میں جبکہ علمائے اہل سنت قیام پاکستان کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ علماء دیو بند پر مشتمل ان کی نمائندہ اور ترجمان "جمعیت علمائے ہند" کانگریسی رہنماؤں کی حلقہ بگوشی میں مصروف تھی اور برابر اس مذموم کوشش میں لگی ہوئی تھی کہ اسلامیانِ ہند کا شیرازہ منتشر ہو جائے اور پاکستان کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔ قائداعظم محمد علی جناح کے ایک رفیق خاص مرزا ابوالحسن اصفہانی نے اپنی کتاب "قائداعظم محمد علی جناح میری نظر میں" میں لکھا ہے کہ "جون ۱۹۳۶ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور مرکزی پارلیمانی بورڈ کے اجلاس لاہور میں منعقد ہوئے جن کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح نے کی ان اجلاسوں سے مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلوی نے بھی خطاب کیا اور کہا کہ دیو بند کا ادارہ اپنی تمام خدمات لیگ کے لئے پیش کر دے گا بشرطیکہ پروپیگنڈہ کا خرچہ لیگ برداشت کرے اس کام کے لیے پچاس ہزار روپے کی رقم بھی طلب کی گئی جو لیگ کے استعداد سے باہر تھی اس لیے محمد علی جناح نے اس مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ نہ اتنا سرمایہ لیگ کے پاس فی الوقت موجود ہے اور نہ ہی اس کا مستقبل میں امکان ہے اس لیے صرف قومی جذبے کے پیش نظر کام کیا جائے۔ ان علماء کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ کانگریس کی طرف ڈھلتے گئے اور کانگریس کے لئے پرچار کرنے لگے جو ظاہر ہے کہ ان کے مالی تقاضے پورے کر سکتی تھی۔"

تحریک پاکستان کے کارکن میاں محمد شفیع روزنامہ مشرق کے، م۔ش کالم میں لکھتے ہیں "۱۹۴۶ء کے عام انتخابات میں مسلم لیگ نے یونی نسٹ پارٹی کو مکمل طور پر پچھاڑ دیا جمہوریت کا تقاضا یہ تھا کہ مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے لیڈر کو وزارت سازی کا موقع دے کر اکثریت کے حق کو تسلیم کر لیا جاتا۔ لیکن کانگریس نے مسلم لیگ کو پاکستان کے محاذ پر شکست دینے کے لئے اپنے اصولوں کو طاق نسیان پر رکھ دیا۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد نے جو ان دنوں کانگریس پارلیمانی بورڈ کے چیئرمین تھے کانگریس ہائی کمان سے مشورہ کے بعد فلیٹی ہوٹل میں ڈیرہ جما لیا اور شکست خوردہ انگریز کی پٹھو جماعت، یونی

نسٹ پارٹی کے لیڈروں سے نامہ و پیام شروع کیا۔ مولانا آزاد، ملک خضر حیات ٹوانہ کو شیشے میں اُتارنے میں کامیاب ہو گئے اور طے پایا کہ پنجاب میں کرنل ملک خضر حیات ٹوانہ کی قیادت میں اکالیوں اور کانگریس کے تعاون سے وزارت کی تشکیل کی جائے اور اس طرح مسلم لیگ کو اپوزیشن کے بنچوں پر دھکیل دیا جائے پنجاب کے مسلمانوں کی اکثریت کے خلاف اس سازش نے پنجاب میں ایک سنیارٹی وزارت کے قیام کی راہ ہموار کر دی۔ وارث روڈ راجہ بریندر ناتھ کی کوٹھی فیئر فیلڈس میں مولانا ابوالکلام آزاد کی موجودگی میں یونی نسٹ پارٹی کے ساتھ کانگریس کے ساتھ شبھ بودا کا اعلان ہوا۔ اور اس کے فوراً بعد کانگریس اور اکالیوں کے کارکن ایک جلوس کی شکل میں کوئینز روڈ پر "الفنس" پہنچے جہاں جے ہند کے نعروں کے ساتھ اس ناپاک گٹھ جوڑ کا پرجوش اعلان ہوتا رہا۔ یہ کوٹھی اب صاف میدان میں تبدیل ہو چکی ہے غالباً یہاں کاروں کی مارکیٹ کا افتتاح بھی ہوا۔

اگر مولانا ابوالکلام آزاد نے مسلم لیگ دشمنی میں ملک خضر حیات ٹوانہ کٹھ پتلی وزیر اعلیٰ بنانے میں کردار ادا نہ کیا ہوتا اور مسلم لیگ کو وزارت سازی کا موقع دیا گیا ہوتا تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ پنجاب کی شہ رگ کے قریب سے تقسیم نہ ہوتی اور پنجاب اس فرقہ وارانہ کشت و خون سے بچ جاتا جس کے بعد سے پنجاب کی دھرتی لالہ زار بنی۔

مشہور مسلم لیگی کارکن ابوسعید انور انہی واقعات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "کانگریس اپنے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود انگریز کی پٹھو جماعت (یونی نسٹ پارٹی) سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہو گئی اور اس کا صدر (ابوالکلام آزاد) لاہور میں ڈیرے ڈال کر بیٹھ گیا۔ انگریز گورنر بھی اس یونی نسٹ کانگریس اتحاد میں دلچسپی لینے لگا اور مسلم اکثریت کے صوبے میں ایک حقیر مسلم اقلیت کے بل بوتے پر حکومت قائم کر دی گئی یہیں سے تقسیم پنجاب کی ناپاک سازش کا آغاز ہوا اور ہمیں کٹا پھٹا پاکستان تسلیم کرنا پڑا۔"

قیام پاکستان کے بعد مولانا عبدالعلیم صدیقی جب پاکستان آئے تو پہلی نماز عید مرکزی عیدگاہ گراؤنڈ میں پڑھائی۔ بابائے قوم محمد علی جناح نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

قائداعظم کے وصال سے کچھ عرصہ پہلے مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی عالمی دورہ سے پاکستان واپس آئے۔ کراچی میں پورے پاکستان کے علماء و مشائخ کی ایک عظیم کانفرنس منعقد ہوئی۔ مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی کی نگرانی میں علامہ عبدالحامد بدایونی، علامہ ابوالحسنات قادری، مفتی صاحبداد خان، علامہ سید احمد سعید کاظمی، خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے علماء و مشائخ نے ایک جامع دستور آئین اسلامی کا مسودہ تیار کیا۔ اس پر علماء نے تائیدی نوٹ لکھے۔ مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی، مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی، مخدوم ناصر جلالی پر مشتمل علماء و مشائخ کے وفد نے حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسودۂ آئین پیش کیا۔ بانی پاکستان بابائے قوم نے بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے مبلغ اسلام اور ان کے رفقاء کو یقین دلایا کہ ''ان شاء اللہ'' قومی اسمبلی کے منظور کرنے پر بہت جلد اس ''آئین اسلامی'' کو نافذ کر دیا جائے گا شدید علالت کی بنا پر ڈاکٹروں کے مشورہ سے آپ مرکزی دارالحکومت سے کوئٹہ تشریف لے گئے۔ وہاں ان کی وفات ہوگئی اور اس طرح بابائے قوم علماء سے کیا ہوا وعدہ پورا نہ کر سکے۔

علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو پاکستان سے جو والہانہ محبت تھی اس کا اظہار آپ کی اس دُعا سے ہوتا ہے۔

''اے غلاموں کے سرتاج عزت رکھنے والے، اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے! سن لے، سن لے! ہم بے کسوں، بے بسوں کی سن لے! ہم سیہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے۔ دین کی عزت رکھ لے۔ علم کو سرنگوں نہ ہونے دے، ہمیں قوت دے، طاقت دے، حمیت دے، غیرت دے، برصغیر ہند میں چھوٹی سی آزاد خود مختار پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے۔ اس کی حفاظت فرما۔ اسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنی میں اسلامی دولت، اسلامی سلطنت اور الٰہی مملکت بنا، جہاں تیرا قانون، تیرے احکام جاری ہوں، تیرے دین کا علَم بلند ہو اور تیرے نام کا ابد الآباد تک بول بالا رہے۔ مولیٰ! مولیٰ! اے رحم و کرم والے مولیٰ! ہماری دُعائیں قبول کر۔

۱۹۴۸ء

عبداللہ بن سلیمان شاہ اردو اور دوسری مشہور ہستیوں کے ساتھ حجاز مقدس میں عوامی مالیات اور اُن کی تنظیم کے مسائل پر گفتگو وشنید کی۔

۱۹۴۹ء

ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ بدتر سلوک کرنے پر ہندوستانی وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو سے ملاقات کر کے احتجاج کیا۔ مساجد، مقابر اور دوسری اسلامی یادگاروں کی بے حرمتی کے خلاف مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کیا۔ بمبئی اور مدراس میں تقاریر کیں۔ علاوہ ازیں ملایا اور سنگاپور کے سلطان اور مسلمان لیڈروں سے ملاقاتیں کیں۔ سنگاپور میں آل ملایا مسلم مشنری سوسائٹی کی عمارت کے متعلق مستقبل کے منصوبے بنائے۔ سنگاپور میں عید میلاد کانفرنس کی یادگار تقریب کی صدارت فرمائی اور لادینی افکار و نظریات بالخصوص کمیونزم کے خلاف مسلمان، ہندو، سکھ، یہودی اور عیسائی مذہبی راہنماؤں کا متحدہ محاذ تشکیل کیا جس کا نام ''تنظیم بین المذاہب'' رکھا آپ کی انہی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے تنظیم میں شامل راہنماؤں نے مشترکہ طور پر آپ کو ''فضیلت مآب'' کا خطاب دیا۔

ماریشس کا مشہور اور کثیر الاشاعت روزنامہ ''ایڈوانس'' اپنی ۱۳ مئی ۱۹۴۹ء کی اشاعت میں ''Une Organisation Inter Religious'' کے زیر عنوان لکھتا ہے۔

"Maulana Abdul Aleem Siddiqui, The muslim theosophist of world renown, who has just arrived, intends to establish before His departure for europe an inter religious organisation with a view to foster better relation between the believers in god the organisation will be open to all believers without any distinction and its object will benot to preach religion but tolerance.

union and love with one another. The basic work of propagating the idea was accomplished. But the fromal inauguration of the organisation was postponed till his residenco, meeting with the pope of rome."

ترجمہ: مشہور و معروف زمانہ مسلمان عالم دین مولانا عبدالعلیم صدیقی جو کراچی (ماریشس) تشریف لائے ہیں یورپ جانے سے پہلے تنظیم بین المذاہب کے قیام کا ارادہ رکھتے ہیں اس نقطۂ نظر کے مطابق کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والوں کے اچھے تعلقات ہوں۔ تنظیم تمام ایمانداروں کے لئے بغیر کسی امتیاز کے کام کرے اور اس کا مقصد مذہب کی تبلیغ نہ ہوگا بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ مفاہمت، اتحاد اور محبت ہوگا۔ اس نظریہ کے پروپیگنڈہ کا بنیادی کام شروع ہو چکا ہے لیکن تنظیم کے مکمل مقاصد روم کے پوپ سے ملاقات تک حضرت مولانا (عبدالعلیم صدیقی) ملتوی کئے ہوئے ہیں۔

(مرزا ارشاد احمد علیمی، حیات علیم رضا، مطبوعہ ساہیوال ۱۹۸۰ء صفحہ ۵۷)

ردّ مرزائیت

علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ردّ مرزائیت میں اہم کردار ادا کیا۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی روایت کے مطابق کہ "میرے والد ماجد نے ابتداء سے آخر تک افریقہ، ملائشیا، سیلون، یورپ اور امریکہ کی سرزمین پر ہمیشہ لوگوں کو اس فتنہ سے آگاہ کیا والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزی زبان میں تصنیف (The Mirror) کے نام سے موجود ہے جو کہ پہلی کیشنز (ڈربن، جنوبی افریقہ) نے شائع کی ہے اور اردو زبان میں "مرزائی حقیقت کا اظہار" تصنیف موجود ہے۔ عربی زبان میں مصر سے چھپی ہوئی "المرآۃ" ہے۔ انڈونیشی زبان میں "مرزائی حقیقت کا اظہار" کتاب کا ترجمہ ہوا اس کی اشاعت کے بعد ملایشیا میں زبردست تحریک اٹھی یہاں تک کہ ملایشیا میں مرزائیوں کا داخلہ تک ممنوع ہوگیا تھا۔

(انٹرویو: مولانا شاہ احمد نورانی، ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی شمارہ اگست، ستمبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۸۸)

تنظیم بین المذاہب الاسلامیۃ کا قیام

علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ہر مذہب کے لوگوں کے درمیان اخوت انسانی کے علمبردار تھے۔ تو یہ ناممکن تھا کہ آپ مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے اختلاف کو محسوس نہ کرتے۔ آپ اگرچہ اہل سنت بریلوی مکتبہ فکر کے نمائندے تھے لیکن جہاں تک فرقہ وارانہ تعصب کا تعلق ہے اس سے آپ کی ذات گرامی قطعی طور پر بری الذمہ ہے بلکہ آپ نے مختلف اسلامی مکتب فکر کے علماء کی ایک تنظیم قاہرہ مصر میں محمد علی علوبہ پاشا کے تعاون سے قائم فرمائی جس کا نام تنظیم بین المذاہب الاسلامیۃ رکھا۔

(مرزا ارشاد احمد علیمی، حیات علیم رضا، مطبوعہ ساہیوال ۱۹۸۰ء صفحہ ۵۸)

۱۹۵۰ء

مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ اسلام کے لئے امریکہ روانہ ہوئے۔ جہاں آپ کی آمد کا شدت سے انتظار تھا۔ مشرقی یونائیٹڈ اسٹیٹس کے مفتی اعظم حضرت عبدالرحمٰن لسٹر آپ کے شاگرد ہوئے۔

شکاگو کے دوران قیام آٹھ امریکی مسلمان ہوئے ایک دن شہر نیویارک کے سٹی ہال میں عالمانہ تقریر کی، جلسہ برخاست ہوتے ہی ۱۹۲ امریکنوں نے اسلام قبول کیا جن میں مشہور سائنس دان مسٹر جارج اینٹونوف اور اُن کی بیگم بھی شامل ہیں۔ واشنگٹن میں مختلف علمی اداروں میں لیکچرز دینے کے بعد ۳۶ امریکن پروفیسرز اپنے اہل وعیال کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ واشنگٹن میں ہی (The Solution of Man's Problems) "انسانی مسائل کا حل" کے عنوان سے لاجواب تقریر کی۔ مشی گن یونیورسٹی کا ہونہار ماہر تعلیم مسٹر عبدالباسط نعیم آپ کا شاگرد ہوا اور مولانا کی زیرسرپرستی امریکہ سے ایک بلند پایہ اسلامی میگزین "The Islamic World and the U.S.A" "اسلامی دنیا اور امریکہ جاری کیا۔ کینیڈا میں گیارہ علمی اداروں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لیکچر دیئے۔ اوٹاوا، کوبیک اور مونٹریال میں عرصہ تک قیام کیا۔ ٹرینیڈاڈ میں چھ ماہ تک قیام کیا اور اسلامی سرگرمیوں کے پھیلاؤ کے لیے ٹھوس بنیاد رکھی جو کہ ان

کے تشریف لے جانے کے بعد بڑی سرعت سے پروان چڑھی۔ اس کے بعد آپ نے برٹش گیانا، ڈچ گیانا، انگلستان، فرانس، روم، حجاز، مصر، ماریشس، ری یونین، مڈغاسکر، شرقی افریقہ، سیلون، ملایا، سیام اور انڈونیشیا وغیرہ کا دورہ مکمل کیا۔ ۱۹۵۰ء میں ایک خط جو کہ علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے قاہرہ (مصر) سے عیسائیوں کے پوپ پال کو لکھا تھا اس خط کے ایک ایک جملے سے آپ کے ان احساسات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جو لادینیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے پیش نظر آپ کے ذہن میں ابھر آئے۔

(ہفت روزہ افق، کراچی ۱۹ تا ۲۵ نومبر ۱۹۷۹ء ص۱)

ڈھائی سال کے بعد ۲۱ مئی ۱۹۵۱ء کو کراچی تشریف لائے۔ یہ دورہ کراچی سے اکتوبر ۱۹۴۸ء کو شروع ہوا تھا۔ (ذکرِ حبیب مطبوعہ المرکز الاسلامی، بی بلاک شمالی ناظم آباد کراچی ص)

۱۹۵۱ء

کراچی میں جمعیت علمائے پاکستان کے اجلاس منعقدہ ۲۵/۲۶ اگست آرام باغ میں ملت کے مسائل اور علماء و مشائخ کی ذمہ داری پر ایک علمی اور تحقیقی خطبہ دیا۔

۱۹۵۲ء

حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۵۲ء/۱۳۷۱ھ میں تبلیغی مشن پر افریقہ تشریف لے گئے وہاں نیروبی میں مولانا سیّد عبداللہ شاہ صاحب افریقی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ یہ افریقہ کے بلند پایہ مشائخ میں سے تھے۔ آپ نے علامہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میرے ارادت مند میرا مدفن یہاں بنانا چاہتے ہیں مگر میں دربِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مسکن بنانا چاہتا ہوں کیا آپ مجھے مدینہ شریف لے جائیں گے؟ علامہ صدیقی شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے وعدہ فرمایا، اُس کے بعد آپ نیروبی سے ممباسہ تشریف لے گئے وہاں اطلاع ملی کہ مولانا عبداللہ شاہ صاحب ۱۳ اپریل کو وصال پا گئے ہیں چنانچہ آپ فوراً نیروبی تشریف لائے اور مولانا کی میت کو خصوصی طیارہ کے ذریعے مدینہ پاک لے جانے کا اہتمام کیا۔ پرواز سے متعلق علامہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

"طیارہ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا۔ اڑھائی گھنٹے گزر گئے مگر مطار مدینہ (ائیر

پورٹ) نظر نہ آیا۔ پائیلٹ راستہ بھول گیا تھا۔ پٹرول بھی صرف تین گھنٹہ کی پرواز کے قابل تھا۔ طیارہ پونے چار گھنٹے تک فضا میں چلتا رہا۔ بالآخر ہمیں ریل کی ایک پٹری نظر آئی۔ ہم نے پائلٹ کو ہدایت کی کہ جنوب مغرب کی سمت پر طیارے کو لوٹائے اور ریل کی پٹری کی سمت پر چلے اس طرح الحمد للہ! بفضل خدا طیارہ منزل مقصود پر پہنچ گیا۔

اس طرح مبلغ اسلام علامہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے گہرا عشق اور بے پناہ وابستگی ظاہر ہوتی ہے۔ آپ نے شاہ سعود سے خصوصی اجازت نامہ حاصل کر کے مولانا کی میت کو جنت البقیع میں دفن کیا۔ پھر آپ کی زبان پر بے اختیار یہ الفاظ آگئے "حیف رخصت ہو گئے الحاج عبداللہ شاہ" حضرت نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ میں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی نوازش سے اپنا وعدہ پورا کیا۔

اسی سال تبلیغی دورہ پر افریقہ تشریف لے گئے وہاں ریڈیو زنجبار سے ۱۸ اپریل کو "کمیونزم کا توڑ" کے عنوان سے انگریزی میں تقریر فرمائی۔

تصانیف:

علامہ عبدالعلیم صدیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ بہترین خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم ادیب بھی تھے آپ کی جو کتابیں شائع ہوئیں ان کے نام درج ذیل ہیں۔

انگلش

(1)Quest For true Happiness............ (2)The Principles of Islam............ (3)The forgotten path of knowledge............ (4)Shavian and Theologian............ (5)The Elementary Teaching of Islam. (Hanafi)............ (6)The first teachings of Islam. (Shafa'I)............ (7)The codification of Islamic Law. ....(8)Cultivation of science by the muslims............. (9)The universal teaching............. (10)Spirtual culture in Islam. ....(11)Religion and Scientific progress. .... (12)Islam's

answer to the challenge of communism. .... (13)How to face communism. .... (14)Women and their status in Islam. ——(15)Miracle in the light of science and relegion. ——(16)The message of Peace..........(17)How to preach islam. ....(18)The problems of peace and war. ——(19)The mirror.............. (20)The clarioin call.

عربی

المرآة القاديانية

اُردو

(۱)ذکر حبیب (حصہ اوّل ، حصہ دوم)...... (۲)بہار شباب......(۳) احکام رمضان......(۴) مرزائی حقیقت کا اظہار......(۵) کتاب تصوف

رحلت

علامہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۷۳ھ میں تبلیغی دورہ کے بعد عازم حج و زیارت ہوئے۔ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ حاضری دی۔ حضور ﷺ سے عشق کی یہ کیفیت تھی کہ دربارِ حبیب ﷺ سے واپسی کو دل نہ چاہتا تھا اور دل سے یہ دُعا نکل رہی تھی۔

علیم خستہ جاں تھک گیا ہے دردِ ہجراں سے الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمانِ محمد ہو

۲۳ ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو مدینہ منورہ میں وصال ہوا اور جنت البقیع میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں مدفون ہوئے۔

آپ کی نماز جنازہ میں دنیائے اسلام کے اُن تمام مسلمانوں نے شرکت کی جو حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ روضۂ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لیے ٹھہرے ہوئے تھے نماز جنازہ عاشق رسول حضرت علامہ شیخ محمد ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ خدا تعالیٰ تا قیامت حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر رحمت برساتا رہے۔

سالنامہ انوارِ رضا

حضرت سفیرِ اسلام نمبر

شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں

رب کعبہ کی عطا ہیں حضرت عبدالعلیم
فیضیاب مصطفیٰ ﷺ ہیں حضرت عبدالعلیم

نائب غوث الوریٰ ہیں حضرت احمد رضا
نائب احمد رضا ہیں حضرت عبدالعلیم

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اولادِ پاک باصفا
خاک زاد باوفا ہیں حضرت عبدالعلیم

ہیں فدا کار گروہ اہل بیت و صاحباں
جان نثار اولیاء ہیں حضرت عبدالعلیم

قائداعظم ہیں پیچھے عید گاہ میں مقتدی
اور آگے مقتدا ہیں حضرت عبدالعلیم

وہ بلند رتبہ ولی ہیں میں سعدی ہیچ فکر
کیا بھلا بتاؤں کیا ہیں حضرت عبدالعلیم

(محمد صلاح الدین سعیدی)

قیام پاکستان
اور
تحریکی جدوجہد

تحریک نظامِ مصطفےٰ ﷺ کے زمانے کی ایک یادگار نظم

جاگ اٹھے ہیں اہلسنت گونج اٹھا یہ نعرہ ہے
دور ہٹو اے دشمنِ ملت! پاکستان ہمارا ہے

ہم ہیں اہلسنت ہم نے پاکستان بنایا تھا — ہم نے ہی انگریز یہاں سے انگلستان بھگایا تھا

ہم نے ہی وہ پرچم تھاما جس پر چاند ستارا ہے — جاگ اٹھے ہیں اہلسنت گونج اٹھا یہ نعرہ ہے

فضل حق کا نعرہ حق ہے اب تک یاد زمانے کو — جس کا اک فتویٰ تھا کافی افرنگ کے لرزانے کو

اہلسنت کا وہ مجاہد جس سے باطل ہارا ہے — جاگ اٹھے ہیں اہلسنت گونج اٹھا یہ نعرہ ہے

نعیم الدین، امیر ملت، ابوالحسنات کو یاد کرو — بنارس کانفرنس کی قدر و قیمت کا احساس کرو

ہندو، فرنگی، کانگریسی ملا، سکھ کو کس نے للکارا ہے — جاگ اٹھے ہیں اہلسنت گونج اٹھا یہ نعرہ ہے

ہر اک سنی عالم اب بھی رہبر ہے اس ملت کا — امریکی ازم جن کی نگاہ میں رستہ ہے اک ذلت کا

اللہ کے قرآن کے ہوتے ہر اک ازم ناکارہ ہے — جاگ اٹھے ہیں اہلسنت گونج اٹھا یہ نعرہ ہے

امریکی اشارے پہ چلنے والو! راہ راست مدینہ ہے — سرخ گوریلو عشق محمدؐ کامیابی کا زینہ ہے

دُنیا والو! ہر لاء پر قانون الٰہی بھارا ہے — جاگ اٹھے ہیں اہلسنت گونج اٹھا یہ نعرہ ہے

اپنے وطن کو ہم امریکی سازش سے بچائیں گے — دشمن کی ہر تصویر سے پردہ جلد اٹھائیں گے

حق کے مقابل آئے کوئی کس میں اتنا چارا ہے؟ — جاگ اٹھے ہیں اہلسنت گونج اٹھا یہ نعرہ ہے

نازک وقت ہے آؤ بھائیو! کفر کا سینہ چاک کریں — اپنا وطن ہے سارا اس کو ناپاکی سے پاک کریں

پاکستان ہمارا ہے اور سارے کا سارا ہے — جاگ اٹھے ہیں اہلسنت گونج اٹھا یہ نعرہ ہے

پاکستان کو اب سب مل کر پاکستان بنائیں گے — قبلہ اوّل اور کشمیر سے دشمن مار بھگائیں گے

دارالاسلام سے کفرستان کو پھر ہم نے للکارا ہے — جاگ اٹھے ہیں اہلسنت گونج اٹھا یہ نعرہ ہے

تحریک پاکستان کا طویل تاریخی پسند منظر

قاضی عبدالمصطفےٰ کامل☆

اس کے برخلاف مسلمان ملت اور مسلمان حکمرانوں نے ہر دور میں عالی ظرفی کا ثبوت دیا۔ مسلمان حکمرانوں نے کئی ہندوؤں کو اعلیٰ عہدوں پر متمکن کیا۔ مسلمانوں کے نظام تعلیم میں مسجد اور مکتب تعلیم کے مرکز تھے اور ہندوؤں کے بچے مسلمان بچوں کے ساتھ ان مرکزوں میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی مذہبی رواداری اور عالی ظرفی کا سب سے بڑا ثبوت خود ہندوؤں کی موجودہ نسل ہے مسلمانوں نے کم وبیش ایک ہزار برس تک ہندوؤں پر حکمرانی کی ہے اگر وہ تشدد اور تعصب کی راہ اختیار کرتے تو تلوار کے زور سے ہندوؤں کی تہذیب کے تمام مراکز کو تباہ و برباد کر دیتے اور ہندو ازم کی تعلیم اور تبلیغ پر پابندی عائد کر دیتے۔ مندروں اور تیرتھوں کو ملیامیٹ کر دیتے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں کیا گیا جیسا کہ اُوپر ذکر کیا گیا ہے پروفیسر آر سی موجمدار ایک متعصب ہندو اسکالر ہے اس نے اپنے اکثر مضامین میں ہندوؤں پر مسلمانوں کے مظالم کی داستانوں کو نئے انداز کے ساتھ پیش کیا گیا ہے لیکن اس ہندو اسکالر کے قلم سے بھی کچھ صداقتوں نے اپنا لوہا منوا ہی لیا۔ ”ہندوستانی عوام کی تاریخ اور کلچر“ کی چھٹی جلد کے سترھویں باب کے آخر میں آر سی موجمدار رقمطراز ہے۔

یہ بات نہایت قابل غور ہے کہ نہ ہی ہندو اور نہ ہی مسلمان ایک دوسرے کو جذب یا ہڑپ کر سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ دونوں کے کلچر اور ثقافت کے بنیادی اصول دخد دخال بھی برقرار ہیں۔ مسلمانوں کے شاندار معاشرتی نظام کی بنیادیں ان کے جدید ترین جمہوری افکار، مساوات اور بھائی چارے پر مبنی تھیں اور یورپ اور یورپ کی موجودہ مہذب قومیں کئی ٹھوکریں کھانے کے بعد انیسویں میں انہوں نے ان اصولوں تک پہنچ گئی۔ مسلمانوں نے اپنی عالی ظرفی کو داغدار نہیں ہونے دیا اور جب سے ہندوستان

☆ کہنہ مشق صحافی۔ ادارہ نوائے وقت لاہور

میں محمد بن قاسم کے قدم مستحکم ہو گئے۔ مسلمانوں نے اپنے دور اقتدار کے آخری دن تک، کبھی وحشیانہ طریقے سے مندروں اور تیرتھوں کو گرانے اور بتوں کو توڑنے کی مہم ہرگز نہیں چلائی۔ بہرحال مسلمانوں کی عالی ظرفی اور رواداری کی اس طویل تاریخ کے بعد جب ہم بیسویں صدی کے آغاز میں پہنچتے ہیں تو یہاں بھی ابتدائے کار نقشہ دوسرا نظر آتا ہے۔ مسلمانوں کے جدید تعلیم یافتہ طبقے میں سے سیاست میں حصہ لینے والے نمایاں افراد سر سید احمد خان اور خود قائداعظم نے بھی کانگریس کے ساتھ اور ہندوؤں کے ساتھ تعاون کی پالیسی اختیار کی۔ تاکہ بدیشی حکمرانوں کو باہمی اتحاد سے نکالا جائے لیکن دوسری جانب ہندوؤں نے اسی دور میں سنگھٹن اور شدھی جیسی پُر تشدد تحریکیں مسلمانوں کے خلاف شروع کر رکھی تھیں۔ (حتیٰ کہ اُردو کے خلاف زبردست تحریک چلائی گئی اُردو کے بجائے ہندی کو سرکاری زبان بنانے کی تحریک زوروں پر تھی) الغرض ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو ختم کرنے یا ہندو تہذیب میں مدغم کرنے کی تحریک تاریخ کے اس نازک موڑ پر نہایت زور شور سے شروع کر دی گئی۔ کانگریس کے ایک مشہور لیڈر لالہ ہردیال جیسے لوگ اس طرح کے بیان دے رہے تھے۔

"اگر ہندوستان کو آزادی ملی تو یہاں ہندو راج قائم ہو گا نہ صرف ہندو راج قائم ہو گا بلکہ مسلمانوں کی شدھی اور افغانستان کی فتح وغیرہ۔ باقی سب آدرش بھی پورے ہو جائیں گے۔" (۱۳ جنوری ۲۵ء ملاپ)

اس میں کوئی کلام نہیں کہ جمعیت علمائے ہند اور احرار کے ممتاز علماء اس موقع پر گاندھی کے فریب میں گرفتار تھے اور کانگریس کی حمایت کر رہے تھے لیکن دوسری جانب بھی ملت کا درد رکھنے والے دینی قائدین کی بہت بڑی تعداد ہندو کا ہر محاذ پر مقابلہ کر رہی تھی چنانچہ ہندوؤں کی جانب سے شروع کی گئی شدھی کی تحریک کا جواب دینے کے لئے اس موقع پر پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری، علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خان، مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا سید قطب الدین، علامہ ابو الحسنات سید احمد قادری، مولانا محمد عمر نعیمی اور دیگر علماء نے

"جماعت رضائے مصطفےٰ" کے نام سے ایک تنظیم قائم کر کے شدھی تحریک کے مراکز آگرہ، متھرا، بھرتپور، گوڑ گاؤں، گوبند گوٹھ، اجمیر، وجے پور، کشن گڑھ وغیرہ کے تفصیلی دورے کئے اور کئی مقامات پر کیمپ قائم کر دیئے۔ ہندوؤں کے سب سے زیادہ متحرک اور بدزبان پنڈت شردھانند کو مناظرے میں شکست دی اور ہندوؤں کی تحریک کا زور توڑ دیا۔

سیاسی سطح پر اتحاد و تعاون کی یہ صورت موجود تھی کہ تحریک خلافت کی سربراہی مسلمانوں نے گاندھی کے سُپرد کر رکھی تھی۔ لیکن جب گاندھی نے یہ محسوس کیا کہ اس تحریک کے دباؤ کے نتیجے میں مسلمانوں کو رام کرنے کے لئے کچھ سیاسی مراعات دینے کے لئے سوچ رہا ہے تو گاندھی نے تحریک خلافت کے سلسلے میں شروع کی جانے والی تحریک عدم تعاون کو بغیر کسی ایک آدمی سے بھی مشورہ کیے فوراً ختم کر دیا۔ گاندھی کی اس حرکت سے مسلمانوں میں مایوسی پھیل گئی اور مسلمان سیاسی قائدین کو اس طرزِ عمل سے زبردست دھچکا لگا۔

بالآخر ہندوؤں کی اس منافقانہ اور مسلم کش پالیسی کی وجہ سے مسلمانوں کے وہ مخلص سیاسی زُعماء جو کانگریس کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے انگریز کے خلاف جدوجہد آزادی میں شریک تھے انہوں نے ہندو اور کانگریس سے مجبوراً علیحدگی اختیار کر لی۔ ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے آل انڈیا مسلم لیگ الہ آباد اجلاس میں اپنے صدارتی خطبے میں مسلمانوں کو ایک الگ وطن حاصل کرنے کی منزل کی طرف راہنمائی کر دی اور بالآخر مسلمانوں کی ساری جدوجہد اور کوششوں کا رُخ خود بخود اسی منزل کی جانب مڑتا چلا گیا۔ ۱۹۳۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے پچیسویں سالانہ اجلاس میں قائداعظم نے اپنے صدارتی خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"کانگریس کی موجودہ قیادت نے اور بالخصوص گذشتہ دس سال کے اندر خالص ہندو پالیسی اختیار کر کے مسلمانوں کو دور سے دور کر دیا ہے اور جس وقت سے اس نے چھ صوبوں میں جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے حکومتیں قائم کی ہیں۔ اپنے قول، فعل اور

پروگرام سے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ مسلمان اس سے کسی انصاف اور خوش معاملگی کی توقع نہیں کر سکتے ...... ہندی اب تمام ہندوستان کی زبان بننے والی ہے اور بندے ماترم قومی ترانہ اور ان کو قبول کرنے کیلئے سب مجبور کئے جائیں گے۔ کانگریس کے جھنڈے کے سامنے سب کو جھکنا اور اس کا احترام کرنا پڑے گا۔ وہ تھوڑا سا اختیار جو ملا ہے اور ذمے داری حاصل ہوئی ہے ابھی اسکی دہلیزی پر ہے۔ مگر فرقہ اکثریت نے اپنا یہ ارادہ اور منصوبہ صاف صاف ظاہر کر دیا ہے کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کا ہے۔"

اب کانگریس اور مسلم لیگ کی راہیں تاریخ کے اس دھارے کے مطابق الگ الگ ہو چکی تھیں جو دھارا صدیوں سے اس ملک میں بہہ رہا تھا۔ مسلمانوں کی وہ عظیم اکثریت جو صوفیاء، مشائخ اور علمائے حق کے زیر اثر تھی ہندو کے ساتھ اتحاد و موالات کے پہلے ہی خلاف تھی اس لئے جب مسلم لیگ نے قائداعظم کی قیادت میں مسلمانوں کے لئے جداگانہ منزل کی جانب بڑھنا شروع کیا تو مشائخ اور علمائے حق کی بہت بڑی اکثریت نے اسے اپنے ہی مشن کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتے ہوئے اس تحریک کا ساتھ دیا۔ ان میں امیر ملت پیر جماعت شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب، دربار عالیہ چورہ شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر معصوم بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب، پیر صاحب بھرچونڈی، پیر صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ، پیر صاحب خواجہ قمر الدین سیالوی، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، علامہ عبد الحامد بدایونی، علامہ عبد الغفور ہزاروی، مبلغ اسلام علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی، علامہ ابو الحسنات قادری، مولانا عبد الستار خان نیازی، مولانا محمد بخش مسلم اور دیگر مشائخ اور علماء شامل تھے۔

آخر ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد لاہور (جسے بعد میں قرار پاکستان کہا گیا) پاس ہو جانے کے بعد اسلامیان ہند کا قافلہ منزلِ پاکستان کی طرف بتدریج بڑھتا چلا گیا۔ ۲۲/۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کے اجلاس لاہور میں اہلسنّت و الجماعت کے علماء و مشائخ کی نمائندگی علامہ عبد الحامد بدایونی، علامہ عبد الغفور ہزاروی اور دیگر علماء نے کی تھی۔ علامہ عبد الحامد بدایونی نے اس اجلاس میں مسئلہ فلسطین پر پیش کی جانے والی قرارداد کے حق میں تقریر بھی کی تھی۔

روشن ہے میرے دل میں اک آتشِ مقدس

پاکستان اور سنی علماء و مشائخ

محمد جلال الدین قادری مرحوم☆

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ برصغیر کی مسلم آبادی کا اسّی فیصد اہلِ سنت و جماعت پر مشتمل ہے اور جب کبھی بھی اسلام کے خلاف سازش کی گئی۔ سنّی علماء و مشائخ نے اس کا مقابلہ اپنا مذہبی فریضہ سمجھا۔ سن ستاون کی جنگ آزادی شروع سے آخر تک علماء و مشائخ کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ اس جنگ میں علماء و مشائخ اہلِ سنّت کے فتویٰ جہاد نے وہ کام کیا۔ جو بڑی بڑی عسکری قوتوں سے ناممکن تھا۔ اسیر جزیرہ انڈیمان مولانا فضل حق خیر آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوردی، مولانا کفایت علی کافی شہید مراد آبادی، مولانا سید احمد اللہ شہید مدرسی، مولانا فیض احمد عثمانی، مولانا وہاج الدین مراد آبادی، مولانا رسول بخش کاکوری، مفتی صدر الدین دہلوی علیہم الرحمۃ و الرضوان اور ان کے احباب و تلامذہ و اکابر سنی علمائے ربانیین فرنگی سامراج سے ٹکرائے، اسلام کے تحفظ کیلئے جانِ عزیز کی بازی لگا کر شمع حریت کو ابدی تابانی بخشی اور انگریز کے خلاف "سب سے پہلی تحریک آزادی" کا سنگ بنیاد رکھا، جو تاریخ میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے نام سے مشہور ہے۔ آزادی کی یہ جنگ سنی علماء و مشائخ کے جذبہ اسلامی اور خدمت دینی کا ایک روشن باب ہے۔ بعد میں رونما ہونے والی تمام تحریک کو اسی تحریک آزادی کے سلسلہ کی کڑیاں اور جذبہ حریت کے اس عظیم مینار کی روشنی کی کرنیں کہا جائے گا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

تعصب اور عناد کی بناء پر سنی علماء کو جنہیں بدعتی، قبر پجوے، میلاد خواں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انگریز کے ایجنٹ اور وفادار کہا گیا نے ہمیشہ انگریز کی مخالف میں پہل

☆ مصنف، محقق، مدرس اور دینی اسکالر: مدفون بھکاریاں ضلع جہلم

کی۔ چنانچہ مولانا احمد رضا خاں کے متعلق مشہور نقاد و صحافی شوکت صدیقی لکھتے ہیں۔

"وہ انگریزوں اور ان کی حکومت کے اس قدر کٹر دشمن تھے کہ لفافہ پر ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے اور برملا کہتے تھے کہ "میں نے جارج پنجم کا سر نیچا کر دیا۔" انہوں نے زندگی بھر انگریزوں کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کیا۔"

مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے علیحدہ قومی تشخص "دو قومی نظریہ" کی حمایت اور ہندو مسلم اتحاد کی جو مخالفت کی وہ ایک ملک گیر تحریک کی صورت اختیار کر گئی اور یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ مولانا احمد رضا بریلوی نے ۱۸۹۷ء میں "دو قومی نظریہ" کا جو تصور پیش کیا وہ ہندو مسلم اتحاد کے بطلان پر ایک عظیم تاریخی دستاویز ہے۔ اسی موقف کی روشنی میں مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح کے لئے ایک اسلامی ریاست کا مطالبہ کرنے کی راہ ہموار ہو گئی۔ پاکستان کے قیام اور دو قومی نظریہ کی اشاعت کے لئے سواد اعظم اہل سنت کے علماء و مشائخ اور عام مسلمانوں نے جان کی بازی لگا دی۔

علامہ اقبال نے قیام پاکستان کا مطالبہ دسمبر ۱۹۳۰ء میں کیا۔ لیکن اس سے تقریباً چھ برس قبل آوائل ۱۹۲۵ء میں اسی ضرورت کا احساس "آل انڈیا سنی کانفرنس" مراد آباد کے اجلاس میں علماء و مشائخ نے دلایا۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس ہوا جس میں قرارداد لاہور پاس ہوئی۔ یہی قرارداد بعد میں قرار داد پاکستان کے نام سے مشہور ہوئی۔ مسلم لیگ کے اسی اجلاس میں سنّی علماء و مشائخ نے بھی حصہ لیا اور قرارداد کے حق میں تقاریر کیں۔ قرارداد کی تائید میں سنی علماء کی طرف سے تقریر کرنے والوں میں مولانا عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمۃ بھی ہیں۔

مطالبہ (قرارداد) پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی علمائے اہل سنّت نے اپنی مساعی تیز تر کر دیں۔ اور اپنی تمام تر توجہ تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے

لئے وقف کر دی۔ تعلیمی و مذہبی مدارس، خانقاہوں، عرس کے مبارک موقعوں، مذہبی جلسوں اور سنّیت کے ترجمان اخبار و رسائل، غرض ہر مقام سے پاکستان کا نعرہ بلند ہونے لگا۔

اہلِ سنّت و جماعت کے مشائخ عظام اور علمائے کرام بالخصوص امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان تلامذہ خلفا اور متعلقین نے تحریک پاکستان میں مثبت کردار ادا کیا۔ پاکستان کے ساتھ ان کی وفاداریاں غیر مشکوک رہیں۔ جن سُنّی علماء و مشائخ نے تحریک پاکستان میں مؤثر کردار ادا کیا ہے ان کا شمار مشکل ہے، چند ایک کے اسماء گرامی درج کئے جاتے ہیں:

مجاہد اسلام پیر محمد امین الحسنات مانکی شریف، امیر ملت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی۔ (ابن امام احمد رضا بریلوی) عمدۃ الفضلا مولانا مفتی صاحب داد خاں، مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی قادری، مجاہد اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی) مجاہد ملت مولانا عبدالسلام باندوی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی) مجاہد اسلام مولانا پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی شریف، رہبر طریقت پیر غلام محی الدین گولڑوی، مجاہد اسلام مولانا فضل الحسن حسرت موہانی، رئیس المتکلمین مولانا سید محمد اشرف محدث کچھوچھوی (تلمیذ امام احمد رضا بریلوی) غازیٔ کشمیر مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری (ابن خلیفہ رضا بریلوی) صدر الشریعت مولانا محمد امجد علی رضوی اعظمی (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی) محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری، شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی، سراج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی، امیر حزب اللہ پیر سید محمد فضل شاہ جلال پوری مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی، صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی، فقیہ ملت مولانا ابو البرکات سید احمد قادری، غزالی دوراں مولانا سید احمد سعید کاظمی (ملتان) محسن ملت مولانا محمد برہان الحق عبدالباقی جبل پوری مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی شیخ الاسلام پیر محمد قمر الدین

سجادہ نشین سیال شریف، صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی وغیرہ مدظلہم اللہ قدس سرہٗ پاکستان کی حمایت میں سنی علماء و مشائخ نے فتوے بھی دیئے۔

امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے فرمایا:

"فقیر جمیع مسلمانانِ ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کی واحد سیاسی جماعت ہے، اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں اس موقع پر جیسا کہ قائداعظم محمد علی جناح صاحب نے مسلمانانِ ہند سے اپیل کی ہے کہ ہر مسلمان کو مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دینا چاہیے اور اپنی حیثیت سے زیادہ چندہ دینا چاہیے۔ فقیر بحیثیت امیر ملت قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کی اس اپیل کی پر زور تائید کرتا ہے اور جمیع مسلمانانِ ہند سے عموماً اور یارانِ طریقت سے خصوصاً جو لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں ہیں، مکرر پر زور اپیل کرتا ہے کہ اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں اور میرے متوسلین انشاء اللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے۔"

کانگرسی وزارت کے خاتمہ پر قائداعظم کی اپیل پر پورے ملک میں یومِ نجات منایا گیا۔ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو علی پور سیداں، ضلع سیالکوٹ میں "یومِ نجات" کی تقریب میں امیر ملت نے فرمایا: "دو جھنڈے ہیں ایک اسلام کا، دوسرا کفر کا مسلمانو! تم کس جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گے؟ سب نے با آواز بلند کہا کہ اسلام کے جھنڈے کے نیچے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ جو کفر کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہوں گے، ان میں سے اگر کوئی مر جائے گا تو کیا تم اس کی جنازے کی نماز پڑھو گے؟ سب نے انکار کر دیا۔ پھر دریافت فرمایا کہ تم مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کرو گے؟ سب نے انکار کیا۔ پھر دریافت فرمایا کہ تم مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کرو گے؟ سب نے اقرار کیا کہ نہیں ہرگز نہیں! پھر ارشاد فرمایا کہ اس وقت سیاسی میدان میں اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے، ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور سب مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل

ہونا چاہیے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے بانی اور ناظم اعلیٰ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے مسلم لیگ کی حمایت میں اعلان فرمایا:

"مسلمانوں کو اپنے قیمتی ووٹ کانگریس کو دینا حرام ہے اور احرار، خاکسار، یونانی نسٹ وغیرہ مسلمان اکثریت سے کٹ کر گاندھی نہرو کے زر خرید غلام ہیں۔ انہیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے کا حق صرف اسی سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کو ہے جو کونسلوں میں جا کر مسلمانوں کے جائز حقوق کی نگہداشت کریں اور احکام شریعت کے مطابق جدوجہد کریں۔

حضرت دیوان سید آل رسول علی خان زیب آستانہ عالیہ اجمیر شریف کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے:

"مسلم لیگ نے حصول پاکستان کے لئے انتخاب لڑنے کا اعلان کر دیا ہے۔ اسلئے ہر مسلمان دل و جان کے ساتھ مسلم لیگ کا ساتھ دے۔"

حضرت خواجہ غلام سدید الدین سجادہ نشین تونسہ شریف نے ایک خصوصی اعلان میں فرمایا "مریدانِ باصفا اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔" حضرت دیوان صاحب سجادہ نشین دربار پاک پتن کا ارشاد ہے۔ "مسلمانوں کے ووٹ کے حق دار صرف مسلم لیگی نمائندے ہیں۔" حضرت خواجہ محمد قمر الدین صاحب زیب آستانہ سیال شریف نے ارشاد فرمایا: "ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جنگ پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ دے۔ حضرت مولانا سید غلام محی الدین سجادہ نشین گولڑہ شریف کا ارشاد ہے۔" مسلمانو! اس معرکۂ حق و باطل میں مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔

مسلم لیگ کے شعبہ نشر و اشاعت کی طرف سے ایک اشتہار مطبوعہ سول ملٹری پریس ڈیرہ اسماعیل خاں شائع ہوا جس میں تمیں جلیل القدر سنی مشائخ عظام اور علمائے کرام نے حضرت پیر محمد عبد اللطیف صاحب زکوڑی شریف و دیگر جملہ مسلم لیگی

امیدواروں کی پرزور حمایت کرتے ہوئے متعلقہ طور پر فرمایا۔ "سب مسلمانوں کا اولین فرض ہے کہ مسلم لیگ کی حمایت کریں اور پاکستان کے قیام کے لئے اپنا خون پیش کر کے باعث صد افتخار سمجھیں کہ بغیر قیام پاکستان اس ملک میں باعزت زندگی محال ہے۔"

علمائے اہلسنّت نے مطالبہ پاکستان کی وضاحت اور مسلم لیگ کے موقف کی حمایت میں اندرون ملک شہنشاہ اور قریہ قریہ طوفانی دورے کئے جس کے نتیجہ میں لوگ دھڑا دھڑ مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے اور اہلِ سنت کی مساجد مسلم لیگ کا پلیٹ فارم بن گئیں۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی بہت عظیم مبلغ اسلام تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں مختلف ملکوں کے ۳۵ ہزار افراد کو مشرف بہ اسلام کیا۔ تحریک پاکستان کے لئے کام کرنے والے علماء و مشائخ میں ان کا نام بڑا نمایاں ہے، انہوں نے بیرون ملک بھی برصغیر کے مسلمانوں کی سیاست اور مطالبہ پاکستان کو واضح کرنے کیلئے دورے کئے۔ مولانا صدیقی پاکستان آئے تو پہلی عید آزادی کی امامت کی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے انہی کی اقتداء میں یہ نماز ادا کی تھی۔

قیام پاکستان اور خانوادۂ علیمیہ

ایک نظر میں

ملک محبوب الرسول قادری ☆

حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی ؒ نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ دین متین کی اشاعت و تبلیغ کے لئے وقف کر رکھا تھا وہ اسلاف کی عظیم یادگار اور اخلاف کے لئے بہترین نمونہ تھے ان کا سارا خاندان اجداد کے زمانے سے خدمت دین کو اپنا مشن بنائے ہوئے تھا اور یہ سلسلہ حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق ؓ تک جا پہنچتا ہے اس حوالے سے حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی ؒ اور آپ کے برادرانِ عزیز کی قیام پاکستان کے باب میں خدمات کا سرسری تذکرہ جو چند تراشوں پر مشتمل ہے اگرچہ یہ بے ربط ہیں مگر مفید ہیں اور حوالہ جاتی حوالے سے اہمیت کے حامل ہے...... ملاحظہ ہو۔

..................(۱)..................

اہل سنت کے نامور قلم کار خلیل احمد رانا لکھتے ہیں "قیام پاکستان کے بعد (مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کے والد ماجد) مولانا عبدالعلیم صدیقی ؒ جب پاکستان آئے تو پہلی نماز عید مرکزی عید گاہ گراؤنڈ میں پڑھائی۔ بابائے قوم حضرت محمد علی جناح ؒ نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔" سندھ کے سابق گورنر میر رسول بخش تالپور نے ایک موقع پر کہا تھا کہ "مجھے زندگی میں ایک نماز میں بڑا سرور حاصل ہوا اور وہ نماز میں نے قائداعظم ؒ کی ہمراہ میں مولانا عبدالعلیم صدیقی (ؒ) کے پیچھے ادا کی تھی۔

(خلیل احمد رانا: مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۳ء ص ۴۸)

علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی ؒ کی شخصیت (۱۸۹۲ء/۱۹۵۴ء) محتاج

تعارف نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اول بلا فصل، عتیق الاطہر، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ سیدی امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلفاء رحمہم اللہ میں سرفہرست ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو "علیم الرضا" کے لقب سے ملقب کیا۔ علمی دنیا میں آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک پرجوش، مبلغ، خوش بیان واعظ، بلند پایہ ادیب اور مناظر اسلام کے طور پر معروف ہوئے۔ اردو، انگریزی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قابل فخر تصانیف ہیں۔ جن میں "ذکر حبیب" نے شہرت دوام پائی۔ آپ یورپ، افریقہ اور امریکہ کے متعدد ممالک میں جا کر اسلام کی روشنی پھیلاتے رہے۔ ایک علمی مباحثہ میں مشہور ادیب، ڈرامہ نگار جارج برنارڈ شا کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عظمت اسلام کا قائل کیا جس کا اقرار اس نے اپنی بعض تحریروں میں برملا طور پر کیا ہے۔ تحریک پاکستان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گراں قدر خدمات روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

۱۹۳۶ء میں قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی انگلستان سے واپسی اور ہندوستان کی سیاست میں از سر نو عملی شمولیت کے بعد جن علماء کو ان سے خصوصی قربت حاصل رہی ان میں سے ایک اہم ترین ہستی حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور کی منظوری سے صرف ایک ماہ قبل مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ اور مسٹر جناح سے سیاسیات کے باب میں کام لیں کیونکہ فی زمانہ علماء کرام یورپین سیاسیات اور ہندوستان کے غیر مسلموں خصوصاً ہندوؤں کی ڈپلومیٹک و سیہ کاریوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ آپ نے واضح کیا کہ موجودہ زمانے میں ہندوستان کے اندر آئینی جنگ ہو رہی ہے اس (سیاسی) جنگ میں صرف وہی مسلمان کامیاب ہو سکتا ہے جو انگریزوں اور کانگریسیوں دونوں کے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف ہوں۔ (آپ کا یہ بیان اخبار "خلافت" بمبئی میں ۲۴ فروری ۱۹۴۰ء کو شائع ہوا تھا)۔

تحریک پاکستان میں جب آل انڈیا کانگریس اور اس کی دیگر ہمنوا جماعتیں، حشرات الارض کی طرح بیرونی ممالک میں پھیل گئیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انگلینڈ اور مصر میں کانگریسیوں اور کانگریسی ایجنٹوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ آپ آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے باقاعدہ طور پر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں عالم اسلام کے مسلمانوں اور علماء کو تحریک پاکستان سے روشناس کرایا۔ پاکستان بننے کے بعد آپ نے قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش اور مشاورت سے اسلامی ممالک میں پاکستان کی نمائندگی کی اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو "سفیر اسلام" کا خطاب دیا۔ (اس سلسلہ میں حوالہ جات درکار ہوں تو مجلّہ "منارۂ نور" (کراچی) نومبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۷، ۳۳، ۳۴ کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے)۔

.................(۲).................

مولانا مختار احمد صدیقی علیہ الرحمۃ (وصال: ۱۹۳۸ء) بھی مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نذیر جندی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی تھے اور انہیں بھی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی حنفی قادری علیہ الرحمہ سے خلافت و اجازت حاصل تھی۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد حضرت علامہ شاہ عبدالحکیم جوش صدیقی علیہ الرحمۃ سے پڑھیں، ۱۶ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے مکہ معظمہ میں شیخ الدلائل مولانا شاہ عبدالحق الہ آبادی علیہ الرحمۃ سے حدیث شریف کی کتابوں کا درس لیا، مدینہ منورہ میں ایک سال رہ کر حضرت شیخ الرضوان علیہ الرحمہ وغیرہ سے تحصیل علم کی سندیں حاصل کیں۔ آپ نے برما میں ایک درس گاہ کی بنیاد رکھی۔ ڈربن افریقہ میں عورتوں کی تعلیم کی طرف توجہ دی۔ افریقہ سے "الاسلام" نامی گجراتی زبان میں اخبار نکالا۔ مزارات مقدسہ کی پامالی پر سلطان سعود کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ آپ علیہ الرحمہ نے بڑی تعداد میں ہندوؤں اور عیسائیوں کو مسلمان کیا۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح آپ کے نیاز مندوں میں شامل تھے۔ وہ آپ کے پاس کبھی کبھی حاضری دیتے تھے چونکہ آپ علیہ الرحمۃ کو عربی، انگریزی،

اردو اور دیگر زبانوں پر دسترس حاصل تھی۔ اسی لیے علمی حوالے سے قائداعظم کے معیار پر آپ علیہ الرحمۃ پورے تھے۔ قائداعظم آپ سے ملاقاتوں میں دینی وعصری حوالے سے راہنمائی حاصل کرتے۔ اہم موضوعات پر تبادلۂ خیالات اور مشاورت کے بعد اپنی رائے قائم کرتے تھے۔

....................(۳)....................

مولانا نذیر احمد خجندی صدیقی سنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۱۳۵۵ھ/۱۹۷۸ء) مبلغ اسلام مولانا احمد مختار صدیقی اور مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی حنفی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء) کے برادر بزرگ ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، بعد میں مدرسہ اسلامی عربی میرٹھ کے مدرس مولانا نور احمد سے تکمیل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد صحافت کی راہ کو اپنایا، میرٹھ سے اخبار "تاجر" جاری کیا اور بمبئی سے "غالب" کا اجراء کیا۔ آپ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ بمبئی میں گزرا۔ ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین سنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کی ہوئی "مسجد خیر الدین" کے امام، خطیب اور ناظم تھے۔ آزاد پارک میں عیدین کے امام بھی آپ ہی تھے۔ تحریک خلافت میں بھی حصہ لیا۔ تحریک پاکستان میں آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اہم خدمات انجام دیں۔ قائداعظم ان کے نیاز مندوں میں سے تھے آپ جادو بیان مقرر اور بے باک مناظر تھے۔ دیوبندیوں، وہابیوں اور آریوں سے آپ نے شاندار مناظرے کیے اور انہیں شکست دی۔ اشاعت اسلام کے لیے کافی کوششیں کیں اور تبلیغ اسلام کے لیے دنیا بھر کے مختلف ممالک کا سفر بھی کیا۔ انتقال سے ڈیڑھ برس پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ چلے گئے تھے اور نہایت ذوق و شوق سے مسجد نبوی (ﷺ) میں نمازیں ادا کرتے تھے اور صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کرتے تھے دیارِ حبیب ﷺ میں وفات ہوئی اور جنت البقیع میں آسودہ خاک ہوئے۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت علماء ہند کی جانب سے تحریک پاکستان کی مخالفت کا شدید نوٹس لیتے ہوئے متعدد بار جمعیت علماء ہند کے کانگریس نواز رہنماؤں کو مناظرے کا کھلا چیلنج

بھی کیا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے مشن کے سبب تعلق قلبی اور محبت و عقیدت رکھتے تھے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۵ دسمبر ۱۹۴۶ء کو قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سترویں (۷۰) سالگرہ کے موقع پر ایک تہنیتی نظم پڑھی جس کے چند اشعار یہ تھے:

نمایاں کر کے آزادی کی رفعت قائداعظم ۔۔۔ مٹا دیں گے غلامی کی یہ ذلت قائداعظم
یہ وہ خادم ہیں جو مخدوم کہلانے کے قابل ہیں ۔۔۔ ہمیشہ قوم کی کرتے ہیں خدمت قائداعظم
ہر ایک مخلص کے دل سے یہ صدا اٹھتی ہے ہر لحظہ ۔۔۔ سراپا ہیں محبت ہی محبت قائداعظم

(بحوالہ: "قائداعظم کا مسلک" "رتی جناح")

صدر جمعیت علمائے پاکستان، قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں "میرے حقیقی چچا مولانا نذیر احمد صدیقی میرٹھ سے ممبئی (جسے اس وقت بمبئی کہتے تھے) تشریف لے گئے، وہاں وہ بہت جلد مسلمانوں کو منظم کرنے میں کامیاب ہو گئے انہیں آزاد میدان بمبئی کی بڑی مسجد کا خطیب اور امام مقرر کیا گیا۔ اسی مسجد میں قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ بھی نماز کے لئے آتے تھے ہوہ مولانا نذیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر سے متاثر ہوئے اور پھر دونوں کے مابین نظریاتی ہم آہنگی اور جدوجہد کے سلسلے میں ہم خیالی نے دونوں بزرگوں کو بہت قریب کر دیا اور یہ قرب اتنا بڑھا کہ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی (رتن بائی) نے مولانا نذیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا (ان کا اسلامی نام مریم رکھا گیا) اور مولانا نے ہی ان دونوں (محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ اور مریم) کا نکاح پڑھایا اور رشتہ ازدواج میں منسلک کیا۔ اس ایک واقعہ سے ہی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کے تعلقات بانی پاکستان کے ساتھ کتنے قریبی تھے۔

(ماہنامہ "السعید" ملتان جون، ۱۹۹۹ء، صفحہ ۵۱، ۵۲)

حضرت مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی سیاسی جدوجہد

تحریر……خواجہ رضی حیدر☆

قیام پاکستان کی تاریخ کا اگر بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ برصغیر کی تحریک آزادی میں مسلم لیگ کو اس وقت تک مسلمانوں کی نمائندہ جماعت کی حیثیت سے مقبولیت حاصل نہیں ہوئی جب تک کہ علماء و مشائخ نے قائداعظم محمد علی جناح کی سیاست اور مسلم لیگ کی نمائندہ حیثیت پر مہر تصدیق ثبت نہ کی۔ ایسے وقت میں جبکہ علماء دیوبند جمعیت علمائے ہند کے لیبل کے ساتھ کانگریس کی تائید وحمایت پر کمربستہ تھے اور مکمل کر متحدہ قومیت کا پرچار کر رہے تھے برصغیر کے مسلمانوں کو یہ احساس دلانا کہ وہ ایک علیحدہ قومیت کے حامل ہیں اور اس بنیاد پر ان کا ایک علیحدہ وطن ہونا چاہیے۔ یہ علماء اہلسنت کا ہی کارنامہ تھا۔

۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات کے موقع پر اعلیٰحضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان بریلوی لاہور اور لائل پور سے یکے بعد دیگرے دو استفسارات کے جواب میں "المحجة المؤتمنة في آية الممتحنة" کے نام سے ایک تاریخی رسالہ لکھ کر ترک موالات کی شرعی حیثیت اور برصغیر میں اس تحریک کی کامیابی کی صورت میں اس کے مضرت رساں نتائج سے مسلمانوں کو آگاہ کر چکے تھے۔ آپ نے اپنے اس رسالہ میں واضح طور پر اعلان کر دیا تھا کہ صرف انگریزوں سے ترک موالات کوئی معنی نہیں رکھتی کیونکہ انگریز اور ہندو دونوں شرعی اعتبار سے مسلمانوں کے نزدیک کافر ہیں۔ اس لئے اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے مسلمانوں کو بیک وقت دونوں ہی سے موالات ترک کرنا پڑے گی۔ بصورت دیگر اس مرحلہ پر ہندوؤں کا آلہ کار بن کر وہ ہندوستان میں سیاسی اعتبار سے عضو معطل ہو کر رہ جائیں گے۔ یہ اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت اور دانشمندی کا کرشمہ

☆ صحافی، محقق اور کالم نگار (حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی عزیز ہیں)۔

تھا کہ ۱۹۲۰ء کے بعد مسلمانوں نے ہندوؤں کی اجتماعی سیاست پر اعتماد کرنا چھوڑ دیا اور وہ ایسے افراد کے متلاشی رہنے لگے جو صرف اور صرف مسلمانوں کی رہنمائی اور ان کی فلاح و بہبود کا فریضہ انجام دے سکیں۔

برصغیر کے مسلمانوں میں یہ فکر بیدار کرنے میں اعلیٰ حضرت کے خلفاء اور علماء اہلسنت نے ہراول دستہ کا کام کیا۔ انہوں نے باقاعدہ تحریک خلافت کے رہنما مولانا محمد علی جوہر اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے اس موضوع پر گفت و شنید کی اور اپنا موقف ان پر واضح کرنے کی حتی الوسع کوشش کی۔ ہر چند اس مرحلہ پر تحریک خلافت کے رہنما اپنے موقف پر قائم رہے لیکن جلد ہی ان کو اپنی بے راہ روی کا اندازہ ہو گیا اور ان کے سیاسی لائحہ عمل میں نہ صرف نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئیں بلکہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے ارشادات عالیہ کو مسلمانوں کے حق میں دوررس مثبت نتائج کا حامل قرار دیا۔

علماء اہلسنت نے روز اول سے ہی کانگریس کی پالیسیوں کو اسلام دشمن تصور کیا اور برصغیر کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جہاں علمائے اہلسنت نے کانگریس کو مسلمانوں کی نمائندگی کا حق دیا ہو جبکہ آج بھی بھارت میں علماء دیوبند کانگریس کی پالیسیوں پر کاربند اور کانگریسی رہنماؤں کے کاسہ لیس دکھائی دیتے ہیں۔ ہماری تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ مؤرخین کے ایک گروہ نے اپنے ہم عقیدہ علماء کا اتنی کثرت سے تذکرہ کیا کہ آج جھوٹ سچ اور سچ جھوٹ نظر آنے لگا ہے لیکن حق چھپائے نہیں چھپتا اور اب بھی جب کوئی غیر جانبدار مؤرخ حقائق کی تلاش میں بنیادی ماخذوں کی طرف رجوع کرتا ہے تو اسے بلا کم و کاست یہ کہنا پڑتا ہے کہ تحریک پاکستان میں علماء اہلسنت نے جو خدمات انجام دیں ہیں وہ کسی دوسرے مکتبہ فکر کے علماء کے یہاں خال خال بھی نظر نہیں آتی ہیں۔ مبلغ اسلام خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کا شمار بھی تحریک پاکستان کے صف اول کے رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ آپ نے ابتداء ہی سے نہ صرف مسلم لیگ کی حمایت کی بلکہ قائداعظم محمد علی جناح کو قومی و ملی

امور میں صائب مشورہ بھی دیا۔ ۱۹۳۶ء میں قائداعظم محمد علی جناح کی انگلستان سے واپسی اور ہندوستان کی سیاست میں ازسرنو عملی شرکت کے بعد جب علماء کو ان سے خصوصی قربت حاصل رہی ان میں مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی بھی شامل تھے۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرارداد مقاصد کی منظوری سے قبل جسے بعد میں قرارداد پاکستان کہا گیا۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ مسلم لیگ اور مسٹر جناح سے سیاسیات کا کام لیں کیونکہ فی زمانہ علماء کرام یورپین سیاسیات اور ہندوستان کے غیر مسلموں خصوصاً ہندوؤں کی ڈپلومیٹک سیاہ کاریوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ موجودہ زمانے میں ہندوستان کے اندر آئینی جنگ ہو رہی ہے۔ اس جنگ میں وہی مسلمان کامیاب ہوسکتا ہے جو انگریزوں اور کانگریسیوں دونوں کے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف ہو۔

(بحوالہ اخبار خلافت، بمبئی ۲۴ فروری ۱۹۴۰ء)

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کو برصغیر کی سیاست کا پوری طرح اندازہ تھا اور خصوصاً جنوبی افریقہ میں دعوت و تبلیغ کے دوران آپ کو گاندھی کی مذموم سیاست اور انگریزوں کی حاکمانہ ذہنیت سے پوری طرح آگاہی حاصل ہو چکی تھی۔ اس لئے آپ چاہتے تھے کہ برصغیر میں گاندھی کو پُرفریب سیاست کا پردہ چاک کرنے کے لئے کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے جو ان دونوں محاذوں پر مسلمانوں کے دفاع کا فریضہ بخوبی انجام دے سکے۔ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی نے تقریباً دس سال محکوم ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کے مطالبہ کی پرزور حمایت کی اور اس ضمن میں اپنے شب و روز ایک کر دیئے۔

۱۹۴۰ء کی قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی نے قیام پاکستان کی تحریک میں نہایت سرگرمی کا مظاہرہ کیا اور مختلف بلاد و امصار کے دورے کر کے علمائے اہلسنت، مشائخ عظام اور عوام الناس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں تا کہ ان کے حقوق کی بازیابی کے لئے مؤثر انداز میں آئینی جنگ لڑی جا سکے۔ اس وقت جو

علمائے اہلسنت علیحدہ وطن کے مطالبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سرگرم عمل تھے ان میں پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا ابوالحسنات، سید محمد احمد قادری، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا محمد بخش مسلم بی اے لاہوری، مولانا قاری شاہ غلام رسول قادری، مولانا عارف اللہ شاہ قادری، مولانا عبدالماجد بدایونی وغیرہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۴۵ء کے اواخر میں انتخابات کے موقع پر جہاں دیگر علمائے اہلسنت، مسلم لیگ کی انتخابات میں کامیابی کے لئے کوشاں تھے وہاں مولانا عبدالعلیم صدیقی بھی اس محاذ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ آپ نے اکتوبر ۱۹۴۵ء میں بغرض حج عازم حجاز ہوتے ہوئے مسلمانان ہند کے نام ایک مؤثر پیغام دیا جس کے آخر میں آپ نے کہا کہ تمام برادران ملت کو علی العموم وقت سفر حجاز مقدس میں یہ آخری وصیت دیتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو انتخابات جدید میں تمام اختلافات باہمی کو مٹا کر آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت میں سرگرم ہو جائیں اور ابنائے وطن کے دام تزویر میں آ کر اپنے شیرازے کو ہرگز منتشر نہ ہونے دیں اور یہ ثابت کر کے دکھائیں کہ مسلمان متحد و متفق ہیں تا کہ جہاں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے ان کی آزاد حکومت ہو جس میں نفاذ قوانین و احیائے تہذیب و معاشرت دین کی پوری قوت ان کو ہی حاصل ہو۔ اس کو خواہ پاکستان کا نام دیا جائے یا حکومت الٰہیہ کے لقب سے ملقب کیا جائے۔

(بحوالہ اخبار دبدبہ سکندری رامپور۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

مبلغ اسلام نے ۱۹۴۶ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت فرما کر تحریک پاکستان کو تقویت پہنچانے میں نمایاں حصہ لیا اور اس کے فوراً بعد مسلم لیگ کی طرف سے متعدد عرب ممالک کا دورہ کیا اور نظریۂ پاکستان کی اتنے مؤثر انداز میں وکالت کی کہ عرب علماء و عوام تہہ دل سے پاکستان کے مطالبہ کی حمایت پر آمادہ ہو گئے۔ اس دورہ میں عظیم الشان کامیابی کے بعد آپ جب اکتوبر ۱۹۴۶ء میں وطن واپس پہنچے تو کراچی کی بندرگاہ پر مسلمانوں کے ایک کثیر اجتماع نے آپ کا والہانہ استقبال کیا

اور جمعیت سنیہ جامعہ قادریہ کراچی نے آپ کے اعزاز میں ایک عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد کی جس میں صوبۂ سندھ کے نامور علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی نے کہا کہ موجودہ کانگریسی حکومت کے نظام عمل اور ہمارے پاکستانی نظام عمل میں ایک ایسا فلک پیما فرق ہے کہ جس کو ہم کسی صورت منظور نہیں کر سکتے۔ ہمارا پاکستانی نظام عمل ایک مافوق البشر کا لایا ہوا سمجھا ہوا اور زمانہ ہائے ماضی حال و مستقبل کے قدرتی قوانین پر مبنی ہے۔ دنیاوی حکومتوں کے قوانین لمحہ بہ لمحہ روز و شب ترمیم و اضافہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں مگر اس مافوق الفطرت نبی (حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ خاتم النبیین والمرسلین) کا لایا ہوا قرآنی نظام عمل اور قوانین حکومت ترمیم و تنسیخ سے مبرا، زمانہ ہائے ماضی حال و مستقبل پر حاوی ہے۔ اسی لئے میں مسلمانوں کے مجوزہ وطن کو قدرتی پاکستان کہتا ہوں جس کی بنیادیں احکام قرآنی اور ارشادات مصطفوی ﷺ پر ہوں گی۔ ہمارے علماء و مشائخ نے اپنی روحانی قوت سے خانقاہوں میں خاموش بیٹھے ہوئے پاکستانی لشکر کی تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دیا ہے اور وہ میدان عمل میں آچکے ہیں اور اب برصغیر کے مسلمانوں کا قدرتی پاکستان مقدر بن چکا ہے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے اس موقع پر کراچی و سندھ کے علماء و مشائخ کو دعوت دی کہ وہ سنی رضاکاروں کی تنظیم کا کام شروع کریں اور دوسروں کو بھی اسلام کے بنیادی اصول خمسہ پر پابندی کی دعوت دیں۔

(بحوالہ: اخبار دبدبۂ سکندری ۱۱ نومبر ۱۹۳۶ء)

قائداعظم محمد علی جناح ہمیشہ آپ کی ہمہ صفت شخصیت اور سحر بیانی سے متاثر رہے کیونکہ ان کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا تھا جو ہفت زبان ہو اور ہر ملک میں اس ملک کی مروجہ زبان میں ہی نظریۂ پاکستان کی وضاحت کا فریضہ انجام دے سکے چنانچہ متعدد بار قائداعظم نے مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی کو بیرونی ممالک کے دورہ پر بطور خاص روانہ کیا حتیٰ کہ قیام پاکستان کے بعد بھی آپ کو اسلامی ممالک میں پاکستان کی نمائندگی کا فریضہ سونپا گیا۔ یہاں پھر ایک مرتبہ یہ کہنا بے جا نہ

ہوگا کہ ایسے وقت میں جبکہ علماء اہلسنت قیام پاکستان کے لئے سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ علماء دیوبند پر مشتمل ''جمعیت علماء ہند'' کانگریسی رہنماؤں کی حلقہ بگوشی میں معروف تھی اور برابر اس مذموم کوشش میں لگی ہوئی تھی کہ اسلامیان ہند کا شیرازہ منتشر ہو جائے اور پاکستان کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔ قائداعظم محمد علی جناح کے ایک رفیق خاص مرزا ابوالحسن اصفہانی نے اپنی کتاب ''قائداعظم محمد علی جناح میری نظر میں'' میں لکھا ہے کہ جون ۱۹۳۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور مرکزی پارلیمانی بورڈ کے اجلاس لاہور میں منعقد ہوئے جن کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح نے کی۔ ان اجلاسوں سے مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلوی نے بھی خطاب کیا اور کہا کہ دیوبند کا ادارہ اپنی تمام تر خدمات لیگ کے پیش کر دے گا بشرطیکہ پروپیگنڈہ کا خرچ لیگ برداشت کرے۔ اس کام کے لئے پچاس ہزار روپے کی رقم بھی طلب کی گئی جو لیگ کی استعداد سے باہر تھی اس لئے قائداعظم محمد علی جناح نے اس مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ نہ اتنا سرمایہ لیگ کے پاس فی الوقت موجود ہے اور نہ ہی اس کا مستقبل میں امکان ہے۔ اس لئے صرف قومی جذبہ کے پیش نظر کام کیا جائے۔ ان علماء کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ ہندو کانگریس کی طرف ڈھلتے گئے اور کانگریس کا پرچار کرنے لگے جو ظاہر ہے کہ ان کے مالی تقاضے پوری کر سکتی تھی۔

(بحوالہ قائداعظم محمد علی جناح میری نظر میں، ص ۳۰، مطبوعہ کراچی)

اس صورتحال سے علماء دیوبند کے ایک طبقہ فکر نے محسوس کیا کہ وہ اس عظیم عوامی تحریک سے اپنے موقف میں لچک نہ ہونے کی بنیاد پر کٹتے جا رہے ہیں۔ اس لئے مولوی اشرف علی تھانوی نے ۱۹۳۸ء میں لیگ کے اجلاس منعقدہ پٹنہ کے موقع پر ایک وفد بھیجا جس نے قائداعظم کو اپنی حمایت کا یقین دلایا۔ اس وفد میں دیوبند کے صف دوئم کے علماء شامل تھے۔ علماء اہلسنت کی عوام الناس میں مقبولیت اور مطالبہ پاکستان کی شدت کے پیش نظر ان علماء کے نزدیک مصلحت کوشی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ ان تمام حقائق کی روشنی میں اگر تحریک پاکستان کا جائزہ لیا جائے تو یہ طے ہو جاتا ہے کہ بانیان

پاکستان میں صرف اور صرف علماء اہلسنت شریک تھے اور وہ نہایت پرخلوص انداز میں حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے جدوجہد کر رہے تھے جس کو یقیناً غیر جانبدار مؤرخ کبھی نظرانداز نہیں کر سکے گا۔ یہاں یہ کہنا میں اپنا بنیادی حق سمجھتا ہوں کہ مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ کی ذات گرامی پر تحقیقی انداز میں بہت کم کام ہوا ہے خصوصاً تحریک پاکستان کے حوالے سے ان کی شخصیت کے بے پناہ گوشے ابھی تشنۂ تفصیل ہیں۔ اس لئے مسخ شدہ تاریخی حقائق کے ابطال کے لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ قلمکاران اہلسنت اپنے علماء و مشائخ کی خدمات کو بلاتاخیر منصۂ شہود پر لائیں تاکہ آنے والا مؤرخ حق کو حق اور باطل کو باطل کر دکھائے۔

عبدالعلیم صدیقی، مولانا قاری محمد

(وفیات ناموران پاکستان، صفحہ ۵۰۶......از......ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ)

نامور عالم دین، عالمی مبلغ اسلام، مفکر، کارکن تحریک پاکستان
متعدد زبانیں جانتے تھے۔ کئی ممالک میں مساجد تعمیر کرائیں۔
خلیفۂ مولانا احمد رضا خان بریلوی

کتب: ذکر حبیب، بہار شباب، احکام رمضان، اسلام کی ابتدائی تعلیمات، مرزائی حقیقت، اشتراکیت کیا ہے؟ انسانی مسائل کا حل۔Quest for true
-What is Islam-The principles of Islam-Happiness

والد: مولانا شاہ احمد نورانی
ولدیت: مولانا محمد عبدالحکیم جوش صدیقی قادری
ولادت: ۳ اپریل ۱۸۹۲ء میرٹھ (یوپی)
وفات: ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء، مدینہ منورہ
تدفین: جنت البقیع (مدینہ منورہ)
ماخذ: تحریک پاکستان اور علما کرام پاکستان۔ تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت

تحریک پاکستان میں مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ کا کردار

تحریر......ڈاکٹر محمد یونس قادری ☆

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے — بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے
(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

کون جانتا تھا کہ انیسویں صدی کی آخری دہائی میں انڈیا کے صوبہ یوپی کے شہر میرٹھ کے ایک دیندار گھرانے میں جامع مسجد التمش کے امام و خطیب، صوفی و عالم دین، قاضی و مفتی محمد عبدالحکیم صدیقی جوش و حکیم کے یہاں ایک ایسا بچہ جنم لے گا جو اسلام کے عظیم مجاہد فاتح افریقہ جنرل عقبیٰ بن نافع کے نقش قدم پر چل کر دین اسلام کی سربلندی، اشاعت اور ترویج کے لیے تن تنہا بحر ظلمات کو عبور کر کے افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں، یورپ کے کلیساؤں اور ایشیا کی سنگلاخ چٹانوں تک پہنچے گا جہاں تک پہنچنا اس دور میں ہر کس و ناکس کے بس میں نہ تھا اور اس سے قبل عصر حاضر کا کوئی مبلغ اسلام نہ پہنچا تھا۔ البتہ جس پر اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہو اور ایسا کیوں نہ ہو کہ جن کے جد امجد کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بڑے والہانہ انداز میں فرمایا اور خاتم الانبیاء ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو حقائق و معارف میرے سینے میں ڈالے ہیں میں نے وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے میں ڈال دیئے۔(۲)

جب ۶۳ برس کی عمر میں اس علوم نبوی ﷺ کے وارث، عاشق رسول ﷺ ناموس و مقام رسالت کے نقیب، مبلغ اسلام، قادر الکلام شاعر، متعدد زبانوں کے ماہر، بیدار مغز سیاستدان اور ماہر مستقبلیات کے عالم جاودانی کی طرف کوچ کرنے کا وقت آیا تو چالیس سال تک انتھک جدوجہد محنت کر کے دنیا کے ہر خطے میں مبلغین اسلام کی فوج تیار کر کے پھیلانے والے، دنیا کے پچاس سے زائد ممالک میں ایک لاکھ سے زائد ہر طبقہ و مکتبہ فکر کے لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام کر کے سینکڑوں مساجد، مدارس، کتب خانے،

☆ پی ایچ ڈی (سیاسیات) کراچی یونیورسٹی کراچی

اشاعتی ادارے، جامعات، یتیم خانے، اخبارات و رسائل قائم کر کے، تصنیف و تالیف کا ایک گرانقدر خزانہ اور آپ کے مشن کو جاری رکھنے والی نیک و لائق اولاد و امجاد کو چھوڑا کہ مؤرخین کو متفقہ طور پر یہ کہنے میں کوئی عار نہ ہوا کہ آپ ان علمائے حق میں سے ہیں جن کی پاک سیرتیں اسلام اور ملت اسلامیہ کے لیے باعث افتخار ہیں اور آپ بیسویں صدی کے مبلغین اسلام کے قافلہ سالار ہیں۔ عمر کے آخری سال میں مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ میں انتقال کر کے جنت البقیع کے قبرستان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں ابدی نیند سو گئے۔(۳)

ڈکشنری آف پالیٹکس کے مطابق اسلام میں نظری طور پر ریاست اور مذہب میں کوئی تفریق نہیں ریاست ایک مذہبی ادارہ ہے جو قرآن کریم کی رہنمائی میں حضرت محمد ﷺ کے احکامات پر مشتمل ہے جہاں اس کے اخلاقی فلسفہ کی روشنی میں قوانین وضع کئے جاتے ہیں ۔(۴) اسلام کا تصور اتحاد دیگر تصورات کی نسبت انسانی مسابقت سے زیادہ نزدیک ہے۔ محمد ﷺ کے دین کی خاصیت مساوات انسانی، اقوام کے اتحاد کی بات کرنے والوں کے لئے باعث شرم ہے۔(۵) اسلام نے وہ معاشرہ تشکیل دیا جو اس سے قبل صدیوں سے موجودہ دور تک پھیلی ہوئی سفاکی اور سماجی جبر کے خاتمے کے لئے کوئی معاشرہ نہ پیش کر سکا۔(۶) اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اس نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے: تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی کے تھے کسی عربی کو عجمی پر کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔ یاد رکھو! تمہاری جانیں اور جائیداد ایک دوسرے کے لئے مقدس ہیں۔(۷)

آج انسانی حقوق کے چیمپئن NGOs قائم کر کے دنیا بھر میں ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ سب سے پہلے انہوں نے ظلم کے خلاف آواز اٹھائی۔ اگر وہ اللہ کے آخری نبی کے مذکورہ بیان پر توجہ کرتے تو انہیں پتہ چلتا کہ دین فطرت صرف مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ انسانیت کی بات کرتا ہے۔ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے۔ جو کسی غیر مسلم پر ظلم کرے گا

قیامت کے روز میں اس (غیر مسلم) کی وکالت کروں گا۔(۸) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا نام السلام (سلامت رکھنے والا) بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ زمین کو تمام انسانیت کے لئے دارالسلام (دین کا گھر) قرار دیتا ہے۔ ایک فلاحی اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ شہریوں کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے مساوات کی بنیاد پر ایسے قوانین بنائے جو ایک متوازن پالیسی کی خاصیت ہے۔(۹)

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے نااہل ورثاء اور مسلمانوں کی باہمی چپقلش کے سبب غیر اقوام نے مل کر حکومت وقت کے خلاف درپردہ سازشیں تیز کر دیں۔ سقوط دہلی (۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء) کے بعد مجاہدین کا جوش جہاد اور عزم و حوصلے پست ہونے لگے اس درمیان میں تھانہ بھون اور شاملی پر بھی برطانوی افواج کا قبضہ ہو گیا اس کے بعد جماعت مجاہدین منتشر ہو گئی انگریز مورخین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ جماعت مجاہدین میں علماء کا کردار امتیازی اور خصوصی تھا۔ خاص طور سے مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ وہ بڑی دلیری، جرات اور ہمت کے ساتھ جہاد کرتے رہے انہوں نے کسی بے گناہ کا خون نہیں کیا بلکہ وہ صرف ان غیر ملکی غاصبوں کے خلاف جنگ کرتے رہے جنہوں نے ان کے ملک پر بہ جبر قبضہ کیا تھا۔(۱۰)

ملت اسلامیہ میں علماء کو جو مرتبہ حاصل ہے اور ان کے جو مخصوص فرائض ہیں انہیں نہ صرف غیر مسلم ارباب علم ہی نے پوری طرح نہیں سمجھا بلکہ وہ مسلمان بھی جن کی تعلیم صرف مغربی علوم تک محدود ہے اور جنہوں نے تعلیمات اسلامی کا مطالعہ نہیں کیا ہے اکثر ان کے متعلق صحیح فہم نہیں رکھتے ہیں۔ محض سطحی نظر سے دیکھنے والوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اسلام میں علماء کی حیثیت وہی ہے جو دوسرے مذاہب میں پروہتوں، پادریوں، کاہنوں کی ہوتی ہے جو معاشرے کے اندر عام افراد سے بالکل الگ تھلگ ایک مخصوص مذہبی اقتدار رکھنے والے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں مگر اسلام میں نہ کوئی کلیسا ہے اور نہ کوئی پروہتی نظام ہے کیونکہ اسلام کے نظام زندگی میں مذہبی معاملات اور

دنیوی معاملات کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ چونکہ نبوت کا سلسلہ اب ختم ہو چکا ہے اس لئے اب ملت کو اسلامی تعلیمات کی ہدایت صرف ایسے افراد ہی کے ذریعے بہم پہنچ سکتی ہے جو علم و فضل اور فہم و بصیرت رکھتے ہوں چنانچہ اسی مقصد کے لئے علماء کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔(۱۱)

عطیہ خداوندی اسلامی جمہوریہ پاکستان کا شب قدر (۲۷ رمضان المبارک) میں وجود میں آنا کوئی اتفاقی امر نہ تھا بلکہ یہ دو قومی نظریہ کی بناء پر وجود میں آیا جو ایک قرآنی نظریہ ہے جس کی اشاعت حضرت خواجہ باقی باللہ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۲)،مولانا فضل حق خیرآبادی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی اور آپ کے خلفاء وغیرہ نے کی۔ ایسے وقت میں جبکہ انڈین نیشنل کانگریس اور اس کی حاشیہ بردار جماعت جمعیت العلماء ہند قومیں اوطان سے بنتی ہیں کا راگ الاپ رہی تھیں خلیفہ اعلیٰحضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی نے مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ وہ بے وفا ہندوؤں اور گاندھوی ذہنیت کے علماء سے ہوشیار رہیں۔(۱۳) خلیفۂ اعلیٰ حضرت مبلغ اسلام حضرت شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کا شمار بھی تحریک پاکستان کے صف اول کے رہنماؤں میں ہوتا ہے۔(۱۴) قدیم و جدید علوم سے آراستہ ہونے کے بعد مولانا عبدالعلیم صدیقی نے اپنی دیرینہ خواہش اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی ایماء و ہدایت کے مطابق تبلیغ اسلام کا بیڑا اٹھایا۔(۱۵) دوران تبلیغ آپ نے اپنے کئی لیکچرز و تصانیف میں لادینیت، سرمایہ دارانہ نظام اور قادیانیت کے معاشرے پر مضر اثرات سے عوام الناس کو آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ دلائل و براہین کے ذریعے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام دنیا میں بسنے والے انسانوں کے تعلقات، باہمی ربط، مساوات اور اخوت کو اجاگر کرتا ہے۔ اسلامی سیاسی نظام میں حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ زمینی مقتدر اعلیٰ اس کے رسول ﷺ کے وضع کردہ طریقے پر چلتے ہوئے شورائی نظام کے تحت اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت سے عوام کی خدمت کو اپنا شعار بنائے۔ تحریک خلافت کے زعماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ مہا سبھائی ہندوؤں کی تحریک شدھی کا مردانہ

وار مقابلہ کرتے ہوئے مبلغین کی فوج تیار کرتے ہوئے ہندوستان کے تمام علاقوں میں روانہ کیے۔(۱۶) مرکزی جمعیت علماء ہند (کانپور) کے مرکزی سیکریٹری اور دہلی شاخ کے ناظم تھے۔(۱۷)۱۹۳۶ء میں ہندوستان-جاپان سوسائٹی کے جس وفد نے جاپان کا دورہ کیا اس میں مسلمانوں کی نمائندگی آپ ہی نے کی تھی۔(۱۸)۱۹۳۷ء میں آپ کے تبلیغی دورے سے واپسی پر تہنیت نامہ پیش کرتے ہوئے اراکین جمعیۃ علما صوبۂ بمبئی و انجمن تبلیغ الاسلام بمبئی[19] نے ایک پمفلٹ شائع کیا جس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

هو الحكيم

بسم الله الرحمن الرحيم

تہنیت و تبریک

بوالہجہ مت مبشر اسلام مقبول نام فاضل علوم شرقیہ و غربیہ کامل فنون عقلیہ و نقلیہ تقدس مآب حضرت مولینا شاہ محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی قادری رئیس میرٹھ شہر ادام اللہ فیوضہ و برکاتہٗ

حمد المولی الحمد والانعام وعلی النبی مصلیا بسلام
یا حمد فی هذه الایام هبت نسیم صبا هبوب وام

حضرت محترم ذوالمجد والکرم۔ الحمدللہ والمنہ آج ہم کو دوبارہ یہ موقع میسر آیا کہ ہم تبلیغ الاسلام کی خدمات انجام دینے کے سلسلے میں دلی مبارکباد پیش کریں......

برادر اعز و محترم! اس میں شک نہیں کہ آپ نے اس میدان میں قدم بڑھا کر اپنی ہمت سے جو جوہر دکھائے وہ عنداللہ و عندالرسول (جل جلالہ و ﷺ) مقبول ہیں اور عند الناس محبوب و مرغوب منعم حقیقی آپ کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔

اس سے پہلے شرق افریقہ جزائر شرقیہ افریقہ سیلون اور موریشس وغیرہ کے علاقہ میں آپ نے جو خدمات تبلیغ بہ احسن وجوہ انجام دیں وہ روشن تر ہیں۔

سال گذشتہ جنوبی افریقہ اور شرقی افریقہ کے باقی ماندہ جزائر میں اس خدمت دین حق کی کامیابی کا سہرا حاصل کرنے کے بعد چین اور جاپان کے مختلف علاقوں میں

سال متصلہ میں باوجود دشمنان حق کی بیش از بیش مخالفتوں اور قدم قدم پر رکاوٹوں کے آپ کی بے نظیر کامیابی حاصل کرنا قدرت نے آپ ہی کے لئے ودیعت کیا تھا اور یہ کامیابی تاریخ اسلام کے صفحات پر زرین حرفوں سے تحریر میں آئے گی۔

ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم

جمعیۃ علماء صوبہ بمبئی ان روابط خصوصی کی بنا پر جو آنجناب کو اس جمعیۃ سے حاصل تھی کہ ایک طرف اس کے بانیان میں آپ کا شمار دوسری جانب عرصہ مدید تک بہ حیثیت عہدہ دار اس جمعیۃ کی کامیابیوں کے ذمہ دار آنجناب ہی رہے یہ جمعیۃ آپ کی کامیابیوں کو خود اپنی کامیابی سمجھتی ہے نیز انجمن تبلیغ الاسلام بمبئی جس کے مقاصد خاص آپ کی زندگی کا نصب العین اور ان مقاصد میں اس کی کامیابی آپ جیسے بزرگ کی رہبری و رہنمائی کی رہین منت۔

نظر بران جمعیۃ علماء صوبہ بمبئی و انجمن تبلیغ الاسلام کا اولین و بہترین و خوشگوار فرض ہے کہ صمیم قلب سے آپ کی کامیابیوں پر ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرے لہٰذا اراکین جمعیۃ علماء صوبہ بمبئی و انجمن تبلیغ الاسلام نیز مسلمانان بمبئی کے اس جلسۂ عام کی طرف سے آپ کی جذبات ایمانیہ سے لبریز خدمات دین مطہر کی مجاہدانہ تکمیل پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

"گر قبول افتد زہے عز و شرف" اور دست بدعا ہیں کہ رب کریم آپ کو صحت و تندرستی کے ساتھ مزید خدمات دینی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بحرمة طه و یٰسین صلی الله علیه واله واصحابه اجمعین۔

ہم ہیں اراکین جمعیۃ علماء صوبۂ بمبئی و انجمن تبلیغ الاسلام بمبئی

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرارداد مقاصد (قرارداد پاکستان) کی منظوری سے قبل مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ مسلم لیگ اور مسٹر جناح سے سیاست کا کام لیں کیونکہ فی زمانہ علماء کرام یوروپین سیاسیات اور ہندوستان

کے غیر مسلموں خصوصاً ہندوؤں کی چانکیہ سیاست کی مکاریوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں موجودہ زمانے میں ہندوستان کے اندر آئینی جنگ ہو رہی ہے اس جنگ میں وہی مسلمان کامیاب ہو سکتا ہے جو انگریزوں اور کانگریسیوں دونوں کے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف ہو۔(۲۰) قرارداد کی منظور کے بعد آپ نے قیام پاکستان کی تحریک میں نہایت سرگرمی کا مظاہرہ کیا اور ۱۹۴۴ء میں مختلف بلاد و امصار کے دورے کر کے علماء اہلسنت، مشائخ عظام اور عوام الناس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں تا کہ ان کے حقوق کی بازیابی کے لئے مؤثر انداز میں آئینی جنگ لڑی جا سکے۔ ۱۹۴۵ء میں ہندوستان میں زبردست فسادات ہوئے۔آپ نے پنڈت نہرو سے ملاقات کر کے ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جانے پر سخت احتجاج کیا اور بمبئی اور مدراس میں تقریریں کر کے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی۔ انتخابات کے موقع پر دیگر علمائے اہل سنت کے ساتھ مل کر انتخابات میں کامیابی کے لئے کوشاں رہے۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں بغرض حج عازم حجاز ہوتے ہوئے مسلمانان ہند کے نام ایک مؤثر پیغام دیا جس کے آخر میں آپ نے کہا کہ جس طرح ممکن ہو اپنے باہمی اختلافات کو مٹا کر آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت میں ہمہ تن سرگرم ہو جائیں اور ابنائے وطن کے دام تذویر میں آ کر اپنے شیرازے کو ہرگز منتشر نہ ہونے دیں اور یہ ثابت کر دکھائیں کہ مسلمان متحد و متفق ہیں تا کہ جہاں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے ان کی آزاد حکومت ہو جس میں نفاذ قوانین و احیائے تہذیب و معاشرت دین کی پوری قوت ان کو ہی حاصل ہو اس کو خواہ پاکستان کا نام دیا جائے یا حکومت الٰہیہ کے نام سے ملقب کیا جائے۔(۲۱) قاری رضا المصطفیٰ اعظمی جو آپ کے معاصر ہیں، کے ایک بیان کے مطابق ۱۹۴۵ء میں بعض عوامی حلقوں کی طرف سے علمائے کرام و مفتیان عظام کی خدمت میں ایک استفتاء پیش ہوا کہ:

الف۔ تشکیل پاکستان کے لئے مسلم لیگ کو ووٹ دینا جائز ہے کہ نہیں۔

ب۔ مسلم لیگ کے رہنما محمد علی جناح صاحب چونکہ باشرع نہیں لہٰذا انہیں ووٹ

دینا جائز ہے کہ نہیں۔

مذکورہ سوالات کے لئے ۱۹۴۵ء، تا ۱۹۴۶ء کے دوران علماء کے کئی اجلاس منعقد ہوئے۔ بالآخر ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس میں برصغیر کے تقریباً دو ہزار علماء و مشائخ اور لاکھوں اہلسنت احباب نے شرکت فرمائی۔ اسی کانفرنس میں حضرت سید پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری (پنجاب) کو امیر ملت تسلیم کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس میں درج ذیل قراردادیں پاس ہوئیں۔

۱۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء مشائخ اہلسنت، اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے لئے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن و حدیث نبوی کی روشنی میں فقہی اصولوں کے مطابق ہو۔

۲۔ یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومتوں کے لئے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے حسب ذیل علماء کرام کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے۔

۳۔ علاوہ ازیں فیصلہ کیا گیا کہ اس تحریک کو ہر حال میں جاری رکھا جائے گا۔ اگرچہ قائداعظم اس کو ترک بھی کر دیں۔

اس سنی کانفرنس کے دو لاکھ سے زائد حاضرین نے پرزور نعروں کی گونج میں تائید و حمایت کا اعلان کیا۔

بنارس آل انڈیا سنی کانفرنس اراکین کمیٹی کے اسمائے گرامی

۱۔ حضرت مولانا شاہ سید ابوالحامد سید محمد محدث اعظم کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ حضرت صدر الافاضل استاد العلماء مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مولوی شاہ مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ حضرت صدر شریعت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ
۵۔ مبلغ اعظم مولانا علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
۷۔ حضرت مولانا سید شاہ دیوان آل رسول علی خاں رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اجمیر شریف
۸۔ حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ۔ لاہور
۹۔ حضرت مولانا شاہ قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ سجادہ نشین سیال شریف
۱۰۔ حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ۔ بھرچونڈی شریف
۱۱۔ حضرت مولانا شاہ سید زرین الحسنات رحمۃ اللہ علیہ مانکی شریف۔ سرحد
۱۲۔ خان بہادر حاجی بخش مصطفےٰ علی رحمۃ اللہ علیہ۔ مدراس
۱۳۔ حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ۔ لاہور

مولانا سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسمی الفاظ اور مختلف موضوعات پر تقریر کے بعد کہا:

"میرے دینی رہنماؤ! میں نے عرضداشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آ چکا ہے۔ ملک میں اس لفظ کا استعمال روزمرہ بن گیا ہے۔ در و دیوار پر "پاکستان زندہ باد" تجاویز کی زبان میں "پاکستان ہمارا حق ہے" نعروں کی گونج میں "پاکستان لے کے رہیں گے" مسجدوں میں، خانقاہوں میں، بازاروں میں، ویرانوں میں لفظ پاکستان لہرا رہا ہے۔ اس لفظ کو پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں لیگی بھی بولتا ہے اور ہم سنیوں کا بھی یہی محاورہ ہے...... یونینسٹ کا پاکستان وہ ہو گا جس کی مشینری سردار جوگندر سنگھ کے ہاتھ میں ہوگی۔ جن سنیوں نے لیگ کے اس پیغام کو قبول کیا ہے اور جس یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے اس حصہ پر اسلام کی قرآن کی آزاد حکومت ہو، جس میں غیر مسلم ذمیوں کے جان و مال، عزت و آبرو کو حسب حکم شرع امن دی جائے۔ ان کو ان کے معاملات کو ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے وہ جانیں ان کا کام جانے اور بجائے جنگ و جدال کے صلح و امن کا اعلان کر

دیا جائے۔ سنی کیسا پاکستان بنائیں گے اس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں عہد صدیقی کو دیکھ لیا جائے دور فاروقی کی پیروی کی جائے عثمانی زمانے کو نظر کے سامنے لایا جائے خلافت علویہ کا دیدار کر لیا جائے اس قسم کا پاکستان بنائیں گے۔"(۲۲)

مسلسل تین روز جاری رہنے والی اس کانفرنس میں متفقہ طور پر مذکورہ فتویٰ کا فیصلہ دیا گیا کہ:

الف۔ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے مستقبل کے لئے تشکیل پاکستان جائز ہے اور مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد میں چونکہ تشکیل پاکستان سرفہرست ہے لہٰذا پاکستان بنانے کی خاطر مسلم لیگ کو ووٹ دینا جائز ہے۔

ب۔ مسلم لیگ کو ووٹ دینے کا کسی شخصیت سے کوئی ذاتی تعلق نہیں اس لئے قطع نظر اس سے کہ مسلم لیگی رہنما محمد علی جناح باشرع نہیں مسلم لیگ کو ووٹ دینا جائز ہے۔(۲۳)

جب کابینہ مشن کے منصوبے ۱۹۴۶ء نے صوبوں کی لازمی گروپ بندی اور مرکز کے محدود اختیارات کے ساتھ مسلمانوں کو کل ہند ڈھانچے میں اپنے مقصد کے حصول کی توقع دلائی تو وہ عارضی طور پر مطالبہ پاکستان کو ترک کرنے سے بھی گریزاں نہیں تھے۔ تاہم جب کانگریس نے ان امکانات پر (جو اکثریتی علاقوں میں مسلمانوں کی کامل ثقافتی وصوبائی خودمختاری اور دوسرے علاقوں میں تحفظ کی واحد ضمانت تھے) کلھنا شروع کیا۔(۲۴) تو انہوں نے کابینہ مشن کے منصوبے کو قبول کر لینے والے اپنے پہلے فیصلے کو واپس لے لیا اور نئے عزم و حوصلے کے ساتھ منزل پاکستان کی جانب ازسر نو پیش قدمی شروع کر دی۔(۲۵)

قائداعظم محمد علی جناح ہمیشہ آپ کی ہمہ صفت شخصیت اور سحر بیانی سے متاثر رہے انہوں نے آپ کو بیرون ہند تحریک پاکستان کی راہ ہموار کرنے کے مشن پر بھیجا دراصل مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر انہیں کوئی ایسا شخص نظر نہ آتا تھا جو ہفت زبان ہو اور ہر ملک کی مروجہ زبان میں اپنے نظریات کا پرچار کر سکے۔ آپ نے انگلینڈ اور مصر کا

کانگریس کے ایجنٹوں سے پاکستان کے حق میں مباحثے کئے اور نظریہ پاکستان کی اتنے مؤثر انداز میں وکالت کی کہ عرب علماء و عوام تہہ دل سے پاکستان کے مطالبے کی حمایت پر آمادہ ہو گئے۔ اس ضمن میں آپ نے کئی عرب لیڈروں مصر کے انقلابی لیڈر حسن البناء، فلسطین کے مفتی اعظم سید امین الحسینی، اردن کے بادشاہ سید عبداللہ وغیرہ سے مل کر اپنے مؤقف کو واضح کیا اور آپ سفیر اسلام کے لقب سے مشہور ہوئے۔

مذکورہ عرب ممالک کے دورہ میں عظیم الشان کامیابی کے بعد اکتوبر ۱۹۴۶ء میں جب آپ وطن واپس ہوئے تو کراچی کی بندرگاہ پر مسلمانوں کے ایک کثیر اجتماع نے آپ کا والہانہ استقبال کیا اور جمعیت سنیہ، جامعہ قادریہ کراچی نے آپ کے اعزاز میں ایک عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد کی جس میں صوبہ سندھ کے نامور علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"موجودہ کانگریس حکومت کے نظام عمل اور ہمارے پاکستانی نظام عمل میں ایک ایسا ملک یا فرق ہے کہ جس کو کسی صورت میں منظور نہیں کر سکتے۔ ہمارا پاکستانی نظام عمل ایک مافوق البشر کا لایا ہوا، سمجھایا ہوا اور زمانہ ہائے ماضی، حال و مستقبل کے قدرتی قوانین پر مبنی ہے۔ دنیاوی حکومتوں کے قوانین لحہ بہ لحہ روز و شب ترمیم و اضافہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں مگر اس مافوق الفطرت نبی ﷺ کا لایا ہوا قرآنی نظام عمل اور قوانین حکومت کے ترمیم و تنسیخ سے مبرا، زمانہ ہائے ماضی، حال و مستقبل پر حاوی ہے اسی لئے میں مسلمانوں کے مجوزہ وطن کو قدرتی پاکستان کہتا ہوں، جس کی بنیادیں احکام قرآنی اور ارشادات مصطفوی ﷺ پر ہوں گی۔ ہمارے علماء و مشائخ نے اپنی روحانی قوت سے خاموش بیٹھے ہوئے "پاکستانی لشکر" کی تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دیا ہے اور وہ اب میدان عمل میں آچکے ہیں اور اب برصغیر کے مسلمانوں کا قدرتی پاکستان مقدر بن چکا ہے۔(۲۶)

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کی اسی سیاسی جدوجہد کی بناء پر قائداعظم نے آپ کو سفیر پاکستان کا لقب دیا تھا اور پاکستان بننے کے بعد آپ کو مصر کا سفیر بننے کی پیشکش

کی تھی لیکن آپ اپنی تبلیغی سرگرمیوں سے کنارہ کش نہیں ہو سکتے تھے لہٰذا آپ نے اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے معذرت کر لی۔(۲۷) جب نظریہ اسلامی کی بدولت پاکستان میں وجود میں آ گیا تو بھی اس نظریے پر پاکستان کا غیر متزلزل ایمان ہی تھا جس نے اس ملک کو اپنے پہلے سنگین سال میں بھی منظم و یکجا رکھا۔(۲۸) ۱۹۴۷ء میں اپنے اہل و عیال کے ہمراہ میرٹھ سے کراچی ہجرت فرمائی۔ دو ماہ جیکب لائن بیرکس میں رہ کر بعدازاں پارسیوں کی ایک خالی بلڈنگ متصل کچھی میمن مسجد صدر ٹاؤن میں کرائے پر ایک مکان لے کر اس میں رہنے لگے۔ قیام پاکستان کے بعد پہلی عیدالاضحیٰ کی نماز عید مرکزی عید گاہ گراؤنڈ میں قائداعظم نے آپ کی اقتداء میں ادا کی۔ دوران ہجرت ہی آپ نے بہ نظر غائر حالات کا جائزہ لیا تھا لہٰذا پاکستان تشریف لانے کے بعد مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۴۷ء کو آپ نے حضرت پیر عبدالستار فاروقی سرہندی، سر سید علی اکبر شاہ صاحب ایم اے، حضرت پیر عبدالرحمان صاحب سجادہ نشین بھر چونڈی شریف اور حضرت پیر غلام مجدد صاحب سرہندی کی معیت میں علماء مشائخ کی ایک ہنگامی میٹنگ بلائی کہ وہ سب ایک وفد کی شکل میں قائداعظم اور ذمہ داران حکومت سے تبادلہ خیال کرنے کے لئے نیز مہاجرین کے ساتھ ساتھ مسلمانان عالم اور مسلمانان ہند کی فلاح و بہبود کے لئے ایک متحدہ محاذ قائم کریں اور اپنے دینی بھائیوں کی ہر طرح سے مدد کریں۔ مذکورہ دعوت نامے(۲۹) کا ایک عکس ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرت محترم دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اما بعد۔ اس وقت مسلمانان عالم بالعموم اور مسلمانان ہند بالخصوص ایسے نازک اور پُرخطر دور سے گذر رہے ہیں جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔ تقسیم ہند کے بعد کفار و مشرکین نے ہر چہار جانب سے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ جابجا انتہائی وحشت و بربریت کے ساتھ مسلمانوں کا خون بہایا جا چکا ہے۔ ان کی جان و مال آل و اولاد عزت و عصمت برباد کی جا چکی ہے اور مستقل کی جا رہی

ہیں۔ بیشمار مجاہد بے حرمتی کے ساتھ شہید کیے جا چکے ہیں اور جو باقی ہیں وہ سخت خطرہ میں ہیں۔ خرمن ایمان پر بجلیاں گرائی جا رہی ہیں اور جابجا مجبور کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان کے مرکز اسلام دہلی میں جس بیدردی سے مسلمانوں کو تباہ و برباد کیا گیا اور کیا جا رہا ہے اس کا تصور بھی دشوار ہے۔ جناب پر یہ حقیقت آفتاب کی طرح روشن ہے کہ دشمنانِ دین تہیہ کر چکے ہیں کہ سرزمین ہند میں نہ کوئی اللہ کا نام لیوا باقی رہے اور نہ مآثر اسلامی کا کوئی نشان۔ علماء و مشائخ طریقت جن کے دوش پر قیادت ملت و امامت امت کی زبردست امانت ہے وہ عنداللہ و عندالناس ذمہ دار ہیں کہ اس آخری وقت اور آخری فرصت میں غور و فکر انتہائی تدبر و تعقل کے ساتھ، احکام الٰہی کی روشنی میں کوئی مؤثر لائحہ عمل اختیار کرے تاکہ دشمنوں کے جال میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کی جان و مال و عزت و آبرو کی حفاظت کی جا سکے۔ دارالامان پاکستان میں صحیح دستور قرآنی اور آئین شرعی کے اجراء کے لئے پوری قوت کے ساتھ قدم اٹھایا جائے۔

وقت کی اس اہم ترین ضرورت کے پیش نظر عرض خدمت ہے کہ براہ کرم اس خدمت کی اہمیت کا لحاظ فرماتے ہوئے پانچ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو رونق افزائی کراچی ہو تاکہ باہم مشورہ کے بعد پاکستان کے علماء مشائخ کی یہ جماعت اجتماعی قوت کے ساتھ وفد کی شکل میں قائداعظم محمد علی جناح اور ذمہ داران حکومت سے تبادلۂ خیالات کے بعد متحدہ محاذ قائم کر کے میدان عملی میں کارفرما ہو جائے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور حضرت رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں منہ دکھانے کے قابل ہو سکیں۔ قبل تشریف آوری بذریعہ تار آگاہ فرمایا جائے تاکہ طعام و قیام کا انتظام کیا جا سکے۔

قائداعظم کے وصال سے کچھ عرصہ پہلے مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی عالمی دورے سے پاکستان واپس آئے۔ کراچی میں پاکستان کے علماء و مشائخ کی ایک عظیم کانفرنس منعقد ہوئی۔ آپ کی نگرانی میں علامہ عبدالحامد بدایونی، علامہ ابو الحسنات قادری، مفتی صاحبداد خان، علامہ سید احمد سعید کاظمی، خواجہ قمر الدین سیالوی اور بہت سے علماء و مشائخ نے ایک جامع دستور تیار کر کے وفد کی صورت میں قائداعظم کی خدمت میں

حاضر ہو کر پیش کیا۔ بانی پاکستان نے بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے آپ اور رفقاء کو یقین دلایا کہ انشاء اللہ قومی اسمبلی کے منظور کرنے پر بہت جلد اس آئین اسلامی کو نافذ کر دیا جائے گا۔(۳۰) ذکرِ حبیب میں موجود درج ذیل دعا آپ کی پاکستان سے والہانہ چاہت کا بین ثبوت ہے:

"اے غلاموں کے سر پر تاج عزت رکھنے والے! اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے! سن لے، سن لے، ہم بیکسوں، بے بسوں کی سن لے! ہم سیہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے! دین کی عزت رکھ لے! علَم کو سرنگوں نہ ہونے دے! ہمیں قوت دے، طاقت دے، عزت دے، حمیت دے، غیرت دے! برصغیر ہند میں جو چھوٹی سی آزاد خودمختار پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اس کی حفاظت فرما! اسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنیٰ میں اسلامی دولت، اسلامی سلطنت اور الٰہی مملکت بنا! جہاں تیرا قانون، تیرے احکام جاری ہوں، تیرے دین کا علَم بلند ہو اور تیرے نام کا ابد لآباد تک بول بالا رہے۔ مولیٰ! مولیٰ! اے رحم و کرم والے مولیٰ! ہماری دعائیں قبول کر!"(۳۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کا شمار تحریک پاکستان کی ان سرکردہ شخصیات میں ہوتا ہے جن پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ آپ کی دینی خدمات کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی سحر انگیز شخصیت بیسویں صدی کے دینی، سیاسی مفکرین میں سرفہرست ہے۔ آپ کی نیک نفسی، بلند نظری اور انجام بینی ہی تھی کہ سب سے پہلے اپنے رفقاء کاروں کی مدد سے پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی اور جمہوری ریاست بنانے کے لئے باقاعدہ اسلامی دستور [illegible] کر پیش کیا۔ پاکستان کے ۵۶ سالہ سیاسی عدم استحکام کے مستقل حل کا تقاضا یہ ہے کہ ہم مولانا صدیقی جیسی فعال دینی سیاسی شخصیت کے افکار کو عملی جامہ پہناتے ہوئے انہیں رائج کریں۔ ایک مضبوط اور متحد پاکستان کی تعمیر، جدوجہد کو بروئے کار لاتے ہوئے جدید تعلیم یافتہ علماء کی ایک جماعت ہی انجام دے سکتی ہے جو جدید اسلامی علوم سے بہرہ ور ہو۔ درحقیقت اس قسم کے علماء کی

پیداواری کو ان لوگوں کے ذہن میں اعلیٰ ترجیح حاصل ہونی چاہیے جو پاکستان میں اسلام کی حقیقی نشاۃ ثانیہ کے مقصد کا اپنے آپ کو پابند بنا چکے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

(۱) التوبہ: ۴۰.........(۲) دہلوی، عبدالحق محدث (شیخ)۔ (۲۰۰۱ء)۔ اشعۃ اللمعات (جلد ۷)۔ (مترجمین، علامہ عبدالحکیم شرف قادری و مولانا مفتی محمد خان قادری)۔ کراچی: فرید بکسٹال۔ ص ۳۹۲.........(۳) رانا، خلیل احمد۔ (۱۹۹۳ء)۔ مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری۔ کراچی: ورلڈ اسلامک مشن۔ ص ۱۳- ۵۵.........

Robertson, David, (1985/1987). The Penguin Dictionary of Politics. (۴)

Hurgronje, Srouk., (1991). (۵)......Great Britian: Penguin Books. P 165.

Keith, Barbra., (1953). (۶)..........Muslim World Today. New York. P 135.

(۷) قسطلانی (علامہ)۔ (۱۹۹۳ء)۔ المواہب ....History of Philosophy. Calcutta. P78

اللدنیہ (جلد ۲)۔ لبنان۔ ص ۱۹۵.........(۸) متقی، علاؤ الدین علی (شیخ)۔ (س ن)۔ کنز العمال (جلد ۱۵)۔

Qadri, M. Ahmed (DR) & Qadri, M. Abdullah (۹).........لبنان: بیروت۔ ص ۵۵

(Dr)., (Jan- March 1999). Islamics (Quarterly Journal of Studies and Research in Islam). University of Karachi: Sheikh Zayed Islamic Centre. P

83......... (۱۰) خان، ایچ بی (ڈاکٹر)۔ (۱۹۹۳)۔ علماء کا سیاسی کردار۔ کراچی: الحمد اکیڈمی۔ ص ۱۹۲.........

(۱۱) قریشی، اشتیاق حسین (ڈاکٹر)۔ (۱۹۹۴ء)۔ علماء میدان سیاست میں۔ (مترجم، ہلال احمد زبیری)۔ کراچی

Haq, S Moinul., (1979). (۱۲).........شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی۔ ص ۱-۵

Islamic Through and Movements. Karachi. : Pakistan Historical Society.

P508.........(۱۳) شاہجہاں پوری، عبدالحکیم اختر۔ (۱۹۷۶ء)۔ ۱۸۵۷ء۔ برطانوی مظالم کی کہانی۔ لاہور: فرید بکسٹال۔ ص ۹۲۳......(۱۴) شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ (۱۹۸۴ء)۔ مدیر: قاسم محمود۔ کراچی: شاہکار بک فاؤنڈیشن۔ ص ۱۰۴......(۱۵) قادری، نور احمد۔ (س ن)۔ تاریخ تمدن انڈونیشیا۔ کراچی: شعبہ اطلاعات سفارت خانہ انڈونیشیا۔ ص ۳۱۰......(۱۶) روزنامہ جنگ۔ کراچی۔ ۳۰ اگست ۱۹۵۴ء......(۱۷) اخبار الامان۔ دہلی۔ ۳ جون ۱۹۳۶ء......(۱۸) Voice of India. Japan. Aug. 1936. P 21......(۱۹) ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ ص ۴......(۲۰) (اخبار) خلافت، بمبئی۔ ۲۴ فروری ۱۹۴۰ء......(۲۱) (اخبار) دبدبہ سکندری، رامپور۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء......(۲۲) سید عالم۔ (۱۹۷۸ء)۔ سنی کانفرنس۔ کراچی: انجمن تاجدار حرم۔ صص ۲۰-۲۱......(۲۳)

Seljuq. Affan (Dr). (Jan-June 2002). Quaid-i-Azam's Last

Visit to Hyderabad (Deccan). Journal of the Pakistan Historical Society
Menon, V.P, (۳۴)............(Quarterly). Karachi: Madinat al-Hikmat. P 132.
(1957). The Transfer of Power in India Calcutta : Longman. PP
280-281......(۳۵) شریف المجاہد۔ (۱۹۸۴ء)۔ نظریہ پاکستان۔ (مترجم، متین الرحمٰن مرتضیٰ)۔ اسلام آباد:
نیشنل بک فاؤنڈیشن۔ ص ۳۲..........(۳۶) (اخبار) دبدبہ سکندری، رامپور۔ ۱۱ نومبر ۱۹۳۶ء..........(۳۷)
انٹرویو: مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی، ہفت روزہ فیملی میگزین، لاہور (۲۷ ستمبر تا ۳ اکتوبر ۱۹۹۸ء)۔ ص
Smith, Wilfred Cantwell., (1951/154). Islam as an Islamic (۳۸)...........۲۳
State, Lahore: Sh. Muhammad Ashraf. PP 13-15............(۳۹) مخزونہ ڈاکٹر فرید احمد
صدیقی......(۴۰) مینارہ نور (مجلہ)۔ (۱۹۸۰ء)۔ کراچی: حلقہ قادریہ علیمیہ۔ ص ۴۳......(۴۱) صدیقی، شاہ محمد
عبدالعلیم (مولانا)۔ (۱۹۸۵ء)۔ دیارِ حبیب۔ کراچی: خواتین اسلامک مشن۔ ص ۷۱



تحریک پاکستان اور شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

قاری محمد زوار بہادر ☆

حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد سلسلہ نبوت و رسالت ختم ہو گیا اور پھر تبلیغ دین کا کام آپ ﷺ کی امت کے علماء نے سرانجام دیا چنانچہ آقائے دوجہاں ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں ان ہی علماء کی تبلیغ اسلام کی بدولت اسلام کی روشنی دنیا کے کونے کونے میں پھیلتی چلی گئی ان مقدس ہستیوں میں مبلغ اسلام علیم الرضا، سفیر اسلام، عدیم النظیر سفیر پاکستان اور طبیب ہندی کے القابات سے مشہور حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی بھی ہیں۔

آپ پندرہ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۳ اپریل ۱۸۹۳ء کو برصغیر کے معروف شہر میرٹھ کے محلہ مشائخاں میں عظیم عالم دین اور نعت گو شاعر حضرت مولانا عبدالحکیم صدیقی کے ہاں جلوہ افروز ہوئے آپ کا سلسلہ نسب ۳۷ویں پشت میں خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے آپ نے ۱۶ برس کی عمر میں درس نظامی کی سند حاصل کی اور بی اے کا امتحان ۱۹۱۷ء میں ڈویژنل کالج میرٹھ سے امتیازی حیثیت میں پاس کیا جبکہ ایم اے کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی ۔آپ کو دنیا کی کئی زبانوں انگریزی ،اردو ،عربی ،فارسی ،فرنچ ،جرمن ،جاپانی ،انڈونیشی ،افریقی ،اور افریقہ کے سواحلی زبانوں پر عبور حاصل تھا آپ عالم اسلام کے ان مشاہیر میں سے ہیں جن کے افکار و خیالات میں دور جدید کے مسائل کا حل موجود ہے آپ کا طرز تبلیغ نہایت حکیمانہ تھا۔آپ کے دست حق پرست پر کم و بیش ایک لاکھ کے قریب غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا جن میں ہر طبقہ زندگی کے لوگ شامل تھے۔

آپ نے اپنی بے شمار خداداد صلاحیتوں کا استعمال حضور اکرم ﷺ کے دین کے

☆ مرکزی سیکرٹری جنرل: جمعیت علماء پاکستان، فاؤنڈر: صفہ یونیورسٹی لاہور، دارالعلوم محمدیہ رضویہ (فردوس مارکیٹ) گلبرگ لاہور 0300-9466975

فروغ کے لیے کیا اور پہلے دن سے ہی پوری دنیا کو اپنا میدان عمل بنایا اور دنیا بھر کے تمام بر اعظموں میں دین اسلام کی تعلیمات کو پہنچانے کے لیے زندگی بھر جدو جہد کی۔ یوں تو آپ نے پوری دنیا میں تبلیغ دین کے لیے ایسے کارہائے نمایاں سر انجام دیئے جن کی بدولت دنیا کے بیشتر ممالک میں ان کی قائم کردہ مساجد، مدارس اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے فلاحی ادارے آج بھی اسلام کے نور سے لوگوں کے قلوب و اذہان کو منور کر رہے ہیں ان کی پوری دنیا میں پھیلی تعلیمات کا چرچا تو بہت طویل ہے مگر یہاں ان کی وطن عزیز پاکستان کے لیے جدو جہد اور پھر اس کے ساتھ والہانہ محبت وعقیدت کا ذکر کرنا مقصود ہے چنانچہ ان ہی کی ایک کتاب "ذکر حبیب ﷺ" سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں یہ ایک دُعا کا حصہ ہے۔

"......اے غلاموں کے سر پر تاج عزت رکھنے والے ! اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے ! سن لے، ہم بے کسوں، بے بسوں کی سن لے۔ ہم سیاہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے۔ دین کی عزت رکھ لے، دین کا علم سرنگوں نہ ہونے دے، ہمیں قوت دے، طاقت دے، عزت دے، حمیت دے، غیرت دے...... برصغیر میں جو چھوٹی سی آزاد، خود مختار پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائی ہے اس کی حفاظت فرما، اسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنی میں اسلامی دولت اسلامی سلطنت اور الٰہی مملکت بنا، جہاں تیرے احکام جاری ہوں، تیرے دین کا علم بلند ہو۔"

درج بالا دُعائیہ عبارت کے ایک ایک حرف سے ان کی پاکستان کے ساتھ محبت اور عقیدت کا اظہار نمایاں ہے آپ ہر ملی تحریک میں پیش پیش رہے تحریک خلافت میں مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ کام کیا، شدھی تحریک کو روکنے کے لیے بھر پور جدو جہد کی، تحریک پاکستان میں برصغیر کے کونے کونے میں جا کر اس تحریک کو روشناس کرایا اندرون و بیرون ممالک پاکستان کے مخالفین کو مناظروں کے ذریعے نیچا دکھایا، آپ نے ۱۹۴۶ء بنارس سنی کانفرنس میں اہم کردار ادا کیا آپ نے ۱۹۴۶ء میں قیام پاکستان کے حق میں ایسی مہم چلائی کہ آل انڈیا مسلم لیگ نے آپ کی قیادت میں ایک وفد سعودی عرب روانہ کیا آپ نے اپنے تمام تر تعلقات کو بروئے کار لا کر پاکستان کے حق میں فضا ہموار کی۔ مصر، فلسطین، شام اور لبنان کا دورہ کیا ایران

اور عراق میں اسلامیان ہند کے پیغام کو پہنچایا آپ نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں قائد اخوان المسلمین حسن البناء، مفتی اعظم فلسطین حضرت سید امین الحسینی اور اردن کے بادشاہ سید عبداللہ شاہ کو بھی نظریہ پاکستان سے روشناس کرایا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ نے ریاست کے لیے قائد اعظم کو ایک جامع دستور العمل پیش کیا جسے قائد اعظم نے قومی اسمبلی کی منظوری پر نافذ کرنے کا وعدہ کیا مگر قائد اعظم کی زندگی نے وفا نہ کی اور یہ وعدہ پورا نہ ہو سکا۔

آپ کو حضور اکرم ﷺ کے شہر پاک سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی تبلیغی دوروں کے دوران اکثر مدینہ منورہ حاضری کے لیے تشریف لے جاتے اور مدینہ منورہ میں موت کی دعا بھی کیا کرتے تھے اسی محبت کی بدولت ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ بمطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو ۶۳ برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں آپ کا انتقال ہوا اور جنت البقیع میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں مدفون ہوئے۔

آپ کے انتقال کے بعد آپ کے عظیم فرزند حضرت علامہ امام شاہ احمد نورانی نے آپ کی تبلیغی خدمات کا سلسلہ جاری رکھا اور پوری دنیا میں آپ کے بنائے ہوئے اداروں کی سرپرستی کے ساتھ ساتھ وطن عزیز پاکستان میں انتہائی اہم سیاسی کردار ادا کیا مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنے والد کی خواہش کے مطابق ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لیے زندگی بھر جدو جہد کی ان کی کوششوں سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا پاکستان کے دستور کو اسلامی بنانے اور ریاست کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" رکھنے میں اہم کردار ادا کیا مولانا نورانی نے دینی جماعتوں کے اتحاد کے ذریعے ملک میں جاری قتل و غارت کا خاتمہ کیا اور اپنی زندگی کے آخری سالوں میں دینی جماعتوں کے اتحاد "متحدہ مجلس عمل" کے ذریعے پارلیمنٹ میں اہم کردار ادا کیا مولانا نورانی ایک طویل عرصہ تک جمعیت علماء پاکستان کے صدر رہے اور ملک میں نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کی جدو جہد کرتے کرتے اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ الحمد للہ ان کے بعد مبلغ اسلام حضرت شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی کا فیض اب بھی صاحبزادہ شاہ محمد انس نورانی اور صاحبزادہ شاہ محمد اویس نورانی کی شکل میں جاری ہے۔

خورشید نما

شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

پاکستان کے عاشق حقیقی

تحریر......صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی ☆

”اے غلاموں کے سر پر تاج عزت رکھنے والے! اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے! سن لے، سن لے، ہم بیکسوں، بے بسوں کی سن لے! ہم سیہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے! دین کی عزت رکھ لے! علَم کو سرنگوں نہ ہونے دے! ہمیں قوت دے، طاقت دے، عزت دے، جمعیت دے، غیرت دے! برصغیر ہند میں جو چھوٹی سی آزاد خودمختار پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اس کی حفاظت فرما! اسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنی میں اسلامی دولت، اسلامی سلطنت اور الٰہی مملکت بنا! جہاں تیرا قانون، تیرے احکام جاری ہوں، تیرے دین کا علَم بلند ہو اور تیرے نام کا ابدالآباد تک بول بالا رہے۔ مولیٰ! مولیٰ! اے رحم و کرم والے مولیٰ! ہماری دعائیں قبول کر!“

مندرجہ بالا الفاظ دعائیہ ہیں اور یہ دعا ایک بے تاب تمنا کی صورت میں حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے ہونٹوں پر مچلی ہے، اور یہ دعا ان کی ایک کتاب ”ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم“ سے لی گئی ہے۔

یہ دعائیہ الفاظ کئی لحاظ سے لائق توجہ اور حامل اہمیت ہیں، لفظوں کا دروبست اور جملوں کی ساخت پتہ دے رہی ہے کہ دعا کرنے والا شخص ایک عالم بے خودی اور جہان محویت میں ہے جہاں دعا کرنے والے اور دعا سننے والے کے درمیان کوئی حجاب حائل نہیں، دعا گو کی روح دعا کے قالب میں پوری طرح ڈھل چکی ہے، بندے کے پاس

☆ ادیب، تشہیر، مصنف و کالم نگار، مدیر اعلیٰ ہفت روزہ ”تسخیر“ لاہور۔ (افسوس کہ عین جوانی میں کینسر میں مبتلا ہو گئے اور .... کو وفات پائی۔ سبزہ زار لاہور کے قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں)

اپنے مولا کے لیے، جس قدر عاجزی، بے کسی، محتاجی، بے چارگی اور بے نوائی کے جذبات ہو سکتے ہیں وہ کاسۂ دعا میں رکھ کر دعا گو نے اپنے مولا، اپنے قاضی الحاجات اور اپنے مجیب الدعوات کے حضور پیش کر دیئے ہیں۔ بھیک مانگنے کا یہ انداز داتا کو ہمیشہ پسند آیا ہے، لیکن اس دعا کا ایک پہلو انتہائی توجہ طلب ہے کہ ایسے موقع پر جب بندہ اپنے آپ کو خود سپردگی کے آخری نقطے پر پہنچا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو بھی سند قبولیت عطا فرما دیتا ہے، کوئی بندہ ایسی کیفیت میں چاہے تو اپنے لیے، اپنی ذات کے لیے، اپنی اولاد کے لیے وہ کچھ مانگ سکتا ہے اور اسے وہ کچھ مل سکتا ہے، جو اس سے پہلے بندے نے نہیں مانگا تھا اور مولا آج اسے دینے پر آمادہ ہے، مگر مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی نے ایسے موقع پر نہ اپنے لیے کچھ طلب کیا اور نہ اولاد کے مستقبل کے لیے طمع کیا ہے بلکہ جو کچھ مانگا ہے پیارے پاکستان کے لیے مانگا ہے، دعا کے ان لمحات میں اگر مولانا کا سر اظہار عجز کے لیے بارگاہِ ایزدی میں جھکا ہے تو پاکستان کے لیے، ہونٹ کپکپائے ہیں تو پاکستان کے لیے، آنکھوں کے گوشے نم ہوئے ہیں تو پاکستان کے لیے، ہاتھ اٹھے ہیں تو پاکستان کے لیے، دامن پھیلا ہے تو پاکستان کے لیے، جسم پر لرزہ طاری ہوا ہے تو پاکستان کے لیے، جملوں میں بے بسی سمائی ہے تو پاکستان کے لیے، لفظوں میں تڑپ پیدا ہوئی ہے تو پاکستان کے لیے اور آواز بھرائی ہے تو پاکستان کے لیے۔

دعا کا یہ آہنگ ہم نے ان لوگوں میں کبھی نہیں دیکھا، جنھیں پاکستان کی بدولت وہ کچھ نصیب ہوا جس کے وہ نہ اس سے پہلے مستحق تھے اور نہ اس کے بعد اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر سکے، کوڑیوں میں بکنے والے موتیوں کے تول تلنے لگے، متحدہ ہندوستان میں ”چپڑاسی“ کا عہدہ رکھنے والے یہاں آ کر ”باس“ بن گئے اور انگریزوں کی چاکری کرنے والے یہاں افسری کرنے لگے، لیکن مجال ہے جو انہوں نے اس محبت، عقیدت، چاہت، وارفتگی اور شیفتگی کے ساتھ اس پاکستان کے لیے کسی بھی مرحلے پر دعا کی ہو جس پاکستان نے انہیں ”ککھ“ سے ”لکھ“ بنا دیا، ایسے لوگوں نے باتیں تو کیں، مگر سر بسر شکایتیں، دعا بھی کی تو باندازِ شکوہ، مراعات نہ ملنے کی شکایات، اور

حسب منشاء عہدہ نہ ملنے کا شکوہ، یہ لوگ دہلی جائیں تو کہتے نظر آتے ہیں کہ اتنی عظیم سلطنت کو تقسیم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ لال قلعہ اور شاہی قلعہ میں فاصلے پیدا کرنے کی کیا حاجت تھی؟ ان سرحدوں کو ختم کر دینا چاہیے، یہ تقسیم مصنوعی تھی اور اب بھی عارضی ہے۔ یہی لوگ جب لندن اترتے ہیں تو کہتے نظر آتے ہیں کہ انگریز بہادر کا دور سنہری دور تھا، امن تو بس انگریز نے قائم کیا اور خوش حالی صرف انگریزی عہد میں تھی۔ انہی لوگوں کو جب امریکہ کا ویزہ ملتا ہے تو ان کے دل سے ہوک اٹھتی ہے کاش اس کے ساتھ ہی گرین کارڈ بھی مل جائے، یہ شکوہ سنج اور زود رنج لوگ کون ہیں؟ بے روزگار؟ نہیں، بلکہ شریک اقتدار! یہاں کی افسر شاہی کے ستائے ہوئے؟ نہیں، بلکہ دودھوں نہائے ہوئے! ستم رسیدگان وغم زدگان؟ نہیں، بلکہ اسمبلیوں کے ممبران اور مالدار سیاستدان! یعنی جن کی ساری شان وشوکت پاکستان کے دم سے ہے پاکستان بننے کا غم بھی انہی کو لاحق ہے، ایک طرف یہ نفسیات ہے اور دوسری جانب مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ کی ذات ہے کہ وہ ۱۸۹۲ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے، ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بنا اور ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں دفن ہوئے، ان کی عمر میں محض سات برس ایسے گزرے جن کا تعلق پاکستان سے بنتا ہے، مگر یہ سات سال بھی انہوں نے پاکستان میں نہیں گزارے، بلکہ انہوں نے اپنی کل عمر کا نصف سے بھی زائد یعنی ۳۵ سال تبلیغ واشاعت اسلام کے لیے مختلف ممالک میں بسر کیے، برما سے چلتے اور ملائشیا میں جا نکلتے، انڈونیشیا سے اٹھتے اور جاپان جا کر سامان کھولتے، چین سے نکلتے اور پرتگال جا پہنچتے، جنوبی افریقہ سے سامان سفر باندھتے اور کینیا پہنچ کر رخت سفر کھولتے، آج فرانس میں ہیں تو کل برطانیہ میں، گرمیاں یوگنڈا میں گزرتیں تو سردیاں کانگو میں بسر ہوتیں، ایک ماہ امریکہ میں ہیں تو دوسرے ماہ کینیڈا میں، ایک چاند مصر میں دیکھا تو دوسرا جنوبی افریقہ میں، خطہ حجاز تو ان کا وطن ثانی تھا۔ آپ نے سارے براعظم دیکھے، آپ شرق وغرب گھومے، دنیا بھر کی میزبانی سے لطف اٹھایا، لیکن دل نوزائیدہ اسلامی مملکت پاکستان میں اٹکا رہا۔ جن لوگوں کو ایک بار کسی دوسرے ملک کے

ایئرپورٹ پر قدم رکھنے کا موقع ملا، ان کو سب کچھ یاد رہا مگر پاکستان بھولا رہا، اور ایک علامہ صدیقی ہیں کہ جنہوں نے دنیا بھر کے شہروں، سمندروں، دریاؤں، صحراؤں اور ریگستانوں کو دیکھ کر بھی دل کے ارمانوں کا مرکز صرف پاکستان کو بنایا، پاکستان کی خیر مانگتے ہوئے ان کے ذہن میں یہ نہیں ہوتا تھا کہ ملک میں ان کی فیکٹریاں چل رہی ہیں، یا بنگلے بنے ہوئے ہیں، وسیع کاروبار ہے یا کوئی بڑا عہدہ ہے، بلکہ وہ اس ملک کی خیر اس لیے مانگتے تھے کہ یہ ٹکڑا اللہ ورسول ﷺ نے اسلامیان ہند کی جھولی میں خیرات کے طور پر ڈالا تھا، اور ہر گدا اپنے آقا کی خیرات کی قدر کرتا ہے۔

شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۶ء میں قیام پاکستان کے حق میں مہم چلائی، آل انڈیا مسلم لیگ نے ان کی قیادت میں ایک وفد سعودی عرب روانہ کیا، آپ نے اپنے تمام تر تعلقات کو بروئے کار لا کر پاکستان کے حق میں فضا ہموار کی۔ اس سلسلے میں مصر بھی گئے، اہل فلسطین کو قیام پاکستان کا فلسفہ سمجھایا، شام اور لبنان کا دورہ کیا، اردن اور عراق تک اسلامیان ہند کا پیغام لے کر گئے۔ اس ساری جدوجہد کا مقصد یہ نہیں تھا کہ پاکستان بنے گا تو وہ "شیخ الاسلام" بن جائیں گے، بلکہ ماحصل یہ تھا جو ان کی دعا میں نظر آتا ہے کہ ارض وطن، اسلامی دولت، اسلامی سلطنت اور الٰہی مملکت بنے۔ اللہ کا قانون اور اس کے احکام نافذ ہوں، دین کا علم بلند ہو، لیکن ہماری اجتماعی بدقسمتی اپنی جگہ پر ہے کہ جن لوگوں نے تحریک پاکستان کی فضا بنانے اور رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے شرق وغرب کے فاصلے کر ڈالے، سردی گرمی کا احساس مٹا ڈالا، سفر وحضر کی کلفت وراحت کا مفہوم بدل ڈالا، پنجاب، بہار اور میرٹھ اور پشاور کے راستے روند ڈالے پاکستان بننے کے بعد ان کا ارادہ وعزم محض خواب بن کر رہ گیا مگر جن کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی نہ چبھا اور جن کا ایک دھیلا بھی نہ لٹا ان پر رنگین شباب آ گیا، لیکن عشق نے کب صلہ چاہا ہے؟ عشق میں خواب ہی تعبیر ہوتا ہے، حسن بذات خود عشق کا معاوضہ ہے، پاکستان بن گیا گویا سب کچھ مل گیا اور شاہ عبدالعلیم صدیقی کا عشق سرخرو ہو گیا۔

(تاریخ کی مراد۔ ص ۱۵۶ تا ۱۶۰، مطبوعہ لاہور)

اکابر اہلِ سنت

مولانا ضیاء القادری بدایونی علیہ الرحمۃ نے اکابر علماء مشائخ اہلِ سنت کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور ان کے حسبِ حال منظوم نذرانہ عقیدت پیش کیا تھا اس نظم کا وہ حصہ حاضر ہے جو صرف مرحوم علماء و مشائخ اہلِ سنت سے متعلق ہے۔

مجھے ہے یاد اب تک دور وہ یمن و سعادت کا — کہ عرس قادری جنت کدہ تھا اہل سنت کا
میرے پیشِ نظر ہیں وہ مقدس صورتیں ساری — عیاں تھا جن کے رُخ سے نور اصحاب رسالت کا
وہ عالم وہ مشائخ وہ اکابر میں نے دیکھے ہیں — ہر اہل معرفت مشتاق تھا جن کی زیارت کا
یہ عرس قادری مشہور تھا ہندوستان بھر میں — یہاں سے لوگ پاتے تھے سبق رشد و ہدایت کا
یہاں چشتی بہشتی قادری رضوی براتی تھے — فقیر قادری نوشاہ تھا بزمِ طریقت کا
ضیائے احمد نوری سے روشن میری آنکھیں ہیں — اس آئینہ سے جلوہ تھا عیاں شانِ نبوت کا
سمئ غوث اعظم مظہر حق قبلہ عالم — عجیب انداز تھا تاج الفحول پاک طینت کا
فقیر عبد قادر قادری کا میں بھکاری ہوں — براہِ راست ہے جن سے تعلق میری بیعت کا
سراپا علم و عرفان ذات تھی احمد رضا خاں کی — ابد مدت رہے گا تذکرہ جن کی جلالت کا
غلام پیر عبد المقتدر محبوب عین حق — وجود پاک جن کا عطر مجموعہ تھا رحمت کا
شبیہہ غوثِ اعظم اشرفی نو شاہ سمنانی — تھا دیدار شہِ جیلاں نظارہ جن کی صورت کا
کیا ہے میں نے بزمِ عرس میں بے پردہ نظارہ — وصی احمد محدث سورتی کی پاک صورت کا
ہدایت یاب دربار رسول رحمتِ عالم — تھا جن کا وعظ اک بحرِ رواں رشد و ہدایت کا
مقدس صورتیں حضرات مارہرہ کی دیکھی ہیں — عقیدت مند ہوں سب کے تقدس کا سیادت کا
میاں حاجی محمد شیر پیلی بھیت کے آقا — حشم قائم تھا جن سے نقشبندی شان و شوکت کا
جمال حضرت حامد رضا خاں ہے نگاہوں میں — جو تھا علمی مرقع حسن سیرت حسن صورت کا

وہ مولانا حسن چرچا رہے گا تا ابد باقی — نگارستان ذوق نعمت سے جن کی فصاحت کا
لکھے خط گولڑا کو میں نے اکثر حکم مرشد سے — رہا مشتاق میں مہر علی شاہ کی زیارت کا
علی پوری محدث نقشبندی قبلہ عالم — لقب تھا ہند میں حاصل جنہیں پیر جماعت کا
ظفر الدین الجید کی شان علم کیا کہیئے — ہوں شیدا حضرت امجد علی کی میں فقاہت کا
وہ مولانا نعیم الدین جو صدر الافاضل تھے — ثنا خواں ہے زمانہ جن کے علم و فضل و حکمت کا
فقیہ و عالم و درویش دیدار علی سید — ہیں بوالبرکات و بوالحسنات غازہ جن کی صورت کا
وہ سید احمد اشرف اشرفی نو شاہ جیلانی — جہانِ حُسن میں سکہ رواں تھا جن کی صورت کا
جمال عبدالباری جذب ہے میری نگاہوں میں — میں ناظر ہوں محمد اسلمِ پاکیزہ صورت کا
ولی و عالمِ دین محمد شیخ جالندھر — جنہوں نے رد کیا اجمیر میں بخدی بطالت کا
جناب شاہ قطب الدین پردیسی برہمچاری — نہ تھا کوئی مناظر انڈیا میں اس جلالت کا
کچھوچھہ، کالپی، بانسہ، بدایوں اور مارہرہ — ہیں ارجن ہند میں صدیوں سے مرکز قادریت کا
جناب شاہ موسیٰ صاحب سجادہ تونسہ — ملا اجمیر میں موقع مجھے اُن کی زیارت کا
شہِ عبد القدیر قادری مقبول ربانی — شرف بخشا ہے جن کو غوثِ اعظم نے ولایت کا
محدث اعظم و سیّد محمد اشرفی جیلانی — مسلم صدر اعظم ہے جو بزمِ اہلِ سنت کا
بریلی منظر اسلام کے سالانہ جلسوں میں — شرف دیکھا ہے میں نے عبد غفار و سلامت کا
میری درخواست پر اکثر میرے جلسوں میں آئے ہیں — بیاں ہو کیا شرف عبد العلیم پاک طینت کا
عظیم المرتبت شیخ الحدیث و عالم و اکمل — ہے قائل اک جہاں سردار احمد کی قیادت کا
محمد احمد ذیشاں ابو الحسنات مولانا — امام و صدر تھا جو عالمانِ اہلِ سنت کا
ابو البرکات سیّد سیّد احمد قادری رضوی — ہے احساں مجلس احناف پر جن کی صدارت کا
محمد عبد قادر قادری چشتی بدایونی — تھا صدر محترم جو مرکزی علمی جمعیت کا
فقیہ حضرت مظہر اللہ مفتی اعظم — فتح پوری ہے مرکز جن کی علمی شان و شوکت کا

فقیہہ خوش بیاں عبد الحفیظ مفتی دوراں زمانہ معترف ہے جس کے انداز فطابت کا
جناب برہان حق احسان حق مولانا اجمل سے رہا ہے سابقہ اکثر میری صاحب سلامت کا
فقیہہ و مفتی و مولانا صاجبزادہ ہے جن میں علاوہ علم و حکمت خاص اک جوہر متانت کا
مفسر فاضل و علامہ مولانا عمر جن سے نمایاں رنگ ہے صدر الافاضل کی فضیلت کا
سُنے ہیں منطقی و فلسفی اکثر بیاں میں نے ہوں قائل مولوی عبد الغفور بدروجاہت کا
امین لحن داؤدی شہ احمد حسن قادری سرورو کیف ہے جن کی خطابت میں قیامت کا
وہ مولانا عمر شریں زباں و خوش بیاں واعظ بیاں میں جن کے ہوتا ہے مزہ پنہاں حلاوت کا
میں ہوں عبد السلام باندوی کا معترف دل سے خوش آوازی میں ہے جن کی ترنم جاذبیت کا
مفسرِ واعظ بے مثل احمد یار خاں فاضل اثر ہے وعظ میں جن کی بدایونی فصاحت کا
غلام احمد مرسل ترنم خندہ رہ واعظ بلند آوازہ ہے پنجاب میں جن کی خطابت کا
وہ مولانا تقدس وہ مقدس محترم فاضل اثر ہر قادری کے دل میں ہے جن کی محبت کا

(بشکریہ: مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی میلسی پاکستان)

حال و مقام

دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بتدریج
بندے کو عطا کرتے ہیں چشمِ نگراں اور
احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ
ہر لحظہ ہے سالک کا زماں اور مکاں اور
الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلّا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور!
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور!

انوارِ رضا

حضرت سفیرِ اسلام نمبر

قطعۂ تاریخ وصال

زبدۂ انام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ عبدالعلیم صدیقی جاں نثار حبیب رب انام
اعلیٰ حضرت کے نام پر قربان غوث اعظم کے بندۂ بے دام
کی جہاں بھر میں دین کی تبلیغ ہے جہاں بھر میں آج ان کا نام
مل گئی جگہ مدینے میں اس سے بہتر کہاں ہے، کوئی مقام
ہے یہ صابرؔ وصال کی تاریخ نیک سیرت مبلغ اسلام

(صابر براری۔ تاریخ رفتگان، مطبوعہ ادارہ فکر نو۔ کراچی۔ ۱۹۸۶ء۔ ص ۳۵)

افکار و نظریات

(استقامت و فکرِ محکم)

مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی اور جارج برنارڈ شا کے درمیان ایک گفتگو

حرفِ تاثیر...... ایک عظیم یادگار مکالمہ

اسلام اور عیسائیت کے دو بڑے مبلغین کے مابین یہ مشہور مکالمہ اپنے اندر بہت کچھ لیے ہوئے ہے۔ یہ متعدد مرتبہ شائع ہوا۔ ہم نے ترجمان ''اہل سنت'' کراچی سے لیا جن پر مدیر اعلیٰ کی طرف سے یہ نوٹ اضافی ہے کہ مذکورہ روئیداد 1935ء میں جنوبی افریقہ کے ایک ملک کینیا کے شہر ممباسا میں مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی اور بین الاقوامی شہرت یافتہ آئرش اسکالر جارج برنارڈ شا کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ترجمہ ہے جسے انفارمیشن سینٹر آف دی انٹرنیشنل اسلامک مشنریز گلڈز نے A SHAVIAN AND THEOLOGIAN کے نام سے شائع کیا تھا۔ اس کا اردو زبان میں ترجمہ سید طارق علی صاحب نے کیا تھا جسے ماہنامہ ترجمان اہلسنت نے اپنے مارچ 1972ء کے شمارے میں شائع کیا تھا۔'' دوسری مرتبہ ماہنامہ کنزالایمان نے جنوری 2003ء میں اسے شائع کیا جسے ڈاکٹر اعجاز مدنی قادری نے ترجمہ کیا تھا۔ البتہ ہم ترجمان اہلسنت کا ترجمہ ہی شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ادارہ کو جزا دے اور اسے شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین ....(محبوب قادری)

حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی القادری جب ممباسا کے دورے پر گئے تو انہوں نے دنیا کے ممتاز عالم برنارڈ شا سے جن کا تعلق آئرلینڈ سے تھا، ملاقات کی برنارڈ شا اس وقت تعطیلات گزارنے کے لئے جنوبی افریقہ جاتے ہوئے ممباسا سے گزر رہے تھے۔ یونین کیسل لائنز لنغطکو نامی بحری جہاز جس سے برنارڈ شا سفر کر رہے تھے۔ تین دن کے لئے جزیرے کے کنارے رکا اور وہ ممباسا کے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کے مہمان بنے۔ جس سے برنارڈ شا کی دور کی رشتے داری بھی تھی۔ ملاقات کے لئے جب مولانا صاحب ۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء بروز بدھ بوقت صبح مجسٹریٹ کے بنگلے پر پہنچے تو شاہ عبدالعلیم صدیقی کے خیر مقدم کے لئے خود برنارڈ شا باہر آئے۔ جارج برنارڈ شا درمیانہ قد اور مضبوط جسم والی موثر اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ جب وہ باہر آئے تو ان کے چہرے پر وہ واجبی سی مسکراہٹ نہیں تھی جو

محض ہونٹوں کے کناروں تک محدود رہتی ہے۔ بلکہ انہوں نے خوشی اور گرمجوشی سے بھرپور خیر مقدمی قہقہے کے ساتھ مولانا کا استقبال کیا۔ سچ سوچیے تو برنارڈ شا ''شیطین'' نہیں لگ رہے تھے۔ جیسا کہ ان کے بارے میں مشہور ہے بلکہ انہوں نے شیو تک نہیں کیا تھا اور ان کے چہرے پر لہلہاتی ہوئی داڑھی ان تمام باتوں کی نفی کر رہی تھی جو برنارڈ شا کے بارے میں کہی جاتی ہیں۔ سوائے اپنی داڑھی، سر کے بال اور پلکوں کی رنگت کے جو بڑی عمر کی چغلی کھاتی تھیں برنارڈ شا نوجوان دکھائی دے رہے تھے۔ دوسری جانب مولانا اپنے باوقار عربی لباس میں نسبتاً کم عمر دکھائی دے رہے تھے۔ حالانکہ ان کی عمر ۴۳ سال تھی۔ لیکن ذہنی مشقت نے انہیں وقت سے پہلے بڑھاپے کی طرف مائل کر دیا تھا۔ مولانا صاحب اپنی کار سے باہر تشریف لائے، دونوں کے درمیان سلام وغیرہ کا دل خوش کن تبادلہ ہوا جس کے بعد مولانا صاحب نے فرمایا انہیں برنارڈ شا سے مل کر بے انتہا خوشی ہوئی ہے۔ جارج برنارڈ شا نے فوراً کہا کہ وہ ان کے تبلیغی دوروں اور اسلام کی ترویج کے بہترین طریقوں کے متعلق بہت کچھ سن چکے ہیں۔ انہیں مولانا سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا اور یہ واقعی بہت ہی حسین اتفاق ہے کہ وہ دونوں ایک مقام پر ایک ہی وقت میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ ہم یہاں دونوں بزرگوں اور عالموں کے سوال و جواب جوں کے توں نقل کرتے ہیں۔

جارج برنارڈ شا: مجھے افسوس ہے کہ میں مجبور تھا اور پروگرام کے مطابق مصروف بھی، اس لئے کل آپ کے لیکچر میں حاضر نہ ہو سکا حالانکہ میں دل سے آرزومند تھا لیکن بہرحال اپنے آپ کو سمیٹ نہ سکا آپ نے امن کے فلسفے پر اظہار خیال فرمایا لیکن مسلمان ہونے کے ناطے آپ کو جنگ کے فلسفہ پر گفتگو کرنی چاہیے تھی اس لئے کہ بالیقین اسلام صرف تلوار کے زور پر پھیلا ہے۔

مولانا صاحب: اسلام کے بارے میں یہ ایک غلط فہمی ہے کل ہی میں نے اس موضوع پر لیکچر دیا اور تفصیل سے بیان کیا مجھے سخت حیرت ہے کہ متعصب ذہنوں نے

اسلام کے خلاف جو زہر افشانی کی آپ جیسے دانش مند منصف مزاج، عدل پرور، محقق ذہن رکھنے والا، عالم گیر شہرت کا مالک بھی ایسے فاسد رائے رکھتا ہے۔ خیر آپ کی تشفی کے لئے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ اسلام کے لفظی معنی از خود امن کے ہیں اگر آپ چاہیں تو خود مطالعہ فرمالیں۔ ۱۴ سو سال گذرنے پر بھی قرآن و حدیث بلا تخفیف زیر و زبر اپنی ابتدائی حالت میں موجود ہے۔ بلاشبہ اسلام خود تحفظی کی دعوت دیتا ہے اگر دشمنوں کی یلغار ہو اور سرحدیں غیر محفوظ تو ایسی حالت میں تلوار اٹھانے کی اجازت ہے۔ قرآن میں اس رعایت کو واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے مثلاً اسلام میں اکراہ یا دباؤ نہیں، تشدد و ظلم نہیں اسلام بڑی سختی سے ظلم و استبداد کو حرام قرار دیتا ہے اور خاص طور سے تمام مذہبی امور کو دلنشیں پیرائیہ میں تبلیغ کی دعوت دیتا ہے۔ حقیقت میں یہی بات میں عیسائی قدیم مذہب میں بھی پاتا ہوں اس لئے کہ عیسائی مذہب بھی خدا کی طرف سے امن و سکون کا گہوارہ تھا اس لئے کہ اللہ کی طرف سے ظلم و جنگ کی دعوت کبھی نہیں دی گئی۔ اعتقادات کے ضمن میں پیار و محبت پہلا بنیادی اصول تھا جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تبلیغ کی گئی اور جنگ و جدل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ آپ خود سوچئے یہ عقل و فطرت انسانی کے عین مطابق بھی ہے لیکن پھر بھی اس مذہب کے بنیادی اعتقادات و افکار میں بڑی تبدیلی آئی راہبوں اور حواریوں کے چاہنے والوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ۳۲۵ سال بعد بتھنیا میں کونسل کا ایک اجلاس طلب کیا اور اسی مجلس میں پہلی بار نبی کو خدا کا درجہ دیا گیا کونسل کے اس فیصلہ کا بے شمار انسانوں نے جو عیسائی تھے عیسیٰ کے خدا ہونے کا انکار کیا تب آپ خود دیکھئے کہ ہزاروں عیسائیوں کا نہایت وحشیانہ طریقہ پر قتل ہوا۔ عیسائیوں نے اپنی جانیں دے دیں مگر بندہ کو خدا نہ کہا نہ سمجھا۔ بربریت اور انسانی خون کی یہ ہولی صرف یورپ میں ہی نہیں کھیلی گئی بلکہ بیت المقدس میں بھی خون کی نہریں بہائی گئیں ان المناک خونی حادثات کے باوجود میں مذہب عیسائیت کو اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتا ہاں اس قتل و غارت گری کے ذمہ دار کونسل وہ سربراہ اور چرچ کے بڑے پادری ہیں جنہوں نے اس عقیدہ کا پرچار کیا اور لاشوں

کے ڈھیر لگا دیئے ان بڑے پادریوں نے اپنی شخصیت، وجاہت، طاقت اور قدرت کو استعمال کیا اور پانی کی طرف نسل انسانی کا خون بہایا اور اپنی مرضی کے مطابق زبردستی لوگوں کو محکوم کیا بڑے پادریوں نے اس ظلم وستم کو آپ عیسائیت کے بنیادی عقائد کہیں گے؟ اسی طرح عیسائی حکمراں پادریوں نے جب اسلام کا عروج ہوا تو صلیبی جہادوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا وہ اس لئے کہ اسلام، خدا اور صرف ایک خدائے قادر و مطلق کی گواہی دیتا تھا اور تبلیغ عام کرتا تھا تین خدا والے عیسائیوں کو اپنا مذہب اپنا خود ساختہ عقیدہ خطرے میں نظر آیا اس لئے ان گنت عیسائیوں کو مدمقابل کھڑا کر دیا خون عیسائی کو گرم اور جنگجو بنانے کے لئے پادریوں نے ایک اور طریقہ بھی اختیار کیا اور وہ کہ عیسائیوں کو روح فرسا، جھوٹے، من گھڑت مسلمانوں کے عیسائیوں پر ظلم وستم کے ایسے افسانے تراشے، خطبات سے کام لیا لٹریچر شائع کیا اور اسلام و مسلمانوں کو غیر ضروری طور پر اس قدر کریہہ المنظر اور وحشی ثابت کیا کہ صریحاً جھوٹ بھی سچ سمجھا جانے لگا۔ پورے یورپ کو اکسایا گیا اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف صلیبی جہاد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ عیسائی مبلغین نے مسلمانوں کو کافر کہا اور ان کو عیسائیت کا سب سے بڑا خونی دشمن ٹھہرایا۔ چرچ کے پادریوں نے جس دروغ گوئی، نفرت اور انتقام کا سلوک مسلمانوں سے کیا۔ کیا آپ اسے عیسائی مذہب کے بنیادی فرائض کہیں گے؟ جب عیسائی مذہب ان تمام مظالم کا ذمہ دار نہیں اور صرف مبلغین عیسائیت جنھوں نے ماحول کو برانگیختہ کیا ذمہ دار ٹھہرائیں گے تو بالکل اسی طرح اسلام اور مسلمانوں کے موقف کو سمجھا جا سکتا ہے بنیادی طور پر عیسائیت یا اسلام ان خون خرابیوں کا ذمہ دار نہیں۔

علاوہ ازیں اگر یہ مان لیا جائے کہ چند مسلم بادشاہوں نے یا قبیلوں نے دنیا طلبی یا سیم و زر کے لئے جنگیں کیں خون بہایا حکومتوں کو وسعت دی تو انہیں کسی طرح معصوم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ مسلم حکمران بھی اتنے ہی ذمہ دار ہیں اور قابل مذہب کہے جائیں گے جتنے کہ عیسائی پادری۔ مسلمان حکمرانوں کا یہ ذاتی فعل ہے۔ گھناؤنا عمل ہے لہٰذا ان خودسر بادشاہوں کے کالے کرتوت اسلام کے سر نہیں منڈھے جا

سکتے۔ یہ غیر واجبی بات ہے اس ضمن میں عرض کروں کہ میں نے شہر ڈربن میں ایک خصوصی لیکچر دیا تھا اور بادلائل خاص اشخاص و واقعات کے حوالے بھی دیئے تھے (اتنا کہہ کر مولانا صاحب نے جیب سے کتابچہ نکالا اور شائع شدہ لیکچر کے اقتباسات پڑھنے لگے) لوگ اگر بداعتقادی وتوہم پرستی کا شکار ہوتے ہیں شخصی سمجھ بوجھ یا اپنی عقل و فہم کے مطابق گمراہی پھیلاتے ہیں جو حقیقتاً نہ مذہب ہے نہ مذہب کی بنیادی تعلیمات اور پھر مذہب ہی کے نام پر اعلان جہاد کرتے ہیں ایسی صورت میں تمام تر بداعمالیوں کا ذمہ دار انہی اشخاص کو ٹھہرایا جائے گا۔ مذہب قطعاً بری الذمہ ہے۔ میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں کہ کیا امن کے نام پر پہلی جنگ عظیم میں لاکھوں انسانوں کا خون نہیں بہایا گیا اور کیا چھوٹے کمزور ممالک کے حقوق کے تحفظ کے نام پر بنیادی حقوق، انصاف، عدل اجتماعی و انسانیت نوازی کے نام پر انہیں پا بہ زنجیر نہیں کیا گیا؟ ایسی صورت میں کیا ہم عالمی برادری کے ان دیانت دار سربراہان ممالک کو ذمہ دار ٹھہرائیں گے جن کی نیتیں امن عامہ کی تھیں۔ مساویانہ حقوق و کرم گستری کی تھیں مگر شرپسندوں نے وہ غل مچایا اور آفت کھڑی کر دی کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔

جارج برنارڈ شا: بے شک آپ نے سچ کہا، پاگل جنونی پادری عیسائی بڑی حد تک اس ہولناک واقعات کے ذمہ دار ہیں عیسائی مذہب ان تمام جنگوں لڑائیوں کا ذمہ دار نہیں لیکن یہ پھر بھی صحیح ہے کہ عیسائیت اور عیسائیوں کے خلاف بہت کچھ غلط فہمی عام ذہنوں میں پائی جاتی ہے۔ عیسائیت نے اتنا جنگ و جدل کا بازار گرم نہیں کیا جتنا اسلام کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کیا عام مسلمان آپ کی رائے سے اتفاق رکھتے ہیں کہ واقعی اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا؟ کیا آپ کی توضیحات کو وہ قبول کرتے ہیں؟

مولانا صاحب: ہر مسلمان کا اعتقادی و ایمانی فرض ہے کہ وہ اسلام کو امن و شانتی کا مذہب قرار دے جو کچھ میں نے آپ کے سامنے پیش کیا یا توجیہات و دلائل دیئے وہ سب قرآن حکیم کا لفظی ترجمہ ہیں۔ میرے اپنے خیالات یا محسوسات کو معنی پہنا کر قرآن و حدیث کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ بے شمار کتابیں امن و جنگ کے

موضوعات پر لکھی گئیں جیسے کہ سید امیر علی، سر سید احمد خان، شبلی نعمانی اور انہی کی طرح بے شمار علماء نے اپنے خیالات کا یہ تحقیقی مطالعہ پیش کیا ہے۔

جارج برنارڈ شا: یہ میں جانتا ہوں کہ واقعی اسلام اور قدیم خالص عیسائی مذہب میں بڑی یکسانیت پائی جاتی ہے۔

مولانا صاحب: جس یکسانیت کی آپ بات کر رہے ہیں وہ کوئی معمولی اختراعی یا خوش فہمی کی وجہ سے نہیں بلکہ اگر میں قرآن کی زبان میں دلیل پیش کروں جو کہتا ہے کہ ہم نے بے شمار پیغمبر بھیجے، آسمانی کتابیں بھیجیں اور صحیفے اتارے ان سب کا مقصد وحدانیت ہی تھا۔ صرف ایک خدائے احد، واحد صمد کی پرستش، اسی ایک کی عبادت و تابعداری ایسی صورت میں بھی ایک قدر مشترک ہے جسے یکسانیت کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اسلام کو ایک جدید مذہب یا انفرادی مذہب سمجھا جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اسلام مذہبی تاریخ کی آخری کڑی ہے اور ان تمام تعلیمات انبیاء کی تصدیق کرتا ہے جو سچے نبی تھے اور خدا کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء خداوند عالم کی طرف سے بھیجے گئے تھے لیکن پھر ہوا یہ کہ انبیاء کی تعلیمات بھلا دی گئیں یا علماء نے اپنی طرف سے شامل کر کے مسخ حالات میں مذہب کی روح فنا کر دی۔ من مانی تاویلات واختصاص یا رعایت سے کام لیا اس لئے پروردگار عالم نے چونکہ ہر مذہب حضرت عیسیٰ تک اپنی اصلی حالت میں نہ تھا، وحی کے ذریعے اصلی بنیادی، مسلسل ایمانی و اعتقادی تعلیم دی اور تمام ادیان کو منسوخ کر کے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو بھیجا۔

جارج برنارڈ شا: قرآن پاک کا وہ ترجمہ جو میں پڑھ چکا ہوں آپ نے جو کچھ قرآن کی نسبت فرمایا لفظ بلفظ تائید ہوتی ہے میں اس ترجمہ کو دیگر تراجم قرآن پر ترجیح دیتا ہوں، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مترجم نے دیگر مترجمین سے ہٹ کر شان نزول یا مضامین کے اعتبار سے تالیف کی ہے۔ اب خود ان کا ترجمہ اور ترتیب دوسروں کے لئے مشعل راہ بن گئی ہے۔ مراکش اور الجیریا کے سفر میں وہی ترجمہ میرے ساتھ تھا اور اکثر

جب میں اس کے حوالے دیتا ہوں یا ان کے بارے میں لکھتا ہوں تو اس زمانے کے مسلمانوں کے حالات پڑھ کر محظوظ رہتا ہوں۔ میرے لئے تو یہ تجربہ مسرت وانبساط کا ایک وسیلہ ہے میرے پاس جو ایڈیشن ہے وہ ''ایوی ہری مینس لائبریری'' کا شائع کردہ ہے اور میں آپ سے عرض کروں کہ میں نے تمام بڑے پبلشروں سے اپیل کی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس ترجمہ کو چھاپیں اور شہرت دیں۔

مولانا صاحب: جس ترجمے کا آ کر آپ نے استعارہ بالکنایہ میں فرمایا ہے کیا وہ مسٹر راڈویل کا ترجمہ ہے؟

جارج برنارڈ شا: جی ہاں

مولانا صاحب: اس میں کوئی شک نہیں کہ مسٹر راڈویل نے بہت زیادہ محنت اور لگن سے قرآن پاک کا ترجمہ کیا اور وہ بھی شان نزول کے اعتبار سے جو بڑی اہمیت کا حامل ہے مگر چونکہ ان کا ماہر زبان عربی ہونا، عربی ادب و اسلامی تاریخ کی یکساں معلومات رکھنا سب سطحی اور اوسط درجہ کا ہے اس لئے عربی سے انگریزی میں ترجمہ کرتے وقت ان سے نہایت گمراہ کن اور فاش غلطیاں سرزد ہوئی ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ جان بوجھ کر یا دانستہ انہوں نے یہ حرکت کی، بلکہ جیسا کہ میں واضح کر چکا ہوں محض کم علمی کی وجہ سے ان کے ہاتھوں جابجا غلطیاں سرزد ہو گئی ہیں۔ میں آپ سے صاف طور پر کہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ اس غیر دیانتدارانہ ترجمہ نے اسلام کے متعلق بڑے گمراہ کن تاثرات قائم کرنے کے موقع فراہم کر دیئے ہیں اب میں یہ بھی بتلا دوں کہ جہاں تک انگریزی تراجم کی ثقاہت وصحت کا تعلق ہے تو میں سفارش کروں گا کہ آپ مارماڈیوک پکھتال کا ترجمہ پڑھیں مجھے یقین ہے کہ اس ترجمے کو پڑھنے کے بعد آپ قرآن اور اسلام دونوں سے نہ واقف ہوں گے بلکہ بلاغت قرآن اور اس کے معانی سے بھی بڑی حد تک واقف ہو سکیں گے۔ میں یہ ہرگز نہ کہوں گا کہ قرآن کے معانی و مفاہیم پوری طرح اس ترجمے سے واضح ہو جاتے ہیں آپ خود انصاف کر سکتے ہیں کہ آپ جس انداز کے مفکر، صاحب طرز انشا پرداز، اور بہترین ماہر زبان، فلسفی اور

ادیب ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ دوسری زبان کا چاہے کتنا ہی ہونہار، دانش مند ادیب ترجمہ کرے کیا آپ کے ادب و انشاء کو من وعن اپنی زبان میں ترجمہ کے ذریعے ڈھال سکے گا۔ زبان کے ساتھ ایک مخصوص ماحول و کلچر اور استعمال زبان و محاورہ بھی ہوتا ہے جس کا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا۔

جارج برنارڈ شا: یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی شہ پارے یا تحقیق کی بنیادی روح کی دوسری زبان میں ہرگز نقل نہیں کیا جا سکتا لسانیاتی حیثیت سے یہ ممکن بھی نہیں ہے اسی وجہ سے بائبل کا ترجمہ بھی نہ ہو سکا لیکن تراجم جتنے بھی ہوئے سب کا معیار بلند ہے اور مزید دقیع و صحیح تر بنانے کی کوششیں جاری ہیں۔

مولانا صاحب: بائبل کا ترجمہ زبان کے اعتبار سے چاہے جتنا دقیع و معیاری اور فن تحریر و ترجمہ کا شاہکار قبول ہے مگر وہ اصل انجیل کہاں ہے جو حضرت عیسیٰ پر اتری تھی۔ اس کا تو نام و نشان ہی روئے زمین پر موجود نہیں اب جو بھی بائبل دستیاب ہو اسے خدا کی کتاب کی حیثیت نہیں دی جا سکتی، بے پناہ ملاوٹ ہو چکی ہے کسی حال میں ہم اسے انجیل مقدس خالص کلمات الٰہیہ نہیں مان سکتے۔ اب تراجم میں جو انجیل ہمیں ملتی ہے وہ یا تو انجیل مقدس کی سنی ہوئی باتوں کا خلاصہ ہے یا حضرت عیسیٰ کے احکام و ملفوظات ہیں۔ بدقسمتی سے روئے زمین پر کہیں بھی انجیل مقدس دستیاب نہیں اس لئے محقق حق کی پیاس نہیں بجھ سکتی۔ مضامین تعلیمات سے تشفی نہیں ہو سکتی اس لئے انسانی دماغ کی اختراع بہ انداز تخیل گویا چربہ اتارا گیا ہے اور بس۔ اسی کے مدمقابل موازنے کے طور پر قرآن حکیم کو دیکھئے وحی خدا کے نازل کردہ حروف، الفاظ و کلمات، زیر و زبر کا فرق نہیں اس احتیاط، حفاظت تصحیح کے بعد من وعن نسل در نسل نقل کیا گیا کہ شوشہ حرکت اور نقطہ تک کا فرق نہیں چاہئے آپ دور صحابہ کے مخطوطے سے ملا کر دیکھ لیجئے کوئی تبدیلی نہیں۔ اب اگر آپ اصلی تعلیمات مسیح کو ملاحظہ کرنا چاہیں اور یقین کی منزل کو حاصل تو سوائے قرآن کے کوئی چارہ نہیں۔ وہ دنیا میں ایک واحد مقدس ماخذ ہے جس کے وسیلہ سے عیسائیت کو دریافت کیا جا سکتا ہے۔

جارج برنارڈ شا: آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ کیا واقعی قرآن جس طرح نازل ہوا اس صورت میں آج بھی موجود ہے یا اس میں کوئی تبدیلی یعنی (زوائد و تخفیف) نہیں ہوئی؟ کیا پیغمبر خدا (سیدنا محمد ﷺ) لکھنا پڑھنا جانتے تھے اگر یہ صحیح ہے کہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے تو ثبوت کے طور پر مجھے ان کے ہاتھ کی لکھی کوئی تحریر دکھایئے۔

مولانا صاحب: ہمارے یہاں مکمل اور اصل بنیادی ریکارڈ موجود ہے۔ ہر حرف، ہر لفظ، بلکہ اتنا ہی کیوں، قرأت و قواعد کے اصول اور اعراب تک بنیادی اور خالص ہیں ہمارے پیغمبر حضور اکرم ﷺ کا یہ اصول تھا کہ جب بھی جہاں بھی جس حالت میں بھی وحی نازل ہوتی آپ کاتبین وحی کو فوری طلب فرماتے اور لفظ بہ لفظ حرف بہ حرف فقرہ در فقرہ نوٹ فرما دیتے۔ لکھنے کے بعد خود سماعت فرماتے ہیں جب ہر طرح مطمئن ہو جاتے تو قرآنی آیات کے معانی ارشاد فرماتے وہ دستی مخطوطہ قرآن جو حضرت زید بن ثابت کے ہاتھوں تحریر فرمایا گیا آپ خود اسے قسطنطنیہ اور مدینہ مقدس کے آثار قدیمہ یعنی آرکائیوز میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ آج جو قرآن پاک دنیا میں جہاں کہیں بھی دستیاب ہے وہ اسی مخطوطہ کی کاپی ہے جسے خود ہمارے پیغمبر نے سماع فرمایا تھا کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ رموز اوقاف تک سب وہی ہیں۔

جارج برنارڈ شا: قرآن کے رموز و اوقاف کی قدرے تفصیل بیان فرمائیں۔

مولانا صاحب: انگریزی میں رموز اوقاف کی تفصیل اس طرح ہے قومہ (،) کولن (:) سمی کولن (;) فل پوائنٹ (۔) یعنی سکتہ، وقفہ، ختمہ وغیرہ لیکن قرآنی رموز اوقاف اور قرأت و قواعد کے قوانین انگریزی زبان سے کچھ زائد ہیں مثلاً ختمہ (وقف لازم) قطعی ضروری ہے بعض مقامات پر اور دیگر مقامات پر وقف لازم نہیں بلکہ ادغام کیا جا سکتا ہے۔ بعض الفاظ میں آخری حروف تخفیف نہیں کئے جا سکتے بلکہ پورے مخارج کے ساتھ ادا کئے جائیں گے بعض حروف آخر الفاظ میں سکون ہیں ادا نہیں کئے جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح اعراب، تلفظ، مشدد و مد کی آوازیں عام زبر سے دوگنی یا تگنی ہوں گی۔ قرآت میں اعراب کا بے پناہ لحاظ رکھا جاتا ہے حتیٰ کہ اس فن تجوید و قرأت

نے ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کر لی ہے اور اس فن پر چھوٹی بڑی جلدوں میں بے شمار کتابیں تصنیف ہوئی ہیں۔

جارج برنارڈ شا: مجھے حیرت انگیز طور پر خوشی ہو رہی ہے میرے لیے یہ سب کچھ اضافہ ہے بالکل نئی معلومات، مجھے یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی کہ آپ نے نیروبی میں ایک لیکچر بعنوان اسلام اور سائنس دیا تھا۔ میرے لئے یہ باور کرنا حد درجہ مشکل ہے کہ آپ نے سائنس کے شواہد و اصول پر کس طرح جنت و دوزخ کی حقیقت کو ثابت کیا جن کا بیان قرآن میں تفصیل سے ملتا ہے اس طور پر کہ سامعین جس طرح تجربہ و مشاہدہ کے بعد بھی سائنسی حقائق کو تسلیم کرتے ہیں آپ نے وہ کون سے پرمغز ثبوت فراہم کیے جو سائنسی دماغ رکھنے والے ذہنوں نے قبول کیے۔ میں پیغمبر اسلام کی دل سے عزت و توقیر کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ پیغمبر اسلام جو خود بھی جامعہ کے فارغ نہیں تھے۔ آپ نے کس طرح ایک جاہل، ناخواندہ، غیر تربیت یافتہ عرب سماج کو ادق، سائنسی، مابعد الطبعیاتی، فلسفیانہ اور روحانی مسائل سمجھائے جب کہ عرب سماج ان تمام لوازمات یا امور سے مطلقاً واقف نہ تھا اور جو وحشیانہ جرائم کے لئے بھی شہرت تامہ رکھتا تھا۔ پھر یہ معاشرہ نہ علمی لیاقت رکھتا ہے نہ فہم نہ عقل نہ فلسفہ پھر کس طرح رسول اکرم ﷺ نے نئی اصطلاحات الفاظ نادہ کے ساتھ دوزخ کے پرہول مناظر کا نقشہ کھینچا اور سحر انگیز مسرت افزا جنت کا نقشہ کھینچا، نیکی، ثواب، گناہ، حرام و حلال، مباح، جائز کی تفصیلات بتائیں۔ سب کچھ عرب کی آنکھوں کے سامنے اس انداز سے پیش فرمایا کہ علامتیں، تشبیہیں و استعارے، پیکر تراشی مذہب کے ساتھ ساتھ ادب کا بھی شاہکار بن گئے۔ سچ تو یہ ہے کہ میں علوم قرآنی اور انداز بیان فرقانی سے بے حد مرعوب ہوں اس کا طرز نگارش، فصاحت و بلاغت اور انداز کلام مجھے سحرزدہ کر دیتا ہے کس قدر خوبصورت اور موثر طریقہ پر علامات قیامت دکھائی گئی ہیں اور روز محشر کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اگر تعزیرات یا سماجی و معاشرتی جرائم کی سزائیں دیکھی جائیں تب بھی عالم استعجاب رہتا ہے مثلاً دختر کشی کے لئے فرمایا گیا "کس جرم کی پاداش میں تمہیں ذبح کر

دیا گیا"۔ رزق کے ڈر سے جن نونہالوں کو زندہ دفن کر دیا گیا یا قتل کر دیا ان کے بارے میں بھی قرآن کا یہ حکیمانہ حکم صادر ہوا میرے خیال میں اسلام نے قرآن کی زبان اور انداز تخاطب سے اصلاح الرسوم، تزکیہ نفس و تزکیہ قلب کا کام لیا معاشرہ کا فائدہ ہوا لوگوں نے مان لیا لیکن مولانا حیات بعد موت یا سزا و جزا کے لئے جنت و دوزخ کے تصور کو آپ مستحکم سائنسی دلائل کی روشنی میں کس طرح ثابت کر سکیں گے مجھے ڈر ہے شاید آپ عقلی دلائل سے مجھے مطمئن نہ کر سکیں۔

مولانا صاحب: آپ تحریر کے بادشاہ ہیں اپنے جادو بھرے قلم سے قاری کے ذہن کو مسحور کر دیتے ہیں یہ قلم کا جادو ہے جو پڑھنے والے کو بے حس و حرکت کر دیتا ہے۔ یہ اعلیٰ تفکر، جودت ذہن اور کمال فن ہے جو آپ کے انداز نگارش میں موجود ہے۔ میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ مادی چیزوں کو آپ الفاظ کا جامہ پہنا کر منظر کشی کر سکتے ہیں لیکن جہاں حالات مابعد الطبعیاتی ملکوتی، روحانی و نورانی ہوں، لطائف کا بیان ہو تو کیا مادی الفاظ ان امور کو واضح کر سکیں گے ہرگز نہیں بلکہ ان حالات واقعات کو سمجھانے کے لئے آپ کو تشبیہات، استعارے، علامتیں، تلازمات اور تلمیحات کا سہارا لینا ہوگا تا کہ جو نظروں نے دیکھا اس کے ذریعہ نامعلوم غائب کا مشاہدہ کروایا جا سکے۔ اسی صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن نے جنت و دوزخ کی حقیقت سمجھائی ہے اس پر انکشاف حال کا یہ عالم تھا کہ عالم نورانیت کو مادی وسائل سمجھایا اور پھر ہدایت بھی کی کہ محض مثال کے ذریعہ ادارک کیا جائے ورنہ حقیقت جنت دوزخ کا انکشاف ممکن نہیں اس لئے کہ جنت کی لذتیں اور دوزخ کے مصائب و آزار سب دائمی اور دنیا کی تشبیہات یا استعارے محض فانی۔ لہٰذا فانی کا باقی سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ حقائق برزخ، جنت و دوزخ، میزان پل صراط ماورائی ہیں نہ تو کوئی عقل احاطہ کر سکتی ہے نہ مزہ دریافت کر سکتی ہے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا جو کچھ قرآن نے الفاظ میں سمجھایا وہ دنیاوی مثالوں سے۔ یہ دیکھئے کہ انسانی عقل و فہم کی رسائی محدود ہے لامحدود ماورائی کیفیات کو تصور نہیں کر سکتی اب جنت ہی

کی مثال لیجئے پھلوں، خوشبوؤں، باغات حور و قصور، نہریں غرض کہ دنیاوی نعمت سے مختلف اور قطعی پائیدار و باقی۔ اب اگر مثال کے ذریعہ اس کی نعمتوں کا ذکر ہوگا تو مثال دنیاوی اشیاء سے دی جائے گی تا کہ حقیقت کا اندازہ ہو سکے حالانکہ دنیا کی کوئی لذت جنت کی لذتوں کا احاطہ نہیں کر سکتی علاوہ ازیں دنیا کی ہر شے مادی ہے اور طبعیات کے اصولوں کے تحت یا فطری قوانین کے ماتحت مجبور ہے کہ تابعداری کرے یہی حال دنیا کے لذائذ و آزار کا ہے اور کوئی دوسرا راستہ نہیں اسی طرح احوال روحانیات و نورانیات عالم الغیب کی مرضی و اشارات کے عین مطابق ہیں جنہیں فطری و طبعی قوانین سے کوئی علاقہ نہیں جس طرح ہم مادی یا طبعی قوانین کی مخالفت کریں تو سزا ملتی ہے۔ مثلاً آگ جلاتی ہے اگر ہاتھ شعلوں کی نذر کریں تو جلا دے گی اسی طرح عالم روحانیات ہے۔ اگر قوانین کی پابندی نہ کی جائے تو سزا ملنی واجبی ہے ناگزیر ہے جس طرح فطری قوانین کے عین مطابق زندگی گزاری جائے تو غیر محسوس روحانی لطیف اشیاء کا بھی ادراک ہو سکتا ہے۔ اب آپ قانون ترقی کو لیجئے کہ ہر شے جو متحرک ہے وہ روز بروز ترقی کر رہی ہے ترقی کی رفتار بہرحال نقطہ عروج پر پہنچ کر دم توڑ دیتی ہے اس نقطہ آخر سے آگے کوئی گنجائش نہیں۔

دوسری مثال لیجئے آرام یا مسرت، دکھ یا مصائب یہ دو سکھ دکھ کے پہلو ہیں جو ہر جاندار کو اپنی زندگی میں گزارنے پڑتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ دو حالتیں کسی بھی ذی نفس کے لئے دائمی نہیں غم کے بعد خوشی اور دکھ کے بعد راحت ہے لیکن روحانی دنیا میں جب لذت نقطہ عروج پر پہنچ کر مزید حرکت کرنے لگے اور بے اندازہ رفتار سے لامتناہی ابدی سکون و خوشی حاصل کرتی رہے اسی کو جنت کہتے ہیں اور دکھ و مصائب کا یعنی آزار کا سلسلہ رکنے کا نام نہ لے اسی کو دوزخ کہتے ہیں اس لئے کہ ہر روحانی قوانین لامحدود اور مقام بقا سے مشرف ہیں۔ اب دیکھئے جس طرح دنیاوی وسائل لذت اندوزی کا ذریعہ ہیں دکھوں کو مٹا کر راحت سے ہم کنار کرتے ہیں اب انہی اصولوں کو اگر آپ دھیان میں رکھیں تو خود سوچیں کہ اعمال خیر و شر جب یہاں راحت و ذلت کا سبب ہیں

تو یقیناً بعداز موت اس دنیا میں بھی ان کا وجود لازمی ہوا۔ لہٰذا خیر جب فلاح عام و برکت دوام کا وسیلہ بن جاتا ہے تب جنت کی حدوں میں داخل ہو جاتا ہے اور شر، برائی یا گناہ جب سرپٹ گھوڑے کی طرح دوڑتا ہے تو فطری قوانین کو توڑ کر روحانی قوانین کے تحت سزا کا مستحق ہوتا ہے اور انجام کار دوزخ میں جا پڑتا ہے۔ اب آپ جنت و دوزخ کے وجود کو دیکھیں تو یہ محض ملکوتی یا آسمانی ہیں کسی طرح بھی دنیاوی اشیاء کی طرح نہیں جن میں ہم رہتے بستے اور مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ اب چونکہ جسم مادی ہے محدود دنیا کی محدود چیزوں کا مشاہدہ کرے گا لیکن روح چونکہ عالم روحانیات سے وابستہ ہے اور عالم روحانیات ازخود لامحدود ہے اس لئے روح ان روحانی مقامات جنت و دوزخ کا مشاہدہ کر سکتی ہے خوشی و آزار قوانین روحانیت کے تحت جنت و دوزخ کی سیر کر سکتی ہے روح کو بقا ہے چاہے سعید ہو یا پلید جنت و دوزخ کو بقا ہے لہٰذا ان دونوں کا ہم آہنگ ہونا ضروری ہوا۔ روح جب مادہ سے آزاد ہو جاتی ہے تب عالم روحانیات سے فیض یا عذاب حاصل کرتی ہے۔ اب آپ انسانی وجود کو دیکھیں مادہ و روح کے اشتراک سے زندگی کا وجود ہے مادہ یعنی جسم اور روح دونوں کے اشتراک سے اعمال کا صدور ہوتا ہے اور جب ہر فعل میں روح کا اشتراک شامل ہے اس لئے خوشی و غمی کا دونوں مشاہدہ کرتے ہیں محسوس کرتے ہیں ان کیفیات کو اگر میں مزید وضاحت سے بیان کروں تو خوابوں کی مثال سے کر سکتا ہوں۔

جارج برنارڈ شا: واقعی آپ کی پیش کردہ توضیحات و مثالیں حد درجہ خوبصورت، دقیع و بلیغ ہیں مجھے اطمینان قلبی میسر ہوا لیکن کیا یہ موجودہ مسلمان آپ کے دلائل کو قبول کریں گے؟

مولانا صاحب: میں نے جو دلائل دیئے یا توضیحات و تشریحات پیش کیں وہ میرے دماغ کی اختراع نہیں بلکہ پہلے بھی میں واضح کر چکا ہوں کہ محض آیات و محکمات قرآنی ہیں اور مجھے یہ دعویٰ بھی ہرگز نہیں کہ پہلی بار مفاہم قرآن کو میں نے دریافت کیا بلکہ میرے بزرگوں نے قرآن و حدیث سے سیکھا اور تقریباً ۱۴ سو سالوں سے مسلسل

ان اسرار کو بیان کرتے آئے ہیں۔ مثال کے طور پر چند نام پیش کر دوں جن کی خدمات نہایت گراں قدر ہیں جیسے امام فخر الدین رازی اور امام محمد غزالی اور امام محی الدین ابن عربی۔

اسلام کی تمام تعلیمات عقلی ہیں۔ یہاں نہ فلسفہ کی تکنیک ہے نہ لاعقل یا اسرار ماورائے عقل سحر زدہ طلسماتی کیفیت، جہاں بھی علم الکلام و فلسفہ ہے وہ بھی عقل کے سمجھانے کے لئے عقل و دل جسے قبول کرے وہ فضا اسلام کی ہے آپ دیکھیں کہ چاہے کوئی فن ہو آرٹ ہو یا پھر سائنس کا مسئلہ جب تک ہم اس شعبہ میں قدرت تام وایجاد پیدا نہیں کر لیتے اس فن یا آرٹ سے نہ محظوظ ہو سکتے ہیں نہ ہی اس کا حق ادا کر سکتے ہیں مسائل کی تفہیم اسی وقت ممکن ہے جب ہمیں خود ید طولی اس فن میں حاصل ہو اسی طرح اسلام کو بھی جب تک کہ ایمان نہ لایا جائے حقائق دین و مذہب سمجھ نہیں آتے۔

(یہی وہ گفتگو کا موڑ تھا جب برنارڈ شا کی ہوسٹس یا خدمت گار حاضر ہوئی اور پھر شا نے اس محترمہ کا تعارف مولانا سے کرایا۔ ہوسٹس نے مشورہ دیا کہ شا چلنے کی تیاری کریں اور بحری جہاز تک پہنچنے کی جلدی کریں اس لئے کہ جہاز کے چھوٹنے کا وقت قریب آ گیا ہے تب شا نے کہا تب تو ممکن نہیں تاخیر کی جائے) شا، مولانا سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: آپ کا مذہبی و علمی مذاکرہ نہ صرف یہ کہ نہایت دلچسپ رہا بلکہ حد درجہ معلوماتی اور پر مغز بھی جی تو چاہتا ہے آپ کی صحبت میں ماہ و سال گزار دوں مگر یہ میری بدقسمتی ہے کہ فیض سے محروم ہو رہا ہوں۔

مولانا صاحب: میرا بھی جی بہت خوش ہوا دل چاہتا ہے کہ آپ جیسے مدبر، لائق، مہذب اور شریف اصحاب کی صحبت میں وقت عزیز گزاروں، استفادہ علمی و مسرت قلبی حاصل کروں آپ کا یہ گراں قدر بصیرت افروز اور حق پسندانہ فقرہ میں کبھی نہیں بھول سکتا جو آپ نے اسلام کے بارے میں فرمایا کہ تمام دنیا کے تعلیم یافتہ، دانشور، مہذب اور عقلیت پسند لوگوں کا مستقبل میں مذہب صرف اسلام ہو گا۔ پھر بھی اللہ تعالی

بھی کہ آپ جیسے ماہر ادب و زبان، مفکر و فلسفی دانش مند و انصاف پسند شخص کو دیکھا کہ قرآن کے فلسفہ و اسلام کی نفسیات کے بارے میں حقیقت پسندانہ رائے موجود نہیں اگر قسمت سے اور مزید وقت مل سکتا تو ان امور پر مزید روشنی ڈالی جا سکتی اس امید کے ساتھ کہ آپ بہر طریقہ پر اسلام کے باری میں دانشمند طبقے کو سمجھا سکیں گے۔

جارج برنارڈ شا: مجھے واقعی بڑا دکھ ہو رہا ہے کہ کس قدر کم وقت میں دے سکا آپ جیسے عالم و فاضل کے ساتھ گفتگو تشنہ و نامکمل رہی جس کا مجھے ازحد افسوس ہے۔

مولانا صاحب: کوئی بات نہیں وقت قلیل سہی تب بھی میں اس موقع کو اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں آپ کا شکر گزار ہوں تحفے میں آپ کی خدمت میں اپنے شائع شدہ لیکچرز کی کاپیاں پیش کرتا ہوں یہ ہے "دنیا کی مذہبی و سائنسی ترقی" اور "اسلام میں روحانی ثقافت" جنوبی افریقہ کے ڈربن شہر میں یہ میری حالیہ تقریر کے کتابچے ہیں۔ ایک چھوٹی سی کتاب بھی نذر کر رہا ہوں جو بعنوان "اسلام" میرے دوست الیاس برنی صاحب نے لکھی ہے جو عثمانیہ یونیورسٹی میں شعبہ معاشیات کے پروفیسر ہیں انہوں نے مختلف عنوانات کے تحت آیات قرآنی جمع کیے ہیں جس کے ترجمہ اور تشریح دونوں فکر انگیز ہیں۔ میری درخواست ہے کہ آپ ان کا مطالعہ فرمائیں غور و فکر فرمائیں کسی مسئلہ کی وضاحت اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے ضرور لکھیں۔ میں حتیٰ المقدور سعی بلیغ کروں گا اور اپنے محدود علم اور ناکافی مطالعہ کے باوجود حل کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔

جارج برنارڈ شا: بلاشبہ آپ کا طرز تکلم اور مذہب اسلام کو پیش کرنے کا طریقہ انتہائی موثر اور پر کشش ہے مگر پھر بھی دریافت کرنا چاہوں گا کیا موجودہ رجعت پسند مسلمان آپ کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں آپ کے دلائل کو قبول کرتے ہیں۔

مولانا صاحب: نہایت ذمہ داری و دیانت داری کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ میں خود ذاتی طور پر رجعت پسند یعنی قدامت پسند ہوں زیر و زبر کو برداشت نہیں کر سکتا میں نے اسلام میں کسی بدعت کو قبول نہیں کیا ہمیشہ ناراضگی و بیزاری کا اظہار ہی کیا ہے۔ میرے مدنظر میرے رسول پاک a کی یہ حدیث پاک ہمیشہ رہی ہے۔ "جو شخص

بھی قرآن حکیم کو اپنی مرضی کے مطابق ترجمہ کرے گا یا توضیح، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانے کے لئے تیار ہو جائے" یہی موقف میرا حدیث رسول a کے بارے میں بھی ہے۔ میرے ذہن میں یہ تنبیہہ ہمیشہ رہی۔ میں ہمیشہ فرائض یا بنیادی تعلیمات قرآنی سے وابستہ رہا ہمیشہ ان پر عمل کیا ذرا سی کمی بیشی کو ہرگز پوری زندگی کبھی قبول نہیں کیا۔ دلیل کے طور پر اپنے مشفق دوست کرم فرما جناب علی محمد جعفر صاحب کو پیش کر سکتا ہوں جنہوں نے اپنے ساتھ فوٹو گرافر کو بھی لیا تھا کہ آپ کے ساتھ بطور یادگار ہماری ملاقات کی تصاویر لے سکے لیکن میں نے سختی سے منع کر دیا اور ان کی اس درخواست کو ہرگز قبول نہیں کیا اور فوٹوگرافر کو واپس کر دیا اس لئے کہ میں جانتا ہوں تصاویر بت پرستی کی طرف راغب کرتی ہے اور پھر آج جو میرے ہموا میرے مداح و معترف ہیں ہو سکتا ہے کہ میری غیر موجودگی میں میری تصویر کا احترام کرنے لگیں اور یہی احترام آگے چل کر قابل پرستش نہ سمجھا جانے لگے۔ غلط تصورات اور اعتقادات نیازمندی میں غلو کی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں اسی سبب سے میں نے اپنی تصاویر کی ہرگز کسی کو بھی مطلق اجازت نہیں دی اگر کسی نے میری عدم توجہی میں تصاویر کھینچ لیں جن کا مجھے علم نہیں تو وہ اپنے اعمال و افعال کا خود ذمہ دار ہے۔ اس صورت حال کے بعد آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ میں کس قدر شریعت مطہرہ کا پابند ہوں اسی دلیل سے آپ کو میری قدامت پسندی کا معترف ہو جانا چاہیے حالانکہ موجودہ ترقی پسند، بے فکر، خودسر مسلمان اس (یعنی تصویر کشی) کو جائز سمجھتے ہیں اور بلاتکلف تصاویر اتارنے کو مستحسن سمجھتے ہیں۔

جارج برنارڈ شا: آپ سے مل کر میں بے پناہ خوش ہوا آپ نے مجھے ملاقات کا شرف بخشا۔ میں اپنی زندگی میں جس قدر بھی قابل قدر لوگوں سے ملا ان سب سے بڑھ کر آپ عظیم و افضل ہیں۔ میرے حافظہ میں آپ ہمیشہ تابندہ و پائندہ رہیں گے۔

(جارج برنارڈ شا اور مولانا عبدالعلیم صدیقی نے ایک دوسرے کو الوداع کہا مولانا نے جارج برنارڈ شا کے لئے دعائیہ کلمات کہے۔ جارج برنارڈ شا ورانڈے میں مسلسل کھڑے ہاتھ ہلاتے رہے جب تک مولانا صدیقی کی کار نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی)۔

فرمودات شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

مستند ہے آپ کا فرمایا ہوا

تحریر......محمد سہیل شفیق ☆

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز — یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

العلماء ورثة الانبياء فرما کر حضور پُرنور سید العالمین ﷺ نے جہاں علمائے ربانیین کے مقام کو بیان فرمایا ہے وہاں ان کی ذمہ داریوں کا تعین بھی فرما دیا ہے کہ ان کا فرض اپنے علم و عمل کی روشنی میں جہل اور نادانی کے اندھیروں کو دور کرنا، بھولے بھٹکوں کو راہ دکھانا، حق کو پھیلانا اور باطل کو مٹانا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول ہے کہ "اے عزیز! ایسا علم سیکھو جس سے تم ہمیشہ زندہ رہو تمام لوگ مردہ ہیں زندہ صرف عالم دین ہے۔" حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "بندے پر فرض ہے کہ اسے موجودہ وقت کا علم حاصل ہو نیز وہ علم حاصل کرنا فرض ہے جو وقت کے تقاضوں کے مطابق ہو، ظاہر و باطن میں کام آئے۔" یہ علمائے حق ہی ہیں جو ایمان والے ہوتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں، ان کے ارادے پاک، نیتیں صاف اور قلوب انکسارنیت سے معمور ہوتے ہیں۔ ان کی گفتار و رفتار، تحریر و تقریر، نشست و برخاست ہر عمل ہر ادا سے اخلاص وللہیت کے موتی بکھرتے ہیں۔

مبلغ اسلام سیاح عالم حضرت علامہ مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اللہ کے ان مقرب بندوں میں ہوتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا۔ عالم اسلام کے لیے آپ کی علمی خدمات آسمان علم و فضل کی فضاؤں میں بادل بن کر چھائی ہوئی ہیں۔ دین اسلام کی سربلندی اور فلاح انسانیت کے لیے آپ کا جذبہ اخلاص اظہر من الشمس ہے اور آپ کی تحریر و تقریر اس پر دلیل ہیں۔ ذیل میں آپ کی تحریروں کے چند نقوش پیش کیے جا رہے ہیں جو آپ کے اندازِ نگارش میں

☆ ریسرچ اسکالر، شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی

موجود اعلیٰ تفکر، کمال فن اور جودت ذہن کے آئینہ دار ہیں کہ کاش ہم طالبان علم کو بھی کوئی ذرہ اخلاص نصیب ہو۔

ضرورت انبیاء کیوں؟

اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں آدمی بنایا، قسم قسم کی نعمتیں عطا فرمائیں لیکن سب بیکار تھیں اگر ہمیں ان نعمتوں کے کام میں لانے اور خدا کی دی ہوئی ان چیزوں کے استعمال کرنے کا طریقہ نہ معلوم ہوتا بلکہ خود ہمارا وجود ہی بیکار تھا اگر ہمیں یہ معلوم نہ ہوتا کہ ہم کس لئے بنے اور کیوں اس دنیا میں آئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو ہماری زندگی کا مقصد اور دنیا میں رہنے اور اس کی نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال میں لانے کا طریقہ بتانے کے لئے اپنے سب سے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کو ساری دنیا کے لئے اپنا پیغام لانے والا بنا کر بھیجا۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ انسان بچپن ہی سے ایک نمونہ کا محتاج ہوتا ہے۔ بچوں کے سامنے جیسی بولی ہم اور آپ بولتے ہیں۔ بچے اس کی نقل کرتے ہیں جو کام ہم کو کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اس کی نقل خود بھی اتارتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے بچے عربی بولتے، ہندوستان کے بچے اردو بولتے اور وہی طریقہ سیکھتے ہیں جو اپنے ماں باپ اور گھر والوں کو کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ بڑے ہو کر لکھنا، پڑھنا، سینا، پرونا، کھانا پکانا، غرض ہر کام کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ کوئی عمل کر کے دکھائے۔ سیکھنے والے اس نمونے کو دیکھ کر اسی طرح خود بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے ہمارے واسطے رسولوں اور پیغمبروں کو اس دنیا میں بھیجا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے وہ باتیں سیکھیں جو اس کو پسند ہیں پھر وہی باتیں دنیا والوں کو زبان سے بتائیں اور کر کے دکھائیں تاکہ وہ بھی وہی کام کر کے اللہ کے پیارے بن جائیں۔ (بحوالہ: ذکر حبیب (حصہ اول)۔ ص ۱۳۔۱۴)

حقیقت روح کیا ہے؟

فلسفی حیران ہیں سائنٹسٹ پریشان، نہ کسی آرٹ میں اس کا سراغ، نہ سائنس میں

اس کا پتہ۔ جانیں تو کیوں کر جانیں پہچانیں تو کس طرح پہچانیں؟ بڑے بڑے رشی، بڑے بڑے اوتار، اسی دھن میں جنگلوں کی خاک چھانتے ہوئے پہاڑوں کے غاروں میں پناہ گزیں ہو کر غور میں مصروف ہیں۔ قابل قابل پروفیسر علمی کتب خانوں میں اسی جستجو میں لگے ہوئے ہیں کہ کچھ اس کا پتہ چلے۔ عالم و جاہل تک اسی کی تلاش میں سرگرداں ہیں کہ آخر وہ کیا ہے؟ کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ لکھا مگر حقیقت کا کسی کو بھی پتہ نہیں چلا۔

مردم زیر قیاس چیزے گفتند   معلوم نہ گشت و قصہ کوتاہ نشد

جولین ہکسلے جو سائنس کا ایک جلیل القدر امام مانا گیا ہے، اپنے عجز علم روح کا کس سادگی کے ساتھ ان الفاظ میں اعتراف کر رہا ہے کہ:

"ہم اس روح کی نسبت اس سے زیادہ کیا جانتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے احوال و کوائف شعور کی نامعلوم اور فرضی علت کا ایک نام ہے۔"

جب کسی کو پتہ نہیں چلتا تو چھپی باتوں کے بتانے والے غیب کی خبریں لانے والے، عرش سے فرش تک کے حالات بیان فرمانے والے، مکہ کے چاند، مدینہ کے تاجدار، احمد مختار محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی لوگ آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ روح کیا ہے؟ وہ سرکار جو اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں بولتے بلکہ ان کا رب ان سے کہلواتا ہے کہتے ہیں، جو وہ بلواتا ہے بولتے ہیں، اس بات میں بھی اپنی رائے نہیں بتاتے، اپنا خیال ظاہر نہیں فرماتے، بلکہ وحی الٰہی و فرمان ربانی صاف صاف لفظوں میں اس طرح سناتے ہیں: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (القرآن۔ ۸۵:۱۷) (یارسول اللہ ﷺ) لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ ان سے فرما دیجئے کہ روح تو میرے رب کے امر سے ہے تمہیں تو علم تھوڑا سا ہی دیا گیا ہے۔"

رب کے حکم سے رب کے امر سے کیا مطلب نکلا، کیا سمجھے؟ کوئی یوں کہے کہ ارشاد کن کی تجلیات میں سے ایک تجلی ہے کوئی یہ کہے کہ عالم امر کی ایک خاص مخلوق، تجلی کی حقیقت خود ایک جمال، عالم امر کی کیفیت خود مغلق، پھر سمجھیں تو کس طرح

سمجھیں، آیت یقیناً مغلق نہیں، بیان بالیقین مجمل نہیں علم کی کمی سبب ظاہر بیان کر دیا گیا اس لئے یوں سمجھ لو" جناب رب العزت جل وعلا کے ساتھ خاص نسبت و تعلق و رابطہ رکھنے والی ایک ایسی شے ہے جس کے متعلق جب تک اس رب تک رسائی نہ ہو۔ عالم امر سامنے نہ آئے۔ تجلیات پر تو فگن نہ ہوں حقیقت و تعریف کا منکشف ہونا محال۔" (بحوالہ: کتاب التصوف، ص ۲۵۔ ۲۷)

فکر

فکر کی دولت وہ زبردست نعمت ہے جس کے لئے ارشاد نبوی ﷺ تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ یعنی ایک گھڑی بھر کا فکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس فکر سے مراد وہ غور و خوض ہے جو اپنی ذات کے مختلف احوال طفولیت و بلوغ و کہولت و پیری زمانہ میں نفس خبیث کے اغوا سے جو معائب و سیّاب کبائر و صغائر ظہور پذیر ہونے پر کیا جائے۔ یہ عام لوگوں کا "فکر" ہے۔ نیز ارشاد سرکار کہ تفکر ساعة خير من عبادة ستين سنة یعنی ایک گھڑی بھر کا فکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ یہ وہ غور و خوض ہے، جو شیطان کے شر اور نفس و ہوا کے وساس پر کیا جائے۔ حرص و ہوا کے بندھنوں کا توڑنا اور نجات حاصل کرنا یقیناً ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر نیز ارشاد سرکار تفکر ساعة خير من عبادة الثقلين یعنی ایک گھڑی بھر کا فکر جن و انس کی مشترکہ عبادت سے بہتر ہے۔ یہ "دل کو خطرات ماسوئی اللہ قطعاً پاک رکھتا ہے۔" یقیناً ایسی ایک آن واحد جس میں ماسوئی اللہ سے قطعاً انقطاع ہو۔ دنیا و مافیہا کی عبادت سے بہتر۔ (بحوالہ: کتاب التصوف۔ ص ۹۵۔۹۶)

صلوٰۃ (نماز)

قلب کو ماسوئی اللہ پاک بنا کر حرم صلوٰۃ میں داخل ہونے والا اللہ اکبر کہہ کر دروازہ ناسوت کو بند کرتا اور ملکوتی شان اپنے اندر پیدا کرتا ہے ملائک کی شان ہے۔ يسبحون الليل والنهارا نیز ویفعلون مایومرون رات دن اللہ کی تسبیح کریں اور وہی کریں، جو حکم پائیں۔ سب سے پہلے تسبیح و تہلیل سے افتتاح کرتا ہے۔ سرکش شیطان

سے پناہ مانگتے ہوئے خدا کا نام لے کر اسی کی زبان میں حمد باری تعالیٰ بجا لاتا ہے۔ اس مالک کی شان بندہ نوازی کہ جو شرف ہم کلامی شبانہ روز تسبیح و تہلیل میں مشغول رہنے والے ملائکہ کو حاصل ہو۔ وہ آلودۂ معاصی بندہ جو ابھی ابھی توبہ کے پانی سے طہارت حاصل کرتے ہوئے حاضر دربار ہو اسی مرتبہ پر فائز فرمایا جاتا ہے۔ دریائے رحمت جوش زن ہے۔ بندہ نے عرض کیا۔ الحمد لله رب العالمين ادھر سے ارشاد ہوتا ہے۔ حمدني عبدي میرے بندہ نے میری تعریف بیان کی۔ بندہ عرض کرتا ہے۔ الرحمٰن الرحيم ادھر سے ارشاد ہوتا ہے مجدني عبدي بندہ عرض کرتا ہے۔ مالك يوم الدين ادھر سے ارشاد ہوتا ہے اثنا علی عبدی۔ بندہ اپنی صحیح حالت کا بیان اس طرح کرتا ہے اور اپنا رابطہ اس مالک کے ساتھ اس طرح جتاتا ہے اياك نعبد واياك نستعين یعنی میں نے تمام ماسوئی اللہ کو چھوڑا۔ سب جہاں سے منہ موڑا۔ میں تیرا بندہ تو میرا معبود، نہ کسی سے یہ رشتہ عبدیت، نہ کسی سے طلب و استعانت، تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں اس جذبہ کا سامنے آنا ہے اور اس کمال طلب کا پیش کیا جانا کہ ادھر سے دریائے محبت کی موجیں بڑھ کر استقبال کرتی ہیں اور بعنایت جود و کرم ارشاد ہوتا ہے۔ هذا بيني وبين عبدي ولعبدي ما سال۔ یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان راز و نیاز کی بات ہے کہ اس نے سارے عالم سے روگردانی کر کے میری چوکھٹ کو تھاما اور یہاں سر نیاز کو جھکایا ہے۔ پس میرے بندے کے لئے ہے، جو چاہے وہ مانگے۔ گویا صاف لفظوں میں یوں کہا جاتا ہے کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟ سمجھدار بندہ دنیا کی دولت عالم کی عزت سب پر لات مار کر طالب ذات بن کر آیا ہے۔ اس لئے مردانہ وار نیاز مندانہ صورت میں طلب ذات کس خوب صورت انداز سے کرتا ہے۔ اهدنا الصراط المستقيم مجھے سیدھی راہ پر لگا دے۔

خط مستقیم دو نقطوں کے درمیان اقرب الخطوط کو کہتے ہیں۔ بندہ کی طلب بھی یہی کہ نقطۂ واجب الوجود نقطۂ ممکن الوجود (مخلوق) یا نقطہ عبد و نقطۂ معبود کے درمیان جو اقرب الخطوط ہو اس پر مجھے جما دے لگا دے۔ یعنی میرے اور تیرے درمیان جو

حجابات ہیں انہیں اٹھا کر مجھے اپنی ہستی میں ایسا گم کر دے کہ بس تو ہی تو رہ جائے اور غیریت مٹ جائے۔

اے جانِ جہاں! اے روح رواں! بس تو ہی رہے اور میں نہ رہوں
میں تجھ میں ہوں گم تو مجھ میں عیاں، بس تو ہی رہے اور میں نہ رہوں

یہی راہ ہے، یہی طریقہ ہے جس پر تیرے وہ بندے چلے، جن پر تو نے اپنا انعام کیا اور اتممت علیکم نعمتی (۵:۳) کا خلعت پہنا کر اپنا مظہر حقیقت بنایا۔ یعنی انبیاء و مرسلین صدیقین شہداء و صالحین علیہم السلام ورضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اور اس کج روی سے بچالے جس میں وہ لوگ پڑے رہے، جن پر تو نے غضب کیا اور جو گمراہ ہو گئے۔ آمین کہا، دعا قبول ہوئی، وہ عزت خاص بخشی گئی کہ خدا کا کلام اور بندہ کی زبان کچھ دیر کے لئے، بندہ ہے اور مجرد تلاوت قرآن فاقرء وما تیسر منہ کا فرمان اس پر برھان اس گذارش کا دربار خداوندی میں پیش کیا جانا اور در اجابت کا وا ہونا، جبروتی جلوہ نظر حقیقت بین کو محو تماشا کرتے ہیں۔ ملکوت سے جبروت کی طرف صعود ہے۔ اور الٰہی جلال و جبروت کی شان ملاحظہ کرتے ہی بندہ باادب دربار ایزدی میں سر جھکا رہا ہے اللہ اکبر کہتے ہوئے سر جھکانا اور سبحان ربی العظیم کہنا انہی کیفیات جبروت کے مشاہدہ کا پتہ دیتا ہے فسبح باسم ربك العظیم فرماتے ہوئے اسی عظمت و جبروت والی ذات کی تسبیح کا حکم دیا گیا۔ یہاں سالک مقام جبرت مصلی، مشاہدۂ تجلیات کی تسبیح میں محو تماشا ہے اور اس سمیع حقیقی کی صفت سماعت کا نظارہ کرتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے سر اٹھاتا ہے ربنا لك الحمد اس موہبت عظمٰی پر ادائے شکر کا انداز ہے شوق جمال یار میں دیوانہ وار خود رفتہ ہو کر عالم بے خودی میں سر جھکاتا ہے اور سجدۂ نیاز بجالاتا ہے۔ یہ ہے قرب خاص کا مقام، کہ حدیث میں آیا، ''بندہ کو اپنے مولٰی کے ساتھ سب سے زیادہ قرب حالت سجدہ میں ہوتا ہے۔'' (بحوالہ: کتاب التصوف۔ ص ۱۲۲۔۱۲۵)

صوم (روزہ)

بلاتمثیل ننھے بچے صبح سے شام تک آپ کے پاس کھیل رہے ہیں کوئی بال نوچتا ہے کوئی ہاتھ پکڑتا ہے کوئی کچھ ضد کرتا ہے کسی کا کچھ کہنا ہے اگر نہ مانو تو روئیں چلائیں

گھر بھر کو سر پر اٹھائیں مقدمہ کی مثل ترتیب دینی ہے عدالت کا بیان تیار کرنا ہے بحث کی صورت سوچنی ہے انجینئر کو نقشہ بنانا ہے نشیب و فراز پر غور کرنا ہے طبیب ہو تو مریض کو دیکھنا ہے نسخہ لکھنا ہے بچوں کے ہوتے ان کے روتے دھوتے نہ لکھنا ہو گا نہ پڑھنا ہو گا نہ سونا، نہ اچھی طرح بات کرنا نصیب ہو گا نہ کام بنانا اور جتنا ان کی ضدوں کو پورا کرتے جاؤ گے اسی قدر اور بڑھتی جائے گی۔

النفس کالطفل ان تہملہ شب علی حب الرضاع وان تفطمہ ینفطم

اسی طرح نفس کا طفل شیر خوار بھی تمہیں دق کر رہا ہے اس کی ضدیں نت نئی اس کی ہٹیں عجیب و غریب لاکھ بہلاؤ نہیں بہلتا کتنا بھی سمجھاؤ نہیں سنبھلتا بچوں کو تھوڑی دیر کے لئے الگ کر دو ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لو کام سے نمٹ لو اس بچے کی طرف سے بھی تھوڑی دیر کے لئے نظر ہٹاؤ، صبر کی چادر اس کو اڑھاؤ، قناعت کی لوری اسے سناؤ۔ مژدۂ جنت کی تھپکیاں دے دے کر بہلا بہلا کر اسے سلاؤ، اسی تھوڑی دیر کے لئے نفس و ہوا سے چھٹی پانے اور خدا کی یاد میں ہمہ تن مستغرق ہو کر عرفان کی راہ کو طے فرمانے کے لئے عبادت الٰہی بجالانے کی نیت سے طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور ہم بستری سے بچنے کا نام اصطلاح اسلام میں صوم یعنی روزہ ہے۔ (بحوالہ: احکام رمضان۔ ص ۲۱۔۲۲)

اتحاد مذاہب و وحدت تصوف

وہ مقدس و مبارک علم جو قلب کو ذمائم کی نجاست سے پاک بنانے کی ترکیب سکھائے اور صفائے باطن کا طریق بتا کر روح کو اس کی معراج کمال تک پہنچانے اور رفیق اعلٰی سے وصال حقیقی پانے کی طرف دال ہو تصوف کہلاتا ہے۔ تزکیہ و عروج کے طریقہ کو سلوک، اس راہ کے چلنے والے کو سالک یا متصوف اور منتہی کو صوفی کہتے ہیں۔ بقول

ع عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

آج نئی قسم کے ہارمونیم اور پیانو کے سُروں سے اتحاد مذاہب و وحدت تصوف کا راگ الاپا جا رہا ہے۔ یہ وہی نغمہ ہے جو چودہ سو برس پہلے نہایت دل کش انداز میں عرب کی پُرنور وادی سے دنیا نے سنا اور عالم کے کان اس سے آشنا ہوئے۔ وہ آواز

اب تک گونج رہی ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا تم تکمیل چاہتے ہو۔ وہ ہو چکی۔ تم اتمام نعم کے متمنی ہو اس صورت سامنے آ گئی۔ شفقت علیٰ خلق اللہ کے مضمون کو آہن میں لئے ہوئے تم تمام مخلوق کو ایک رنگ میں دیکھنا چاہتے ہو۔ اسلام کی طرف سے اجنبیت کا پردہ اٹھاؤ، وہ دیکھو اسلام کس محبت کے ساتھ مذاہب حقہ، موسویت و عیسویت کے ماننے والوں کو آواز دے رہا ہے کہ تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الااللہ ولا نشرك به شیئا

عقیدہ توحید، توجہ الی اللہ، اعراض عن ماسویٰ اللہ یہی تین زریں اصول ہیں جن پر تمام مذاہب حقہ کا دارومدار اور یہی وہ باتیں ہیں جن پر تمام عالم کے حقیقت بین متحد، اسلام اس ادغام کا نمونہ اور اسلام ہی اس واحد تصوف کا معلم ہے جو تمام عالم کی خوبیوں کا مخزن تمام جزئیات پر حاوی اور تمام محاسن کا جامع ہے۔ یہ اصول تو مسلمہ کہ سب نے ایک ہی دعوت دی اور ایک ہی راہ بتائی۔ ان راہبروں سے قطع نظر، جو خود ہی منزل مقصود سے بے خبر رہے، یا خود تو بے خبر تھے مگر بعض باخبر افراد کے ناقل بنے۔ بہر صورت وہ خود اپنے دعاوی میں سچے ہوں یا جھوٹے صحیح تعلیم میں وحدت ہونی ہی چاہیے۔ یہ فلکیات و مادیات کے نظریات نہیں جو علم کیمیا و علم ہیئت کی تحقیقات کی طرح روزانہ بدلتے رہیں بلکہ الٰہیات کے کلیات ہیں، جو بدیہیات کی صورت میں انشراح صدر کے بعد وارد ہوتے ہیں۔ ان میں یگانگت، ان کا لازمہ و خصوصیت بلکہ ان کی یگانگت ہی ان کی صحت کے لئے ایک دلیل و حجت۔

مگر ایسی حالت میں جب کہ عجائب و اوہام پرستی کا ہیولہ حقیقی نور کی کرنوں کے سامنے حجاب بن گیا ہو اور مادیت کی آلودگی روحانیات کی لطافت پر گرد کی طرح چھا گئی ہو یہ کام انسانی قوت اور انسانی طاقت سے باہر ہے کہ اپنی متضاد کیفیات کو رکھتے ہوئے بغیر اس شرح صدر کے مقام کو حاصل کیے اس غل و غش کو جدا کرے اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دکھائے۔ ممکن ہے کہ اس مبارک نیت و ارادہ میں اس کے اغراض ذاتی و عصبیت نفسانی شریک بن جائیں۔ ممکن ہے کہ وہی نفس لئیم جو اس راہ میں ہمیشہ

رہزنی کیا کرتا ہے اس کو راہ ہی غلط بتائے۔

اس ضرورت کی تکمیل کی ذمہ داری بھی اپنی رحمت سے اس مالک قدوس جل جلالہ ہی نے لی اور انا ھدینٰه السبیل فرماتے ہوئے یہ بتا دیا کہ صحیح اصولوں کی طرف رہبری ہمارا ہی کام، ظنی نہیں قطعی و یقینی وحی کے ذریعہ فرما دیا گیا کہ ان الدین عنداللہ الاسلام طریق عروج الی اللہ یا مقصد حیات کو پورا کرنے کی راہ ایک معانی لفظ اسلام ہی میں مضمر۔ خدائی احکام و فرامین کے سامنے سر جھکاؤ اور الہام و وحی کے ذریعہ جو راہ ملے اسی کو اختیار کرو۔ تمام مذاہب حقہ، جو انبیاء و اصفیا نے پیش فرمائے "تمام طرق صحیحہ جو بعض سچے رہبروں اور ہادیوں نے بتائے" ان میں جہاں تک رطب و یابس نے دخل پایا عقلیات و مادیات ملے، ذاتی اغراض و نفسانی شہوانیات نے آلودگی پیدا کی۔ ان سب کو علیحدہ کر دیا گیا اور دنیا کے نسیان نے جس چیز کو بھلایا یا منازل ارتقا پر کماحقہٗ فائز نہ ہونے کے سبب جو امور عالم کی نظر سے مخفی رکھے گئے اس کمی کو پورا کیا گیا۔ میل کچیل کو دھویا گیا نکھری ہوئی تعلیم مکمل صورت میں تمام مذاہب حقہ کے عطر کی شکل میں اس محبوب ذات احدیت کی معرفت بھیج دی گئی اور کہہ دیا گیا کہ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاته ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمته وہ رسول جو سوائے خدا کے اور کسی کے سکھائے ہوئے نہیں اس رب ہی کے بتانے سے اس کی نشانیاں لوگوں کو دکھاتے ان کا تزکیہ باطن فرماتے اور کتاب و حکمتہ کے اصول سکھاتے ہیں وہ اپنے عقلیات کے تیر نہیں چلاتے اپنے ذاتی اغراض کو دخل نہیں دیتے ماینطق عن الھوی ظنیات پر اعتبار نہیں کرتے بلکہ جو کہتے ہیں ان ھو الا وحی یوحی قطعی و یقینی ہی ہے ان کا مبلغ تحقیق کتب مدونہ تاریخ نہیں بلکہ جو کچھ ہے وہ عالم الغیب والشھادة کے علم قدیم کا فیضان۔ آج تم ناحق سرگرداں ہو کہ تمام مذاہب میں سے اچھی اچھی باتوں کو چن کر ایک نئی شکل ترتیب دو آج تم بے ضرورت جدوجہد کرتے ہو کہ تمام جزئیات کو ترتیب دے کر مذہب و تصوف کی متحدہ صورت پیدا کرو۔ یہ کام ہو چکا اور تکمیل کے ساتھ ہو چکا۔ (بحوالہ کتاب التصوف۔ صص ۱۴۶۔۱۵۰)

اسلامی نصب العین

علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کا ایک تاریخی خطاب

انگریزی سے اُردو مترجم: ندیم احمد ندیمؔ قادری نورانی ☆

اللہ قادرِ مطلق کا شکر ادا کرنا میرا اوّلین خوش گوار فرض ہے، جس نے مجھے اس مرکز میں آکر اپنے عظیم ترین اور آخری رسول نبی پاک محمد ﷺ کا پیغامِ محبت پہنچانے کا موقع عطا فرمایا۔ اس کے بعد مجھے ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا ہے، جنھوں نے لندن میں میرے قیام کے دوران میرے مشن کی تکمیل میں اخلاقی طور پر میری معاونت فرمائی۔

مجھے اپنے بھائی (دینی رشتے کے اعتبار سے) ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر کے اظہار تشکر کے لیے الفاظ نہیں مل رہے۔ وہ اسلامی اُخوت کا ایک مجسمہ ہیں۔ جو انمول تعاون مجھے ان سے حاصل ہوا، اس کے لیے اللہ (تبارک وتعالیٰ) ان کو برکتوں سے نوازے!

جلالۃ الملک مصر کے فاروق الاوّل نے اسلامک کلچرل سینٹر (اسلامی ثقافتی مرکز) قائم کرکے تمام عالم اسلام کو ممنون و مشکور کیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنے عظیم اسلاف کی اعلیٰ روایت کی پیروی کی ہے۔ اللہ (عزّ وجلّ) انھیں اس کی برکات سے مالا مال فرمائے اور انہیں اور دیگر حکّام کو اشاعتِ اسلام کے مقصد (نصب العین۔کاز۔تحریک) کو مزید پروان چڑھانے کی توفیق عطا فرمائے!

میرے دوستو! اسلامی تعلیم کے مطابق ہر مسلمان کو پیدائشی مبلغ کے فرائض ضرور سرانجام دینے چاہییں؛ کیوں کہ قرآنِ پاک میں مسلمانوں کو "بہترین امّت" کہا گیا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(پارہ ۴: سورۂ آل عمران: آیت ۱۱۰)

تم بہتر اُن سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا۔ اُن میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر۔" (اُردو ترجمہ: کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

☆ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی 0347-2096956

اس بنیاد پر کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بدی (برائی) سے منع کرتے ہیں۔ لہٰذا، اگر موجودہ دور کے (بھی) مسلمان اس فریضے کو پورا کریں، تو وہ بھی اس خطاب کے مستحق ہوں گے۔ اگر مسلمان اس فریضے کی ادائیگی میں غفلت برتیں گے تو اُن کا شمار اس دنیا اور خدا کے حضور حساب کے وقت بہترین امّت کے برعکس دوسرے قسم کے لوگوں میں ہوگا۔ تاریخ اس حقیقت کی گواہی دیتی ہے کہ جب تک مسلمانوں نے اسلام کے متحرک اور اثر آفریں پیغام کو پہنچانے کے مُفَوَّضہ (سونپے ہوئے) کام کو پورا کرنے کا سلسلہ جاری رکھا، وہ تمام اقوام کے سبھی لوگوں میں قابلِ رشک مقام کے حامل رہے۔ اس فریضے سے غفلت انھیں پستی میں لے گئی اور ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر وہ ایک بار پھر اس کی طرف لوٹ آئیں، تو وہ اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرلیں گے۔

اس طرح کے اِحیا یعنی تبلیغ اسلام کی سرگرمی کی ضرورت بے شک آج پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ ان تمام ذرائع جو مخالفینِ اسلام نے اسلام کے بڑھتے ہوئے رجحان کو روکنے کے لیے استعمال کیے، ان میں کوئی ذریعہ اتنا کارگر ثابت نہ ہوا جتنا کہ "جھوٹا پروپیگنڈا" کہ جس نے بعض اوقات خطرناک ترین صورتیں اختیار کیں۔ بوس ورتھ سمتھ (Bosworth Smith) نے اپنی کتاب "Muhammad and Muhammadanism" (محمد اور محمدیت) میں ان تہمتوں اور بہتانوں کا مختصر حال بیان کیا ہے اور نہ صرف اس نے بل کہ اور بہت سے دیانت دار غیر مسلم فضلا (Scholars) نے بھی اعتراف کیا

ہے کہ اسلام سے زیادہ کسی اور مذہب پر بہتان نہیں باندھے گئے۔ غلط بیانی اور الزام تراشی کی اس مہم نے کامیابی سے بھی کچھ زیادہ ہی نتیجہ حاصل کیا۔ آج اوسط درجے کا مغربی باشندہ اسلام کے متعلق ایسے نظریات رکھتا ہے جو، محض، ایمان کو حوصلہ کرنے والے ہیں اور وہ اس دین سے اسی تناسب سے نفرت کرتا ہے کہ جس تناسب سے اسے اس دین سے محبت ہونی چاہیے تھی، اگر وہ تصویر کا صحیح رُخ دیکھتا۔ اہلِ مغرب کے علاوہ خود مسلمانوں کی جماعت میں بھی کچھ خواتین و حضرات ایسے ہیں جو یک طرفہ مغربی تعلیم کی وجہ سے اسلام کی اسی تصویر کو دیکھتے ہیں جو اُن کے اسلام دشمن اساتذہ نے اُن کے سامنے کھینچی ہوئی ہوتی ہے اور نتیجتاً وہ غیر یقینی کی کیفیت میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ وہ مسلمان والدین کی اولاد ہیں؛ وہ عظیم اور اعلیٰ روایت کے وارث ہیں، مگر انھیں درست ذریعے سے اس روایت کو جاننے کا موقع نہیں ملا؛ نتیجتاً وہ خود اپنے لیے اور اسلام کے لیے کمزوری کا باعث بن گئے ہیں۔

لہٰذا علومِ اسلامی کی نشر و اشاعت کی اہم ضرورت ہے اور (یہ نشر و اشاعت) مضبوط، منظم اور خوب مربوط کوشش کا تقاضا کرتی ہے اور اس کی منصوبہ بندی جدید حالات کے مطابق ہونی چاہیے۔ میں مسلمانوں کو اس قسم کے رسمی اور بے جان پروپیگنڈوں کے خلاف متنبہ (خبردار) کرنا چاہتا ہوں جو بعض لوگوں نے اسلام کے نام پر جاری کر رکھے ہیں۔ (اس طرح کے) سطحی (بے وزن اور بے بنیاد) الزامات و اقدامات ہمارے حوصلے پست نہیں کرسکتے اور سطحی اقدامات کا عروج ہمیشہ چند روزہ ہی ہوتا ہے۔ ہمیں ایک طرف تو ایک اعلیٰ معیار کی اور مخلصانہ اسلامی فکری و معنوی مہم کی ضرورت ہے تو دوسری جانب شخصی کردار و مثال کے ذریعے نورِ اسلام کی شعاعیں پھیلانے کی بھی ضرورت ہے۔ اس (تبلیغی) شعبے میں میرے تیس سالہ تجربے نے مجھے یہ باور کرایا ہے کہ یہ بالآخر آدمی ہی ہے جو (دوسرے) آدمی کو کشش کرتا (کھینچتا) ہے۔ یہ مبلغ کے اپنے کردار کا عملی نمونہ ہی تو ہے کہ جسے دوسرے تمام تبلیغی امور پر اہمیت و برتری حاصل ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج یقیناً ہم میں سے بہت سے

لوگوں نے اپنی تاریخ کو بھلادیا ہے۔ میں اپنے مسلمان دوستوں کو یاد دلاتا ہوں کہ اسلام کے درست فکری و معنوی تعارف کے علاوہ یہ ہمارے نبی پاک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شخصیت ہی تو تھی جو انسانی تاریخ کے حیرت انگیز ترین انقلاب کی ضامن بنی۔ (میں) ایک بار پھر (کہوں گا کہ) اشاعتِ اسلام کی پوری تاریخ ان شخصیات کے گرد گھومتی ہے جو اپنی ذات میں اسلام کی چمکتی ہوئی تصاویر تھیں اور نہ صرف ان کے پاس علمِ دین تھا بل کہ نبی پاک (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی روحانی مقناطیسیت سے بھی ان کو حصہ ملا تھا۔ ہندوستان یا انڈونیشیا، چین یا افریقہ یا دنیائے اسلام کے کسی اور حصے میں اشاعتِ اسلام کی تاریخ پڑھیں اور دوبارہ پڑھیں آپ کو اتفاق سے ایک ہی جیسی داستان ملے گی۔ میری خواہش ہے کہ میرے مسلمان دوست اس تاریخ کا مطالعہ کریں اور پھر ان اقدامات پر ایک نظر ڈالیں کہ جہاں اس رسمی اور بے جان پروپیگنڈے پر لاکھوں پاونڈز (Pounds) خرچ کیے جا رہے ہیں۔ اس طرح کے اقدامات ان لوگوں کی خاموش کوششوں کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتے جو اپنے تبلیغی اُمور میں تنہا اپنے اخلاص اور تقوے ہی پر اعتماد کیے ہوئے ہیں، ہمارے عظیم اسلاف کے درخشاں تاریخی کارناموں کا تو ذکر ہی کیا، جنھوں نے محض تبلیغی جدّ وجہد کے ذریعے پوری دنیا میں اسلام کے لیے راہ ہموار کی۔

میں نے یہ ساری وضاحت اس اہم حقیقت پر زور دینے کے لیے کی ہے کہ ہماری طرف سے کوئی کوشش اس وقت تک بار آور ثابت نہیں ہوسکتی کہ جب تک یہ علمی و ادبی حدود کو عبور نہ کرلے اور شخصی کردار کے عملی نمونے کی بنیاد پر اخلاقی و روحانی میدان کے راستے کو جگمگا نہ دے۔

میرے دوستو! برطانیۂ عظمیٰ (Great Britain) اور عالمِ اسلام کے درمیان گزشتہ ایک صدی سے جو قریبی تعلقات قائم رہے ہیں، ان تعلقات نے ہمارے لیے یہ اور بھی لازم کردیا ہے کہ ہم برطانوی قوم میں علومِ اسلامی کی نشر و اشاعت کریں؛ کیوں کہ جتنا زیادہ انھیں اسلام کے بارے میں درست حقائق کا علم ہوگا، مسلمانوں کے

لیے اُن کا رَوَیّہ اتنا ہی زیادہ دوستانہ ہوگا اور بالآخر یہ بین الاقوامی تعلقات اور خیر سگالی کا باعث ہوگا۔ مزید برآں، برطانیہ ایک مرکز ہے جہاں علم کی تلاش میں دُنیا کے تمام حصوں سے نوجوان مسلمان خواتین و حضرات آتے ہیں۔ اسلام کے بارے میں ان نوجوانوں کو روشن اور واضح معلومات فراہم کرنا ضروری ہے تاکہ ایک طرف تو خلافِ اسلام نظریات و عادات سے وہ خود کو بچا سکیں اور دوسری طرف وہ دنیا کو اسلام کا پیغام پہنچانے والے (عالمی مبلّغینِ اسلام) بھی بن سکیں۔

اس بات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ عالمِ اسلام کا فرضِ منصبی ہے کہ وہ اسلامک کلچرل سینٹر کو، جو کہ شاندار اور مثالی انداز میں لندن کے وسط میں واقع ہے، مستحکم کرے۔ مجوّزہ مسجد کی تعمیر کی بھی ضرورت ہے، اُس استحکام کے پیشِ نظر جو اس مسجد کی تعمیر سے اس ملک میں اسلام کو پہنچے گا اور عمومی نفسیاتی اثرات کی وجہ سے بھی۔ مگر مسجد کا عابدین (عبادت گزاروں/نمازیوں) سے خالی رہنا بے ضابطگی (و خلافِ منشاے خداوندی) ہے۔ لہٰذا کسی بھی دوسری چیز سے پہلے ہمیں جس فکر و عمل کی ضرورت ہے وہ یہ کہ ہر مسلمان اسلامک (کلچرل) سینٹر کو اپنا سمجھے اور اسے ”مسلمانوں کا اجتماع گاہ بنانا“ اپنا فرض جانے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ یہاں اس قیمتی و مفید لائبریری میں، جو جلالۃ الملک کنگ فاروق نے اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی کے لیے ازراہِ نوازش و کرم عطیہ کی ہے، صرف مطالعہ کرنے کے لیے ہی نہ آئیں، بل کہ اُنھیں چاہیے کہ شرعاً جائز کھیلوں اور ثقافتی سرگرمیوں کی دیگر تمام صحت افزا صورتوں کے لیے (بھی) وہ اسے اپنا مرکز بنائیں۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں (دونوں) کے سامنے یک ساں طور پر اسلام کی حقیقی و ذہنی و خیالی نیز عملی تصویر پیش کرنے کے لیے اس عظیم سرمائے سے، جو کہ اس عالی شان عمارت کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے، فائدہ اُٹھانا ہی (ہمارا) مقصد ہونا چاہیے۔

دوستو! اسلام دین کے بارے میں اُن تصوّرات و خیالات سے بالاتر اور ماورا ہے جو آج عام طور پر پھیلے ہوئے ہیں۔ بعض لوگوں کے نزدیک دین صرف چند رسومات

اور چند دعاؤں ہی کا مجموعہ ہے۔ بعض دیگر افراد کے نزدیک یہ چند مفروضہ اور فطری حقائق سے بالاتر اشیا پر اندھے اعتقاد کا نام ہے، جس کے متعلق عقلِ انسانی کچھ نہیں کہہ سکتی۔ کچھ اور لوگوں کے نزدیک ”ism“ (اِزم یعنی کوئی عقیدہ یا نظریہ) کا مترادف ہے اور زندگی کے کسی خاص پہلو سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دین کی تعبیر انفرادی اعتقاد سے کرتے ہیں، جس کی رو سے ہر شخص قیاس آرائی سے کام لیتے ہوئے کسی بھی چیز پر ایمان و اعتقاد رکھنے میں آزاد ہوتا ہے اور اس کا معاشرتی زندگی اور اس کے معانی و اطلاقات سے کوئی عملی رشتہ نہیں ہوتا۔

بد قسمتی سے، یہ غلط خیالات و تصوّرات کسی نہ کسی طرح سے اسلام کی طرف بھی منسوب کیے جا رہے ہیں؛ مگر حقیقت یہ ہے کہ دینِ اسلام فطرت کے ساتھ ساتھ (فطرت کے عین مطابق) ہے اور حیاتِ انسانی کے تمام گوشوں کو محیط ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ جس میں انسانی سرگرمی کے تمام پہلوؤں، یعنی ایمان و عمل --- ریاضتی و مجاہداتی، انفرادی و اجتماعی، معاشرتی و اخلاقی، سیاسی و معاشی (پہلوؤں) کے لیے کامل ہدایت موجود ہے۔ لہٰذا، اسلامی زندگی ایک ایسی زندگی ہے جو ان تمام پہلوؤں میں اسلامی رہ نمائی کا عکس و روشنی ڈالتی ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کا ایمان ہو کہ خدا موجود ہے، دنیا ایک اخلاقی نظام (Moral Order) ہے۔ اللہ (تبارک و تعالیٰ) اپنے منتخب نبیوں (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے ذریعے نوعِ انسان کو ہدایت عطا فرماتا ہے اور یہ کہ وہ اپنی خواہش اور اپنی تمام سرگرمیوں (اعمال) کو ان ہدایات کے تابع کرے جو اسے انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اللہ (جَلّ جَلالُہٗ) کی وحی کے ذریعے حاصل ہوئیں۔ مسلمان وہ ہے جو ان سب باتوں پر ایمان لائے اور ان کے مطابق عمل کرے۔

لیکن لفظ ”ضابطہ“ (Code) سے ہم اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوں کہ اسلام محض ایک معاشرتی نظریاتی نظام (Social Ideology System) ہے، بل کہ جیسا کہ پہلے نشان دہی کی جا چکی ہے کہ اسلام انسان کو اس کی تمام فطری ضروریات و حاجات

میں ہدایت و رہ نمائی فراہم کرتا ہے۔ درحقیقت، اس کی ابتدا معاشرے کی طرف سے نہیں، بل کہ خدا کی طرف سے ہے۔ جس مقام پر فطری سائنس (Natural Science) کی حد ختم ہوتی ہے وہیں سے دینِ اسلام کی حد شروع ہوتی ہے، جہاں ہمارے طبعی حواس مزید آگے بڑھنے سے انکار کردیں، وہیں اس "قائم بالذات" / "حقیقتِ ابدی"/"حقیقتِ اکبر" (the Great Reality) یا سراولیور لیج (Sir Oliver Ledge) کے الفاظ میں "نامعلوم (Unknown) ذات" سے متعلق فلسفیانہ بحث کا آغاز ہوتا ہے، جہاں ہماری فطری و طبعی صلاحیتیں اپنی بے بسی و معذوری کا اعلان کردیں وہیں اسلام انسانی شعور و ادراک کے عمیق تر نہاں خانوں (پوشیدہ خانوں یا حصّوں یا مقامات) کی راہ دکھاتا ہے۔ یہ ایک طرف تو دعا اور عبادت کے ذریعے اور دوسری طرف ہماری معاشرتی سرگرمی کو روحانی نور (روشنی) سے ہم آہنگ کرکے حیات و موت اور اس ناقابلِ فہم و ادراک عظیم ذات (the Great Beyond) سے متعلق اسرار (رازوں) کے دروازے کھول دیتا ہے۔ کیوں کہ اسلام میں، اللہ (تبارک و تعالیٰ) کے احکامات کی روشنی میں کیا گیا ہر عمل، خواہ وہ کیسا ہی دنیوی کیوں نہ ہو، "عبادت" ہے اور روحانی ترقّی کا باعث ہے۔ اسلام میں روز مرّہ کی پانچ نمازیں، دراصل، روحانی غذا ہیں، جو دانستہ عمل کرنے والے مسلمان کی روحانی طاقت میں بالکل اسی طرح اضافے کا باعث ہوتی ہے کہ جس طرح ہماری روز مرّہ کی وقتِ مقرّرہ پر لی جانے والی خوراک ہماری جسمانی بالیدگی کی ضامن ہے۔ "خدا سے ناتا جوڑ لینا اور دین و دنیا کے ہر معاملے میں، معاشرتی زندگی کو اللہ (تبارک و تعالیٰ) کے نازل کردہ احکامات کے مطابق ڈھال لینا ہی 'اسلام' ہے۔"

میرے دوستو! زندگی کا ہر ضابطہ کسی خاص نصب العین سے تعلق رکھتا ہے۔ (کسی نصب العین کے بغیر) ہمارا کوئی ضابطۂ حیات نہیں ہوسکتا۔ پریشانی و ابتری جو آج دنیا میں پھیلی ہوئی ہے کا سبب حقیقتاً یہ ہے کہ آئیڈیل (نصب العین) کا یا تو خوب اچھی طرح سے تعین نہیں کیا جاتا یا پھر اس کا تعین محدود تناظر میں کیا گیا ہوتا ہے یا پھر قطعی

طور پر وہ متعین ہی نہیں ہوتا۔ اسی لیے اسلام پہلا کام یہ کرتا ہے کہ وہ انسان کے لیے ایک معقول (عقل کے معیار پر پورا اُترنے والا) نصب العین (مقصد) پیش کرتا ہے۔

قرآنِ پاک میں (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (پارہ: ۲۷، سورۃ الذریت، آیت: ۵۶)

انگریزی ترجمہ:

And I have not created the Jinm and mankind except that they shall worship Me.

انگریزی سے اُردو ترجمہ:

"میں نے جن اور نوعِ انسان کو پیدا نہیں کیا ہے مگر صرف اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔"

حدیثِ قدسی میں اللہ (عزّ وجلّ) ارشاد فرماتا ہے:

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِكَيْ اُعْرَفَ

انگریزی ترجمہ:

I was a hidden treasure. I loved to be known, So I brought forth Creation.

انگریزی سے اُردو ترجمہ:

"میں ایک چُھپا ہُوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے پہچانے جانے کے لیے مخلوق کو پیدا کیا۔"

ہماری تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ (تبارک و تعالیٰ) اور اس کی صفات کے متعلق علم حاصل کریں۔ مزید برآں، اس کائنات کا ہر ذرّہ اللہ (عزّ وجلّ) کی صفات کا مظہر ہے۔ لہٰذا جب کوئی مسلمان ایک سچّے مسلمان کی حیثیت سے کسی سائنسی مسئلے کی طرف متوجہ ہوتا ہے، خواہ وہ مسئلہ شعبۂ ارضیات (Geology) سے متعلق ہو، خواہ علم

ہیئت (Astronomy) یا علمِ کیمیا (Chemistry) سے متعلق، تو اس مسلمان کا مقصود اللہ (جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ) کی معرفت (کا حصول) ہی ہوتا ہے۔ قرآن پاک (میں اللہ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی) ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

(پارہ۴: سورہ آل عمران: ۱۹۰ تا ۱۹۱)

انگریزی ترجمہ:

Verily, in the creation of the heavens and the earth and in the alternation of night and day, there are signs for men of understanding, who remeber God, standing. sitting and reclining, and ponder over the creation of the heavens and the earth, (and say:) 'Our Lord! Thou hast not created all this in vain. Glory be to Thee, Preserve us from the doom of Fire.

انگریزی سے اُردو ترجمہ:

"بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں (اور کہتے ہیں): (اے)، ہمارے رب! تو نے یہ سب بے کار پیدا نہیں کیے ہیں پاکی ہے تجھے ہمیں آگ (جہنم) کے عذاب سے بچالے۔"

لہٰذا، ایک خالصتاً سائنسی مسئلہ بھی اسلام میں بڑی وقعت رکھتا ہے۔ سچا مسلمان

سائنس داں (صرف) مادّی اسباب کی دریافت ہی پر نہیں رُک جاتا، بل کہ اُس ناقابلِ فہم و ادراک عظیم ہستی (Great Beyond) کی شان و قدرت کو سمجھنے کے لیے مزید آگے بڑھتا جاتا ہے۔ اس طرح کا اندازِ فکر تب ہی ممکن ہے کہ جب معرفتِ الٰہی کے حصول کا مقصد ہمیشہ ہر شے پر مقدم رہے۔ چناں چہ قرآنِ پاک (میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے) فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ

(پارہ۴: سورہ آل عمران: ۱۹۰ تا ۱۹۱)

انگریزی ترجمہ:

Say: Verily, my prayer and my sacrifice, my life and my death are all for Allah. the Lord of the worlds. Who hath no partner.

انگریزی سے اُردو ترجمہ:

"تم فرماؤ: بے شک میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور میری موت، سب اللہ کے لیے ہیں، جو سارے جہانوں کا رب (ہے)۔ (اور) جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر قرآنِ پاک ہمیں یہ وظیفہ کرنے کا درس دیتا ہے:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (پارہ۴: سورہ آل عمران: ۱۹۰ تا ۱۹۱)

انگریزی ترجمہ:

For God, we are and unto Him is our return.

انگریزی سے اُردو ترجمہ:

"ہم اللہ کے مال ہیں اور اسی کی طرف ہماری مُراجعت (واپسی/ لوٹنا) ہے۔"

لہٰذا جب اللہ (تبارک و تعالیٰ) ہی مقصدِ اوّل (Ideal) ہوگا، تب ہی ایسا ممکن

ہے کہ کوئی مسلمان اپنی انفرادی و معاشرتی زندگی کے تمام گوشوں میں حکمِ الٰہی کی موافقت کرے۔ یہ اندازِ فکر ہمیں اس نقطے پر لے جاتا ہے کہ جہاں کسی مسلمان کو خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا کے اصول (یعنی اصولِ اعتدال: Golden Mean) پر، مقامی نقطۂ اعتدال (Local Point of Moderation) پر ثابت قدمی کے ساتھ قائم رہنا پڑتا ہے۔ اس نقطے سے بھٹکنے کا مطلب علمِ طب (Science of Medicine) میں ''امراض''، علمِ اخلاقیات (Science of Morals) میں ''ظلم و ناانصافی'' (Inequity) اور علمِ معاشرت (Science of Social Life) میں ''جنگ'' ہے۔ (اسی طرح) جب ہم اپنے مقصدِ اوّل اللہ (ربّ العزت) اور اس کے احکام سے روگردانی کرتے ہیں تو ہم اس چیز کے مرتکب ہوتے ہیں جسے مذہبی اصطلاح میں ''گناہ'' (Sin) کہا جاتا ہے اور اس کا نتیجہ جسمانی اعتبار سے ''بیماری''، اخلاقی لحاظ سے ''ظلم و ناانصافی'' اور سیاسی اعتبار سے ''جنگ و جدل'' (war and strife) ہے۔ لہٰذا، آج دنیا کو سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے، وہ ہے: ''سرکش و باغی نوعِ انساں کو اللہ (تبارک و تعالیٰ) کی طرف لوٹانا''۔ خصوصاً ہمیں اپنے تعلیمی نظاموں کی اس طرح سے اصلاح کرنی چاہیے کہ نوجوان نسلیں خدا کی معرفت حاصل کرنا، اس سے محبت کرنا اور اس کی ہدایات پر عمل کرنا سیکھ سکیں۔ اسی سے دنیا میں امن اور صحت افزا ترقی کی یقین دہانی ہوسکے گی۔ اس کے بغیر ہم نوعِ انساں سے، جنگ، فساد اور تباہی کے گڑھے میں گرکر مزید گہرائی میں جاتے رہنے ہی کی توقع کرسکتے ہیں۔

میرے دوستو! مجھے افسوس ہے کہ میں امریکا میں، جہاں میں کل روانہ ہورہا ہوں، بعض اہم مصروفیات کے باعث اس ملک میں اپنے قیام کو طول نہیں دے سکتا۔ لہٰذا، میں یہ پیغام اسلام کے اُن مداحوں اور حامیوں کے سپرد کرتا ہوں جو یہاں مستقل رہائش رکھتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ (اپنے کردار و عمل کا) بہترین نمونہ پیش کرکے (اشاعتِ اسلام کے) مقصد (نصب العین۔ کام۔ تحریک) کے لیے اپنی خدمات سرانجام دیں گے۔

حضرت سفیرِ اسلام نمبر

ماہنامہ انوارِ رضا — دینی، علمی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ — مدیر اعلیٰ ملک محبوب الرسول قادری

شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ عبدالعلیم صدیقی — عارف و عالمِ بلند مقام
دین کا پرخلوص خدمت گار — بندۂ حق وہ مصطفےٰ کا غلام
بزمِ ہستی کے گوشے گوشے میں — اس نے پہنچایا دینِ حق کا پیام
دین کی بات شرق و غرب میں کی — اس کی گذری یونہی حیات تمام
ہر حریف اس کے سامنے حاضر — اللہ اللہ اس کا زورِ کلام
تھا وہ ماہر کئی زبانوں کا — اس پہ تھا خاص لطفِ ربِّ انام
اس کے ہاتھوں پیا ہے لاکھوں نے — وحدت و عشقِ مصطفےٰ کا جام
لایا لاکھوں کو راہِ راست پہ وہ — جو کیا اس نے بے مثال ہے کام
سروِ باغِ مجددِ ملت — وہ سپہرِ رضا کا ماہِ تمام
اس سعید خجستہ فطرت کا — خوب آغاز و خوب تر انجام
شہرِ رحمت میں وہ ہوا مدفون — اس نے پایا خدا سے یہ انعام
سالِ رحلت ''ولا'' سے ہے اس کا — ''ہر ایک نامی مبلغ اسلام''

۳۷ + ۱۳۳۶ = ۱۳۷۳ھ

(طارق سلطانپوری)

خاندانی نجابت و شرافت

عہد حاضر کا عظیم مبلغ اسلام

مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

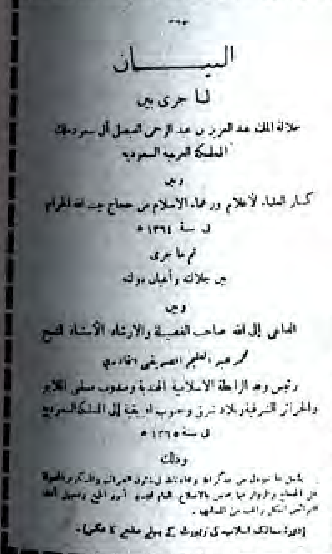
تحریر……سید نور محمد قادری ☆

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ عہد حاضر کے عظیم مبلغ اسلام اور مسلم لیگ کے ممتاز رکن تھے۔ آپ کی تبلیغی خدمات کا اعتراف کرنے والوں میں مشہور ادیب مولانا سید سلیمان ندوی بھی شامل ہیں۔ ندوی صاحب نے (معارف) اعظم گڑھ میں آپ کو اس طرح سے خراج عقیدت پیش کیا ہے: "مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھ کے ایک پُرجوش مبلغ ہیں۔ بریلی میں عربی و مذہبی درسیات کی تکمیل کی۔ خلافت کی تحریک کے زمانہ میں ساتھ کام کرنے والوں میں سے تھے۔ پھر ان کو تبلیغ کا شوق پیدا ہوا اور اپنے لیے ہندوچین کے جزیروں اور ساحلی شہروں کا میدان پسند کیا جو اسلامی ملکوں میں درحقیقت سب سے زیادہ قابل امداد اور عیسائیوں اور قادیانیوں کی زد میں ہیں۔ موصوف انگریزی زبان میں اچھی تقریریں کرتے ہیں اور لوگوں پر ان کا اثر ہوتا ہے…… ادھر ان کے بیشتر مسلمان کئے ہوئے یورپین مسلمانوں کو دیکھا اور حیرت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کس طرح کس کی قسمت میں کوئی سعادت رکھتا ہے۔ موصوف کی یہ تبلیغی کوششیں علماء کے لیے قابل تقلید اور عام مسلمانوں کے شکریہ اور اعتراف کے قابل ہیں۔"

مولانا صدیقی ۱۸۹۲ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ باپ کا نام مولانا محمد عبدالحکیم تھا۔ بریلی سے دینی علوم کی تکمیل کے بعد ۱۹۱۷ء میں ڈویژنل کالج میرٹھ سے بی۔اے کیا اور مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر تبلیغ کا سلسلہ جاری کیا۔ اسلام کی حقانیت پر جارج برنارڈ شا سے آپ کی گفتگو بڑی مشہور ہے جو "A Shavion and a Theologian" کے نام سے متعدد بار چھپ چکی ہے۔

☆ ماہر اقبالیات، والد گرامی صاحبزادہ سید محمد عبداللہ شاہ قادری حال مقیم واہ کینٹ، مدفون: چک نمبر ۱۵ شمالی ضلع منڈی بہاء الدین (پنجاب) پاکستان

۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ نے حج کے موقع پر حجاز مقدس میں تحریک پاکستان کو اسلامی ممالک میں روشناس کرانے کے لیے ایک وفد ترتیب دیا جس کے صدر مولانا صدیقی اور ارکان مولانا عبدالحامد بدایونی اور ابو الطیب حیدر تھے۔ اس وفد نے شاہ ابن سعود سے طویل ملاقاتیں کیں۔ اس کے علاوہ جن حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں ان میں چند اہم نام یہ ہیں: حسن البناء (مصر)، فواد فخر الدین (انڈونیشیا)، یوسف ابراہیم نقوی (سوڈان)، محمد بدر الدین الغلائینی (دمشق) اور عبداللہ حسن الشعبلی وغیرہ۔


البيان

لما جرى بين

جلالة الملك عبد العزيز بن عبد الرحمن الفيصل آل سعود ملك المملكة العربية السعودية

وبين

كبار العلماء الأعلام ورجال الإسلام من حجاج بيت الله الحرام في سنة ١٣٦١ھ

ثم ما جرى

بين جلالته وأنجال دولته

وبين

الداعي إلى الله صاحب الفضيلة والإرشاد الأستاذ الشيخ محمد عبد العليم الصديقي القادري

رئيس وفد الرابطة الإسلامية الهندية ومندوب مسلمي ...

في سنة ١٣٦٥ھ

(ادارۂ مسالک اسلامیہ کی زیر نگرانی ... مطبع کا عکس)

مولانا صدیقی نے وفد حجاز کی خدمات پر عربی زبان میں ایک رپورٹ "البیان" کے نام سے مرتب کی جس کے شروع میں اخوان المسلمین کے مشہور قائد حسن البنا کا فصیح عربی میں چار صفحات پر مشتمل دیباچہ ہے۔ یہ رپورٹ ۱۳۶۵ھ، ۱۹۴۶ء میں میرٹھ سے شائع ہوئی اور آج کل نایاب ہے۔

مولانا ۱۹۵۴ء میں مدینہ شریف میں وفات پا کر جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ کی یاد میں کراچی میں "المرکزۃ العلیمیہ" آپ کے جانشین اور مشہور مبلغ اسلام مولانا فضل الرحمٰن انصاری مرحوم نے قائم کیا تھا جو بہترین اسلامی خدمات انجام دے رہا ہے۔

مبلغ یورپ حضرت سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی مدظلہ کی یادیں

دو عظیم مجاہد

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزند ارجمند مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

انٹرویو نگار...... علامہ شبیر احمد ہاشمی (مرحوم) ☆

مولانا شاہ عبدالعلیم رحمۃ اللہ علیہ کے نقوش ماریشس، جنوبی افریقہ، سرینام، ہالینڈ، بلجیم وغیرہ میں تو بہت گہرے ہیں۔ سرینام میں مولانا عبدالعلیم صدیقی اور ان کے فاضل فرزند حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کی خدمات بے مثال ہیں۔ سرینام میں مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے جانے کا عجیب واقعہ ہوا کہ وہاں پر قادیانیوں کا غلبہ تھا۔ سرمایہ دار زیادہ تر قادیانی تھے۔ ایک قادیانی نے مولانا صدیقی مرحوم حضور کی تقریر سنی تو دعوت دے دی مولانا نے قبول فرمائی مگر سرینام پہنچنے پر معلوم ہوا کہ یہ تو قادیانی ہے۔ آپ نے اسی وقت علیحدگی اختیار کی اور فرمایا کہ میں ہوٹل میں ٹھہروں گا اب وہاں ٹھہر کر مولانا نے جو تبلیغ شروع فرمائی قادیانی امت کی بنیاد ہلا دی۔ ان کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نے سرینام سے قادیانیت کا صفایا کر دیا اور سینکڑوں قادیانیوں کو پکا سنی کر دیا۔ ماریشس میں مولانا نورانی کا بہت بڑا ادارہ ہے مگر پھر مشکل کیا ہو گی چاہئے تو یہ تھا کہ اب جو سنی بھی وہاں جاتا وہ مولانا عبدالعلیم اور مولانا نورانی کے کام کو آگے بڑھاتا مگر اب وہاں بھی اپنی اپنی انا کی بدعت کھڑی ہو گئی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ہم ان کے کام کو آگے بڑھاتے مگر ہر ایک کو اپنی پڑ جاتی ہے۔ مولانا عبدالعلیم سے کچھوچھہ شریف کا ایک تعلق بھی ہے کہ وہ ہمارے بزرگوں کے خلیفہ بھی ہیں جہاں جس کا کام ہو وہاں اس کا تذکرہ کرنا چاہئے۔ دیکھئے میں کچھوچھہ شریف سے متعلق ہوں کچھوچھہ شریف اور بریلی شریف کے تعلقات پر میں

☆ نامور خطیب، سیاست دان، قلم کار، مدفون: چونی ضلع قصور

نے ابھی آپ سے تفصیلات عرض کی۔ میرا بریلی شریف اور حضور اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی سے جو عقیدت اور نیاز کیشی کا تعلق ہے وہ کسی کلام سے بالا ہے۔ مگر حیدرآباد دکن بھی مشائخ کا شہر ہے وہاں مولانا انوار اللہ شاہ صاحب کا کام ہے وہ بھی پختہ عقیدہ کے سنی تھے اور اس علاقہ کے اعلیٰ حضرت مشہور ہیں میں نے وہاں ان کی خدمات کا تذکرہ کیا ان کی کتابیں موجود ہیں ہمارا ان کا عقیدہ ایک ہے میں نے وہاں اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی کا نام تک نہ لیا اسی طرح سرینام ماریشس جنوبی افریقہ، ہالینڈ وغیرہ جہاں مبلغ اعظم مولانا عبدالعلیمؒ اور ان کے بیٹے حضرت مولانا نورانی میاں کا کام ہے وہاں مجھے کچھوچھہ شریف نہیں ان کا نام لینا چاہیے کیونکہ انہوں نے سنیت کا کام کیا ہے۔ میں نے تو وہاں مولانا صدیقی اور مولانا نورانی ہی کا نام لیا کہ وہاں ان کو کوئی بھلا ہی نہیں سکتا لیکن افسوس ہے کہ جب ہمارے علماء جاتے ہیں تھوڑا سا حلقہ بنا کر کچھ مقبولیت ہوئی تو اپنی پیری جگانے لگے۔ اب ماریشس میں بھی وہی ہو رہا ہے۔ سنی سنی کی ٹانگ کھینچ رہا ہے۔ امریکہ میں مولانا عبدالعلیم کی تشریف آوری نہیں ہو سکی اب ہوسٹن امریکہ میں مولانا نورانی تشریف لے جاتے ہیں ان کا حلقہ اور کام صاف محسوس ہوتا ہے لیکن زیادہ گہرے نقوش جنوبی امریکہ اور افریقہ میں ہیں۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی کا خواب

مولانا عبدالعلیم صدیقی کی شخصیت پر اس واقعہ سے بھی روشنی پڑتی ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے بمبئی میں اہلسنت کی ایک بہت بڑی کانفرنس ہوئی تھی اس میں صدر مولانا فاضل مراد آبادی میرے والد صاحب محدث اعظم ہند، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا جیسے اکابر اسلام تشریف لائے تھے۔ اب وہاں کانفرنس کی صدارت کا مسئلہ آیا کہ ان اکابرین سے کس کو صدر کے لئے عرض کیا جائے سب اپنی جگہ پر بہت بڑی بڑی شخصیات ہیں تو سب نے والد ماجد حضرت محدث اعظم قدس سرہٗ سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ انتخاب مجھ پر چھوڑ دیں سب نے اتفاق رائے سے والد ماجد پر یہ انتخاب چھوڑ

دیا تو حضرت والد نے مولانا عبدالعلیم کا نام لے کر بلانے کی بجائے صدارت کا اعلان کرتے وقت فرمایا کہ میں اس کو اس کانفرنس کی صدارت کی زحمت دیتا ہوں جس کو میرے جد کریم حضرت اشرفی میاں نے خواب میں اس کانفرنس کی صدارت کرنے کا حکم دیا ہے۔ پورے مجمع سے کوئی نہیں اٹھا اس وقت مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی کھڑے ہوئے اور کہا کہ مجھے حضرت مولانا اشرفی میاں نے حکم دیا تھا مگر میں نے اتنے بڑے بڑے علماء مشائخ کی موجودگی میں اس کا اظہار کرنا صحیح نہیں سمجھا تو اس واقعہ میں دیکھئے حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی کا کتنا گہرا تعلق ہے ہمارے خاندان سے اور یہ تحریک صدارت تاریخی تحریک ہوگی۔ میں نے اس عظیم انسان کی زیارت نہیں کی ہمارے گھر سے پچاس میل پر حضرت حافظ ملت کی درسگاہ تھی میں گھر سے نکلا تو مدرسہ پہنچا اور مدرسہ سے چھٹی ہوئی تو گھر آیا حتیٰ کہ میرے والد ماجد خطیب مشرق تھے پورے انڈیا میں ان کی خطابت کا ڈنکا تھا مگر مجھے ان کی ایک بھی تقریر سننے کا اتفاق ہی نہیں ہوا۔ اساتذہ اور خود والد ماجد اس کی اجازت ہی نہ دیتے تھے اسی طرح مجھے حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد کی زیارت بھی نصیب نہیں ہوئی۔ البتہ آپ کے دو گرامی نامے والد ماجد کے وصال پر مجھے ملے تھے ان میں مجھ پر جو شفقت فرمائی گئی بس وہ میری دولت ہے۔

آپ کے فرزند حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کا خلوص

میں نے پاکستان کا مختصر دورہ حال ہی میں کیا ہے۔ وہاں پر اس صورت حال کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ سنیوں کے بہت سے طبقات کے لوگ مجھے ملے بھی سب نے یہی آہ و زاری کی ہے جو آپ فرما رہے ہیں مگر میں نے پورے خلوص سے جو تجزیہ کیا ہے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ سنی اختلاف کو ختم کرنے کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی بڑے مخلص ہیں۔ انہوں نے ہر شرط ماننے پر رضامندی کا اظہار کر دیا ہے مگر جواب میں اس کے مطابق مظاہرہ نہیں کیا گیا۔ کراچی میں ایک پنجابی عالم دین مجھ سے ملے انہوں نے شکوہ کیا کہ ہم نے یہاں ایک ادارہ بنایا ہے اس سے تعاون صرف اس

لئے نہیں ہوتا کہ میں اردو بولنے والا نہیں ہوں یہ بڑا ہی افسوسناک امر ہے کہ سندھی، پنجابی، اردو، پشتو وغیرہ زبانوں پر مسلمانوں کی تقسیم ہو جائے جس پنجابی عالم سے یہ سلوک کیا گیا ہے واقعی ان پر یہ ظلم ہے اور اردو کے نام پر اس طرح کی مصیبت کو ہوا دینے والے سنی کاز سے مخلص نہیں ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی پنجابی بھی کرتا ہے وہ بھی درست نہیں کرتا۔ اس مسئلہ میں بھی شاہ صاحب (نورانی صاحب) ہمیں بہت مخلص نظر آئے اردو بولنے والے جو اپنے آپ کو سنی کی بجائے مہاجر کہلاتے ہیں کچھ لوگ ہم سے ملے اور کہا کہ (شاہ صاحب نورانی) ہمارے مہاجرین کے لئے کچھ کر نہیں پائے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ بے وزن بے دلیل بات ہے۔ زیادہ تر غلط فہمیاں ہیں سب سنی اکابر اتحاد کی ضرورت کو بھی محسوس کرتے ہیں لیکن ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں گرفتار ہیں میں نے ایسی شکایات کرنے والوں سے عرض کیا کہ شاہ (نورانی) صاحب پوری سنی ملت کے قائد ہیں وہ صرف مہاجرین یا پنجابیوں کے قائد نہیں ہیں کہ وہ ان باتوں میں الجھے ہیں کہ کرسی سے نیچے بات کرنا آسان ہے۔ کرسی پر بیٹھ کر بات کرنا مشکل ہے۔ آپ کو یہ پتہ ہے کہ ہم نے پاکستان میں متحد ہو کر اپنی طاقت کو منوا بھی لیا اب بھی سب لوگ مضطرب ہیں کہ ہمارا ایک مرکز ہو ایک قیادت ہو مگر جس کو ہمارے اتحاد سے نقصان ہے وہ ہمیں متحد نہیں ہونے دے گا۔ مگر اتحاد کی جدوجہد جاری رکھنا چاہئے۔ پاکستان میں ایک طبقہ چاہتا ہے کہ اسلام اپنی پوری برکتوں اور شکل وصورت میں نہ آنے پائے۔ اس وقت قربانیوں کی ضرورت بڑھ جاتی ہے مجھے یقین ہے کہ اس اضطراب سے ہمارے پاکستان کے بزرگ بھی اچھی طرح واقف ہیں وہ مریض بھی ہیں طبیب بھی ہیں وہ مجھ سے بہتر سوچ رکھتے ہیں بس اتحاد اتحاد اور صرف اتحاد ہونا چاہیے۔ یہ تو پاکستان کی بات ہے۔ بھارت میں بھی یہی حال ہے سیاسی اور مذہبی مرکزیت وہاں بھی نہیں مگر پاکستان میں تو مسلمانوں کے لئے حالات دوسرے ہیں ہمارے ہاں بھی اب کوئی شخصیت ایسی نہیں کہ جو سر اٹھائے تو لوگ جھکالیں بات کرے لوگ خاموش ہو جائیں مگر بھارت میں سیاست میں علماء کی تگ و دو وہ نہیں جو پاکستان

میں ہے اس لئے وہاں اتحاد کی زیادہ ضرورت ہے اور وہاں سیاست میں موثر کردار بھی بہت زیادہ ضروری ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ ممکن ہے اور یہ اتحاد یکجہتی کے بغیر نہیں ہو سکتا میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ مہاجر موومنٹ کے بعد عید میلاد النبی ﷺ اور دیگر دینی تقریبات میں جو جذبہ کراچی اور حیدرآباد کے مسلمانوں کی روایت تھی وہ ختم ہو گیا۔ اب مسلمان اور سنی پر فخر کرنے والے مہاجر بنے ہوئے ہیں اور تھوڑی سی مفید صورت پا کر مسلمانوں نے اپنے مستقل کو ختم کر دیا ہے۔

(بشکریہ: ندائے اہل سنت (لاہور) ۱۶ تا ۳۱ دسمبر ۱۹۹۲ء)

(حضرت مدنی میاں کے انٹرویو سے ماخوذ)

خیرالبشر ﷺ

خوش خصال و خوش خیال و خوش خبر خیرالبشر
خوش نژاد و خوش نہاد و خوش نظر خیرالبشر

دل نواز و دل گداز و دلپذیر و دلنشیں
چارہ کار و چارہ ساز و چارہ گر خیرالبشر

حسنِ فطرت، حسنِ موجودات، حسنِ کائنات
نورِ ایماں، نورِ جاں، نورِ بصر خیرالبشر

سربسر مہر و مروت، سربسر صدق و صفا
سربسر لطف و عنایت، سربسر خیرالبشر

اعتدالِ دین و دنیا، اتصالِ جسم و جاں
اندمالِ زخمِ ہر قلب و جگر خیرالبشر

آفتابِ اوجِ خوبی، ماہتابِ برتری،
آب و تابِ چہرۂ شام و سحر خیرالبشر

ساحلِ بحرِ تمنا، حاصلِ کشتِ وفا
حاملِ قرآن و شمشیر و سپر خیرالبشر

صاحبِ خلقِ عظیم و صاحبِ لطفِ عمیم
صاحبِ حق، صاحبِ شق القمر خیرالبشر

کارزارِ دہر میں وجہِ ظفر، وجہِ سکوں
عرصۂ محشر میں وجہِ درگزر خیرالبشر

حدِ فاصل خیر و شر کے درمیاں اُس کا وجود
شاہراہِ زندگی میں معتبر خیرالبشر

آدمی کے اولیں دردآشنا شاہِ ہدیٰ
آگہی کے آخریں پیغامبر خیرالبشر

خیر ہر ذی روح کی خیرالوریٰ، خیرالانام
خیر ہر انساں کی خیرالبشر خیرالبشر

اپنی امت کے برہنہ سر پہ رکھ شفقت کا ہاتھ
پونچھ دے انسانیت کی چشمِ تر خیرالبشر

رونما کب ہوگا راہِ زیست پر منزل کا چاند
ختم کب ہوگا اندھیروں کا سفر خیرالبشر

کب ملے گا ملتِ بیضا کو پھر اوجِ کمال
کب شبِ حالات کی ہوگی سحر خیرالبشر

خدمتِ اقدس میں یہ نذرِ عقیدت ہو قبول
کیا سخنور اور کیا عرضِ ہنر خیرالبشر

در پہ پہنچے کس طرح وہ بے نوا، بے بال و پر
اک نظر تائب کے حالِ زار پر خیرالبشر

حفیظ تائب

نذرانہ زبیدہ خورشید رستم، لاہور
۱۳۹۶ھ

۴۳

مشاہداتی مقالہ

یادیں اور ملاقاتیں

تحریر......حضرت پیر سید ڈاکٹر محمد مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی ☆

میری عمر اس وقت ۷ سال کی تھی جب ایک روز میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ شخص ہمارے گھر تشریف لائے ان بزرگ شخصیت سے واقف نہ تھا۔ خوبصورت چہرہ سر پر کیروا رنگ کا عمامہ گلے میں موٹے چمکدار سفید دانوں کی تسبیح قادری عبا سفیدی مائل گھنی ڈاڑھی آنکھوں پر سنہری فریم کا چشمہ ۶ فٹ کے قریب قد مبارک آواز میں شیرینی و حلاوت ہونٹوں پہ دلفریب مسکراہٹ۔

ہمارے گھر پہ حضور قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اکثر بزرگان ملاقات کو تشریف لایا کرتے تھے ان ساروں کو میں پہچانتا تھا۔ یہ بزرگ سوائے ہمارے خاندانی بزرگان مثلاً حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی، حضرت صاحب سجادہ سیّد محمد مختار اشرف مدظلہ، حضرت سیّد مصطفیٰ اشرف وغیرہ کے تمام بزرگ گھر میں باہر کی بیٹھک میں تشریف فرما ہوتے تھے البتہ خاندانی بزرگان گھر کے اندر تشریف لے جاتے تھے لیکن آج عجیب بات تھی کہ یہ بزرگ شخصیت جن کا ذکر اوپر کر چکا ہوں اور وہ اندرون دروازہ پہ آواز دے کر اندر گھر میں تشریف لے آئے اور سیدھے ہماری دادی مرحومہ کے کمرہ میں جا کر دادی اماں کے پاس بیٹھ گئے۔ دادی اماں اکثر قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف رہا کرتی تھیں۔ ہماری دادی اماں حافظہ قرآن تھیں اور ماہ رمضان المبارک میں تقریباً ۲۰ قرآن پاک ختم فرماتی تھیں یہ اکثر ناظرہ یا حفظ قرآن پاک پڑھنے والوں کی غلطیاں نکالا کرتی تھیں۔ یہ بزرگ بہت آرام سے دادی اماں کے پاس بیٹھ کر ان کے قرآن کریم ختم کرنے کا انتظار فرمانے لگے۔ دادی اماں بے حد پردہ فرماتی تھیں یعنی جب گھر سے کہیں جاتیں تو ہاتھوں میں دستانے پاؤں میں موزے پہنتی تھیں لیکن آج ان بزرگ

☆ بانی: خانقاہ اشرفیہ جیلانیہ، کچھوچھہ شریف (رائے ونڈ روڈ) لاہور پاکستان 0321-4893068

سے پردہ نہ فرمایا۔ میں بڑے ہی اشتیاق سے ان بزرگ کو دیکھنے لگا تھوڑی دیر بعد قبلہ والد صاحب بازار سے گھر تشریف لائے تو ان بزرگ کو دیکھ کر باغ باغ ہو گئے اور ہر دو بزرگان نے معانقہ کیا اتنی دیر میں دادی اماں نے قرآن کریم بند کر کے دُعا مانگ کر ان بزرگ کے سر اور کمر پر ہاتھ پھیرا اور یہ بزرگ دادی اماں کے سامنے جھک گئے۔ والدہ صاحبہ نے جلدی جلدی ناشتہ تیار کیا میرے پوچھنے پہ والدہ نے فرمایا کہ بزرگ تمہارے والد کے بڑے بھائی کی طرح ہیں اور یہ میرٹھ سے تشریف لائے ہیں۔ والدہ صاحبہ ان کے سامنے نہ آئیں لیکن عمدہ قسم کا ناشتہ تیار کر کے ملازمہ کے ہاتھوں دادی اماں کے کمرہ میں بھیج دیا۔ میں بھی دادی اماں کے کمرہ میں گیا تو ان بزرگ نے بہت ہی دل آویز مسکراہٹ سے مجھے اپنے قریب بلایا اور سر پر ہاتھ پھیر کر میرے ماتھے پر پیار کیا۔ پھر اپنے ساتھ ناشتے میں شریک کر لیا۔ یہ میرٹھ سے ایک خاص قسم کا پھل لائے تھے جو عجیب قسم کی شکل کا تھا لیکن یہ چھیل کر کھانے میں بہت مزیدار تھا۔ یہ جب ناشتہ سے فارغ ہوئے تو دادی اماں نے ان کو اپنے ہاتھ سے پان بنا کر دیا انہوں نے کھایا بلکہ بہت رغبت سے یہ پان لیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کے ہونٹ سرخ ہو گئے جس سے یہ اور خوبصورت لگنے لگے۔ بہرحال گھنٹے بعد جب یہ تشریف لے جانے لگے تو میں ان سے کافی مانوس ہو چکا تھا۔ ان بزرگ نے جاتے وقت مجھے اپنی جیب سے نکال کر چمکتے ہوئے ۴ پیسے دیئے۔ اس وقت ۴ پیسے بہت بڑی چیز تھی کیونکہ ۳ دمڑی کا ایک دھیلہ ہوتا تھا اور ۲ دھیلوں کا ایک پیسہ اور ۲ پیسوں کا ایک ادھنا ہوتا تھا اور ۲ ادھنوں کا ایک آنہ اس وقت ایک دمڑی میں جھولی بھر کے بھنے چنے ملا کرتے تھے جس سے انسان کا پیٹ بھر جاتا تھا میں نے دیکھا کہ جب یہ بزرگ جانے لگے تو انہوں نے جھک کر دادی اماں کو سلام کیا اور دادی اماں نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کو دو آنے دیئے جنہیں انہوں نے لے کر چوما اور اپنی جیب میں رکھ لیا۔ قبلہ والد صاحب آج بہت ہی خوش تھے پھر والد صاحب ان بزرگ کے ساتھ گلی کے آخری سرے تک گئے اور ان کو تانگہ میں بیٹھا کر واپس تشریف لائے۔ میں نے دادی اماں سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون تھے؟ تو فرمانے لگیں یہ اللہ کے ایسے بندے

ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت برستی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق ان کے لئے دُعا کرتی ہے۔ میں نے پوچھا کیا جنات بھی؟ فرمانے لگیں جنات انسان، دریائی مچھلیاں چرند پرند سب ہی ان کے لئے دُعا کرتے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کے عالم ہیں۔ دادی اماں کی یہ باتیں اس وقت میری سمجھ سے باہر تھیں مجھے دادی اماں نے بتایا کہ ان بزرگ کا نام عبدالعلیم ہے۔ لیکن دادی اماں سے ان کا کیا رشتہ یا تعلق تھا یہ نہ میں نے پوچھا اور نہ انہوں نے بتایا لیکن یقیناً کوئی بہت ہی قرابت داری تھی حضرت مبلغ اعظم پھر اکثر جب دہلی تشریف لاتے اور ہمارے گھر تشریف لاتے تو ان کی زیارت ہوتی رہتی لیکن اکثر یہ ۲ ماہ بعد یا ایک سال بعد تشریف لاتے تو اکثر اپنے سفر جو زیادہ تر براعظم افریقہ کا ہوتا تھا اس کے متعلق گفتگو فرماتے۔ دن بیتتے گئے اور پاکستان بن گیا۔ جب دہلی میں قتل عام شروع ہوا تو ایک رات ہندوؤں نے ہمارا محلہ گھیر لیا لیکن نعرہ تکبیر کی برکت اور والد صاحب قبلہ نے چھت پر چڑھ کر پورے محلے کا حصار فرمایا تھا ہمارا محلہ بچ گیا۔ پھر صبح ہی محلہ سے انخلا شروع ہوا۔ کافی لوگ پرانے قلعہ دہلی میں پناہ گزیں ہوئے۔ یہ ایک الگ کہانی ہے لیکن جب ماہ محرم کی ۹ تاریخ کو ہمارے والد صاحب کے ایک ہی بھائی سیّد سلطان اشرف کو ان کے گھر میں گھس کر ۴۸ ہندو غنڈوں نے شہید کر دیا تھا سامان لوٹ لیا تو پھر والد صاحب نے بھی پاکستان آنے کا ارادہ مصمم فرمایا کیونکہ ہمارا گھرانہ کٹر مسلم لیگی تھا اور مولوی احمد سعید دہلوی جو والد صاحب کے ہم سبق تھے وہ کانگریس کے سرکردہ کارکن تھے اور والد صاحب قبلہ کی پاکستان حمایت اور مسلم لیگ سے ہمدردی انہیں بہت کھلتی تھی۔ اس لئے انہوں نے والد صاحب کو گرفتار کرانے کا منصوبہ بنایا تھا لیکن چچا جان کی شہادت کے بعد والد صاحب کا ان کے بال بچے جو پہلے ہی لاہور لائے جا چکے تھے اور گوالمنڈی میں قیام پذیر تھے انہیں سنبھالنے کے لئے آنا ضروری تھا چنانچہ ہم بھرا گھر محلے کے ایک متقی تہجد گزار شخص کے سپرد امانت کر کے عازم پاکستان ہوئے یعنی صرف ۲......۲ جوڑے کپڑوں میں پاکستان آنا ہوا ہمارے آنے کے بعد ان صاحب نے جن کے سپرد ہم اپنا مکان کر آئے تھے انہوں نے لوٹ لیا۔ پہلے

لاہور پھر کراچی آنا ہوا۔ ہم لوگ ملٹری ہسپتال کے مہاجر کیمپ میں پناہ گزیں ہوئے اور تقریباً ۳ سال وہاں گزارے۔ حضرت مبلغ اسلام علامہ مولانا ڈاکٹر عبدالعلیم صدیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں صدر بازار کراچی میں میمن مسجد سے متصل ایک مکان میں مقیم تھے جس مکان میں آج حضرت علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ تشریف فرما ہیں۔ مبلغ اعظم مغرب و مشرق علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بالکل سفید ہو چکے تھے داڑھی مبارک سفید براق ہو گئی تھی سفید چہرہ پر سفید داڑھی بہت کھلتی تھی۔ یہ عظیم شخصیت جس قدر بلند مرتبہ پر فائز تھی اسی قدر منکسر المزاج، بے انتہا رحیم کریم شفیق۔ خلیق سخی تھی جو بیان سے باہر ہے۔ کم از کم میں نے اپنی زندگی میں ان جیسا شخص نہیں دیکھا جو انتہائی خوبصورت خوب سیرت ہو جب اردو بولتے تو منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ انگریزی یا فرانسیسی بولتے تو معلوم ہوتا کہ وہیں کی پیدائش ہے۔ جب عربی بولتے تو معلوم ہوتا کہ عرب کے باشندہ ہیں۔ حضرت مبلغ اعظم کو ہمارے والد صاحب قبلہ مرحوم شاہ سیّد محمد طاہر اشرف سے کس قدر محبت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضرت مبلغ اسلام کراچی میں تشریف فرما ہوتے تو روزانہ والد صاحب ان کی قیام گاہ متصل میمن مسجد ضرور جایا کرتے تھے اور اگر کسی روز نہ جا سکتے تو علامہ صاحب گاڑی بھیج کر بلایا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ پاکستان آنے کے بعد جب ہم ملٹری ہسپتال کے مہاجر کیمپ میں تھے تو ماہ رمضان المبارک ختم ہونے کے بعد عید الفطر آ گئی۔ اس وقت رؤیت ہلال کا جلسہ میمن مسجد صدر میں حضرت مبلغ اسلام کے زیر صدارت منعقد ہوتا تھا۔ چنانچہ عید کا چاند نظر آ گیا صبح عید تھی۔ ہم لوگ قبل نماز فجر اٹھ کر عید کی تیاری کر رہے تھے کہ باہر سے حضرت مبلغ عالم کی آواز سنائی دی باہر جا کر دیکھا تو حضرت تشریف فرما ہیں۔ حضرت صدر بازار سے پیدل ٹہلتے ہوئے فریئر ہال سے گزر کر کینٹ اسٹیشن کا لا پل پار کر کے ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے۔ پھر سب کو عیدی عطا فرمائی اور والد صاحب قبلہ و ہم سب بھائیوں کو بگھی منگا کر اس میں سوار ہو کر سب کو ساتھ لے کر صدر بازار میمن مسجد تشریف لائے۔ نماز عید پڑھائی خطبہ ارشاد فرمایا دل چاہتا تھا کہ خطبہ سنتے رہیں۔ بعد نماز عید الفطر

اپنے گھر پر سب کو کھانا کھلا کر واپس بھیجا۔ ایک روز حضرت مبلغ عالم آرام فرما رہے تھے والد صاحب مرحوم نے مجھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ حضرت کی ٹانگیں دباؤ۔ میں نے آہستہ آہستہ حضرت کی ٹانگیں دبانا شروع کیں تو حضرت نے ٹانگیں پھیلا دیں۔ میں دباتا رہا۔ حضرت کی پنڈلیاں نرم نرم تھیں آہستہ آہستہ دباتا رہا۔ اچانک حضرت مبلغ اسلام نے کروٹ لی اور اتفاق سے آنکھ کھل گئی اور جب مجھے ٹانگیں دباتے دیکھا تو جلدی اٹھ بیٹھے اور پرنم آنکھوں سے مجھے دیکھا بلکہ میرے پاؤں پکڑ کر بیٹھ گئے فرماتے جاتے یا اللہ تیرے رسول ﷺ کو کیسے منہ دکھاؤں گا کہ نبی کی آل سے میں نے ٹانگیں دبوائیں! حضرت مبلغ اسلام کی بے چینی اور نم دیدگی ناقابل بیان ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی اتباع میں حضرت مبلغ اسلام کس قدر میری ٹانگیں دبانے میں شرمندگی محسوس فرما رہے تھے۔ یہ تھی محبت رسول ﷺ اور محبت آلِ رسول ﷺ۔ ۱۹۴۸ء میں والد صاحب مرحوم کے ساتھ حضرت مبلغ مغرب و مشرق علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں موجود تھا حضرت مبلغ اعظم اپنے سفر میں پیش آنے والے واقعات سنا رہے تھے کہ اچانک حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین اشرفی مراد آبادی اور حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی تشریف لے آئے ہم سب استقبال کو کھڑے ہو گئے۔ حضرت صدر الافاضل بہت سادہ لباس میں ملبوس رہا کرتے تھے۔ سر پہ پٹھے کی گول کڑھی ٹوپی، شیروانی علی گڑھ کٹ پاجامہ ہوتا تھا، حضرت صدر الافاضل کے ساتھ حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی اپنے مخصوص خاندانی لباس میں ملبوس۔ ہر دو حضرات نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا لیکن حضرت صدر الافاضل نے بھی میرا ماتھا چوما والد صاحب اور مبلغ اعظم سے معانقہ کیا۔ سب مل بیٹھے پاکستانی دستور کے متعلق باتیں ہوتی رہیں مسودہ جو یہ دونوں حضرات ساتھ لائے تھے یہ مبلغ اعظم کو دکھایا پھر سنی علمائے پاکستان کی جماعت بندی پر بحث شروع ہوئی۔ سوال یہ تھا کہ پاکستانی علماء کی جماعت کا کیا نام رکھا جائے۔ پہلے یہ تجویز پیش ہوئی کل پاکستانی سنی کانفرنس یعنی بنارس سنی کانفرنس سے رشتہ قائم رکھتے ہوئے نام رکھا جائے کیونکہ بنارس سنی کانفرنس کے نتیجہ میں ملک بنا تھا۔ لیکن حضرت صدر الافاضل

نے یہ نام پسند نہ فرمایا اس کے بعد دیگر نام سنی جمعیت علماء کا بھی زیر غور آیا آخر حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہندوستان میں جمعیت علمائے ہند کے مقابلے پر اگر جمعیت علمائے پاکستان رکھا جائے تو بہتر ہوگا پھر حضرت محدث اعظم ہند نے اپنے مخصوص انداز میں دلائل دیئے تو سب سے پہلے حضرت صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین اشرفی مراد آبادی نے یہ نام پسند فرمایا اور پھر سب اکابر اس نام پر متفق ہو گئے اس طرح آج جو جمعیت علمائے پاکستان موجود ہے اور جس کے دائمی صدر حضرت شاہ احمد نورانی مدظلہ ہیں اس جمعیت علمائے پاکستان کا بھی ان کے والد ماجد ہی کی زیر صدارت نام طے ہوا تھا۔ اس وقت کس کو معلوم تھا کہ حضرت مبلغ اعظم کی زیر صدارت جس جماعت کا نام تجویز ہوا ہے آنے والے وقت میں انہی کے صاحبزادے اس جماعت کے تاحیات صدر ہونگے۔ شاید ۵۰ء یا ۴۹ء میں ایک روز میں حضرت مبلغ اعظم کی خدمت میں قبلہ والد صاحب مرحوم کا ایک رقعہ لے کر پہنچا اس وقت دن کا ایک بج رہا تھا اور حضرت مبلغ اعظم شاید کہیں تشریف لے جا رہے تھے پورے لباس میں ملبوس مجھے اپنی قیام گاہ کے باہر گیلری میں لے گئے دیکھتے ہی مرحبا اہلاً وسہلاً فرمایا اور ایک آلوچہ حضرت کے منہ میں تھا وہ حضرت نے شاید آدھا کھایا تھا کہ وہ میرے منہ میں دے دیا اور میں نے تبرکاً مع گٹھلی کے اس کو نگل لیا حضرت نے مسکرا کر میرے ماتھے پر بوسہ دیا اور شفقت سے فرمایا کہ آپ نے گٹھلی بھی نگل لی؟ میں نے عرض کی کہ یہ آپ کا صحیح تبرک تھا حضرت مبلغ اعظم بہت نفیس طبیعت کے مالک تھے اور تمام مغربی و مشرقی ممالک میں سفر فرماتے تھے لیکن لباس فاخرانہ اور طرز فقیرانہ کو ترک نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت مبلغ اعظم کے زیر صدارت آرام باغ کراچی میں جمعیت علمائے پاکستان کے زیر اہتمام جہاد کشمیر کے سلسلہ میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی اس وقت اس جماعت کے صدر حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ تھے جوشِ جہاد میں علامہ بدایونی نے فوجی لباس زیب تن فرمایا یعنی سر پر فوجی ٹوپی پینٹ شرٹ۔ جب علامہ اس لباس میں جلسہ گاہ تشریف لائے تو حضرت مبلغ اعظم نے قبلہ والد صاحب سے فرمایا "کاش! مولانا بدایونی اس لباس پر قادری عبا پہن لیتے تو اس مجاہدانہ

لباس کی شان کچھ اور ہو جاتی" یعنی حضرت مبلغ اعظم کو یہ پسند نہ تھا کہ ایک عالم صرف دنیا دار لباس پہنے بلکہ اس لباس کے ساتھ شان عالمانہ اور شان فقیرانہ ضرور ہو۔ حضرت مبلغ اعظم کبھی کبھی فارغ وقت میں دوپہر کو اکثر والد صاحب قبلہ سے راز و نیاز کی باتیں کرتے میں کیونکہ اکثر والد صاحب کیساتھ ہوتا تھا اس لئے مجھے بھی یہ راز دارانہ ملاقات کے رموز سننے کا موقع ملتا تھا۔ حضرت مبلغ اعظم جب آخری مرتبہ پاکستان تشریف لائے کراچی ائیر پورٹ پر بہت شاہانہ استقبال کیا گیا اور حضرت اس مرتبہ تقریباً اڑھائی ماہ کراچی میں قیام پذیر رہے۔ ایک دوپہر جب حضرت مبلغ اعظم اور والد صاحب اکیلے تھے اور میں والد صاحب کے برابر بیٹھا تھا تو افریقہ میں اپنے گزرے واقعات سنا رہے تھے فرمانے لگے کہ افریقہ میں جادو بہت ہے اور بہت زبردست جادوگر ہیں فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ ایک جادوگر سے مقابلہ ہوا تو وہ ہوا پر قائم ہوگیا اس وقت میں ایک لکڑی کے تخت پر کھڑا تھا جب اس جادوگر نے مجھے چیلنج دیا کہ ہوا پہ اڑ کر دکھاؤ تو الحمد للہ میں تخت سمیت ہوا پر اس کے اوپر جا کر قائم ہوا اس طرح تمام مجمع مع اس جادوگر کے مسلمان ہوا۔ حضرت مبلغ اعظم نے سات سو سے زیادہ انگریزوں کو مع ان کے پادری سے مناظرہ فرما کر مسلمان کیا تھا اور ہزاروں قادیانیوں کو دوبارہ مسلمان کیا تھا۔ کہنے کو تو یہ بہت آسان ہے کہ سات سو انگریز مع پادری کے مسلمان ہوئے لیکن حقیقتاً یہ کام اتنا آسان نہیں۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا ایک روز میں بوقت تراویح حضرت مبلغ اعظم کی خدمت میں گیا تو دیکھا ایک نوجوان شخصیت گورا اور بھرا بھرا جسم سیاہ گھنی لیکن قدرے چھوٹی چھوٹی داڑھی بڑی بڑی آنکھیں حضرت مبلغ اعظم سے مماثل آواز تشریف فرما ہیں۔ کیونکہ میں اپنی کم عمری کی وجہ سے حضرت کے گھر میں اندر جایا کرتا تھا اور حضرت کے بڑے صاحبزادے جناب جیلانی میاں، ربانی میاں، سبحانی میاں جو حضرت مبلغ اعظم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے ان سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں تو سبحانی میاں نے فرمایا کہ ہمارے مجھلے بھائی احمد نورانی ہیں جو ابھی میرٹھ سے علم دین میں فارغ التحصیل ہو کر کراچی تشریف لائے ہیں چنانچہ میں نے بڑھ کر حضرت نورانی میاں سے مصافحہ کیا نورانی میاں تو عمری میں حسن کا

پیکر تھے۔ میں نے دیکھا کہ علامہ شاہ احمد نورانی نفلوں میں قرآن پاک سنا رہے ہیں اور حضرت مبلغ اعظم بیٹھ کر قرآن پاک کھول کر دیکھ کر سن رہے تھے اور غلطیوں کی نشان دہی فرما رہے تھے اس دوران علامہ عبدالحامد بدایونی کی معرفت والد صاحب نے فردوس کالونی میں ایک قطع اراضی خریدا تھا تو مکان کا سنگ بنیاد رکھنا تھا۔ والد صاحب نے حضرت مبلغ اعظم سے درخواست کی کہ آپ مکان کا سنگ بنیاد رکھیں حضرت نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کی بنیاد سنیچر کو رکھی گئی تھی اس لئے سنیچر کی صبح بنیاد رکھیں گے چنانچہ سنیچر کی صبح حضرت مبلغ اعظم تشریف لے گئے اور پھر اینٹ کو پکڑ کر فرمایا شاہ صاحب (یعنی والد صاحب) آپ بھی ایک طرف سے اس اینٹ کو پکڑ لیں چنانچہ ہر دو بزرگوں نے مل کر سنگ بنیاد رکھا۔

حضرت مبلغ اعظم نے اسی مکان کی چھت کے سلسلہ میں ایک ہزار روپے والد صاحب کو نذرانہ عطا فرمایا کہ یہ ایک سید کا مکان ہے" مجھے بھی سعادت ملے اس وقت ایک ہزار روپیہ کی بڑی قیمت تھی یعنی اس وقت ۴ روپے کی سیمنٹ کی بوری ملتی تھی اور ۱۴ روپے کا ایک پتھروں کا ٹرک آتا تھا مستری پانچ روپے روز لیتا تھا بہرحال وقت گزرتا رہا اور پھر حضرت نے پاکستان سے اپنے تبلیغی مشن پر روانگی اور پاکستان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے کا پروگرام مرتب فرمایا۔ حضرت مبلغ اعظم کو میری والدہ کے ہاتھ کی بنائی ہوئی چکن کی ٹوپی بہت پسند تھی چنانچہ جسم کے مطابق والدہ صاحبہ نے ۲ ٹوپیاں چکن کی ایک لمبا کرتا چکن کا تیار کر کے دیا۔ حضرت مبلغ اعظم کو والد صاحب قبلہ نے ایک بہت عمدہ کلابوتی جوتی بنوا کر پیش کی۔ حضرت مبلغ اعظم نے والد صاحب کو ایک انگلستان سے لایا ہوا چمڑہ کا جوتا ایک عربی عبا اور سلکی کرتا عطا فرمایا۔ اس وقت میں اسکول کی ۷ویں کلاس میں پڑھتا تھا لیکن والد صاحب میرا سر منڈوایا کرتے تھے اور اسکول کے لڑکے شرارتاً میرے سر پہ ٹوپی اتار کر انگلیاں مارا کرتے تھے میں نے حضرت مبلغ اعظم کو اس واقعہ سے مطلع فرمایا تو حضرت نے والد صاحب کو سر پر پٹے بال رکھنے پر آمادہ کر لیا اس طرح میری مصیبت ٹلی۔ حضرت مبلغ اعظم کی اہلیہ بھی بہت شفیق مہربان تھیں اکثر جب میں جاتا تو اندر بلاتیں اور ضرور کچھ نہ کچھ کھلاتی تھیں۔ کیا کیا یاد کروں اور کیا کیا یاد یں

لکھوں ایک دفتر چاہیے بس یہ سمجھیں کہ جو لکھا ہے وہ کچھ نہیں ہے طوالت کا خوف ہے اور پھر پڑھنے والوں سے خوف ہے کہ پڑھتے پڑھتے تھک کر نا تمام نہ چھوڑ دیں۔

جب حضرت مبلغ اعظم سفر پر روانہ ہوئے تو کراچی سے بمبئی تشریف لے گئے اور وہاں سے ماریشس اور پھر آگے تشریف لے گئے۔ رخصت ہوتے وقت نم دیدہ ہو کر والد صاحب سے فرمایا کہ ہر مرتبہ سرکار مدینہ کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ حضور اجازت عطا فرمائیں اور میں مدینہ میں قیام کروں لیکن ہمیشہ یہی جواب ملا ہے کہ ابھی اور کام کرنا ہے پھر فرمایا کہ شاید اس مرتبہ سرکار علیہ السلام میری یہ عاجزانہ درخواست قبول فرمالیں حضرت مبلغ اعظم نے ۳۶ سے زیادہ حج ادا فرمائے تھے عمروں کا تو ٹھکانا نہیں۔ بہرحال حضرت نے والد صاحب سے ایک طویل معانقہ فرمایا اور پہلی بار میں نے دیکھا کہ حضرت مبلغ اعظم نے والد صاحب کی گردن پہ بوسہ دیا میرے ماتھے پہ بوسہ دیا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے غالب نے صحیح کہا ہے۔

سب نہیں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں   خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں

حضرت مبلغ اعظم اپنے بڑے بھائی سے بیعت تھے اور ان سے خلافت بھی حاصل تھی حضرت کو حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلافتیں تھیں۔ لیکن بہ طریقہ تصوف آپ نے اپنے بھائی کی خلافت جو خلافت اولیٰ تھی اس کو چلاتے رہے۔ دیگر خلافتیں تبرک کے طور پر رکھیں اس طرح حضرت مبلغ اعظم کو سلسلہ اشرفیہ کی نسبت بھی حاصل تھی۔

حضرت مبلغ اعظم کیونکہ دین و دنیا کے علوم سے بہرہ ور تھے اور تقریباً ۱۳ زبانوں پر عبور حاصل تھا اس لئے وہ میرے مستقبل کے آئیڈیل تھے چنانچہ میں ہمیشہ دل میں خیال کرتا تھا کہ انشاء اللہ بڑا ہو کر حضرت مبلغ اعظم علامہ مولانا عبدالعلیم صدیقی القادری جیسا بنوں گا الحمد للہ کسی حد تک آج میں بہت ساری چیزوں میں ان کا مقلد ہوں۔ انشاء اللہ تمام مسلمانوں کو اپنے اکابرین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (بشکریہ: مولانا محمد رفیق اشرفی المعروف مفتی صاحب)

میرا قائد، عظیم قائد...... علامہ الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

ملک محبوب الرسول قادری ☆

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن   گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

شیخ الاسلام مولانا شاہ احمد نورانی بے پناہ قائدانہ اوصاف و خصائل کے پیکر تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ (۳۱ مارچ ۱۹۲۶ء) کو انڈیا کے مشہور شہر میرٹھ میں امام احمد رضا کے خلیفۂ مجاز سفیر اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں ہوئی۔ آپ کے معروف اساتذہ میں استاذِ کل علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی اور دستار فضیلت عطا کرنے والے اکابر میں صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی، مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی اور آپ کے والد گرامی خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے اسماء آتے ہیں۔ تجوید و قرأت کے اعتبار سے آپ مثالی قاری اور اجل حافظِ قرآن تھے۔ ساری زندگی تواتر کے ساتھ ہمیشہ ہر ماہ رمضان میں تراویح کے اندر قرآن کریم سُنانا اُن کا معمول رہا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی کے ساتھ بھرپور حصہ لیا اور بین الاقوامی دورے بھی کئے۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۹ء تک مسلسل پندرہ سال بین الاقوامی دوروں پر مصروف جہد رہے۔ ۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۸ء تک آپ نے روس کا تفصیلی دورہ کیا جس میں ازبکستان، تاشقند، سمرقند، بخارا اور ماوراء النہر سمیت تقریباً پورے روس کا دورہ کیا۔ ۱۹۶۳ء میں آپ کی شادی مدینہ منورہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی کی پوتی سے ہوئی۔ آپ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۴ء تک گیارہ سال مفتی اعظم فلسطین الشیخ محمد امین الحسینی کے ساتھ ورلڈ مسلم علماء آرگنائزیشن کے سیکرٹری جنرل رہے۔ مولانا نورانی کی صدارت ہی میں جمعیت علماء پاکستان کے مختلف سات گروپ اکٹھے

ہوئے اور ایک ''مجلس عمل جمعیت علماء پاکستان'' قائم کی گئی پھر جمعیت کے منشور کی تیاری کے لئے آپ کی سربراہی میں کمیٹی بنائی گئی جس کے ارکان میں شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی، شیخ القرآن مولانا غلام علی اکاڑوی، مناظرِ اسلام مولانا غلام مہر علی گولڑوی، ممتاز قانون دان مفتی سید شجاعت علی قادری اور اُستاذ العلماء مولانا مفتی محمد حسن حقانی شامل تھے۔آپ نے حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قیادت میں جمعیت علماء پاکستان میں کام کیا اور اُن کے مستعفی ہو جانے کے بعد خانیوال کے کنونشن میں متفقہ طور پر جمعیت کے سربراہ منتخب ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی دلپذیر تبلیغ سے متاثر ہوکر ہزاروں غیر مسلم ان کے ہاتھ پر دولت ایمان سے مشرف ہوئے جن میں پادری، راہب، وکلا، انجینئرز، ڈاکٹرز اور دیگر مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے نہایت ذہین، قابل اور اہل علم و دانش افراد شامل ہیں پاکستان سے باہر ان کے چند تبلیغی دوروں کا اجمالی خاکہ مرتب کیا جائے تو وہ کچھ ایسے ہے کہ مولانا نورانی مرحوم ۱۹۵۵ء میں جامعہ ازہر کی دعوت پر مصر تشریف لے گئے اور علماء کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا۔اُن کے حلقۂ ارادت و محبت میں ساری دنیا کے قابل ذکر اہل علم، ارباب اقتدار اور روحانی دنیا کے تاجدار شامل تھے جن میں بغداد شریف کے نقیب الاشراف، لیبیا کے کرنل قذافی، عراق کے صدام حسین، کویت کے الشیخ السید یوسف ہاشم رفاعی، سعودی عرب کے الشیخ السید محمد بن علوی المالکی، دبئ کے شیخ عیسیٰ بن مانع، انڈیا کے علامہ ارشد القادری، افغانستان کے پروفیسر صبغۃ اللہ مجددی، پاکستان سے شیخ العرب والعجم استاذ العلماء مولانا عطاء محمد بندیالوی، غزالی عصر مولانا سید احمد سعید کاظمی، حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی، فقیہ اعظم مولانا نور اللہ نعیمی جیسی ہستیاں شامل رہیں۔ ۱۹۵۸ء میں روس کا دورہ کیا اور روسی سوشلسٹ معاشرے کا گہرا مطالعہ و مشاہدہ کیا، نیز مسلمانوں کی سرگردہ شخصیتوں سے ملاقات کر کے ان کے مسائل سے آگاہی حاصل کی۔۱۹۶۰ء میں مشرقی افریقہ، مڈغاسکر اور ماریشس کے تبلیغی دورے کیے۔ ۱۹۶۱ء میں سیلون اور شمالی افریقہ کا دورہ کیا۔۱۹۶۲ء میں صومالیہ، کینیا، ٹانگا نیکا، یوگانڈا اور ماریشس کا دورہ کیا، نیز نائیجیریا کے وزیر اعلیٰ احمد

دبیلو شہید کی دعوت پر نائیجیریا گئے، اور ان کے خاص مہمان کی حیثیت سے چار ماہ کا تفصیلی دورہ کیا۔۱۹۶۳ء ترکی، فرانس، جرمنی، برطانیہ، ماریشس اور نائیجیریا گئے، نیز اسی سال عوامی جمہوریہ چین کا دورہ کیا اور وہاں کے مسلمانوں کی حالت زار اور سوشلسٹوں کے بلند بانگ دعووں کا جائزہ لیا۔۱۹۶۴ء میں امریکہ، کینیڈا اور جنوبی امریکہ گئے۔ ۱۹۶۸ء میں اسلامک ریویو لندن کے قادیانی ایڈیٹر سے ٹرینی ڈاڈ ٹوباگو میں ساڑھے پانچ گھنٹے طویل مناظرہ کیا جس کے نتیجے میں قادیانی ایڈیٹر کتابیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ۱۹۶۹ء میں مولانا نے پاکستان آنے کے بعد سب سے پہلا بیان فتنۂ قادیانیت کے زہریلے اور خطرناک اثرات کو ختم کرنے کے حوالے سے جاری کیا۔

۱۹۷۰ء میں جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم سے بھاری اکثریت کے ساتھ قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۱ء میں سعودی عرب اور مشرق وسطیٰ کے متعدد ممالک کا دورہ کیا۔۱۹۷۲ء میں قومی اسمبلی میں خطاب کے دوران فتنۂ قادیانیت کے مضر اثرات سے قوم کو آگاہ کیا اسی سال مکہ مکرمہ میں الدعوۃ العالمیۃ الاسلامیہ (ورلڈ اسلامک مشن) کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۷۳ء میں متحدہ جمہوری محاذ (U.D.F) کے چیئرمین منتخب ہوئے اور بھٹو کے مقابلے میں وزارتِ عظمیٰ کا الیکشن لڑا۔۱۹۷۴ء میں بریڈفورڈ (برطانیہ) کے سینٹ جارجز ہال میں ورلڈ اسلامک مشن کے چیئرمین منتخب ہوئے اور دنیا کے ۲۴ ممالک میں مشن کی شاخیں قائم کیں۔ ۱۹۷۵ء میں مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی، علامہ ارشد القادری اور پروفیسر شاہ فرید الحق کے ہمراہ بین الاقوامی تبلیغی دورہ کیا اور حرمین شریفین حاضری اور حج و زیارت کی سعادت حاصل کی۔انہوں نے اسی سال فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے ایک لاکھ میل سے زیادہ سفر طے کر کے ساڑھے چھ سو اجتماعات میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے خطابات کیے۔ ۱۹۷۶ء سے ۱۹۷۸ء تک جمعیت علماء پاکستان کے لئے ملک کے اندر اور بیرون ممالک تبلیغی دورے کئے۔ ۱۹۷۸ء ہی میں کیپ ٹاؤن کے میئر نے جنوبی افریقہ میں آپ کو ''سفیرِ اسلام'' کا خطاب دیا۔ ۱۹۷۹ء میں برمنگھم کی تاریخی نظامِ مصطفےٰ کانفرنس

میں روح پرور خطاب کیا۔ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۶ء تک نیویارک' سرینام' آئس لینڈ' کولمبیا' زمبابوے' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ' چین' ماریشس' لندن' نیدر لینڈ' انڈیا' جرمنی' عراق' سوئٹزر لینڈ' لیبیا اور ناروے کے متعدد تبلیغی دورے کیے۔

ان کے ایک معاصر تجزیہ نگار جن کا تعلق ان کے مخالف فکری و نظری کیمپ سے ہے اعتراف کرتے ہیں کہ مولانا نورانی کے طویل سیاسی کیریئر کا ناقدانہ تجزیہ کرنے کا بھی ہر کسی کو حق حاصل ہے تاہم اس حقیقت سے انکار کی گنجائش نہیں کہ مولانا نورانی وطن عزیز کے ان چند گنے چنے مذہبی و سیاسی رہنماؤں میں سے تھے۔ جنہوں نے ہمیشہ ملک کی بقا و سالمیت اور قوم کے اتحاد و یکجہتی کے لئے کام کیا۔ علامہ شاہ احمد نورانی کا سب سے بڑا کارنامہ جو ان کے نام کے ساتھ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا یہ تھا کہ انہوں نے ۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرار داد پیش کی اور اس قرارداد کی متفقہ منظوری کے لئے دیگر اکابر اور علماء کے ساتھ مل کر شب و روز جدوجہد کی' انہوں نے پوری زندگی تحریک تحفظ ختم نبوت کے لئے کام کیا اور پوری دنیا میں قادیانیوں کا تعاقب کیا۔ انہیں ۱۹۷۳ء کے آئین کی تیاری اور اس میں اسلامی دفعات شامل کرنے کے لئے کام کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے اور یہ بھی ان کا ایک منفرد ریکارڈ ہے کہ انہوں نے ذوالفقار علی بھٹو جیسے قدآور سیاستدان کے مقابلے میں وزارت عظمٰی کا الیکشن لڑا اور ترغیب و ترہیب کے تمام سیاسی حربوں کا سامنا کرنے کے باوجود بلا مقابلہ وزیراعظم منتخب ہونے کی بھٹو صاحب کی خواہش پوری نہ ہونے دی...... علامہ نورانی نے ہمیشہ اصولی سیاست کی اور ملک میں فوجی حکمرانی کی مخالفت کی پالیسی پر پوری زندگی کاربند رہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کے مزاج کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ وہ اجتماعی سیاسی و دینی مسائل میں ہمیشہ ارفع اور بلند سوچ رکھتے تھے اور ہر قسم کے سیاسی' مسلکی اور نسلی و صوبائی تعصب سے بالاتر ہو کر ملک و قوم کے عظیم تر مفاد کو مقدم رکھتے تھے۔ وہ عصبیت اور فرقہ واریت کے سخت خلاف تھے اور حقیقت یہ ہے کہ کراچی جیسے شہر میں رہ کر انہوں

نے جس جرأت و ہمت کے ساتھ عصبیت پسند و قوم پرست اور فرقہ پرست عناصر کا مقابلہ کیا وہ انہی کا خاصہ تھا۔ انہوں نے اس سلسلے میں دھونس' دھمکی اور قاتلانہ حملوں کی پروا نہ کی نہ ہی اپنے حلقے کے بہت سے لوگوں کی مخالفت اور تنقید کو خاطر میں لائے۔ انہوں نے ہمیشہ امن' محبت اور اتحاد و یکجہتی کی بات کی اور پاکستان کی مختلف دینی و سیاسی جماعتوں کو متحد کرنے کے لئے عملی کوششیں کیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی ملک و ملت کو کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوا انہوں نے اس کے حل کے لئے اپنی خدمات پیش کیں اور مختلف فکر اور نظریہ رکھنے والی جماعتوں نے متعدد بار اپنی قیادت اور سرپرستی کے لئے ان کی شخصیت پر اعتماد کا اظہار کیا۔ ملک میں فرقہ واریت کے مسئلے سے نمٹنے کے لئے ملی یکجہتی کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس کی قیادت بھی انہوں نے ہی کی اور فرقہ واریت کے خاتمے کے لئے ان کی قیادت میں اس ضابطہ اخلاق کی منظوری دی گئی جس پر کونسل میں شامل تقریباً تمام دینی و سیاسی جماعتوں نے اتفاق کیا تھا۔ امریکہ نے تمام بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے افغانستان پر حملہ کرنا چاہا تو اس کے خلاف پاکستانی عوام کے جذبات کی ترجمانی کے لئے 'دفاع افغانستان و پاکستان کونسل' بنائی گئی جس کے پلیٹ فارم سے علامہ شاہ احمد نورانی نے امریکہ اور اس کے حواریوں کے خلاف اور طالبان کے حق میں آواز بلند کی۔ پاکستان میں دینی جماعتوں کا سیاسی اتحاد "متحدہ مجلس عمل" کی شکل میں وجود میں آیا تو اس کی قیادت کا قرعہ بھی علامہ نورانی کے نام نکلا اور تمام مکاتب فکر کی نمائندگی کرنے والی چھ مقتدر دینی جماعتوں نے ان کی قیادت میں انتخابات میں حصہ لے کر تاریخی اور مثالی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ اس کامیابی میں علامہ نورانی کی اپنی جماعت کا تناسب بہت کم رہا لیکن ان کی شخصیت نے جس باوقار انداز میں 'متحدہ مجلس عمل' کی قیادت کی ذمہ داری نبھائی اور اس اتحاد کو برقرار اور مستحکم رکھنے میں اہم کردار ادا کیا وہ پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھے جانے کے قابل ہے۔ اس کے باوجود مسلکی تصلب کے حوالے سے وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ کے دوران اجتماعی پروگراموں میں ہمیشہ مولانا نورانی ہی نماز کی امامت کرایا کرتے تھے ایک مرتبہ نماز مغرب

کے وقت مفتی محمود مصلیٰ امامت پر بیٹھ گئے اور مولانا نورانی کے آتے ہوئے مکبر نے تکبیر پڑھنا شروع کر دی۔ مولانا نورانی مکبر کو روک کر مفتی محمود سے مخاطب ہوئے کہ یہ بتایئے کیا علماء دیو بند کا کوئی فتویٰ ہے کہ علماء بریلی کی اقتداء میں نماز ادا نہیں ہوتی؟ مفتی محمود فوراً بولے نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں بلکہ علمائے دیو بند کا فتویٰ ہے کہ علمائے بریلی کی اقتداء میں نماز درست ہے اس پر مولانا نورانی نے کہا تو اچھا سنیئے' کہ! علمائے بریلی کا فتویٰ موجود ہے کہ علمائے دیو بند کی اقتداء میں نماز درست نہیں۔ اس پر مفتی محمود مصلے سے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے' مولانا نورانی نے نماز پڑھائی اور پھر مولانا نورانی کی موجودگی میں کبھی کسی دوسرے طبقہ فکر کے کسی عالم نے نماز کی امامت نہیں کرائی۔ اسی طرح ایک مرتبہ مولانا کوثر نیازی وفاقی وزیر مذہبی امور حکومت پاکستان نے قومی اتحاد کی قیادت کو چیلنج کیا کہ سات ستارے ایک امام کی اقتداء میں نماز پڑھ لیں تو پیپلز پارٹی کی حکومت مستعفی ہو جائے گی یہ بیان قومی پریس کی زینت بنا تو بھٹو نے کوثر نیازی کی جواب طلبی کر لی اس نے کہا آپ میری حکومت ختم کرانا چاہتے ہیں کوثر نیازی نے جواباً کہا بھٹو صاحب آپ فکر نہ کریں میرے پاس ان کا اگلا جواب موجود ہے۔ اُدھر اخبار نے مولانا نورانی کی اقتداء میں سات ستاروں کی نماز کا تصویری منظر شائع کر دیا جس پر کوثر نیازی نے وضاحتی بیان جاری کیا کہ میں نے کہا تھا کہ مولانا نورانی کے علاوہ کسی دوسرے امام کی اقتداء میں قومی اتحاد کے سات ستارے نماز پڑھ کر دکھائیں تو پیپلز پارٹی کی حکومت مستعفی ہو جائے گی جبکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ شاہ احمد نورانی کسی دوسرے عقیدے کے حامل شخص کی اقتداء میں نماز ادا کریں سو پھر یہ باب ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔

مولانا نورانی ایک بے باک' جرأت مند اور حق گو انسان تھے سچی بات ڈنکے کی چوٹ پر کہہ دیتے۔ ۱۹۷۰ء میں جب قومی اسمبلی کا اجلاس ڈھاکہ میں طلب کیا گیا تو ذوالفقار علی بھٹو نے کہا "ہم ڈھاکہ جانے والوں کی ٹانگیں توڑ دیں گے۔" مولانا نورانی نے اس دھمکی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ "ہم جا رہے ہیں جو توڑنا چاہے توڑ لے" پھر مولانا نورانی ڈھاکہ تشریف لے گئے۔ اسی ذوالفقار علی بھٹو سے جب پہلی ملاقات ہوئی تھی تو

مولانا کا تعارف کروایا گیا جس پر بھٹو نے کہا "اچھا یہ مولانا نورانی ہیں جو حکومت کے کاموں میں کیڑے نکالتے رہتے ہیں" اس پر مولانا نے برجستہ جواب دیا کہ "حکومت اپنے کاموں میں کیڑے کیوں پڑنے دیتی ہے جو ہمیں نکالنا پڑتے ہیں" بھٹو لاجواب ہو گئے۔ مارچ ۱۹۷۱ء میں صدر پاکستان یحییٰ خان سے ملاقات کے لئے جب آپ ڈھاکہ پہنچے اس وقت صدر کے پاس تین چار فوجی بیٹھے تھے صدر کے ہاتھ میں گلاس تھا اور سخت بدبو آ رہی تھی۔ مولانا نورانی نے یحییٰ خان کو جھڑک کر کہا حالات کی نزاکت کا آپ کو احساس ہے اور یہ آپ کیا پی رہے ہیں؟ اس کو ہٹایئے ورنہ ہم جاتے ہیں اور ساتھ ہی مولانا نورانی اٹھ کھڑے ہوئے لیکن یحییٰ خان نے معذرت خواہانہ لہجہ اختیار کر کے بوتل اور گلاس ہٹوا دیئے۔ اس طرح موجودہ وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی کے والد چوہدری ظہور الٰہی کی گواہی ملاحظہ ہو انہوں نے ۲۶ جولائی ۷۷ء اپنے اخباری بیان میں کہا کہ میں قومی اتحاد کے راہنماؤں میں مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری کی شخصیات سے بہت متاثر ہوں۔ انہوں نے کہا کہ سابق صدر یحییٰ خان نے شاہ احمد نورانی سے میرا تعارف کروایا تھا اور کہا تھا کہ مشرقی پاکستان کے لیڈروں سے مذاکرات کے دوران جب مغربی پاکستان کے تمام لیڈر خاموش بیٹھے رہتے تھے شاہ احمد نورانی واحد آدمی تھا جو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھ سے بات کرتا تھا اور جس نے کہا تھا کہ "تم کسی کو غدار قرار دینے والے کون ہوتے ہو عوام کے نمائندوں کو اقتدار منتقل کرو اس کے بعد سیاسی معاملات کو حل کرنا ہمارا کام ہوگا۔"

مولانا نورانی کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی اور انہوں نے ہمیشہ ملک و ملت اور امت کی فوز و فلاح کے لئے کام کیا وہ سیاسی' سماجی' تبلیغی' روحانی ہر محاذ پر ڈٹے رہے اپوزیشن جماعتوں نے اپنی جدوجہد سے اتنا بڑا کام کر دکھایا کہ آج تک پاکستانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ کام اس قوم کو متفقہ آئین دینے کا تھا۔ آج بھی جب بھی آئین کی بات کی جاتی ہے تو ۷۳ء کے آئین کا تذکرہ ضرور ہوتا ہے اور اسے بحال کرنے کے نعرے بلند کیے جاتے ہیں۔ اس آئین کی تشکیل کے دوران ذوالفقار علی بھٹو اس کمیٹی کی سربراہی کر رہے تھے جس نے یہ آئین بنایا تھا اور مولانا شاہ احمد نورانی اس کمیٹی کے رکن

تھے جبکہ ان کے ہمراہ مفتی محمود، شیر باز مزاری اور غوث بخش بزنجو بھی تھے۔ سیاست سے دلچسپی رکھنے والے جانتے ہیں کہ متفقہ آئین تیار کرنے میں مولانا شاہ احمد نورانی نے جو کردار ادا کیا وہ پیپلز پارٹی کے رہنما بھی صمیم قلب سے تسلیم کرتے ہیں یہ بات طے ہے کہ اگر مولانا نورانی اس کمیٹی کا حصہ نہ ہوتے تو اس ملک میں متفقہ آئین تیار کرنے اور اسے پارلیمنٹ سے منظور کرانے کا خواب شاید آج تک بھی شرمندہ تعبیر نہ ہوسکتا۔ اس آئین کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ آئین میں ترمیم کی تجویز تو پیش کرسکتی ہے مگر اپنی کوئی تجویز مسلط نہیں کرسکتی۔ اس سے پارلیمنٹ کی بالادستی تسلیم ہوگئی ہے۔ آج اگر پاکستان میں آئین کی حکمرانی نظر نہیں آرہی تو اسکی بنیادی وجہ یہی ہے کہ سول اور فوجی آمروں نے آئین کی دھجیاں بکھیرنے کی کوشش کی اور آئینی ترامیم کے ذریعے اپنے اقتدار کو طول دینے کی کوشش کی۔ اسلامی نظریاتی کونسل کو یہ اختیار دینے میں بھی مولانا نورانی نے ایک منفرد موقف اختیار کیا۔

۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء کو نیشنل اسمبلی کے اجلاس سے مولانا نورانی نے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کے آئین کے حوالے سے کہا "جو آئین ہمارے سامنے عمدہ فریم میں سجا کر پیش کیا گیا ہے اس میں اسلام اور ملک پاکستان کے منافی سمجھتا ہوں اس میں ترمیم کی اشد ضرورت ہے۔ یہ ریاست اسلام کے نام سے معرضِ وجود میں آئی ہے اور اس کا صدر ہمیشہ مسلمان ہی ہوگا۔" انہوں نے مسلمان کی تعریف دستور میں شامل کرائی اور اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دلوایا۔ ایم این اے ہوسٹل میں واقع مولانا نورانی کے کمرے میں اُنہی کے زیرِ صدارت منعقدہ اجلاس میں مسلمان کی تعریف یہ کی گئی کہ "مسلمان وہ ہے جو اللہ کی وحدانیت، قیامت کے آنے، قرآن پاک کے خدا کی آخری کتاب ہونے، رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی ہونے، رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث اور قرآن کے احکامات پر مکمل یقین رکھتا ہو یعنی ضروریات دین کا انکار نہ کرتا ہو۔" اس اجلاس میں آپ کے رفقاء مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی، مولانا سید محمد علی رضوی (ایم این اے)، شیخ القرآن مولانا غلام علی اکاڑوی اور شیخ الحدیث مولانا

عبدالمصطفیٰ الازہری شامل تھے۔ بعدازاں جمعیت علماء اسلام، جماعت اسلامی کے علاوہ قومی اتحاد میں شامل دیگر جماعتوں نے "مسلمان کی اس تعریف" کی تائید وتوثیق کی اور پھر یہی تعریف آئین پاکستان کا حصہ بنی۔

شاید یہ بات بہت سے قارئین کے لئے نئی ہو کہ جب ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم کی نشست کے لئے آگے بڑھے تو ان کی مخالفت کرنے والے پہلے رہنما مولانا شاہ احمد نورانی تھے۔ ذوالفقار علی بھٹو کی خواہش تھی کہ وہ پارلیمنٹ سے متفقہ طور پر وزیراعظم منتخب ہوجائیں مگر اپوزیشن نے ان کی اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ عوام کو پارلیمنٹ میں اپوزیشن کی اہمیت کا اندازہ ہوا اس کی تعداد محدود ہونے کے باوجود دوٹوک اور ٹھوس موقف نے اپوزیشن کو عوام میں مقبول بنا دیا۔ اگرچہ وزیراعظم کے انتخاب میں بھٹو کے خلاف مولانا شاہ احمد نورانی کو صرف ۳۳ ووٹ ملے مگر پارلیمنٹ میں ان کے کردار کو خوب سراہا گیا۔ اس کے بعد پارلیمنٹ کے اندر اور باہر مولانا شاہ احمد نورانی نے پیپلز پارٹی اور خصوصاً ذوالفقار علی بھٹو کے ہر غلط فیصلے کی کھل کر مخالفت کی اور دلائل سے ان کے اقدامات کو رد کیا اور پھر اس کے مقابلے میں مسائل کے حل پیش کئے۔ یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ ۱۹۷۵ء میں مولانا شاہ احمد نورانی کو سینٹ کی "سائنس کمیٹی" کا رکن منتخب کیا گیا۔ یہی وہ کمیٹی تھی جس نے بھارت کے ۱۹۷۴ء کے ایٹمی دھماکوں کے بعد پاکستان کو ایٹمی طاقت بننے کے لئے اقدامات کرنے کی سفارش کی تھی یہی وہ دن تھا جب پاکستان نے ایٹمی قوت بننے کی طرف قدم بڑھایا اور آج پاکستان اسلامی دنیا کی واحد ایٹمی قوت ہے جسے امریکہ سمیت تمام غیر مسلم ممالک حیران کن کارنامہ گردانتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس وقت ہمارے حکمران اپنے ایٹمی سائنس دان محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان حفظہ اللہ تعالیٰ سے نہایت شرمناک اور ناروا سلوک رکھے ہوئے ہیں۔

۱۹۷۷ء میں جب ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف مہم چلی تو مولانا شاہ احمد نورانی اس تحریک کے روح رواں تھے۔ وہ حیدرآباد سے قومی اسمبلی کی نشست پر منتخب ہوئے اس دور

میں نظام مصطفیٰ ﷺ ایسی تحریک تھی جسے پاکستانی سیاست سے نکال دیا جائے تو شاید کوئی
اور بڑی تحریک دکھائی نہ دے مولانا نورانی ہی نے جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم
سے نظام مصطفیٰ ﷺ کا نعرہ بلند کیا جماعت اسلامی اور جے یو آئی وغیرہ نے ابتداً اس
نعرے کی فنی حیثیت کو نہ صرف یہ کہ تسلیم نہ کیا بلکہ اس کے خلاف زبانِ طعن دراز کی مولانا
نورانی نے دلائل سے انہیں اپنا موقف تسلیم کرایا اور پھر سات سال تک یہ نعرہ ایوان سے
لے کر گلی کوچوں میں گونجتا رہا۔

مولانا نورانی نے متعدد مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن اُن کے صبر
وتحمل میں ذرہ برابر لغزش نہیں آئی۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک میں اُن کی والدہ محترمہ نے جو
تاریخی بیان دیا تھا وہ قرون اُولیٰ کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ "مجھے گزشتہ
چند روز سے سینکڑوں ٹیلی فون' تار اور پیغامات موصول ہوئے ہیں جن میں میرے
لڑکے شاہ احمد نورانی کی گرفتاری اور ریاستی جبر کے حوالے سے استفسار اور اظہار
ہمدردی کیا گیا ہے۔ میں اُن تمام لوگوں کو ہدایت کرنا چاہتی ہوں جو نورانی میاں کے
ساتھ کیے جانے والے اس ناروا سلوک پر آرزدہ ہیں کہ وہ افسوس کے بجائے اللہ
تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ خدا نے اُن کے رہنماء کو حق بات کہنے اور پھر حق بات کے
لئے سختیاں برداشت کرنے کی سعادت عطا کی۔ اُنہوں نے کہا کہ جہاں تک میرا تعلق
ہے اگرچہ میں عمر کی اس منزل میں ہوں کہ ہمہ وقت اپنے بیٹے کی قربت کی خواہش
محسوس کرتی ہوں مگر اس کے باوجود مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے کہ اس نے اپنے عظیم
باپ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی لاج رکھ لی اور اس ملک میں نظام
مصطفیٰ ﷺ کی تحریک کو اس منزل پر لے جا رہا ہے جہاں سے کامیابی کا راستہ صاف نظر
آ رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں میرے شوہر اپنے اس بیٹے
کی کامیابی پر نازاں ہونگے۔ انہوں نے کہا کہ میں آج اس وجہ سے خوش ہوں کہ یوم
حشر مجھے حضور اکرم ﷺ کے سامنے شرمسار نہیں ہونا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ ظلم کی
تاریکی چھٹنے والی ہے اور صبح ضرور طلوع ہوگی جو نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے روشن ہوگی

جس کے ذریعے ملک میں عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگا۔"

جب جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء لگایا تو بہت سی پارٹیوں نے مفادات حاصل
کیے اور مارشل لاء کی چھتری کے نیچے اقتدار کے مزے لئے لیکن مولانا شاہ احمد نورانی
نے جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کی بھرپور مخالفت کی اور نئے انتخابات کا مطالبہ کیا۔
مولانا کی بھرپور جدوجہد اور اصولی مؤقف کو اس وقت شدید دھچکا لگا۔ جب ان کی پارٹی
سے تعلق رکھنے والے کراچی کے رہنماؤں نے ذاتی مفادات اور مراعات کے عوض جنرل
ضیاء کی مجلس شوریٰ میں شمولیت اور اس کی حمایت شروع کردی اور اپنا تن من دھن قربان
کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ حاجی حنیف طیب اور ظہور الحسن بھوپالی وغیرہ جنرل ضیاء
سے جا ملے اور یوں جے یو پی کمزور ہونا شروع ہوگئی۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ جے یو پی
کو ایسا دھچکا لگا کہ اس کے بعد پارٹی ابھی تک نہیں سنبھل سکی تو غلط نہ ہوگا۔ اپنوں کی بے
وفائی کے بعد مولانا نورانی کی پوزیشن عجیب ہوگئی۔ جنرل ضیاء مضبوط ہوگئے انہوں نے
مولانا کو گھر کے اندر نظر بند کر دیا اور پارٹی کا شیرازہ بکھیر دیا گویا مولانا نورانی کی پارٹی
جے یو پی کا شیرازہ بکھیرنے کی تمام تر ذمہ داری جنرل ضیاء الحق پر عائد ہوتی ہے۔

۱۹۸۵ء میں جب جمہوریت بحال ہوئی تو مولانا نورانی نے غیر جماعتی انتخابات میں
حصہ لینے سے انکار کر دیا اور جمہوری اداروں کی مضبوطی کے لئے جدوجہد شروع کردی۔
اس عرصہ کے دوران جنرل ضیاء کی سرپرستی میں ایم کیو ایم کو مضبوط کیا گیا جس نے جے یو
پی اور پیپلز پارٹی کو کراچی میں کافی سیاسی نقصان پہنچایا۔ 'فرشتوں' کی مدد سے ایم کیو ایم
ایک بھرپور قوت بن کر ابھری اور ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں مولانا شاہ احمد نورانی قومی اسمبلی
کا الیکشن ہار گئے۔ یہ وہ وقت تھا جب سندھی اور مہاجر کا جھگڑا عروج پر تھا۔ انہوں نے
الیکشن جیتنے کی خاطر سندھیوں کو بھڑکانے کے بجائے مہاجر کمیونٹی اور سندھیوں کے درمیان
مذاکرات کی تجویز پیش کی اور سندھ کا سکون بحال کرنے کی درخواست کی۔ ان پر کئی مرتبہ
قاتلانہ حملے ہوئے مگر مارنے والے سے بچانے والی قوت زیادہ مضبوط اور طاقت ور ہے
اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی اور وہ ان تمام قاتلانہ حملوں سے بچ گئے پھر اپنا انتقام لینے

کے بجائے امن و سکون سے وہ مسلسل مذاکرات کی بات کرتے رہے۔ نامور صحافی سید انور قدوائی نے قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے مابین اختلافات پیدا کرنے' پھر جمعیت کے مختلف دھڑوں کے قیام' مرکزی دونوں گروپوں کے اتحاد کی داستان یوں بیان کی کہ مولانا عبدالستار خان نیازی بہت ہی جذباتی شخصیت تھے۔ ان کی نظام مصطفیٰ ﷺ اور پاکستان کے ساتھ وفاداری کسی بھی شک و شبہ سے بالاتر تھی اور مولانا نورانی جناب مولانا نیازی کو بڑا بھائی سمجھتے تھے اور احترام بھی کرتے تھے لیکن ادھر ادھر کی باتیں پہنچانے والے اتنے زیرک اور چالاک تھے کہ وہ مولانا نیازی کے کان بھرنے میں کامیاب ہو گئے اور ۱۹۹۰ء میں جمعیت علماء پاکستان دو دھڑوں میں بٹ گئی اور اہل سنت کی سب سے بڑی سیاسی و دینی جماعت خاصی کمزور ہو گئی۔ بعد میں حاجی فضل کریم نے اپنا الگ گروپ بنا لیا۔ حضرت (غزالی زماں) علامہ سید احمد سعید کاظمی کے صاحبزادوں نے بھی چند ایک علماء کرام کو ساتھ ملا کر جمعیت اہل سنت کے نام سے ایک پارٹی کھڑی کر لی۔ اس طرح جمعیت کے کئی دھڑے ہو گئے۔ کئی بار مولانا نورانی اور مولانا نیازی کے درمیان مصالحت کرانے کی کوشش کی گئی۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا ہمیشہ رویہ مثبت رہا وہ مولانا نیازی سے غیر مشروط مفاہمت کے لئے تیار رہے لیکن مولانا حنیف طیب اور ان کے ساتھیوں سے بات چیت کرنے سے انکار کر دیا تاہم یہ اچھا ہوا کہ جمعیت علماء پاکستان کے دو گروپ اکٹھے ہو گئے۔ مولانا نیازی اور مولانا نورانی کے درمیان صلح ہو گئی ۔۱۹۹۰ء میں جب ملک نسلی اور فرقہ وارانہ اختلافات کی آگ میں جل رہا تھا اس وقت مولانا شاہ احمد نورانی نے قاضی حسین احمد کے ساتھ مل کر ایک نیا فورم ملی یکجہتی کونسل قائم کیا جو ابتداء میں قطعی طور پر غیر سیاسی پلیٹ فارم تھا اور اس کا مقصد ملک بچانا تھا اور ملک میں امن و سکون بحال کرنے کے لئے آواز بلند کی۔ متحدہ مجلس عمل نے اپنی جدوجہد جاری رکھی اور سیاسی محاذ پر بھی اپنی کوششوں کا آغاز کیا مولانا شاہ احمد نورانی کی غیر متنازعہ شخصیت' معاملہ فہمی اور غیر معمولی لیاقت و قابلیت کی وجہ سے انہیں ایم ایم اے کا صدر منتخب کیا گیا اس فورم کے متحرک ہونے سے ملک میں فرقہ واریت کی لہر ختم

ہو گئی اور ایک اللہ' ایک قرآن اور ایک رسول کی بات نے تقویت پکڑی۔ ایم ایم اے کو سیاسی محاذ پر اپنی پاور شو کرنے کا مشورہ بھی مولانا شاہ احمد نورانی نے دیا۔

مرحلہ طے نہ ہوا تری شناسائی کا — جب بھی دیکھا ہے تجھے عالم نو دیکھا ہے

فتنہ قادیانیت کو مولانا نورانی کس نظر سے دیکھتے تھے اس کا اندازہ مولانا نورانی کے اس قول سے بخوبی ہو جاتا ہے جو انہوں نے ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی کو دیا۔

نورانی میاں نے کہا: ''قادیانی' ملک کے وفادار نہیں' ان کی ہمدردیاں آج بھی اسی ملک کے ساتھ ہیں جہاں ان کا ''قادیان'' ہے۔ وہ ہمیشہ اکھنڈ بھارت کے علمبردار رہے ہیں اس فیصلے سے ملک کی سالمیت کا تحفظ ہو گیا ہے' اب وہ ہمارے ملک کے خلاف کوئی سازش نہیں کر سکیں گے جہاں تک عالمی سطح پر اس کے اثرات کا تعلق ہے تو قادیانی اخبار اور رسائل بھی چیخنے لگے ہیں کہ اب وہ دنیا میں تبلیغ کس طرح کر سکیں گے؟ قادیانیوں نے دنیا بھر میں مشہور کر رکھا تھا کہ پاکستان میں احمدیوں کی اکثریت ہے' اب یہ لوگ وہاں تبلیغ کرنے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ پاکستان کے مسلمانوں نے تو تمہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے تم یقیناً ہمیں اسلام کی نہیں' بلکہ کسی اور مذہب کی دعوت دے رہے ہو۔'' ۷ ستمبر کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے حوالے سے بھٹو صاحب نے جب اسمبلی میں تقریر کی تو مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب کہنے لگے ''اس مسئلے کے حل کا سہرا بھٹو صاحب کے سر بندھتا ہے'' یہ سن کر مولانا نورانی نے فی البدیہہ یہ جملہ کہا ''سبحان اللہ! سہروں کو شرک و بدعت کہنے والے بھی آج سہرے باندھنے لگے ہیں۔''

جولائی ۱۹۷۷ء میں جنرل ضیاء الحق کے فوجی انقلاب کی وجہ سے آئین معطل ہو گیا۔ لہٰذا قادیانیوں نے پھر سے اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ علامہ نورانی کی تحریک پر اس وقت کے فوجی آمروں کو دوبارہ امتناعِ قادیانیت آرڈیننس پاس کرنا پڑا۔ اس کے بعد اکتوبر ۱۹۹۹ء میں جنرل پرویز مشرف کے فوجی انقلاب کی وجہ سے آئین معطل ہوا

اور پی سی او (پروویژنل کنسٹریشن آرڈر) نافذ ہوگیا۔ لہٰذا قادیانیوں نے پھر اپنی سازشیں شروع کر دیں لیکن فدائیان ختم نبوت نے علامہ نورانی کی رہنمائی میں ملک کے طول و عرض میں تحریک شروع کر دی۔ جس کی بناء پر فوجی حکومت کو جولائی ۲۰۰۰ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی دفعہ کو پی سی او کا حصہ بنانا پڑا اور اب جبکہ مولانا دنیا میں نہیں رہے ملک میں جنگل کا قانون نافذ ہے دن بدن مولانا کی ضرورت زیادہ شدت سے محسوس ہوتی ہے بقول شاعر ۔

صرف ایک شخص کے نہ ہونے سے   شہر ویراں دکھائی دیتا ہے

۱۹۸۱ء میں قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی کی رہائش گاہ پر حضرت غزالی زماں مولانا سید احمد سعید کاظمی کی زیر صدارت کے اجلاس میں تبلیغی امور کی انجام دہی کے لئے دعوت اسلامی کے نام سے سنی تبلیغی جماعت قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس اجلاس میں علامہ ارشد القادری، علامہ محمد شفیع اوکاڑوی، مفتی وقار الدین، مفتی جمیل احمد نعیمی، مفتی عبدالمصطفیٰ الازہری سمیت متعدد علماء موجود تھے۔ اس اجلاس کے داعی اور میزبان قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی تھے۔

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی قدس سرہٗ ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء (۱۶ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ) بروز جمعرات اسلام آباد میں اچانک حرکتِ قلب بند ہو جانے کے سبب واصل بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ میں لاکھوں افراد کا اجتماع ہوا۔ نماز جنازہ بڑے فرزند حضرت صاحبزادہ شاہ محمد انس نورانی نے پڑھائی اور پھر آپ کو سید الاولیاء حضرت عبداللہ شاہ غازی قدس سرہٗ کے مزار مبارک کے زیر سایہ اپنی والدہ ماجدہ کے قدموں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ حضرت طارق سلطانپوری نے تاریخ وصال کا مادہ بحساب سن عیسوی ۲۰۰۳ء خوب استخراج کیا ۔

اللہ اللہ ظلمتوں میں ایک ہالہ نور کا

(۲۰۰۳ء)

مولانا نورانی کی رحلت ایک گھر سے دوسرے گھر میں انتقال کے مترادف ہے اللہ

سبحانہٗ و تعالیٰ ان کو وہاں تسکین و آسودگی' راحت اور اجر عظیم سے نوازے اور فردوس بریں کی نعمتیں انہیں نصیب ہوں۔

موت کے پردے سے کم ہوتی نہیں تابندگی   اس طرف بھی زندگی ہے اُس طرف بھی زندگی

حضرت شیخ الاسلام مولانا شاہ احمد نورانی قدس سرہٗ اپنی حیات مبارکہ میں ۳۹ مرتبہ جوہر آباد تشریف لائے اُن کی یادیں' دورے اور پروگرام ہمارے لئے سرمایۂ افتخار ہیں آپ کی یاد میں دسمبر ۲۰۰۳ء ہی میں "علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان" کی بنیاد رکھ دی گئی ہے مجلّہ 'انوار رضا' جوہر آباد نے تقریباً پانچ صد صفحات پر محیط ضخیم 'قائد ملت اسلامیہ نمبر' شائع کیا ۲۲ نومبر ۲۰۰۵ء کو روزنامہ 'نوائے وقت' کی پورے کلرڈ صفحہ کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات مبارکہ کے دو مجموعے چھپ چکے ہیں جبکہ دو ابھی تک منتظرِ اشاعت ہیں۔ ۲۰۰۴ء سے اب تک ہر سال مستقل بنیادوں پر فکری و نظری حوالے سے اہل سنت کی ترجمان شاندار' معلومات افروز 'نورانی ڈائری' کا اجراء پورے تسلسل سے جاری ہے۔ مستقل سوانح حیات کے علاوہ بعض علمی موضوعات پر کام جاری و ساری ہے۔ جب کہ آپ کے مسند نشین فرزند ورلڈ اسلامک مشن اور جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا صاحبزادہ شاہ انس نورانی' جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل محترم علامہ قاری زوار بہادر اور (راقم) ملک محبوب الرسول قادری نے ۲۳ جنوری ۲۰۰۷ء کو سنگ بنیاد رکھا۔ جو اس وقت شیخ الاسلام قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کے مشن کی ترویج و اشاعت اور امور خیر کی ترغیب و انجام دہی میں مصروف عمل ہے۔ مولانا کی رحلت کے بعد تو ایسے لگتا ہے کہ ۔

وہ چل دیئے تو سعدؔ مجھے اس طرح لگا   اک اجنبی کو راستے میں رات ہو گئی

حق تعالیٰ شانہ ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرما کر فردوس بریں کی بہاریں نصیب کرے اور اہل وطن کو نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے ان کے خوابوں کی حسین تعبیر عطا ہو۔ آمین

تذکرہ خانوادۂ علیمیہ

محترمہ ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی ☆

اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے کہ اس نے ہمیں ایک ایسے خانوادے میں پیدا کیا جس کا شمار عرب کے اشراف خانوادوں میں ہوتا ہے۔ ہمارا شجرۂ نسب اڑتیسویں (۳۸) پشت میں جا کر خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ والد گرامی حضرت شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی مدنی کو اللہ تعالیٰ نے وہ شرف بخشا جو کہ بہت کم لوگوں کے حصے میں آیا ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد عرب سے آ کر ہندوستان کے مشہور صوبہ اتر پردیش (یوپی) کے شہر میرٹھ میں بس گئے تھے اور انہوں نے قاضی القضاۃ کی ذمہ داریاں سنبھالی ہوئی تھیں۔ یاد رہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ابتداء میرٹھ سے ہوئی تھی جہاں اس دور میں فوجی چھاؤنی تھی۔ میرٹھ کے محلہ مشائخاں میں کئی مکانات تھے اور ہماری رہائش والا آبائی مکان بڑا وسیع و عریض تھا۔ ہمارے دادا محمد عبدالحکیم صدیقی اور ان کے بڑے بھائی مولانا اسماعیل میرٹھی کا شمار میرٹھ کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ بڑے دادا ابا کی کتب یوپی اردو بورڈ کے نصاب میں شامل تھیں۔ آپ کے دادا بھی بڑے صوفی شاعر تھے اور جوش و حکیم تخلص کرتے تھے۔ ابا حضور نے بڑی بہن امتہ السبوح صبیحہ کی فرمائش پر لکھی جانے والی کتاب ذکر حبیب ﷺ میں آپ کی کئی نعتوں کو شامل کیا ہے ان میں سے ایک نعت شریف ملاحظہ ہو۔

مظہر شان خدا ہو یا حبیب کبریا — تم نبی الانبیاء ہو یا حبیب کبریا
مجھ کو بھی اپنی زیارت سے مشرف کیجیے — میری جاں تم پر فدا ہو یا حبیب کبریا
شوق دیدار الٰہی میں ہو مستغرق حکیم — روح جب تن سے جدا ہو یا حبیب کبریا

دادا حضور کا انتقال ۱۹۰۴ء میں ہوا اس وقت والد صاحب کی عمر بارہ برس کی تھی۔ دادی جان نے آپ کی تربیت بڑی جانفشانی سے کی۔ ان کا تعلق بھی صدیقی خانوادے

☆ سرپرست: وومن اسلامک مشن، بانی صدر: اسلامک مشنری سنٹر برائے خواتین، کراچی 021-35823939

سے تھا۔ دادا حضور کے سات بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں۔

(۱) مولانا مختار احمد صدیقی میرٹھی......(۲) مولانا نذیر احمد صدیقی میرٹھی ...... (۳) مولانا بشیر احمد صدیقی میرٹھی............(۴) مولانا صدیق احمد صدیقی میرٹھی......(۵) جناب خلیل احمد صدیقی میرٹھی......(۶) جناب حمید احمد صدیقی میرٹھی...... (۷) مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی............

۱۔ مولانا مختار احمد صدیقی میرٹھی:

آپ محلہ مشائخاں میرٹھ میں ۷ محرم الحرام ۱۲۹۴ھ کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں والد ماجد سے پڑھیں۔ ۱۳۱۰ھ میں ۱۶ برس کی عمر میں مدرسہ اسلامی اندر کوٹ میرٹھ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۳۲۱ھ میں مکہ معظمہ میں شیخ الدلائل حضرت مولانا شاہ عبدالحق الٰہ آبادی سے حدیث کی کتابوں کا درس لیا۔ ۱۳۲۲ھ میں ایک سال مدینہ منورہ میں حاضر رہ کر حضرت شیخ رضوان وغیرہ سے تحصیل علم کر کے سندیں حاصل کیں۔ محسن ملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے۔ برما کے شہر مانڈلے میں اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک درس گاہ کی بنیاد رکھی۔ ڈربن افریقہ میں عورتوں کو تعلیم کے لئے متوجہ کیا۔ ۱۹۰۸ء میں افریقہ سے "الاسلام" نامی گجراتی زبان میں اخبار جاری کیا۔ ۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت میں حصہ لیا۔ نجدیوں نے حجاز مقدس میں برسر اقتدار آنے کے بعد مقابر مبرکہ کے توڑ پھوڑ کا سلسلہ شروع کیا نجدیوں کے اس اقدام کے خلاف عالم اسلامی میں ہل چل مچ گئی۔ ۱۹۲۴ء میں مسلمانان بمبئی نے سلطان سعود کو اس حرکت سے باز رکھنے کے لئے آپ کی قیادت میں ایک وفد بھیجا۔ جناب سید حبیب صاحب ایڈیٹر سیاست لاہور اور مولانا فضل اللہ خان مالک علیمیہ بک ڈپو بمبئی آپ کے رفقاء وفد تھے۔ ۱۹۱۸ء میں میرٹھ میں اور ۱۹۳۵ء میں ڈربن ساؤتھ افریقہ میں یتیم خانے قائم کئے آپ نے کافی تعداد میں ہندوؤں اور عیسائیوں کو مسلمان کیا۔ ۶۳ برس کی عمر میں بدھ کی رات بعد مغرب ۱۰ جولائی ۱۹۳۸ء کو ومن (پرتگیز) میں انتقال ہوا۔ آپ بھی ایک

نعت گو شاعر تھے۔ ذکر حبیب میں موجود درج ذیل نعت شریف کے چند اشعار آپ ہی کے فرمائے ہوئے ہیں۔

مجھے اس کا جلوہ دکھا دے خدایا — جسے تو نے آئینہ اپنا بنایا
خدا نور ہے آسمان و زمیں کا — محمد ﷺ ہے اس نور کا پہلا سایہ
الٰہی بحق شفیع قیامت — مرے سر پہ ہو ابر رحمت کا سایہ
یہ مختار عاصی بھی پہنچے مدینہ — کوئی راہ ایسی بتا دے خدایا

۲۔ مولانا نذیر احمد صدیقی میرٹھی:

آپ نے ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی بعد میں مدرسہ اسلامی عربی میرٹھ کے مدرس مولانا نور احمد سے حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد صحافت کی راہ کو اپنایا۔ میرٹھ سے "تاجر" اخبار جاری کیا اور بمبئی سے "غالب"۔ آپ کی زندگی کا زیادہ حصہ بمبئی میں گزرا۔ حضرت مولانا شاہ خیر الدین کی تعمیر کی ہوئی مسجد خیر الدین کے امام اور خطیب اور ناظم تھے۔ آزاد پارک میں عیدین کے امام آپ ہی تھے۔ تبلیغ اسلام کے لئے برما کا سفر کیا۔ قائداعظم کا نکاح بھی آپ ہی نے پڑھایا تھا۔ قائداعظم کی بیوی رتن بائی نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ انتقال سے ڈیڑھ برس پہلے آپ مدینہ منورہ چلے گئے تھے۔ ۱۳۵۵ھ ماہ شعبان میں انتقال ہوا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

۳۔ مولانا بشیر احمد صدیقی میرٹھی:

آپ بھی مبلغ اسلام تھے۔ افریقہ کے کئی علاقوں میں آپ نے اشاعت اسلام کا کام کیا۔ آپ کا انتقال افریقہ کے شہر ڈربن میں ہوا۔

۴۔ مولانا صدیق احمد صدیقی میرٹھی:

اچھے شاعر تھے۔ پانی پت میں انتقال ہوا۔

۵۔ جناب خلیل احمد صدیقی میرٹھی:

نعت گو شاعر تھے۔

۶۔ جناب حمید احمد صدیقی میرٹھی:

نعت گو شاعر تھے۔

۷۔ مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی:

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت برادر بزرگ مولانا شاہ احمد مختار صدیقی نے کی۔ ۷ سال میں قرآن پاک حفظ کرنے اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ اپنے برادر بزرگ مولانا مختار احمد صدیقی سے بیعت ہوئے۔ انہوں نے آپ کو بیعت کرنے کے ساتھ ساتھ خلافت کا پروانہ بھی دیا۔ پھر میرٹھ کالج سے بی اے کیا۔ ساتھ ہی طب کی پیشہ ورانہ تعلیم بھی پائی۔ بعدازاں آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی کے ہاتھ پر بیعت کی انہوں نے بھی آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔

مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ متداول علوم عربیہ ادبیہ میں ماہر کامل فنون عقلیہ نقلیہ و ایجاد و اجتہاد پر فائز تھے۔ آپ نے ساری عمر تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ کنز الایمان کے نام سے آپ نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ لکھا جو تفاسیر معتبرہ قدیمہ کے مطابق ہے۔ آپ کے خاص فقہی مسائل میں فتاوٰی رضویہ ۱۲ جلدوں میں کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ کم و بیش ایک ہزار تصانیف آپ کی یادگار ہیں جو پچپن سے زائد مختلف علوم و فنون پر لکھی گئی ہیں۔

والد صاحب نے قدیم و جدید تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے مرشد کی ایماء پر تبلیغ دین کا بیڑا اٹھایا اور اسلامی افکار اور نظریات کا کئی بین الاقوامی زبانوں میں تحریر و تقریر کے ذریعے پرچار کیا۔ آپ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ علیم تخلص کرتے تھے۔ عشق رسول ﷺ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس کا منہ بولتا ثبوت آپ کی فرمائی

ہوئی درج ذیل نعت شریف کے چند اشعار یہ ہیں جو آپ نے ذکرِ حبیب ﷺ میں رقم کی ہے۔

الٰہی وہ زباں دے جو ثنا خوان محمد ﷺ ہو | ثنا ایسی جو ہر آئینہ شایانِ محمد ﷺ ہو
وہ جان پاک دے یارب جو قربان محمد ﷺ ہو | وہ دل دے جو شکار تیری مژگاں محمد ﷺ ہو
بدل جائے شب بخت سیہ صبح دل آراہ سے | اگر جلوہ نما روئے درخشاں محمد ﷺ ہو
علیم خستہ جاں تنگ آ گیا ہے درد ہجراں سے | الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمان محمد ﷺ ہو

آپ کی دینی سیاسی خدمات میں سرفہرست تحریک پاکستان میں آپ کا فعال کردار ہے نیز تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، شدھی و سنگھٹن تحاریک میں بھی موثر کردار ادا کیا۔ قائداعظم نے بہ اصرار آپ کو مشرق وسطیٰ، مشرق بعید اور دیگر ممالک میں تحریک پاکستان کی راہ ہموار کرنے کے لئے بھیجا جہاں آپ نے عوام اور خواص سے رابطے کر کے انہیں پاکستان کے قیام کے مقاصد سے باخبر کیا۔ پاکستان بننے کے بعد آپ کراچی تشریف لے آئے۔ آپ کا وصال مدینہ شریف میں ہوا۔ انتقال سے سات یا آٹھ ماہ قبل مدینہ شریف میں مسجد نبوی شریف سے متصل ایک مکان میں قیام پذیر رہے اور ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آپ کو جنت البقیع میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں جگہ ملی۔

اولاد و امجاد:

والدہ ماجدہ امۃ الروف صدیقی (م۔۲۰۰۱ء) بڑی پاکباز و عفت مآب خاتون تھیں آپ کا انتقال ۱۰۳ برس کی عمر میں ہوا اور تدفین متصل مزار مبارک حضرت سید عبداللہ شاہ غازی کلفٹن میں ہوئی۔ آپ نے بڑی دلسوزی و عرق ریزی کے ساتھ ہماری پرورش کی۔ والد صاحب ہماری تربیت کے سلسلے میں کسی رعایت کے قائل نہ تھے۔ جب اپنے تبلیغی دوروں سے آپ واپس آتے تو ہم سے اس والہانہ محبت کا اظہار کرتے کہ ہم ان کی جدائی کو فراموش کر دیتے۔ ہم کل سات بھائی بہن تھے۔

۱۔ نذر غوث محمد جیلانی صدیقی (مرحوم):

والد صاحب کو سرکار غوث پاک سے والہانہ محبت و عقیدت تھی اسی لیے آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے کا نام غوث پاک کی نسبت سے رکھا تھا۔ آپ ایک عالم دین اور مبلغ تھے ساتھ ساتھ کاروبار بھی کرتے تھے نیز ورلڈ اسلامک مشن (لندن) کے صدر بھی تھے۔ آپ کا انتقال و تدفین لندن میں ہوئی۔ سوگواران میں ایک صاحبزادہ اور آٹھ صاحبزادیاں چھوڑیں جن کے نام یہ ہیں۔ محمد فرقانی صدیقی صاحبزادہ ہیں صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں۔(۱) طلعت مرزوقہ صدیقی......(۲) شاہین صدیقی...... (۳) حفیظہ صدیقی......(۴) ثمینہ صدیقی......(۵) نوری صدیقی......(۶) نسرین صدیقی ......(۷) آمنہ صدیقی......(۸) سلمیٰ صدیقی

۲۔ صاحبزادی امت السبوح صبیحہ (م۔۲ ستمبر ۲۰۰۰ء):

آپ ڈاکٹر حافظ مولانا محمد فضل الرحمٰن انصاری (م۔۳ جون ۱۹۷۴ء) کی اہلیہ تھیں۔ آپ ایک مشہور عالم دین، دانشور، مبلغ اور مصنف تھے۔ باجی کا انتقال کراچی میں ہوا اور تدفین ادارہ المرکز الاسلامی، ناظم آباد ٹاؤن کراچی کے احاطے میں ہوئی۔ آپ کی اولاد میں ایک صاحبزادہ اور چار صاحبزادیاں ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) مصطفیٰ فاضل روحی انصاری (صاحبزادہ)......(۲) عائشہ انصاری...... (۳) فوزیہ انصاری......(۴) سعدیہ انصاری......(۵) ندا انصاری

۳۔ نذر معین احمد نورانی صدیقی (م۔۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء):

آپ کی پیدائش ۱۷ رمضان المبارک میں ہوئی۔ آپ نے حفظ قرآن درس نظامی اور جدید علوم کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کراچی میں ہی سکونت اختیار کی اس وقت رکن پاکستان سینٹ، صدر جمعیت علماء پاکستان، ورلڈ اسلامک مشن اور متحدہ مجلس عمل پاکستان ہیں۔ آپ اردو، انگریزی، عربی، فارسی، فرانسیسی اور کئی سواحلی زبانوں کے ماہر ہیں۔ ۵۰۰ سے زائد افراد نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ آپ کی

دینی و سیاسی خدمات امت مسلمہ و پاکستان کے لئے سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آئین پاکستان میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا معاملہ ہو یا قادیانیوں کو کافر قرار دینے کی تحریک ہو۔ تحریک نظام مصطفیٰ ہو یا پاکستان قومی اتحاد کی تحریک ہو۔ ہر جگہ آپ کا کردار قائدانہ و مجاہدانہ رہا۔ والد صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سوشلزم، قادیانیت، لادینیت اور یہود و ہنود و نصاریٰ کے خلاف تمام مکاتب فکر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے بڑی کامیاب تحاریک چلائیں۔ اسی بناء پر قوم نے آپ کو قائد ملت اسلامیہ اور امام انقلاب کے خطابات دیئے۔ آپ نے حق گوئی کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلیں۔ آپ نہ صرف قبلہ والد صاحب کے خلیفۂ مجاز ہیں بلکہ اپنے خانقاہی معاملات میں اسلاف صالحین کا پرتو بھی ہیں۔ آپ کی اہلیہ مدینہ شریف میں پیدا ہوئیں اور اب بھی ان کے پاس سعودی عرب کی شہریت ہے ان کے جد امجد مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ہیں جنھوں نے شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو مجدد الف ثانی کا خطاب دیا تھا۔ بھابھی صاحبہ کے دادا قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی اور قبلہ والد صاحب کے انتہائی دوستانہ مراسم تھے۔ بھائی جان کے چار بچے (دو صاحبزادے) ہیں۔ بڑی صاحبزادہ اناس صدیقی اور چھوٹی ایمان صدیقی ہیں۔ ان سے چھوٹے دو صاحبزادے محمد انس نورانی صدیقی اور محمد اویس نورانی صدیقی ہیں۔

۴۔ نذر فرید حامد ربانی صدیقی:

آپ ایروناٹیکل انجینئر ہیں سرکاری ملازمت سے سبکدوشی کے بعد تاحال سعودی عرب میں مقیم ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادگان محمد جمال صدیقی، محمد یوسف صدیقی اور ایک صاحبزادی نینا صدیقی ہیں۔

۵۔ عزیز اقبال بیگ:

فاطمہ جناح میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کرنے کے بعد سرکاری ملازمت اختیار کی اور جناح پوسٹ گریجویٹ میڈیکل سینٹر سے ریٹائرڈ ہوئیں۔ آپ

کے ایک صاحبزادے محمد سعد سعدی اور ایک صاحبزادی ڈاکٹر فریحہ اقبال ہیں۔

۶۔ ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی

میری پیدائش ۲۸ جون ۱۹۳۵ء کو میرٹھ میں ہوئی۔ ایم اے، بی ایڈ کرنے کے بعد بحیثیت انسپکٹریس گرلز اسکولز سرکاری ملازمت کی۔ ۱۲ اپریل ۱۹۶۲ کو پروفیسر محمد احمد صدیقی سے شادی ہوئی۔ الحمدللہ گھریلو دینی ماحول اور والدین و شوہر کی بھرپور اعانت کے سبب آج جو کچھ ہوں بزرگان دین کا صدقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو صاحبزادگان ڈاکٹر محمد طلحہ صدیقی، محمد جنید صدیقی اور ایک صاحبزادی سمیہ صدیقی سے نوازا ہے۔

۷۔ نذر خواجہ حماد سبحانی صدیقی:

آپ سعودی عرب میں سرکاری ملازم رہے اور وہیں پنشن پا کر تاحال مقیم ہیں۔ آپ کی دو صاحبزادیاں سارہ صدیقی اور مونا صدیقی ہیں۔

سیّد وجاہت رسول قادری کے لئے

دُعائے صحت کی اپیل

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (انٹرنیشنل) کے سربراہ اور ماہنامہ معارف رضا کراچی کے چیف ایڈیٹر حضرت علامہ سیّد وجاہت رسول قادری عارضۂ قلب میں مبتلا ہو گئے .... الحمدللہ ان کا "بائی پاس" بھی کامیاب ہوگیا اور اب وہ تیزی سے روبصحت ہو رہے ہیں قارئین کرام سے اپیل ہے کہ وہ موصوف کی جلد صحت یابی کے لئے دُعا فرمائیں تاکہ وہ روبصحت ہو کر اپنے علمی و تحقیقی اشاعتی و تبلیغی مشاغل جاری و ساری رکھ سکیں۔

ایک رہنما کی یادیں

حضرت مبلغ اسلام مولانا شاہ

عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا خاندان

تحریر......علامہ شبیر احمد ہاشمی (مرحوم) ☆

مولانا نورانی کے ایک تایا مولانا نذیر احمد خوجندی قدس سرہ ہیں وہ بمبئی میں خطیب تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح مرحوم ان کے عقیدت مند تھے۔ وہ مولانا خوجندی کے پاس حاضر ہوئے اور دینی رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ جب قائداعظم مرحوم نے محترمہ رتن بائی سے شادی کی تو نکاح مولانا خوجندی نے پڑھایا۔ محترمہ رتن بائی کو مسلمان بھی مولانا نورانی کے انہیں تایا نے کیا۔ مولانا نورانی کے دوسرے تایا مولانا احمد مختار میرٹھی ہیں یہ بھی قائداعظم کے خصوصی دوستوں میں تھے۔ قائداعظم ان کی قومی اور اسلامی فکر کے معترف تھے۔ جب پاکستان کی تحریک کو کانگریس کے مذہبی شعبہ "جمعیت علماء ہند" نے سبوتاژ کرنا چاہا اور اس کے منفی اثرات مرتب ہونے لگے تو قائد نے مولانا احمد مختار میرٹھی کو اپنا نمائندہ مقرر فرمایا اور انہوں نے برطانیہ، امریکہ، افریقہ اور جنوبی امریکہ کے ممالک میں مسلم لیگ کا پیغام انہیں ملکوں کی زبان میں پہنچایا۔ مولانا نورانی کے والد ماجد مبلغ اعظم مولانا عبدالعلیم میرٹھی قدس سرہٗ بھی اپنے دونوں بڑے بھائیوں کی طرح اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام عاشقاں معجزہ رسول سیدی امام شاہ احمد رضا قدس سرہٗ کے خلیفہ اور مرید تھے۔ دینی اور دنیاوی علوم کا پیکر زہد تقویٰ اور عشق رسول ﷺ کا قلزم تھے انہوں نے عمر بھر مسلم لیگ کی ترجمانی کی۔ افریقی ممالک میں دین حق کا پیغام پہنچایا یا لاکھوں غیر مسلموں کو دولت اسلام سے آراستہ کیا اور اپنے فرزند ارجمند مولانا شاہ احمد نورانی کی اس طرح تربیت کی کہ وہ بھی عالم افق پر نیر تاباں

☆ قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد اور محبِ خاص، خطیبِ دلپذیر اور سیاسی و دینی رہنما

بن کر ابھرے۔ امام نورانی نے عملی سیاست میں پہلی مرتبہ ۱۹۷۰ء میں قدم رکھا۔ اسمبلی میں پہنچے۔ بعد میں سینٹ میں گئے اس عرصہ میں یحییٰ خان کا آخری دور تھا۔ مولانا نورانی پہلے قومی رہنما بن کر ابھرے جنہوں نے یحییٰ کی موجودگی میں قادیانیوں کے لیڈر ایم۔ایم احمد کی سازشوں کو بے نقاب کیا۔ مجیب سے مصالحت کا مشورہ دیا۔

مجیب الرحمٰن کو ۶ نکات میں لچک پیدا کرنے پر آمادہ کیا۔ ۷۳ء کے آئین میں مشرقی پاکستان کو شامل کروایا حالانکہ اس وقت مشرقی پاکستان الگ ہو چکا تھا مگر مولانا نورانی نے اس مسئلہ کو زندہ رکھنے اور مشرقی پاکستان کے بھائیوں سے ملنے کے ارادے سے اس کو آئین میں شامل کروایا۔ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی مخالفت کی۔ دستور ساز کمیٹی ۲۵ رکنوں پر مشتمل تھی اس میں اپوزیشن کی طرف سے تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب قرار دلوایا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا۔ اس وقت صدر پاکستان وزیراعظم سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس، ججز، افواج کے سربراہ جو حلف پڑھتے اس کی عبارت مولانا نورانی نے لکھی جسے پوری قومی اسمبلی نے اتفاق رائے سے منظور کیا۔ مولانا نورانی نے تنظیم المدارس اہلسنت کی سند کو ایم اے کے برابر قرار دلوایا۔ انہوں نے جی ایچ کیو میں اہلسنت کے ۵۰ مدارس کو منظور کروایا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے سیاست میں سنجیدگی اور اجماعیت کو فروغ دیا۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق شہید کے خلاف گول میز کانفرنس کا تصور دیا۔ مارشل لاء کو اسلام کے خلاف سازش قرار دیا۔ سندھ میں فوجی اپریشن کا مطالبہ کیا۔ پاکستانی قوم کو چھوٹی چھوٹی قومیتوں میں تقسیم کرنے کی بارہا مذہب کی۔ مولانا نورانی نے اسلام کے عملی نفاذ کی ہمیشہ مخلصانہ جدوجہد کی۔ اصولوں پر کبھی سودے بازی نہ کی۔ جھوٹ فریب پر مبنی سیاست کی مذمت کی۔ لالچ، حرص، محلاتی سازش، فریب اور اغراض سے پاک سیاست کو رواج دیا۔ زبان رسوم ورواج اور کلچر کی بجائے ثقافت کی بنیاد اور اسلام اور نظام مصطفےٰ ﷺ کی اصطلاح کو پاکستانی سیاست میں داخل کیا اس سب کچھ کے باوجود ذاتی مفاد کبھی نہ لیا۔ مولانا نورانی پاکستان کے محبِ وطن سیاست دان دانش ور مفکر اور عالمی سطح کی عظیم شخصیت ہیں۔

انہوں نے سیاست میں جو پیش گوئی کی سب پوری ہوئیں مثلاً انہوں نے ۱۹۸۵ء میں صدر ضیاء الحق شہید کو لکھ کر دیا کہ سندھ کے ساتھ ملنے والا بھارتی بارڈر سیل کر دیا جائے۔ ناجائز اسلحہ بلاتفریق ہر ایک سے واپس لیا جائے۔ کراچی اور سندھ میں فوجی ایکشن کیا جائے تو امن ہو سکتا ہے۔ جب تک صدر ضیاء الحق، بے نظیر اور جتوئی کی حکومتوں میں یہ اقدامات نہیں کیے گئے سندھ بدامنی، اغوا برائے تاوان، دھماکوں اور فائرنگ میں جلتا رہا۔ جب فوج نے سندھ کو سنبھالا تب وہاں امن ہوا۔ مولانا نورانی نے ۱۹۸۸ء میں فرمایا کہ کراچی کی سرزمین الطاف حسین پر تنگ ہو جائے گی گولیاں چلانے والے نہیں رہیں گے۔ یہ چمک دمک عارضی ہے۔ وقت نے اسی طرح ثابت کیا۔ مولانا نورانی نے جونیجو مرحوم کو افغانستان کا مسئلہ حل کرنے کی تجاویز دیں۔ مولانا نورانی نے فوج کو محبِ وطن قرار دینے کے باوجود مارشل لاء کو کبھی قبول نہ کیا۔ مولانا نورانی نے اوجڑی کیمپ کے مسئلہ پر دلیرانہ موقف اختیار کیا جس کا انتقام جنرل حمید گل اور بریگیڈیئر امتیاز نے اس طرح لیا کہ ۱۹۹۰ء کے انتخاب میں جونیجو مرحوم کو مولانا نورانی سے توڑ لیا اور صرف ۵ گھنٹے میں آئی جے آئی کی ولادت کر دی اور اقتدار میاں محمد نواز شریف کے سپرد کر دیا۔ آج کے حالات نے ثابت کر دیا ہے کہ بریگیڈیئر امتیاز پر آصف نواز مرحوم کی بیوہ نے اپنے شوہر کے قتل کا کھلا الزام لگایا ہے یوں وہ اپنے انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ جنرل حمید گل کو نواز شریف نے ہی برطرف کر دیا۔

قومی اسمبلی کے لئے امیدوار اس سعادت اور نجابت کا طویل سلسلہ اس مردِ باوفا کی پشت پر ہے ان کا تعارف کیا کرا سکتا ہوں۔ خود بسوا تعارف ان کی ذات اقدس کے قدموں سے وابستگی میں ہے مگر قوم چونکہ بھولی ہے اس لئے میں چند باتوں کا اعادہ کر کے اس بہک جانے والی قوم کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ آپ ۱۹۲۷ء میں میرٹھ کے علمی اور روحانی خاندان میں حضرت علامہ مبلغ اعظم مولانا محمد عبدالعلیم قادری رضوی قدس سرہ کے گھر پیدا ہوئے۔ مولانا نورانی کے والد ماجد کے تایا حضرت مولانا محمد اسمٰعیل میرٹھی ہیں جن کی اردو ادب میں کتابیں برصغیر پاک و ہند کی یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہیں۔

حضرت سفیر اسلام کی دخترِ نیک اختر

ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی کی خدمات

ایک اجمالی جائزہ

تحریر......ڈاکٹر محمد یونس قادری

علم انسانیات کے محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرد و عورت اپنے اپنے مقام پر کائنات کے ناگزیر حصے ہیں جدا جدا خصوصیات کے حاملین سے مل کر ہی تصویر مکمل ہوتی ہے۔ دورِ رسالت سے لے کر عصر حاضر تک خواتین اسلام نے چادر اور چار دیواری میں رہتے ہوئے زندگی کے ہر شعبے میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا اور تاریخ عالم میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ گذشتہ صدی میں ہونے والی تحریک آزادی، تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت میں خواتین نے مردوں کے شانہ بشانہ حصہ لیا اور ان تحاریک کو کامیاب بنایا۔ عصر حاضر میں جن پاکستانی خواتین نے ناانصافی، بے راہ روی اور سماجی جبر کے خلاف آواز اٹھائی اور حقوق انسانی خصوصاً حقوق نسواں کا علم بلند کیا عالمی افق پر اپنی علمی، دینی اور سیاسی حیثیات کا لوہا منوایا ان میں ایک درخشندہ نام محترمہ ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی بنت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کا ہے۔ آپ رکن قومی اسمبلی پاکستان، رکن نیشنل کمیشن برائے منصب خواتین، رکن صوبائی زکوٰۃ کونسل، رکن سنڈیکیٹ کراچی یونیورسٹی، صدر خواتین اسلامی مشن اور وائس چانسلر اسلامی یونیورسٹی برائے خواتین کراچی ہیں۔

ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی ہندوستان کے مشہور شہر "میرٹھ" (جہاں سے تحریک آزادی ہند کا آغاز ہوا) میں ۲۸ جون ۱۹۳۵ء عیسوی میں پیدا ہوئیں۔ جب آپ کے والد ماجد مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی پیدائش کی خبر دی گئی وہ خانۂ کعبہ میں تھے۔ خط کو پڑھ کر مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے خانۂ کعبہ میں اپنی بیٹی کے عمر و

اقبال میں برکت کی دعا کی۔ آپ کا شجرہ نسب والد کی طرف سے انتالیسویں اور والدہ کی طرف سے چوبیسویں پشت سے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ مذہبی، سیاسی اور علمی تھا۔ آپ کے والد ماجد مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے ان نامور مبلغین میں سے ایک ہیں، جنہوں نے ہندوستان کی سرحدوں کو پار کر کے پوری دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلائی اور ''مقام مصطفیٰ ﷺ'' کا تحفظ کیا۔ تحریک خلافت، تحریک آزادی پاکستان، تحریک تحفظ ختم نبوت، ہر ایک میں آپ کے خاندان نے ہر اول دستہ کا کردار ادا کیا۔ تحریک خلافت میں آپ کے آباؤ اجداد پابند سلاسل رہے۔ تحریک آزادی پاکستان میں آپ کے والد ماجد نے کئی منفرد کارنامے انجام دینے کے ساتھ ساتھ ۱۹۴۵ء میں ''بنارس سنی کانفرنس'' کا انعقاد کیا، جس میں پورے ہندوستان سے دس ہزار سے زائد علمائے کرام نے شرکت کی اور مسلم لیگ میں شریک ہو کر پاکستان کی تحریک میں ساتھ دیا۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں آپ کے بھائی مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے پاکستان کی قومی اسمبلی سے غیر مسلم اقلیت قرار دلوا کر ان کے تابوت میں آخری ''کیل'' ٹھونک دی۔ آپ کے تایا مولانا نذیر احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے بمبئی میں قائداعظم کی بیوی کو مشرف بہ اسلام کر کے قائداعظم سے ان کا نکاح پڑھایا۔ آپ کے خاندان کی دینی، سیاسی اور علمی خدمات کا صدقہ جو فریدہ احمد صاحبہ کے روح وقلب میں رچا بسا ہے یہی ان کے آباؤ اجداد کا ورثہ ہے۔

تعلیم وتربیت

ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی کی ابتدائی تعلیم میرٹھ میں ہوئی۔ ابھی وہ پرائمری اسکول ہی میں زیر تعلیم تھیں کہ پاکستان ہجرت کرنا پڑا۔ بقیہ ساری تعلیم انہوں نے کراچی میں مکمل کی۔ ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی فرماتی ہیں کہ وہ زندگی میں سب سے زیادہ اپنے والد، والدہ اور اپنے بھائی مولانا شاہ احمد نورانی سے متاثر ہیں۔ قبلہ والد صاحب تبلیغ

کے سلسلے میں زیادہ تر بیرون ممالک رہا کرتے تھے اور سال میں تقریباً دو ماہ گھر والوں کے ساتھ گزارتے تھے۔ لیکن اس مختصر عرصے میں وہ ہم سے اس قدر محبت اور اتنا پیار کرتے تھے کہ ان کی غیر موجودگی کا اثر زائل ہو جاتا تھا۔ وہ ہمیشہ میرے لیے دعائیں کرتے اور فرماتے تھے کہ میری یہ بیٹی اسی طرح خواتین میں تبلیغ کرے گی جس طرح میں مردوں میں کر رہا ہوں۔ بقول ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی ''میرے والد میری تعلیم پر بھرپور توجہ فرماتے اور اکثر پوچھتے پڑھ لکھ کر کیا کرو گی؟ تو میں جواب دیتی کہ اسکول انسپکٹرس بنوں گی۔ یہ تمنا میرے دل میں شاید اس لیے تھی کہ میرے ایک دادا مولانا اسماعیل میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ جن کا شمار برصغیر کے ممتاز ادیبوں میں ہوتا تھا، انہوں نے میرٹھ میں اسماعیل گرلز اسکول/کالج ہے اور دوسرے دادا نے میرٹھ کالج قائم کیا تھا جو اب یونیورسٹی کا درجہ اختیار کر گیا ہے۔''

دینی خدمات

۱۹۵۴ء میں جس وقت ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی کے والد ماجد کا انتقال ہوا ان کی عمر صرف سترہ سال کی تھی۔ والد ماجد کی خواہش کے مطابق انہوں نے خواتین میں تبلیغ دین کا کام کرنے کا تہیہ کیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان میں خواتین میں تبلیغ کرنے کی داغ بیل ڈالنے کا سہرا سب سے پہلے ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی کے سر ہے۔ خواتین میں تبلیغی اجتماعات اور تبلیغی کام شروع کرنے کے لیے انہوں نے ۱۹۵۹ء میں خواتین اسلامی مشن کی داغ بیل ڈالی جس کا مقصد دینی، علمی، رفاہی وسماجی خدمات ہے۔ سترہ سال کی عمر میں ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی نے خواتین کے ایک اجتماع میں تقریر کی۔ چونکہ یہ ان کے دل کی آواز تھی اور جو بات دل سے نکلتی ہے ''اثر'' رکھتی ہے۔ ان کی پہلی تقریر کے دوران بہت سی خواتین کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ڈاکٹر فریدہ احمد فرماتی ہیں ''اس واقعہ نے میرے اندر اعتماد پیدا کیا اور مجھے اندازہ ہوا کہ میں اپنی بات کو مؤثر انداز میں لوگوں تک پہنچا سکتی ہوں۔ مرد حضرات کے لیے تو دین کی تعلیم حاصل کرنے اور اس کی تکمیل کے سلسلے میں بڑے مواقع موجود تھے۔ دینی مدارس کے

علاوہ تبلیغی جماعتیں بھی تھیں۔ لیکن خواتین کے لیے کوئی ایسا پلیٹ فارم نہیں تھا، نہ ہی کوئی ایسی سہولت تھی، جہاں وہ دین کے امور سے واقف ہوسکیں۔ خواتین اسلامی مشن نے اجتماعی طور پر خواتین میں علمی اور دینی شعور پیدا کیا اور یہ کہنے میں مجھے کوئی عار نہیں کہ خواتین اسلامی مشن پاکستان کی واحد خواتین کی نمائندہ تنظیم ہے جو خواتین نے صرف اور صرف خواتین کے لیے بنائی ہے۔ جو نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ممالک بھی خواتین کے لیے دینی اور سماجی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس تنظیم کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اس کے مالی اخراجات مشن کی معزز اراکین پورا کرتی ہیں۔ خواتین اسلامی مشن نے آج تک گورنمنٹ آف پاکستان سے اور نہ ہی کسی بیرونی ملک یا ایجنسی سے کوئی مالی معاونت حاصل کی ہے۔" خواتین اسلامی مشن کی شاخیں پاکستان کے علاوہ مندرجہ ذیل ممالک میں ہیں۔ ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی ان کی سرپرستی کرنے کے علاوہ وقتاً فوقتاً تبلیغ کے سلسلے میں جاتی رہتی ہیں۔

خواتین اسلامی مشن کی شاخیں

۱۔ خواتین اسلامی مشن۔ پاکستان
۲۔ خواتین اسلامی مشن۔ ہوسٹن، امریکہ
۳۔ خواتین اسلامی مشن۔ ٹورنٹو، کینیڈا
۴۔ خواتین اسلامی مشن۔ پیرس، فرانس
۵۔ خواتین اسلامی مشن۔ فرینکفرٹ، جرمنی
۶۔ خواتین اسلامی مشن۔ ایمسٹرڈم، ہالینڈ
۷۔ خواتین اسلامی مشن۔ ماریشس
۸۔ خواتین اسلامی مشن۔ نیروبی، کینیا

مندرجہ بالا مراکز پر طالبات کو دین کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسلام کے زریں اصولوں سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ درس قرآن اور فہم القرآن کے مراکز قائم ہیں۔

یوں تو وقتاً فوقتاً محفل میلاد ﷺ منعقد کی جاتی ہے، لیکن ماہ ربیع الاول ولادت باسعادت رسول عربی ﷺ کا جشن منانے کے لیے میلاد النبی کانفرنس کا اہتمام کیا جاتا ہے، جس میں ملک کے گوشے گوشے سے خواتین شرکت کرتی ہیں اور محبت رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ کا ذکر سن کر اپنے ایمان کو تازہ اور روح کو جلا بخشتی ہیں۔

ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی کی زیر سرپرستی کراچی کے مختلف علاقوں میں متعدد درس قرآن کے مراکز قائم ہیں۔ یہ سارے کے سارے قرآنی درس گاہیں غریب بستیوں میں ہیں تاکہ غریب عوام مستفیض ہوسکیں۔ ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی کا کہنا ہے کہ اسلام کے زریں اصول کا پرچار Five Star ہوٹلز میں اجتماعات منعقد کر کے نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ غریب بستیوں میں جہاں لوگوں کے پاس استطاعت نہیں ہے، وہاں اسلام کا پیغام پہنچانا اسلام کی صحیح خدمت کرنا ہے۔ آپ کی زیر نگرانی کراچی میں ۷۰ تبلیغی مراکز ترجمۃ القرآن کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں طالبات کو عربی گرامر، حدیث، ابتدائی فقہی مسائل، تجوید القرآن کا Crush Course کرایا جاتا ہے اور اختتام پر اسلامک یونیورسٹی برائے خواتین سے باقاعدہ سرٹیفکیٹ کا اجراء کیا جاتا ہے۔

خواتین اسلامی مشن کے زیر اہتمام مقدس مہینوں میں خواتین کے اجتماعات منعقد کئے جاتے ہیں۔ ماہ ربیع الاول میں جلسہ عید میلاد النبی ﷺ بڑے اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ یوں تو کراچی کے گلی گلی میں خواتین اسلامی مشن کے زیر اہتمام جشن عید میلاد النبی ﷺ بڑے احترام اور عقیدت کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ ۱۰ اور گیارہ ربیع الاول کو بالترتیب بین الکلیاتی نعتیہ مقابلے اور تقاریری مقابلے منعقد کیے جاتے ہیں، جس میں کراچی کے تمام کالج اور یونیورسٹی کی طالبات شرکت کرتی ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول کو فقید المثال جشن عید میلاد النبی ﷺ کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں تقریباً ۲۰ سے ۲۵ ہزار خواتین شرکت کرتی ہیں اور بارگاہ نبوی ﷺ میں نذرانہ پیش کرتی ہیں۔ ماہ رمضان المبارک میں خواتین اسلامی مشن ہال میں پندرہ روزہ تراویح کا انتظام کیا جاتا ہے اور "شب قدر" کی تمام راتوں میں خواتین کا اجتماع ہوتا ہے۔ ماہ محرم میں سید

الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی فقید المثال قربانی کی یاد میں دس روزہ پروگرام منعقد کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یوم خلفائے راشدین، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی رضوان اللہ عنہم اجمعین کی یاد میں (مخصوص ایام میں) پروگرامز منعقد کیے جاتے ہیں۔ خواتین اسلامی مشن ایام حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اجمعین بڑی عقیدت و احترام سے مناتی ہیں۔

تعلیمی خدمات

ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی کو علم کی روشنی پھیلانے کا ورثہ ان کے آباؤ اجداد سے ملا تھا۔ لہٰذا انہوں نے سرکاری ملازمت بطور اسسٹنٹ انسپکٹرس آف اسکول صرف تین سال انجام دیں اس کے بعد خواتین اسلامی مشن کے زیر اہتمام کاسمو پولیٹن گرلز سیکنڈری اسکول کا نظم ونسق سنبھال لیا۔ اسکول کی عمارت نارتھ ناظم آباد بلاک اے میں ۱۵ ایکڑ قطعہ اراضی کے ڈی اے کراچی سے حاصل کر کے ایک عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی گئی جس میں اسکول چلتے اس قطعہ اراضی پر خواتین کے لیے ایک یونیورسٹی بھی قائم کرنی تھی، جس کا مطالبہ ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی نے ۱۹۷۰ء میں اپنے انتخاب کے دوران کیا۔ مگر افسوس کہ بھٹو نے اسکولوں کو قومیا لیا اور تعلیم کو عام کرنے کے بجائے جام کر دیا۔ اس سکول کی بلڈنگ اب بڑی خستہ حالت میں ہے اور تعلیم کا معیار تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ اسکول قومیائے جانے کے بعد ڈاکٹر فریدہ کا یونیورسٹی قائم کرنے کا خواب فی الوقت تو پورا نہ ہو سکا، لیکن اس کے باوجود انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ اتنے بڑے سانحہ کے بعد انہوں نے گلشن اقبال میں ۲ ہزار مربع گز زمین حاصل کر کے عظیم الشان بلڈنگ تعمیر کی، جس میں طالبات کے لیے تقریباً ۴۷ کمروں کی گنجائش ہے اور اس طرح تمام نامساعد حالات کے باوجود انہوں نے پاکستان کی پہلی اسلامی یونیورسٹی برائے خواتین قائم کی۔ اس عمارت میں پہلی شفٹ میں پرائمری و سیکنڈری اسکول قائم ہیں۔ کیونکہ ادارے کا بنیادی مقصد تعلیم کو عام کرنا ہے لہٰذا طالبات سے فیس کی مد میں معمولی

رقم وصول کی جاتی ہے تاکہ اساتذہ کی تنخواہیں ادا کی جاسکیں۔ ان ہی طالبات میں سے ۳۰ فیصد کو فری شپ اور ہاف فری شپ کی سہولت بھی دی جاتی ہے۔ یہاں طالبات کو دینی و دنیاوی تعلیم بیک وقت دی جاتی ہے۔

ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی سے جب سوال کیا گیا کہ آپ نے تعلیم میں یہ نئی طرح کیوں ڈالی کہ جدید اور قدیم علوم کو یکجا کر دیا، جواباً آپ نے فرمایا: برصغیر پاک و ہند کے عوام تقریباً دو سو سال تک غیر اقوام کے زیر تسلط رہے، جنہوں نے لارڈ میکالے کے فلسفہ کی روشنی میں تمام اسلامی روایات و اقدار کو پس پشت ڈال دیا۔ اس نظام میں جہاں ایک طرف جدید تعلیم کے حامل طلباء کو دینی تعلیم سے محروم رکھا گیا، وہاں دوسری طرف اپنے پروردہ دینی مدارس کے طلباء کو جدید تعلیم سے نفرت کا درس دلوایا گیا، نتیجتاً مسلم عوام میں ایک خلاء پیدا ہو گیا۔ اس خلاء کو پُر کرنے کے لیے ہم نے اسکولز و یونیورسٹی کی سطح پر جدید نصاب کے ساتھ ساتھ دینی نصاب کو بھی شامل کیا، یہ تجربہ بڑا کامیاب رہا اور الحمدللہ اس سے والدین بھی مطمئن ہیں۔

اسلامی یونیورسٹی برائے خواتین

محترمہ فریدہ احمد صدیقی صاحبہ نے ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں ہی مطالبہ کیا تھا کہ پاکستان کے ہر صوبے میں خواتین کے لیے علیحدہ خواتین یونیورسٹی قائم کی جائے۔ آپ نے ۱۹۹۰ء میں اسلامی یونیورسٹی برائے خواتین گلشن اقبال میں قائم کی۔ یونیورسٹی کا نصاب چار اور چھ سالوں پر مشتمل ہے، جہاں میٹرک، انٹر اور گریجویٹ طالبات کو داخلے دیے جاتے ہیں۔ عالمہ کورس کی تعلیم کے حصول کے لیے امریکہ، کینیڈا، یورپی ممالک اور افریقہ سے طالبات آتی ہیں، جن کی رہائش کے لیے ایک جدید طرز کا ہاسٹل بھی بنایا گیا ہے۔

نصاب:

أ۔ تفسیر و اصول تفسیر   ۲۔ حدیث و اصول حدیث

۳۔ فقہ و اصول فقہ ۴۔ تصوف
۵۔ اسلامی تاریخ و تمدن ۶۔ تقابل ادیان ۷۔ صرف و نحو
۸۔ عربی زبان ۹۔ انگریزی زبان

نوٹ: ساتھ ہی کمپیوٹر کا چار سالہ کورس کرایا جاتا ہے کورس کی تکمیل کے بعد کامیاب طالبات کو عالمہ کورس کی سند بمعہ کمپیوٹر ڈپلومہ دیا جاتا ہے۔

گورنمنٹ سے گود لیے اسکولز

حکومت کے وہ تعلیمی ادارے جو فنڈز کی کمی کی وجہ سے عدم دلچسپی کا شکار ہیں، اسکول کی عمارتیں خستہ حال، فرنیچر ناپید، اساتذہ کا فقدان ہے اور طرح طرح کے مسائل سے دوچار ہیں۔ خواتین اسلامی مشن نے اس طرح کے چار اسکولز SEF سے گود لے کر عمارتوں کی مرمت کروائی۔ بچوں کو مفت یونی فارم اور کتابیں فراہم کیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اب یہ تعلیمی ادارے بڑی آب و تاب سے قوم کی تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان اسکولوں میں پچاس بچے تھے اب ماشاء اللہ ایک ہزار بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ خواتین اسلامی مشن نے مندرجہ بالا تعلیم گاہوں میں ٹھنڈے پانی پینے کے لیے کولر اور حسب ضرورت کمپیوٹر فراہم کیے تاکہ طلباء اور طالبات میں اعتماد پیدا ہو سکے اور وہ احساس محرومی کا شکار نہ ہوں۔ ان اسکولوں کو پرائمری سے سیکنڈری کروایا گیا تاکہ علاقے کی ضرورت پوری ہو سکے۔

سیاسی خدمات:

ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی کے سیاسی شعور کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ۱۹۷۰ء میں یعنی خواتین کے حقوق کے لیے جو آواز اٹھائی تھی آج اس کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر فریدہ احمد اب پاکستان کی موجودہ اسمبلی میں خواتین کی مخصوص نشست پر قومی اسمبلی کی ممبر ہیں۔ لیکن ۱۹۷۰ء میں پاکستان میں وہ واحد پردہ دار خاتون تھیں جنہوں نے عام انتخابات میں جنرل سیٹ سے الیکشن میں حصہ لیا۔

خواتین کے سیاسی شعور کو اجاگر کرنے کے لئے انہوں نے جمعیت المسلمات قائم کی اور اس کی بانی اور پہلی صدر منتخب ہوئیں۔ بعدازاں انہوں نے مذکورہ جماعت کو جمعیت علمائے پاکستان شعبہ خواتین میں ضم کر دیا اور اب آپ JUP (شعبہ خواتین) کی مرکزی صدر ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں ڈاکٹر فریدہ احمد نے خواتین کے حقوق منوانے کے لیے ملک کے اہم ترین سیاستدانوں نواب زادہ نصر اللہ خان، نور الامین، اصغر خان کے علاوہ دیگر اہم سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور خواتین کے حوالے سے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا۔

۱۹۷۰ء میں ڈاکٹر فریدہ کے خواتین کے حق میں مطالبات

۱۔ ملک کا آئین قرآن اور سنت کے مطابق بنایا جائے۔
۲۔ تعلیم کے بنیادی سہولتوں کے مواقع فراہم کرنا چاہیے۔
۳۔ ملک کے طبقاتی، علاقائی اور لسانی تعصبات کو ختم کرنا چاہیے۔
۴۔ فحاشی اور عریانی پھیلانے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔
۵۔ اسلامی ریاستوں کے ساتھ گہرے روابط اور دوستانہ تعلقات قائم کرنا۔
۶۔ عدم مساوات کو ختم کر کے بیروزگاری کے خلاف جدوجہد کرنا۔
۷۔ ہندوستان، کشمیر اور عرب میں عورتوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی تشہیر کرنا۔
۸۔ دستور ساز اسمبلی میں خواتین کے لیے نشستیں مخصوص کی جائیں۔
۹۔ عائلی قوانین ڈھونگ ہیں، انہیں قرآن و سنت کے مطابق بنایا جائے۔
۱۰۔ اسمبلیوں میں خواتین کو جداگانہ بنیاد پر نمائندوں کے انتخاب کا حق دیا جائے۔
۱۱۔ عورتوں کے لیے الگ عدلیہ قائم کیا جائے۔
۱۲۔ خواتین کے لیے الگ یونیورسٹی اور میڈیکل کالج قائم کیے جائیں۔
۱۳۔ نوجوان قیادت کو ابھرنے کا موقع دیا جائے۔

۱۴۔ خواتین کو شریعت کے مطابق ان کے حقوق دیئے جائیں۔

۱۵۔ کارخانوں، صنعتوں اور فیکٹریوں میں خواتین کے لیے وہی اجرت دلانا جو مردوں کو ملتی ہے۔

۱۶۔ ہر صوبہ اور ہر علاقہ میں زچہ خانوں اور ہسپتالوں کا انتظام۔

۱۷۔ جہیز کی لعنت کو ختم کرنا۔

۱۸۔ لڑکیوں کے اغوا پر پھانسی کی سزا۔

۱۹۔ بچیوں کی چھوٹی عمر میں شادی، ادلہ بدلہ، غیرت کے نام پر قتل جیسے غیر اسلامی اور وحشیانہ رسومات کا خاتمہ۔

برسبیل تذکرہ عرض ہے کہ تحریک پاکستان کے دوران جب مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح میرٹھ تشریف لائیں تو وہاں خواتین کے اجتماع سے خطاب کرنے سے قبل اس وقت کی مسلم لیگ خواتین شاخ کی صدر بیگم شریف/محترمہ فریدہ احمد صدیقی سے جو کہ اس وقت کمسن تھیں، ترانہ آزادی پڑھواتیں۔ کم عمری میں ہی آپ میرٹھ میں ہونے والے تمام خواتین کے اجتماعات میں شرکت کرتیں۔

آج آپ کی سیاسی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ متحدہ مجلس عمل کی خاتون ممبر قومی اسمبلی کی حیثیت سے صدر پرویز مشرف سے ملاقات کر کے انہیں اس بات پر قائل کرنا کہ مسلمان ممالک کا الگ آزاد ٹی وی چینل قائم کیا جائے تاکہ مخالفین کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا کا جواب دیا جا سکے۔ آپ کا نمایاں کارنامہ ہے۔ غرض آپ کی سیاسی خدمات کے پیش نظر آپ کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔

فلاحی خدمات

ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی کے زیرِ نگرانی خواتین اسلامی مشن کئی سماجی خدمات انجام دے رہا ہے ان میں سے چند ایک کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

☆ فری ڈسپنسری، شادمان ٹاؤن کراچی

کراچی کے نواحی علاقہ میں خواتین اسلامی مشن نے ایک ڈسپنسری قائم کر رکھی ہے جہاں روزانہ تقریباً دو سو مریضوں کا علاج مفت کیا جاتا ہے۔ نیز زچہ خانہ کا بھی انتظام کرنا زیر غور ہے۔

☆ مستحق اور نادار بچیوں کے لیے مفت جہیز کا انتظام

جن غریب اور نادار بچیوں کی شادیاں جہیز کی لعنت کی وجہ سے نہیں ہو پاتیں خواتین اسلامی مشن اپنے خصوصی فنڈ سے ان کی امداد کرتی ہے اور ہر سال تقریباً ۱۰۰ مستحق بچیوں کو جہیز فراہم کیا جاتا ہے جس کی مالیت تقریباً ۲۵ ہزار روپیہ فی جہیز ہوتی ہے۔

☆ کراچی جیل میں خواتین قیدیوں کی امداد

کراچی جیل میں خواتین قیدیوں کی حالت زار ناگفتہ بہ ہے۔ خواتین اسلامی مشن انہیں چادریں اور طلباء کو اسٹیشنری فراہم کرتا ہے نیز جب بھی انتظامیہ خواتین قیدیوں کے لیے امداد طلب کرتی ہے ادارہ حسب ضرورت اشیائے خوردنی و دیگر ضروریات فراہم کرتی ہیں۔ مثلاً رمضان المبارک میں روزہ افطار کرنے کے لیے چھ من کھجور و شربت کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔ کراچی جیل میں بہت سی نادار خواتین ایسی ہیں جن کی ضمانت تو ہو جاتی ہے لیکن زرِ ضمانت کے لیے ان کے پاس رقوم نہیں ہوتی۔ ادارہ اس نیک کام کے لیے مخیر حضرات کو تلاش کرتا ہے جو ان کی زرِ ضمانت جمع کروا دیتے ہیں اور اس طرح ان کی رہائی ہو جاتی ہے۔

☆ نابینا طلباء کی امداد

ادارہ ہر سال نابینا طلبا کی بھی امداد کرتی ہے اور عیدین کے موقع پر اور رمضان المبارک میں خورد و نوش و لباس کا بھی انتظام کرتی ہے۔

☆ یتیم خاتون کی امداد

کراچی میں متعدد یتیم خانوں اور دارالامان میں حسب طلب اشیاء خوردنی و دیگر ضروریات فراہم کی جاتی ہیں۔ غریب بستی انگارہ گوٹھ میں کپڑے، راشن تقسیم کیا جاتا ہے۔

تصنیفی خدمات

ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی جہاں ایک طرف بہترین مقررہ و مبلغہ ہیں وہاں دوسری طرف اعلیٰ پائے کی مصنفہ بھی ہیں۔ آپ کی انگریزی و اردو زبانوں میں تحریر کردہ چند کتب درج ذیل ہیں:

۱۔ خواتین کے فقہی مسائل

خواتین کے روزمرہ مسائل کو فاضل مصنفہ نے یکجا کر کے خواتین کے لیے بڑی آسانیاں فراہم کر دی ہیں۔

۲۔ دینیات (انگریزی اور اردو زبانوں میں)

کتب مذکور میں وضو، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے مسائل پر ایک بہترین معلوماتی خزانہ ہے جسے تصاویر سے سجا کر دیدہ زیب بنانے کے ساتھ ساتھ عملی تعلیم کا بھی ذریعہ بنایا گیا ہے کہ بچے تصاویر کی مدد سے استفادہ کریں۔

۳۔ چالیس مشہور احادیث

اس کتاب میں روزمرہ زندگی سے متعلق خواتین و حضرات کے مختلف مسائل کو یکجا کر لیا گیا ہے جو عوام الناس کی علمی تشنگی دور کرنے کا ذریعہ ہیں۔

علاوہ ازیں آپ کی تین کتابیں کینیڈا میں زیر طباعت ہیں۔

اسلامک یونیورسٹی برائے خواتین (انٹرنیشنل) کی وائس چانسلر

ڈاکٹر فریدہ احمد صدیقی کی باتیں

آپ نے عربی ادب میں ایم۔ اے کیا تاکہ قرآن حکیم کو پوری طرح سمجھ سکیں۔ آپ نے مجھے بتایا کہ میرے والد صاحب کی بڑی خواہش تھی کہ میں دینی خدمات انجام دوں۔ ورنہ میں بھی اپنی دوسری بہن کی طرح ڈاکٹری لائن میں جاتی۔ میں نے اپنے والد صاحب کی خواہش کا احترام کیا اور دین کی خدمت میں لگ گئی۔

میرا دوسرا سوال ان سے یہ تھا کہ ماشاء اللہ آپ ایک مکمل عالمہ ہیں۔ مجھے یہ بتائیے کہ خواتین کیلئے علم کیا حیثیت رکھتا ہے دینی اور دنیاوی علم میں سے کس کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

اس کے جواب میں آپ نے کہا کہ اسلام نے تو تمام علوم کو علوم دینی ہی کہا ہے۔ لیکن یہ فرق محض ہمارے نظام تعلیم کا ہے کیا اس نے ہمارے علم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ورنہ دینی علم دُنیا کے علم سے جدا نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم کی ایک ایک آیت جو ہے وہ سائنس، جغرافیہ، تاریخ، سماجی، معاشرتی اور تمام علوم کا مجموعہ ہے۔ اس موقع پر آپ نے سورۃ رحمٰن، سورۃ النساء اور سورۃ احزاب کی آیتیں پڑھ کر ان کا ترجمہ کیا۔ آپ نے کہا خواتین کو بے شک علم حاصل کرنا چاہیے۔ آپ نے خاص طور سے ملک کی خواتین کیلئے کہا کہ ان کے لئے میرا یہ پیغام ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کریں۔ اس سے وہ اپنے بچوں کی بہترین تربیت کر سکتی ہیں۔ دینی اور تبلیغی کاموں میں حصہ لے کر وہ ایک بڑا فریضہ انجام دے سکتی ہیں۔ میں نے ان کا خوبصورت طریقہ سے آراستہ گھر دیکھ کر پوچھا۔ آپ بے انتہا معروف رہتی ہیں۔ اس سے آپ کی گھریلو مصروفیات تو متاثر نہیں ہوتیں۔ اس پر آپ نے کہا جیسا کہ آپ میرا گھر دیکھ رہی ہیں اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتی ہیں۔ کہ میں اپنے گھر کے تمام کام بھی فرض سمجھتے ہوئے تمام تر دل جمعی کے ساتھ کرتی ہوں۔ آپ دو بار غیر ملکی دورے پر جا چکی ہیں اس لئے میں نے سوال کیا کہ آپ کے یہ دورے تبلیغی تھے اور کیا ان سے آپ نے کوئی کامیابی بھی حاصل کی۔ آپ نے جواباً کہا کہ ہم نے اسلامک مشن کے تحت جگہ جگہ خواتین کی

شاخیں قائم کی ہیں۔ اسلامک مشن ہمارا ۱۹۵۹ء سے بنا ہوا ہے۔ اس کے تحت ہمارے چار اسکول ہیں۔ اسی کے تحت ہمارے دو تبلیغی ہال ہیں۔ جس کا انتظام ہم سنبھال رہے ہیں۔

ماریشس میں ہم نے پانچ تعلیمی ادارے قائم کیے ہیں۔ جس کے تحت اُردو اور دینی تعلیم دی جاتی ہے، مجاسہ، نیروبی، لندن اور ہالینڈ میں بھی ہماری خواتین برانچیں قائم ہیں۔ اس کے بعد انشاء اللہ ہمارا پروگرام ساؤتھ افریقہ اور ساؤتھ امریکہ وغیرہ کا ہے۔ آخری سوال کے جواب میں آپ نے کہا کہ پاکستانی قوم کیلئے میرا یہ پیغام ہے کہ وہ نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کیلئے زیادہ سے زیادہ جدوجہد کریں اس وقت نظام مصطفےٰ کیلئے ایک ماحول بنا ہوا ہے۔ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ کام کیا جائے اور میری خدا سے یہی دُعا ہے کہ وہ پاکستان کے تمام مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے۔ (زیب النساء زہت)

(بشکریہ: پندرہ روزہ "اُفق" کراچی، ۱۵ تا ۲۱ جنوری ۱۹۷۹ء، شمارہ نمبر ۳، جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۳)

ہفت روزہ "فیملی" اور اس کے بعد سنی ٹائمز، بریڈ فورڈ (یو کے) میں یکے بعد دیگرے محترمہ ڈاکٹر صاحبہ کا شائع ہونے والا انٹرویو ہر دو پرچوں کے شکریہ کے ساتھ "انوارِ رضا" کے "حضرت سفیر اسلام نمبر" کے معزز قارئین کی نذر کیا جارہا ہے۔

س: اپنے خاندانی پس منظر کے بارے میں کچھ بتائیں؟

ج: ہمارے خاندان میں دینی اور علمی رجحان رہا ہے۔ میرے آباؤ اجداد نے برصغیر کی سیاست میں اہم کارنامے انجام دیئے۔ میرے تایا نذیر احمد خوجندی اور دیگر نے تحریک خلافت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ میرے والد نے قائداعظم کی درخواست پر اسلامی ممالک کا دورہ کر کے پاکستان کے قیام کے لیے راہ ہموار کی۔ میرے تایا نے قائداعظم کی بیوی رتن بائی کو مشرف بہ اسلام کر کے قائداعظم سے ان کا نکاح پڑھایا۔ ہندوستان کے مشہور شاعر مولانا اسماعیل میرٹھی میرے دادا کے سگے بھائی تھے۔ میرے دادا نے میرٹھ میں تعلیمی ادارے قائم کیے۔ جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ میرے بھائی تھے انہوں نے تحریک ختم نبوت میں انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۴ء

میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے ان کی جدوجہد ایک ابدی نیکی کا کارنامہ ہے۔

س: تحریک پاکستان میں آپ نے کیا کردار ادا کیا ہے؟

ج: قیام پاکستان کے وقت میں آٹھویں کلاس میں تھی۔ میں تحریک پاکستان میں پیش پیش رہتی تھی۔ میرٹھ میں ایک لیڈیز پارک تھا۔ ام اردو بیگم شریف پاکستان کے قیام اور لوگوں کو پاکستان کا ہموا بنانے کے لیے اس میں خواتین کے جلسہ کا انعقاد کرتی تھیں۔ میں جلسوں میں نظمیں پڑھتی تھی، اس زمانہ میں لاؤڈ اسپیکر کمیاب تھے۔ میری آواز اونچی اور تیز تھی تو ہر جلسہ میں میرا ہی انتخاب کیا جاتا تھا۔ اس طرح تشکیل پاکستان میں میری آواز بھی شامل ہے۔

س: آپ کا بچپن میرٹھ میں گزرا، جس محلے میں آپ رہتی تھیں وہاں مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی یا غیر مسلموں کی؟

ج: میرٹھ میں زیادہ تعداد مسلمانوں کی تھی۔ قیام پاکستان کے وقت دہلی سے میرٹھ تک مسلمان سوچ رہے تھے کہ ان علاقوں کو پاکستان میں شامل کیا جائے گا مگر افسوس ایسا نہ ہو سکا۔

س: پاکستان آکر تعلیمی سلسلہ کہاں سے شروع کیا؟

ج: ہم جب ہجرت کر کے کراچی آئے تو جٹ لائن میں ہمارے ایک رشتہ دار تھے اُن کے یہاں قیام کیا۔ میرے والد نے صدر میں کچی میمن مسجد سے متصل ایک فلیٹ لیا ہم وہاں منتقل ہو گئے اور ساری زندگی وہیں گزاری۔ ہم نے جیکب لائز گرلز اسکول میں داخلہ کیا میٹرک کاسموپولیٹن گرلز سیکنڈری اسکول سے کیا جس کو بعد ازاں میں نے خود لے لیا۔ نارتھ ناظم آباد میں پانچ ایکڑ زمین پر اسکول کی ایک عمارت تعمیر کروائی جس میں چار اسکول چل رہے تھے۔ جب کراچی میں لڑکیوں کے لیے فرید روڈ پر سب سے پہلا کالج قائم ہوا تو میں نے وہیں سے بی اے کیا۔ میں نے عربی لٹریچر میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ ہومیو پیتھک کا بھی چار سالہ کورس مکمل کیا لیکن

پریکٹس نہیں کی۔

س: تبلیغی مشن کی طرف کیسے آئیں؟

ج: میرے والد "مبلغ اعظم" کے نام سے مشہور تھے ان کے ہاتھوں ساٹھ ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا جس میں ماریشس کے گورنر جنرل، ماریطانیہ کی شہزادی اور روس کا سائنسدان اناٹوف مشہور ہیں۔ میرے والد کی خواہش تھی کہ جس طرح وہ مردوں میں تبلیغ کرتے ہیں، میں عورتوں میں تبلیغ کروں چنانچہ اپنے والد کے مشن کو جاری رکھنے کے لیے میں نے خواتین اسلامک مشن کی داغ بیل ڈالی اور میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ میں اپنے والد کی تمناؤں، آرزوؤں اور خواہشات کو پورا کرنے میں کامیاب ہوئی ہوں۔

س: قومی اسمبلی، سندھ زکوۃ کونسل اور جامعہ کراچی کی سینڈیکیٹ کی ممبر کی حیثیت سے آپ نے کیا کردار ادا کیا؟

ج: میں پارلیمنٹ کی حقوق نسواں اور تعلیمی کمیٹی کی ممبر تھی۔ تعلیمی کمیٹی میں نصاب کا جو بل پیش کیا گیا تھا وہ اسلام کے تقاضوں کے منافی تھا۔ جن جن درسی کتابوں میں غیر اسلامی غیر اخلاقی اور غیر معیاری مواد تھا ان سب کو ختم کرانے کی جدوجہد کی۔ قومی اسمبلی میں "حدود آرڈیننس" کو تبدیل کر کے "تحفظ حقوق نسواں" کا بل پیش کیا گیا مجھے حیرت ہے کہ اسمبلی کے بیشتر ارکان "حدود آرڈیننس" سے ناواقف تھے لہٰذا فوری طور پر میں نے ایک کتاب "اللہ کے قانون کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا" تمام ممبران میں تقسیم کروائی جس دن حدود آرڈیننس کی جگہ "تحفظ حقوق نسواں" کا بل لایا گیا اسی دن میں نے پارلیمنٹ میں کہا تھا کہ یہ بل لا کر پرویز مشرف اللہ کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں۔ میں نے حدود آرڈیننس میں جو سفارشات پیش کی تھیں وہ عورتوں کے لیے بہترین تھیں مثلاً ایک عورت جگہ جگہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتی پھرتی ہے بجائے اس کے کہ ایک عدالت میں اپیل کرے اور فیصلے کے بعد عورت پر تہمت لگانے والے کو بالاتاخیر سزا دی جائے پھر کوئی اگر عورت پر یہ الزام لگائے کہ اس نے عورت کو زنا کاری کرتے ہوئے دیکھا ہے تو

اس کو یک دم پکڑ کر جیل میں ڈالنے کے بجائے جرم ثابت ہونے کے بعد جیل میں ڈالا جائے۔ میری تجاویز میں سے دو تجاویز مانی گئیں اور اب ان پر عمل بھی ہو رہا ہے۔ سندھ زکوۃ کونسل کی چھ سالہ ممبر شپ کے دوران زکوۃ فنڈ دیے جانے والی زکوۃ فی گھر تین سو روپیہ ماہانہ بڑھوا کر پانچ سو روپیہ ماہانہ کرایا اور جہیز کی رقم جو پانچ ہزار دی جاتی تھی اسے دس ہزار روپیہ فی کس کروایا۔ کراچی یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ کی ممبر ہونے پر میں نے تجویز پیش کی کہ پروفیسر اور اساتذہ کو مکان بنانے کے لیے جو قرض دیا جائے اس پر سود نہ لیا جائے۔ الحمد للہ میری تجویز کو پذیرائی حاصل ہوئی۔

س: آپ کے خیال میں دنیا کی عورت اس وقت کس مقام پر کھڑی ہے؟

ج: یورپی اور مغربی خواتین مشین کا ایک پرزہ بنی ہوئی ہیں نہ ان کی اپنی کوئی زندگی ہے اور نہ ہی کوئی فیملی لائف۔ کنواری ماؤں کی تعداد میں کثرت سے اضافہ ہو رہا ہے جبکہ مشرقی ممالک کی خواتین تو بہت آرام کی زندگی گزار رہی ہیں وارثت میں بھی ان کو حصہ دیا جاتا ہے۔ البتہ دیہاتی عورتوں کو تکلیف ضرور ہے وہ وڈیروں کی غلام بنی ہوئی ہیں، وراثت سے محروم کر دی جاتی ہیں۔ کاروکاری اور قرآن سے شادی جیسی غیر اسلامی اور غیر اخلاقی رسومات ختم ہونی چاہیئے۔

س: اتنی مصروفیات میں گھریلو زندگی کو کیسے توازن کے ساتھ چلایا؟

ج: اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے سب کام ہو جاتے ہیں۔ نیک کام کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوت ملتی ہے۔ میرے شوہر پروفیسر محمد احمد صدیقی پہلے مقامی کالج میں لیکچرار کی حیثیت سے کام کرتے تھے، سعودی عربین ایر لائنز میں ایگزیکٹو آفیسرز کو مجمعث پڑھاتے رہے ہیں۔ اب وہ میرے ساتھ اسکول اور یونیورسٹی کی نگرانی کرتے ہیں۔ میرے تمام کاموں میں ان کا مشورہ ہوتا ہے۔ وہ مولانا شاہ احمد نورانی کے ساتھ سیاست میں بڑے سرگرم تھے۔ لندن میں چارٹر آف ڈیما کریسی کے منعقدہ اجلاس میں وہ مرکزی جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے شریک ہوئے اور تقریباً چھ تجاویز پیش کی جس کو محترمہ بے نظیر بھٹو نے چارٹر آف ڈیما کریسی کے مسودہ میں شامل کرایا۔ وہ

جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات رہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے انتقال کے بعد انہوں نے سیاست چھوڑ دی۔

س: آپ کے کتنے بچے ہیں؟

ج: میرے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ بڑا بیٹا ڈاکٹر محمد طلحہ بن احمد صدیقی امریکہ میں ہے اور پاکستانی ڈاکٹرز کی تنظیم کا صدر ہے۔ چھوٹا بیٹا محمد جنید بن احمد صدیقی ہانگ کانگ شنگھائی بینک میں نائب صدر ہے۔ وہ میرے بھائی کے قائم کردہ ورلڈ اسلامک مشن سے منسلک ہے۔ ٹورنٹو میں مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں بڑا معروف ہے مسلمان بچوں کو قرآن شریف کی تعلیم کا فریضہ بھی انجام دے رہا ہے۔ میری بیٹی دمام میں رہتی ہے اس کے شوہر میکینیکل انجینئر ہیں۔

آسرا حشر میں ہے اے شہِ والا! تیرا ﷺ

دونوں عالم میں ہے دن رات اُجالا تیرا
چھب انوکھی ہے تری، حُسن نرالا تیرا

غنچہ و گل میں ترے نقشِ کفِ پا کی جھلک
ہے بہارِ چمنستاں میں اُجالا تیرا

اے شہِ حُسن! دو عالم ترے قدموں پہ نثار
خود بھی شیدائی ہے اللہ تعالیٰ تیرا

زینتِ بزمِ جہاں، صورتِ زیبا تیری
سروِ گلزارِ حقیقت، قدِ بالا تیرا

جس جگہ تیری جھلک ہو، تری رعنائی ہو
جا ٹھہرتا ہے وہیں، دیکھنے والا تیرا

شبِ معراج ہے عنوان تری رفعت کا
ذات ارفع ہے تری، ذکر ہے اعلیٰ تیرا

تُو ہے وہ شمعِ ضیا بار دو عالم کے لیے
ڈھونڈتے پھرتے ہیں کونین اُجالا تیرا

قبر میں آ کے نکرین پلٹ جائیں گے
ان کو مل جائے گا جس وقت حوالا تیرا

حشر میں ایک قیامت بھرے دل پر گزری
بن گئی بات، وسیلہ جو نکالا تیرا

صدقِ دل سے ہے نصیر اہلِ طلب میں شامل
آسرا حشر میں ہے اے شہِ والا! تیرا

(حضرت سید نصیر الدین نصیر گیلانی)

حضرت مبلغ اسلام زُبدۂ انام

ایک تاریخ گو کی نظر میں

نتیجۂ فکر..... حضرت صابر براری (کراچی)

چودھویں صدی کے عظیم مفکر مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی ۳ اپریل ۱۸۲۹ء مطابق ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ کو میرٹھ میں پیدا ہوئے اٹاوہ ہائی اسکول سے میٹرک اور میرٹھ کالج سے بی اے کیا۔ دارالعلوم عربیہ قومیہ سے درسِ نظامی کی تکمیل کی مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنؤ سے فیضِ علم حاصل کیا۔ ۱۹۱۹ء میں دنیائے اہل سنت کے امام اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی سے بیعت کی اور خلافت پائی۔ ان کے حکم پر بیرونی ممالک تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۵۴ء تک ساری دنیا کا سفر کیا یورپ، امریکہ اور افریقہ وغیرہ میں تبلیغ اسلام کی، بے شار وکلاء، فلاسفر، ڈاکٹر، سائنس داں اور ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ ۱۹۳۵ء میں مشہور انگریز و مفکر ڈاکٹر برنارڈ شا سے مناظرہ کیا بیرون ممالک میں بے شمار مساجد، کتب، کتب خانے، ہسپتال اور تبلیغی مرکز قائم کیے۔ مولانا بہترین خطیب اور ادیب تھے اردو انگریزی کی کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ مسلم لیگ کی طرف سے عرب ممالک میں نمائندگی کی۔ ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء، مطابق ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ کو مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا آپ کے تبلیغی مشن کے فرائض آپ کے صاحبزادہ مولانا شاہ احمد نورانی انجام دے رہے ہیں۔ (تاریخ رفتگان، ۳۴، ۳۵)

شاہ عبدالعلیم صدیقی
جاں نثارِ حبیبِ ربّ انام

اعلیٰ حضرت کے نام پہ قرباں
غوث اعظم کے بندۂ بے دام

کی جہاں بھر میں دین کی تبلیغ
ہے جہاں بھر میں آج ان کا نام

مل گئی ہے جگہ مدینے میں
اس سے بہتر کہاں ہے کوئی مقام

ہے یہ صابرؔ وصال کی تاریخ
"نیک سیرت مبلغ اسلام"

۱۹۵۴ء

حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی نواسی

.............اور.............

قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی بھانجی

محترمہ صوفیہ علی سے ایک اہم انٹرویو

غزالہ فصیح ☆

خواتین اسلامک مشن انٹرنیشنل کی فرینکفرٹ برانچ کی صدر صوفیہ علی گزشتہ ۳۲ برسوں سے جرمنی میں مقیم ہیں۔ ان کا تعلق معروف دینی خانوادے سے ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی رشتے میں بھانجی ہیں۔ دین سے محبت انہیں ورثے میں ملی ہے کیونکہ بچپن مولانا شاہ احمد نورانی جیسے جید عالم کے زیر سایہ میں گزرا۔ اوائل عمر سے صوفیہ علی نعت خوانی اور محفل میلاد کی تقریب میں درس سے وابستہ رہیں۔ شادی کے بعد جرمنی چلی گئیں اور اپنی خالہ ڈاکٹر فریدہ احمد کے قائم کردہ خواتین اسلامک مشن کی فرینکفرٹ میں ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہیں، دینی درس و تدریس سے وابستہ ہیں۔ گزشتہ دنوں وہ پاکستان آئیں تو ہم نے ان کے ساتھ ایک نشست رکھی جس میں یورپی ممالک میں پاکستانیوں کے حالات کے متعلق خصوصی بات چیت کی جو نذر قارئین ہے۔

س: اپنی ابتدائی زندگی کے متعلق کچھ بتائیں؟

ج: بچپن نورانی صاحب کے ہاں گزرا کیونکہ نورانی صاحب کی والدہ میری والدہ کی سگی پھوپھی تھیں۔ میری نانی کا جب میری والدہ دو سال کی تھیں انتقال ہوگیا تھا تو میری والدہ کو نورانی صاحبہ کی والدہ نے ہی پالا ہے اس طرح میرا بچپن بھی نورانی صاحب کی شفقت کے سائے میں گزرا۔ جو بھی اچھائیاں سیکھیں اسی گھر سے سیکھیں۔ جتنا بھی علم ہے انہی سے سیکھا۔

☆ خاتون صحافی، ادارہ نوائے وقت

س: نعت خوانی کب شروع کی؟

ج: نورانی صاحب کی بہن ڈاکٹر فریدہ احمد کے ہمراہ میں بچپن سے میلاد شریف میں جاتی تھی۔ نعت خوانی کے پہلے مقابلے میں جب حصہ لیا اُس وقت میں چار یا پانچ سال کی تھی ہمارے اسکول کے پروگرام میں صدر ایوب خان چیف گیسٹ تھے میں نے اُن کے سامنے نعت پڑھی تھی، فرسٹ پرائز ملا۔ یہ نعت فارسی میں تھی۔

نمی دانم چہ منزل..........

نعت خوانی کا دوسرا مقابلہ جو مجھے یاد ہے اُس وقت میری عمر ۷ یا ۸ سال کی تھی۔ اس پروگرام میں ہماری مہمان خصوصی محترمہ فاطمہ جناح تھیں اُس مقابلے میں مجھے سیکنڈ پرائز محترمہ فاطمہ جناح کے ہاتھ سے ملا۔

میں نے نیو ٹاؤن اسکول کراچی سے میٹرک کیا۔ اسکول میں جب بڑی کلاسوں میں گئے تو کل پاکستان نعتیہ مقابلوں میں ہمیں بھیجا جاتا تھا جس میں پہلے تین میں سے کوئی نہ کوئی انعام ضرور لے کر آتی تھی۔ اسکول کے بعد کالج کی پڑھائی شروع ہوگئی۔ سرسید کالج سے میں نے بی اے کیا۔ وہاں بھی کل پاکستان نعتیہ مقابلوں میں حصہ لیتے رہے۔ اس زمانے میں ہماری نعت خوانوں میں اُم حبیبہ، قاری ظفر قاسمی وغیرہ ہوتے تھے۔ نعتوں کے علاوہ تقاریر میں بھی حصہ لیتی تھی، زبانی تقریر کرتی تھی اس میں بھی خاصے انعام وغیرہ جیتے۔

س: نورانی صاحب کی شخصیت کے متعلق آپ کی کیا یادیں ہیں؟

ج: مولانا صاحب اپنی ذات میں پورا ایک دارالعلوم تھے، ایک مکمل مومن میں جو خصوصیات ہونی چاہئیں۔ نورانی صاحب اس کی مکمل تصویر تھے۔ وہ اسم بامسمیٰ تھے۔ نام نورانی اور شخصیت بھی نورانی۔ مولانا صاحب کو ہم نے ہمیشہ وہی کرتے دیکھا جو وہ کہتے تھے۔ اگر وہ ہمیں نماز کی پابندی کا کہتے تو خود انہوں نے تہجد بھی کبھی نہیں چھوڑی۔ ساری زندگی ہر پیر اور جمعرات کو نفلی روزہ رکھتے تھے۔ نورانی صاحب نہایت خوش الحان تھے، ہم ان کی تلاوت بہت شوق سے سنتے تھے، روزانہ شام کو وہ حفاظ کے ہمراہ تلاوت

کرتے تھے۔ اُن کی گھریلو زندگی میں میں نے دیکھا کہ خدا اور رسول ﷺ کے بعد وہ اپنی والدہ سے عشق کرتے تھے۔ ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ جب تک وہ حیات رہیں، اپنے ہاتھوں سے اُن کے قدم چھو کر اجازت لے کر ہی جاتے تھے۔ خاندان میں انہوں نے کبھی کسی کے حقوق میں کمی نہیں آنے دی۔ حقوق العباد پورے کرتے تھے۔ نوکروں کے ساتھ اُن کا برتاؤ ایسا تھا کہ جو ایک مرتبہ اُن کے گھر آجاتا تھا پھر جانا نہیں چاہتا تھا۔ ہم بچوں کے ساتھ انہیں جب بھی موقع ملتا بیٹھ کر سیرت النبی ﷺ کی باتیں بتاتے، حدیثیں سناتے تھے، ہم سے نعتیں سنتے تھے اور ہمیشہ ہدایت کرتے تھے زندگی میں کبھی نعت خوانی کا پیسوں میں ہدیہ نہ لیجئے گا ہاں اگر کوئی تحفہ دے تو قبول کریں اور بعد میں کسی اور طرح آپ بھی اسے تحفہ دیں۔ نعت خوانی کے آداب بتاتے تھے کہ ہمیشہ اول و آخر درود شریف پڑھیں، خلوص محبت سے ہاتھ باندھ کر آنکھیں جھکا کر نعت پڑھو ہمیں یہ بھی ہدایت کرتے تھے کہ اللہ نے اچھی آواز دی ہے تو اسے اللہ کی راہ میں استعمال کرو۔

س: جرمنی کب گئیں؟

ج: میرے میاں علی محمد نیشنل بینک آف پاکستان فرینکفرٹ میں تھے۔ شادی کے بعد ہم ۱۹۷۷ء میں جرمنی چلے گئے تھے۔

س: وہاں آپ نے دینی سرگرمیوں کا کیسے آغاز کیا؟

ج: ۱۹۷۷ء میں جب ہم وہاں پہنچے تو وہاں زیادہ پاکستانی نہیں تھے، پاکستانی کمیونٹی سے رابطہ ہوا تو میں نے معلوم کیا وہاں خواتین گھروں میں قرآن خوانی تو کبھی کبھار کروا لیتی تھیں لیکن میلاد شریف نہیں پڑھا جاتا تھا کیونکہ کوئی پڑھنے والی نہیں تھیں۔ پھر میں نے سب سے پہلا میلاد اپنے گھر پر رکھا جس میں فرینکفرٹ کی تقریباً تمام پاکستانی خواتین کو بلوایا جب انہیں معلوم ہوا کہ میرا تعلق نورانی صاحب کے خاندان سے ہے تو بہت خوش ہوئیں۔ قرآن خوانی اور میلاد کی اس محفل سے جو آغاز ہوا تو وہ ماشاء اللہ آج تک جاری ہے۔

س: وویمن اسلامک مشن کے تحت کیا کام کر رہی ہیں؟

ج: ڈاکٹر فریدہ احمد کی جماعت خواتین اسلامک مشن کی میں پریذیڈنٹ فرینکفرٹ برانچ کی حیثیت سے تبلیغ کا کام کرتی ہوں ہمارا مشن یہ ہے کہ دین کے احکام اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کو زیادہ سے زیادہ پھیلائیں، اس کے لئے ہم گھروں میں قرآن خوانی، میلاد شریف کا اہتمام کرتے ہیں اس کے علاوہ خواتین اسلامک مشن کی جانب سے ڈاکٹر فریدہ احمد نے قرآن پاک کی تفسیر اور احادیث کی بہت سی کتابیں اور پمفلٹ وغیرہ شائع کروائی ہوئی ہیں وہ ہم وہاں تقسیم کرتے ہیں اس کے علاوہ اسلامک مشن ضرورت مندوں کی مدد کرتا ہے، غریب بچیوں کی شادی کا انتظام کرتے ہیں، فنڈ جمع کرتے ہیں، خواتین زکوٰۃ، صدقات وغیرہ دینا چاہتی ہیں تو انہیں ہم ایسے لوگوں سے رابطہ کرا دیتے ہیں۔

س: تبلیغ کے اثرات آپ کو نظر آرہے ہیں؟

ج: دین کی تبلیغ ہمارا فریضہ ہے جسے مشن سمجھ کر انجام دیتی ہوں۔ جہاں تک اس کے اثرات کی بات ہے تو پہلے سے کہیں زیادہ تعداد ہمارے دینی پروگراموں میں شرکت کرتی ہے پہلے اگر میں پچیس خاتون آتی تھیں تو اب تین سو سے زائد تعداد میں بھی آتی ہیں۔

س: ۹/۱۱ کے بعد وہاں مسلمانوں کے حالات کیا ہیں؟

ج: ہمیں بہت تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں پہلے جرمن ہمیں بہت اچھی نظر سے دیکھا کرتے تھے، ہمارے پردہ کرنے پر بھی کبھی اعتراض نہیں ہوا کئی لوگ پابندی سے نماز پڑھتے تھے اور پارک میں یا کسی اور پبلک جگہ نماز پڑھتے تھے تو لوگ انہیں عزت سے جگہ دیتے تھے اب ان کا رویہ بدل گیا ہے اور وہ اس پر اعتراض کرتے ہیں ہمیں کہتے ہیں تم لوگ کنزرویٹو ہو، خاص طور پر عورتوں کے معاملے میں بہت تنقید کرتے ہیں کہ تم انہیں دبا کر رکھتے ہو ان پر ظلم کرتے ہو چار چار شادیاں کرتے ہو، وہاں کا میڈیا بیشتر وقت مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتا رہتا ہے انہیں دہشت گرد کہا جاتا ہے پھر پاکستان

میں جو دھماکے خودکش حملے وغیرہ ہوتے ہیں اس چیز کو بھی وہاں میڈیا اس طرح پیش کرتا ہے کہ مسلمان ہی ساری دہشت گرد کارروائیاں کرتے ہیں۔

س: آپ غیر مسلموں کو اپنے اسلامی پروگراموں میں مدعو کرتی ہیں؟

ج: مولانا نورانی کی جماعت ورلڈ اسلامک مشن نے وہاں اپنے نمائندے مقرر رکھے ہیں جنھوں نے جرمن زبان سیکھی، اس میں پمفلٹ شائع کیے ہیں، اسلامی تصورات اور عقائد کے مطابق وہ کتابیں جرمنوں کو دی جاتی ہیں اس کے علاوہ پاک دارالسلام ہماری مسجد ہے جس کے منتظم افتخار الدین صاحب ہیں وہ اپنی یونین کے ہمراہ ورلڈ اسلامک مشن کے ساتھ مل کر اس ضمن میں کام کر رہے ہیں جرمنوں کو اپنی مسجد میں دعوت دیتے ہیں، ان کے ساتھ ڈسکشن کرتے ہیں میں خود اپنے گھر پر خواتین کو دعوت دیتی ہوں بعض خواتین آجاتی ہیں یا ویسے عام زندگی میں ملاقات کے دوران انہیں اسلام کے متعلق جاننے کا تجسس ہوتا ہے تو اس موقع پر میں انہیں بتاتی ہوں مثلاً مرد کی چار شادیوں کے متعلق اکثر وہاں خواتین پوچھتی ہیں کہ یہ ظلم کیوں...... ہے، اس پر میں انہیں بتاتی ہوں کہ چار شادیوں کی آسانی سے یا عیاشی کے لئے اجازت نہیں اور یہ کہ بڑی کڑی شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دی گئی ہے پھر اس حکم کے پس پردہ جو مصلحتیں ہیں ان کے متعلق بتاتے ہیں ایک اور بات یہ کہ مسلمانوں کے آپس میں تفرقے اور مختلف فرقوں کے متعلق غیر مسلموں کو ساری معلومات ہیں جنھیں وہ انٹرنیٹ پر جاری کرتے رہتے ہیں۔

س: 9/11 کے بعد وہاں تبلیغی کاموں میں رکاوٹ پیش آرہی ہے؟

ج: محدود مقامات پر دینی اجتماعات کی اجازت ہے جیسے مساجد وغیرہ میں۔ اس کے لئے بھی ایک کوڈ آف کنڈکٹ بنادیا گیا ہے جس کے تحت کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ کے خلاف، مغربی کلچر کے خلاف بات نہ کی جائے، دہشت گردی پر ابھارنے والی گفتگو نہ کی جائے۔

س: خواتین کے حجاب اُن پر کیا اثرات ہیں؟

ج: جیسا کہ میں نے پہلے کہا جرمن میں پہلے مسلمان عورتوں کے لباس میں حجاب وغیرہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا تھا لیکن جب سے فرانس میں اسکارف کے خلاف مہم چل رہی تھی، اس کے اثرات جرمنی میں بھی ہو رہے ہیں سرکاری طور پر تو نہیں البتہ عام زندگی میں کوئی لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ جرمنی میں سب سے زیادہ تعداد ترکش مسلمانوں کی ہے اور ترکی کی تقریباً تمام خواتین اسکارف پہننے کی وجہ سے وہاں حکومتی سطح سے اب تک اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا بلکہ 9/11 کے بعد زیادہ تر مسلمان عورتوں نے خصوصاً پاکستانی اور مراکش خواتین نے اسکارف اوڑھنا شروع کر دیا ہے۔

س: مسلم نوجوان نسل کے وہاں کیا رجحانات ہیں؟

ج: افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمان کی نوجوان نسل خود اسلام کے خلاف بات کرتی ہے۔ حال ہی میں میں نے دیکھا کہ ٹی وی پر ڈسکشن آرہا تھا جس میں ترک نوجوان لڑکے لڑکیاں بیٹھے اسلام اور اسلامی کلچر کے خلاف باتیں کر رہے تھے ترکش لڑکی کہہ رہی تھی نعوذ باللہ قرآن پاک میں بہت پابندیاں ہیں جب مسلمان خود اپنی کتاب اپنے کلچر کے خلاف بات کر رہے تھے تو پروگرام کے شرکاء خوب تالیاں بجا رہے تھے۔ یہی حال وہاں پاکستانی نژاد نئی نسل کا ہے وہ بھی مسلمانوں کو غلط سمجھتی ہے، پاکستان میں جب دھماکے، دہشت گردی وغیرہ ہوتی ہے تو نوجوان کہتے ہیں کہ یہ مسلمان تو ہیں جو یہ سب کام کر رہے ہیں، ہمارے بچے گھروں میں آکر کہتے ہیں کہ کالج یونیورسٹی میں غیر مسلم طالب علم ہمیں طعنے دیتے ہیں کہ دیکھو مسلمان کیا کر رہے ہیں وہ کہتے ہیں تم کہتے ہو اسلام امن کی تعلیم دیتا ہے تو یہ بم دھماکے کرنے والے بھی تو مسلمان ہیں تم کہتے ہو قرآن بھائی چارہ سکھاتا ہے تو کیا یہ قرآن نہیں پڑھتے، ہمارے نوجوان جب غیر مسلموں سے اس قسم کی باتیں سنتے ہیں تو وہ بہت دلبرداشتہ ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے کئی بچے اپنے دین سے برگشتہ ہو جاتے ہیں اپنے کلچر سے فرنٹ ہو جاتے ہیں وہ کہتے ہیں جسم ڈھانپ لینے سے یا سر پر رومال باندھ لینے سے مسلمان نہیں ہو جاتے،

جب تک کہ خیالات بھی امن پسند نہ ہو۔

ایک اور رجحان جو وہاں نئی نسل میں نظر آرہا ہے وہ یہ کہ ۵۰ فیصد پاکستانی لڑکے جرمن لڑکیوں سے شادی کر رہے ہیں جس کی وجہ وہ یہ قرار دیتے ہیں کہ پاکستانی لڑکیاں ڈیمانڈ بہت کرتی ہیں انہیں اچھے کپڑے، اچھے زیورات چاہئیں گھر بٹھا کر کھلانا پڑتا ہے جبکہ جرمن لڑکیاں شوہر کے ساتھ مل کر برابر کا کام کرتی ہیں، محنتی ہوتی ہیں، پاکستان میں لڑکیوں کے عریاں فیشن دیکھ کر بھی وہ کہتے ہیں کہ جب مسلمان لڑکیاں بھی اتنی آزاد خیال ہیں تو پھر ہم یہاں جرمن لڑکیوں سے ہی کیوں نہ شادی کرلیں۔

س: پاکستانی لڑکیاں بھی غیر مسلموں سے شادی کر رہی ہیں؟

ج: جی ہاں! چند پاکستانی لڑکیوں نے جرمنوں سے بھی شادی کی ہے، ماں باپ مجبور ہوتے ہیں کیونکہ اولاد ان کی بات ہی نہیں سنتی، زبردستی کر نہیں سکتے۔

س: مسلمان بچیوں میں دینی تعلیمات کے فروغ کے لئے آپ کیا کر رہی ہیں؟

ج: ۹/۱۱ کے بعد وہاں غیر مسلموں کے علاوہ مسلمانوں کی نوجوان نسل میں بھی اسلام کے متعلق جاننے کا رجحان بڑھا ہے۔ میں خود اکثر خواتین پر زور دیتی ہوں کہ وہ دینی محفلوں میں اپنی بچیوں کو لائیں، دراصل وہاں طالب علموں کے لئے پڑھائی کا شیڈول اتنا سخت ہے کہ ان کے پاس وقت نہیں ہوتا پھر بھی جب بچیاں میلاد شریف میں آتی ہیں تو دینی معلومات میں بہت دلچسپی لیتی ہیں۔

سب سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں چار شادیاں کیوں ہیں؟ پھر یہ کہ ہم جب بالغ ہو گئے (۱۸ سال کے) تو بوائے فرینڈ کیوں نہیں رکھ سکتے۔ وہ یہ سوال اس لئے کرتی ہیں کیونکہ صبح ۹ بجے سے لے کر رات ۸ بجے تک وہ یونیورسٹی یا جاب پر ایسے ماحول میں ہوتی ہیں جو نہ صرف یہ کہ اسلامی اقدار کے مطابق نہیں بلکہ غیر مسلم اسی باتوں کو لے کر اسلام پر تنقید کرتے ہیں۔ یہی سوال بچیاں اپنی ماؤں سے بھی کرتی ہیں جو کم علمی کی بنا پر انہیں جواب نہیں دے پاتیں۔ وہ بھی مجھ سے درخواست کرتی ہیں

کہ بچیوں کو گائیڈ کریں میں ان بچیوں کو اسلامی احکامات، حرام و حلال کی تمیز، پاکی و ناپاکی، ان احکام کی مصلحتیں، اس کے متعلق بتاتی ہوں، سیرت النبی ﷺ کے واقعات بتاتی ہوں بچیاں ان سے متاثر ہوتی ہیں کئی مائیں خوش ہو کر بتاتی ہیں کہ ان کی بیٹیاں دینی تعلیمات سے متاثر ہو کر نماز کی پابند ہو گئی ہیں نوجوان نسل کو دین کا صحیح تصور دینا نہایت ضروری اور اصل میں ہمارا امتحان ہے۔

س: آپ کے کتنے بچے ہیں؟

ج: میرے دو بیٹے ہیں۔ وہیں پرائیویٹ کمپنیوں میں جاب کرتے ہیں ان کی شادیاں کرچکی ہوں۔

س: وہاں آپ کو بچوں کی تعلیم و تربیت میں مشکل پیش آئی؟

ج: ہم نے بہت چھوٹی عمر سے اپنے بچوں کو دینی تربیت شروع کرادی تھی۔ جب میرے بیٹے تین چار سال کی عمر کے تھے تب سے ان کو جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے۔ میں خود اکیلے بیٹھ کر انہیں میلاد پڑھاتی تھی، میری والدہ یہاں سے ان کے کرتے شلوار اور ٹوپیاں بھیج دیتی تھیں میں انہیں یہ لباس پہنا کر اپنے سامنے بٹھاتی اور اپنی ڈائری نکال کر نعتیں پڑھتیں، پھر ہم تینوں کھڑے ہو کر سلام پیش کرتے اس طرح انہیں میلاد کے تمام آداب سکھاتی، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے دونوں بیٹے دینی رجحان رکھتے ہیں، حرام حلال کی تمیز رکھتے ہیں، اسلام سے محبت کرتے ہیں، دنیا میں مسلمانوں پر ظلم ہوتا ہے تو پریشان ہوتے ہیں۔ امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو میرا بڑا بیٹا اتنا پریشان تھا کہ وہ اس سمسٹر کے اپنے پیپر نہیں دے سکا۔

س: دینی پروگراموں کے علاوہ پاکستانی کمیونٹی دیگر پروگرام منعقد کرتی ہے؟

ج: جی ہاں ۱۴ اگست ۲۳ مارچ کے پروگرام بڑے پیمانے پر کرتے ہیں، مشاعرے اور ادبی پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں لیکن ہماری نوجوان نسل ان پروگراموں میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتی البتہ کم عمر بچوں کو ماں باپ اپنے ساتھ لے آتے ہیں۔

س: جرمن معاشرے کی خوبیاں کیا ہیں؟

ج: وہاں کے معاشرے میں حرام کاری کے سوا باقی سب خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے، کسی کی کوئی چیز پڑی مل جائے تو جا کر پولیس کو دے دیں گے، پولیس لوگوں کی نہایت مددگار اور دوست ہے، مجرم کو بھی پکڑتے ہیں تو تمیز سے پیش آتے ہیں، ہر بچہ بڑے کو سلام کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے خواہ لفٹ میں ملے یا راستہ چلتے ہوئے، چوری چکاری، چھینا جھپٹی، جیسے ہم پاکستان میں سنتے ہیں کہ گن پوائنٹ پر موبائل چھین لیے، عورتوں کے زیورات اتروا لیے اس قسم کے جرائم کا وہاں تصور نہیں، حال ہی میں میرے بیٹے کا نیا قیمتی موبائل فون اُس وقت کھو گیا جب وہ مجھے میری ایک دوست کے ہاں سے لینے گیا تھا ہم رات کو واپس آئے تھے بیٹے کے کہنے پر میں نے دوست کو فون کر کے بتا دیا۔ صبح دوست کا فون آگیا کہ اُن کے دروازے کے قریب یہ موبائل فون پڑا دیکھ کر ایک لڑکا انہیں دے کر گیا ہے۔

وہاں حکومت شہریوں کو ہر طرح کی سہولتیں دیتی ہے دسویں تک تعلیم لازمی ہے، مرد وعورت سب کے لئے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی بچہ کنڈرگارٹن کی عمر کا گھر میں موجود ہے اور اسکول نہیں جارہا تو حکومت کی طرف سے آرڈر آجاتا ہے کہ یا تو بچے کو اسکول بھیجیں ورنہ ملک چھوڑ دیں۔ ۲۷ سال تک تعلیم مفت ہے یعنی جب تک ایک طالب علم کا مستقبل نہیں بن جاتا حکومت اس کی ذمہ دار ہے۔ اب دیکھیں یہاں اس کا تصور کیا جاسکتا ہے وہاں کبھی بجلی نہیں جاتی، ۱۹۷۷ء سے لے کر ۲۰۱۰ء تک میں نے نہیں دیکھا کہ وہاں بجلی چلی جائے یا پانی نہ آئے یا ویگن ٹیکسی والا کبھی آپ سے زائد کرایہ نہیں لے گا، کبھی بدتمیزی سے پیش نہیں آئے گا یہی خوبیاں ہیں کہ اگر ایک مرتبہ کوئی پاکستانی یورپی ممالک میں پانچ سال رہ لے تو کبھی واپس نہیں آنا چاہتا۔

بشکریہ: روزنامہ نوائے وقت، سنڈے میگزین، مورخہ......۲۰۱۱ء

انوارِ رضا — حضرت سفیرِ اسلام نمبر

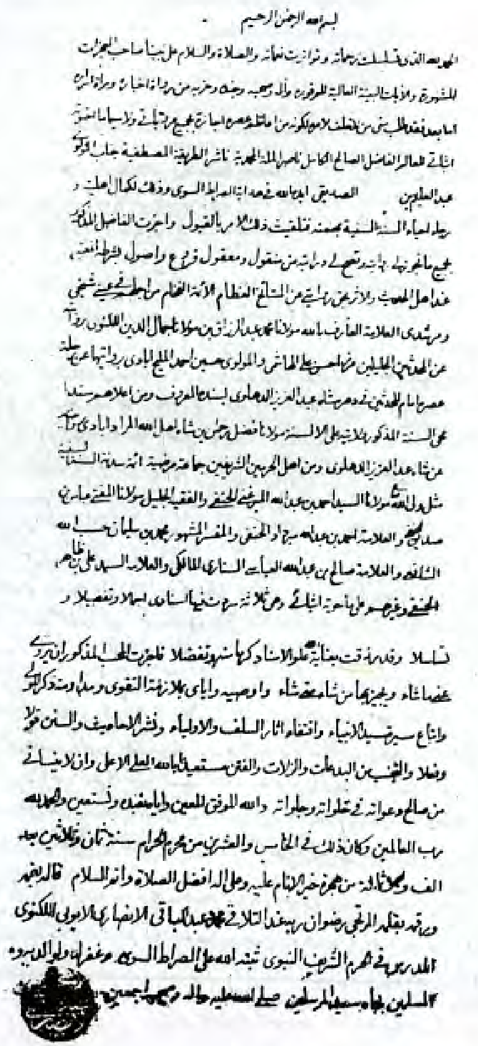
کاش ہو پیدا کوئی پھر حضرت عبدالعلیم

کر رہے ہیں تذکرہ ملت کے اس غمخوار کا — نام ہے عبدالعلیم جس قافلہ سالار کا
ہر جگہ جو دیتا رہا جو دعوت فکر و عمل — کر رہے ہیں تذکرہ اس کے خلوص و پیار کا
ظلمت انکار کی تردید دنیا بھر میں کی — اور گھر گھر میں اجالا کر دیا اقرار کا
سینکڑوں تاریک دل جس نے منور کر دیئے — دیکھ افریقہ میں جا کر رنگ اُن افکار کا
کچھ تفاوت ہی نہیں اقوال اور عمال میں — دیکھ قائل ہے زمانہ عظمتِ رفتار کا
یہ صداقت یہ خطابت دنگ تھے اہلِ زباں — ایسا سکہ تھا دلوں پر رفعتِ گفتار کا
اردو، جرمن، فارسی، انگلش مایا چائنا — سب زبانوں پر تصرف اسی وحنی گفتار کا
دشمنوں کا جمگھٹا، تنہا تھا وہ مرد خدا — کچھ نہ کر سکتا تھا کوئی ایسے خوش کردار کا
کوئی ردّ کرنے نہ پایا عظمت اسلام کو — فلسفی برنارڈ شا بھی قائل اپنی ہار کا
جن کے مداحوں میں شامل قائداعظم بھی ہیں — اللہ اللہ مرتبہ، احمد رضا کے یار کا
مفتی اعظم فلسطین یا مدیر کا مرید! — والی اردن بھی تھا مخلص میرے سردار کا
دفن جو طیبہ میں ہے بے شک بڑا ہے خوش نصیب — کیا مقدر ہے الٰہی عشق کے بیمار کا
غوث کے مسند نشیں پر رحمت پروردگار — کر گیا ہو حق ادا، اسلام کے اظہار کا
جس کو بھی دیکھو لے جاتا ہے وہ اپنا نصیب — ایک عالم ہے گدا میرٹھ کی اس سرکار کا
کاش ہو پیدا کوئی پھر حضرت عبدالعلیم — تاکہ درماں ہو سکے ہر چشم شعلہ بار کا
لکھ چکا جب منقبت ہاتف پکارا غیب سے — اللہ اللہ یہ سلیقہ اوج کے اشعار کا

(حافظ محمد شکیل اوج)

دستاویز و نوادرات
اسانید و تبرکات

برصغیر کے نامور محدث اور فقیہ علامہ محمد عبدالباقی الانصاری الایوبی اللکنوی المدرس فی الحرم شریف نبوی کی طرف سے حضرت سفیرِ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا کی گئی سند کا عکس۔ (۲۵ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ)


بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ... والصلاۃ والسلام علی نبینا صاحب المعجزات

قاضی القضاۃ مفتی مکہ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمن سراج الحنفی کی طرف سے حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمودہ تحریری سند۔ (۱۳۳۵ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ المتواتر احسانہ المسلسل امتنانہ المرفوع من اتصل بہ سندہ المعضل من انقطع عنہ مددہ
والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد مجیز من وقف ببابہ العزیز من لاذ بجنابہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وشیعہ
واحبابہ وبعد فلما کانت الاجازۃ من مطالب السلف الصالحین والروایۃ بہا مشہور ابین المحدثین وارفع انواعہا
السمۃ اجازۃ معین لمعین کما ہو موضح فی کتب علم الحدیث وقد رغب فی ذلک حضرۃ الفاضل العالم الکامل
الشیخ المولوی عبدالعلیم الصدیقی وطلب منی لنفسہ الاجازۃ التی ہی امان عنہ فتمام لمجازہ مع انی لست اہلا لذلک
ولا ممن یخوض ہذہ المسالک وحین علمت ان ذلک ناشئ منہ عن حسن نیۃ وسلامۃ طویۃ لم یسعنی الا اجابتہ لہذہ
الامنیۃ فاقول قد اجزت العلامۃ الفاضل المذکور بجمیع ما یجوز عنی روایتہ ویصح لی درایتہ من منقول ومعقول وفروع
واصول بحق روایتی لذلک عن مشائخ عظام وجہابذۃ کرام اجلہم شانا وارفعہم مکانا شیخی العلامۃ والدی الفہامۃ
خاتمۃ الفقہاء والمحدثین ببلد اللہ الامین مولای المرحوم الشیخ عبدالرحمن بن الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمن سراج مفتی
مکۃ المشرفۃ وہو یروی عن جملۃ مشائخ منہم العلامۃ الشیخ جمال الدین بن عبداللہ الشیخ عمر مفتی مکۃ المکرمۃ بروایتہ
عن شیخہ العلامۃ خاتمۃ الفقہاء والمحدثین الشیخ عابد السندی لما فی ثبتہ المشہور وعن شیخہ سراج الحربی
وثالث القرین جدی العلامۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمن سراج وہو یروی عن شیخہ العلامۃ المحدث الحافظ محمد بن قاسم
الفلانی العمری عن شیخہ خاتمۃ المحدثین ببلد سید المرسلین الشیخ العلامۃ محمد صالح الفلانی العمری بجمیع ما حواہ ثبتہ
المعروف قطف الثمر فی رفع اسانید المصنفات والاثر وقد روی والدی المرحوم بالاجازۃ عن جدی المذکور بہ وبدون واسطۃ
کما ان جدی المرحوم روی بالاجازۃ عن الشیخ محمد صالح الفلانی بدون واسطۃ ویروی سیدی الوالد رحمہ اللہ ایضا عن
العلامۃ المحقق السید احمد بن السید زینی دحلان مفتی الشافعیۃ ورئیس العلماء بمکۃ المشرفۃ بحق روایتہ عن سید
الجد المذکور بسندہ المزبور وعن العلامۃ الشیخ عبدالرحمن بن الشیخ محمد الکزبری بکل ما تضمنہ ثبتہ المشہور وعن العلامۃ
الشیخ عثمان بن حسن الدمیاطی جمیع ما ہو مفصل فی اثبات مشائخہ المصریین کالشیخ محمد الشنوانی الازہری الشافعی
والشیخ محمد الامیر الکبیر المالکی وغیرہما ویروی سیدی الوالد ایضا بالاجازۃ العامۃ عن عمدۃ المحدثین والفقہاء
العلامۃ الشیخ محمد عابد بن احمد بن علی السندی ثم المدنی کل ما حواہ ثبتہ المشہور حصر الشارد فی اسانید الشیخ محمد عابد
واوصی المجاز المذکور وایای بالتقوی فانہا السبب الاقوی وان لا ینسانی ووالدی ومشائخی من صالح الدعوات فی سائر
الاوقات فانہا من افضل القربات وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم قالہ بفمہ وامر برقمہ خادم الشریعۃ والمنہاج
عبداللہ بن عبدالرحمن سراج الحنفی قاضی القضاۃ ومفتی الاقطار العربیۃ رئیس العلماء والمحدثین بمکۃ المحمیۃ کان اللہ لہما حافظا
معینا مسلما

حضرت سفیر اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کا عکس

[illegible]

ومنہم

[illegible] مولانا الشیخ أحمد مختار الصدیقی [illegible]

ومنہم :

[illegible]

ومنہم (۳) [illegible]

ومنہم (٤) العلامۃ المحقق [illegible]

[illegible]

ومنہم (٥) [illegible]

[illegible]

الا بدیۃ [illegible] والحمد للہ رب العالمین۔

[illegible] محمد عبدالعلیم الصدیقی [illegible]

[illegible]

ترجیانی دطبعۃ الاحمدیہ 151 [illegible]

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو جاری کی گئی سند۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ احد من لا احد لہ سند من لا سند لہ وافضل الصلاۃ واکمل السلام علی سید الانام منتھی سلاسل الانبیاء العظام وعلی آلہ وصحبہ رواۃ علمہ ووعاۃ ادبہ وبعد فقد سالنی العالم الفھیم المولوی محمد عبد العلیم الصدیقی المیرٹھی بن المولوی الحاج عبد الحکیم الصدیقی القادری اجازۃ ما یاتی عن مشائخ الکرام وساداتی [illegible] النبی الکریم علیہ وعلی آلہ وصحبہ افضل الصلاۃ [illegible] و موطا الامام مالک وموطا الامام محمد ومسند الامام احمد وسنن الدارمی و شرح معانی الآثار للامام الطحاوی ومشکوۃ المصابیح والحصن الحصین وغیرھا فاجزتہ علی برکۃ اللہ تعالی واوصیتہ ان یتمسک بعقائد اھل السنۃ و الجماعۃ المطابقۃ لعلماء الحرمین الشریفین زادھما اللہ تعالی شرفا وتعظیما والموافقۃ لتصانیفی ویعض علیھا بالنواجذ وان یجتنب عن الفرق الھالکۃ الطاغیۃ کالوھابیۃ والنیشریۃ والقادیانیۃ وان یصرف اوقاتہ فی نکایۃ الفتن واھانۃ اصحابھا وحمایۃ السنن واعانۃ اربابھا وان لا ینسانی و خلانی من دعوتہ الصالحۃ المتوافرۃ بالعفو والعافیۃ فی الدین والدنیا و الآخرۃ وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ المختار والہ وآل الاطہار واصحابہ الاخیار والحمد للہ رب العلمین

[illegible] ۹ ذی الحجہ [illegible]

انجمن تبلیغ اسلام اور جمعیت العلماء صوبہ بمبئی کی طرف سے حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ کے موقع پر خراجِ تہنیت و تبریک۔ (اہم دستاویز کا عکس)

ھو الحکیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تہنیت و تبریک

(✦)

بعالی خدمت مبشر اسلام مقبول انام فاضل علوم شرقیہ وغربیہ کامل فنون عقلیہ و نقلیہ تقدس مآب حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی قادری رئیس میرٹھ شہر ادام اللہ فیوضہ و برکاتہ

حمداً لمولی الحمد والانعام — وعلی النبی مصلیا بسلام
یا حبذا فی ھذہ الایام — ھبت نسیم صبا ھبوب [illegible]

حضرت محترم ذو المجد والکرم۔

الحمد للہ والمنہ آج ہم کو دوبارہ یہ موقع میسر آیا کہ ہم تبلیغ الاسلام کی خدمات انجام دینے کے سلسلہ میں [illegible] مبارکباد پیش کریں۔

اس دور انحطاط میں جہاں مسلمانوں کی عام حالت روبہ تنزل نظر آتی ہے وہیں یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ حقیقی زعماء ملت اور رہنمایان قوم کے تفحص و تجسس میں ہر سمت قحط الرجال معلوم ہوتا ہے۔ قرون اولیٰ میں جو ذوق تبلیغ الاسلام اور شوق تبشیر [illegible] حنیف ہر مسلمان کے رگ و پے میں پایا جاتا تھا [illegible] اس میں بھی اس کا اثر نمایاں نہیں معلوم ہوتا [illegible] میں گئے چنے انفاس نظر آئیں گے جنکے [illegible] ہے اور وہ صحیح معنی میں [illegible] اپنے مقام پر [illegible] توفیق کے مطابق تبلیغ دین متین [illegible]

برادر اعزّ و محترم! اسمیں شک نہیں کہ آپکے [illegible] ہم جا کر اپنی ہمت کے جو جوہر دکھائے وہ عنداللہ وعند الرسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مقبول ہیں اور عند الناس محبوب و مرغوب ہیں۔ منعم حقیقی آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے [illegible] اس سے پہلے شرقی افریقہ جزائر شرقیہ افریقہ سیلون اور موریشس وغیرہ کے علاقہ میں آپنے جو خدمات تبلیغ باحسن وجوہ انجام دیں [illegible] روشن تر ہیں۔

سال گذشتہ جنوبی افریقہ اور شرقی افریقہ کے باقی ماندہ جزائر میں اس خدمت دین حق کی کامیابی کا سہرا حاصل کر نیکے بعد چین اور جاپان کے مختلف علاقوں میں سال متصلہ میں باوجود دشمنان حق کی پیش نرمش محالفینوں اور قدم قدم پر رکاوٹوں کے آپکی بے نظیر کامیابی حاصل کرنا قدرت نے آپ ہی کے لئے ودیعت کیا تھا۔ اور یہ کامیابی تاریخ اسلام کے صفحات پر زریں حرفوں سے تحریر رہیگی۔

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

جمعیۃ علماء صوبہ بمبئی اُن روابط خصوصی کی بنا پر جو آنجناب کو اس جمعیۃ سے حاصل کر ایک طرف اسکے بانیین میں آپکا شمار دوسری جانب عرصہ مدید تک بحیثیت عہدہ دار اس جمعیۃ کی کامیابیوں کے ذمہ دار آنجناب ہی ہے۔ یہ جمعیۃ آپکی کامیابیوں کو خود اپنی کامیابی سمجھتی ہے۔ نیز انجمن تبلیغ الاسلام بمبئی جسکے مقاصد خاصہ آپکی زندگی کا نصب العین اور ان مقاصد میں اسکی کامیابی آپ سے بزرگ کی رہبری و رہنمائی کی رہین منت۔ نظر بر آں جمعیۃ علماء صوبہ بمبئی و انجمن تبلیغ الاسلام کا اولین و بہترین خوشگوار فرض ہو کہ صمیم قلب سے آپکی کامیابیوں پر ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرے۔

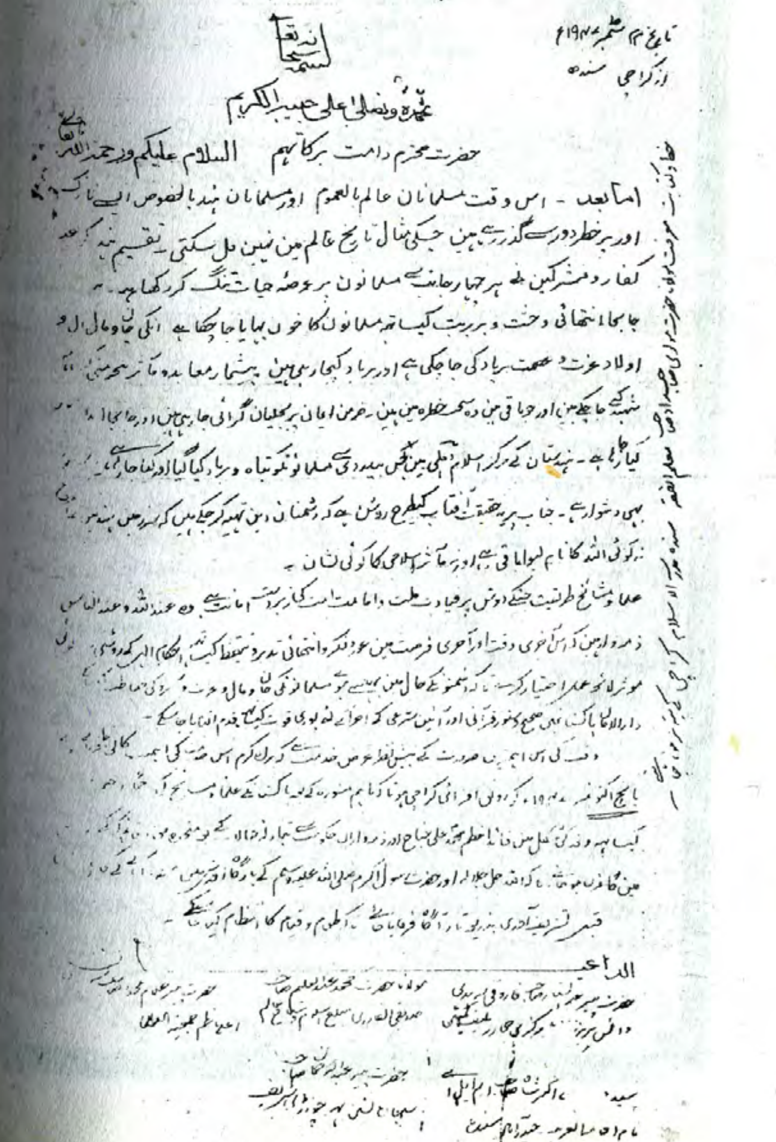
لہٰذا انجمن جمعیۃ علماء صوبہ بمبئی و انجمن تبلیغ الاسلام نیز مسلمانان بمبئی کے اس جلسہ عام کی طرف سے آپکی جذبات ایمانیہ سے لبریز خدمات دین مطہر کی بجا آوری پر دل مبارکباد پیش کرتے ہیں "گر قبول افتد زہے عز و شرف" اور دست بدعا ہیں کہ رب کریم آپ کو صحت و تندرستی کے ساتھ مزید خدمات دینی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بحرمۃ طہ و یس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ہم ہیں اراکین

جمعیۃ علماء صوبہ بمبئی و انجمن تبلیغ الاسلام بمبئی

ایک دعوت نامہ۔ ایک دعوت فکر

حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ اور مشائخ عصر کے باہمی روابط اور جذبۂ حب الوطنی پر یہ خط تاریخی شہادت ہے حضرت پیر صاحب بھرچونڈی شریف میاں عبدالرحمٰن شہید، پیر عبدالستار فاروقی سرہندی، پیر غلام مجدد سرہندی اور دیگر کے دستخط بھی موجود ہیں۔



تاریخ ۴ ستمبر ۱۹۴۷ء
از کراچی سندھ

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

حضرت محترم دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

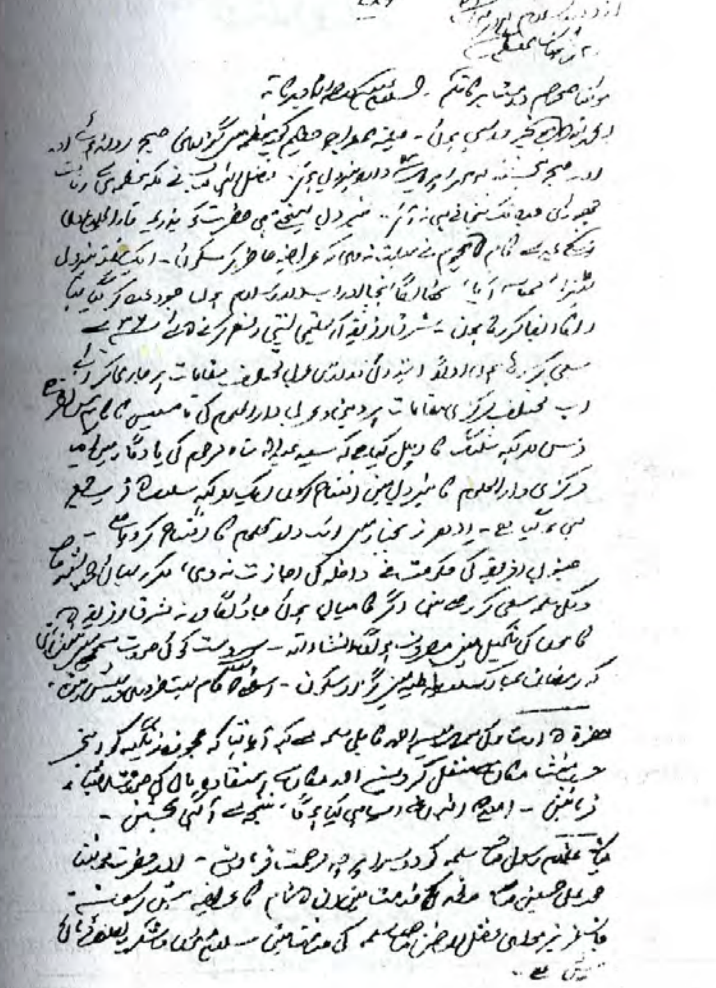
اما بعد - اس وقت مسلمانان عالم بالعموم اور مسلمانان ہند بالخصوص ایک نازک اور پرخطر دور سے گزر رہے ہیں جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔

کلام شاعر۔ بکلام شاعر

حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک سے لکھی ہوئی ایک نعت شریف کا عکس



حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی خودنوشتہ قلمی تحریر .... یہ خط آپ نے عاشقِ مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے نام شہرِ محبت، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ارسال فرمایا۔



حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے سوانحی خاکے اور یادداشتوں کے حوالے سے

روزنامہ جنگ لاہور (۲۱ ستمبر ۱۹۸۴ء، صفحہ ۳) پر نامور تجزیہ نگار پیر علی محمد راشدی کی یادگار تحریر کا عکس





مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور رپورٹس کے قلمی تراشے

AS-SAJAL (BAGHDAD)

SHABAN 25, 1366 A.H.

الاثنين ٢٥ شعبان

في سبيل

الغاء الضرائب عن الحجاج

مازال المسلمون الذين يفدون الى مكة المكرمة يشكون [illegible] من جراء تلك الرسوم المفروضة عليهم ومازال بعض المنشآت الاسلامية تتوسل لدى حكومة صاحب الجلالة الملك السعودية لالغاء هذه الضرائب تسهيلا للمسلمين ليؤدوا الفريضة بكثرة، ويصحب هذه الشكوى شكوى اخرى من نفقات باهظة يؤديها الحاج اثناء سفره

واجتمعنا امس بالعلامة السيد عبدالعليم الصديقي القادري الذي انتدب من جانب المسلمين في الهند وفي الملايو وافريقيا الجنوبية ليفاوض حكومة صاحب الجلالة ابن السعود، [illegible] كراسا تضمن المفاوضات التي دارت بين الوفد الذي يرأسه الاستاذ الصديقي وبين صاحب الجلالة عبدالعزيز آل السعود [illegible] يزعم [illegible] من رغائب حجاج تلك الممالك لالغاء هذه الضرائب التي ما انزل الله بها من سلطان [illegible] من ذلك الوفد، وان الخلفاء الراشدين والذين جاؤوا من بعدهم لم يفرضوا هذه الضرائب [illegible] في هذا العصر بدعة سيئة [illegible] مطامع [illegible] في مشارق الارض ومغاربها، هذه حجة الوفد [illegible] : وقد [illegible] جلالة ابن السعود استعداده لالغاء هذه الضريبة الباهظة [illegible] الوفد [illegible] هذه الناحية من حوادث اقتصادية [illegible] ابن السعود [illegible] هذه الضرائب الى شيوخ الاعراب الذين [illegible] السبيل [illegible] الحجاج [illegible] عن حرماتهم، ولولا هذا التدبير لما [illegible] قطاع الطريق [illegible].

ان العصور السابقة التي يحتج بها الوفد [illegible] لا تجيز ترك هذه الرسوم لان الدولة الاسلامية في ذلك العهد كانت [illegible] من حدود الصين الى اسبانيا وكانت الاخماس تجبى بكثرة، والزكاة [illegible] حتى امتلأت خزانة الدولة [illegible] بالاموال [illegible] الموفورة، ليس من المعقول ان تجبي تلك الحكومات الضرائب من رعاياها كما ان رعايا [illegible] السعودية لا يدفعون هذه الرسوم

ويقول الوفد ان الاحتجاج بهذه الطريقة [illegible] وهي الحكومة السعودية [illegible] من موارد النفط [illegible] المطمورة في ارجاء المملكة

وسائر المفاوضات من نقل الرسالة [illegible] الرسوم كاملة

و [illegible] ان الوفد اظهر استعداده [illegible] بجمع الاموال اللازمة [illegible] الحجاز [illegible] صاحب الجلالة [illegible] غير ان مثل هذا [illegible] من الحكومات التي [illegible] استقلالها وكرامتها

هذا هو خلاصة الموضوع [illegible] من مراحل هذه [illegible] وكثرة الرسوم [illegible] على نشر هذه الكراسة ليطلع عليها جمهور [illegible] في الموضوع

[illegible] ابن السعود [illegible] موارد الاوقاف في الحجاز من جانب الحكومات الاسلامية كالعراق ومصر وسورية وفلسطين [illegible] هذه الضرائب، ولو اعطت هذه الحكومات موارد اوقاف الحرمين [illegible] في الامكان الاستغناء عن هذه الضرائب [illegible] الحكومات الاسلامية بهذه الموارد [illegible] الحكومة السعودية [illegible] الطريقة [illegible] الحكومات الاسلامية التي سبق ذكرها

Wahdat Delhi March 02,1933

فرخ آباد میں جمعیۃ علماء صوبہ متحدہ کا اجلاس

ناظرین کرام کو معلوم ہوگا کہ مرکزی جمعیۃ علماء ہند دکانپور کی شاخ جمعیۃ علماء صوبہ متحدہ نے ۱۱ / ۱۲ / و ۱۳ / مارچ کو اپنے سالانہ اجلاس کے انعقاد کا اعلان کردیا ہے۔ اور اسی کے ساتھ پوری سرگرمی سے اجلاس کو کامیاب بنانے کی تیاریاں بھی شروع ہوگئی ہیں۔ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب ناظم جمعیۃ علماء صوبہ متحدہ دیگر علاقے بیرونی زعماء صوبہ وعلماء کی امداد سے جو خدمات انجام دے رہے ہیں اور جن جن مبارک ہستیوں کی شرکت ہے وہ اس امر کی ضمانت ہیں کہ انشاء اللہ یہ اجلاس بہت زیادہ کامیاب ہوگا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ صوبہ کے مسلمانوں میں بیداری پیدا کی جائے اور آنے والے دور کے لئے جبکہ ہر قوم سرگرم عمل ہے تو مسلمانوں کو بھی متحرک کیا جائے۔ نیز پرسنل لاء کے تحفظ۔ بلکہ نقصانات کے قیام کے مسلمانوں کی خفتہ قوموں کو بیدار کرنے اور انہیں ایک مرکز پر جمع کرنے کی سعی کی جائے اور انہیں یہ بتایا جائے کہ یہ زمانہ سونے کا نہیں اس دورِ جدوجہد میں جمود یا تعطل ایک ایسی موت ہے جس کی تلافی عرصہ دراز تک نہ ہوسکے گی۔ اس اجلاس کی صدارت جناب مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی نے منظور فرمائی ہے جو چند ماہ ہوئے افریقہ میں تبلیغ اسلام کی گراں قدر خدمات انجام دے کر تشریف لائے ہیں۔ اور جن کی عربی علوم میں فاضلانہ مہارت وسعت قابلیت ہی شہرہ آفاق نہیں بلکہ آپ انگریزی زبان سے بھی ماہر ہیں اور بہت روانی کے ساتھ انگریزی میں تقریر فرماتے ہیں۔ امید ہے کہ صوبہ متحدہ کے اکثر علماء و زعماء کے علاوہ ممبران اسمبلی و دیگر صوبہ جات کے لیڈر بھی شرکت فرمائینگے۔

Al-Fakih (Amratsar) March 14, 1932

جزیرہ مارشیس میں آفتاب اسلام کی ضیا باریاں

ایک انگریز جہازران افسر نے اسلام قبول کیا

از عالیجناب ملک التجار شیخ یعقوب حبیب رمضان صاحب پورٹ لوئیس مارشیس

حضرتِ مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی متوطن میرٹھ (ہندوستان) کے جزیرہ مارشیس میں تشریف لانے سے تمام جزیرہ میں عجیب وغریب برکات کا نزول ہورہا ہے (۱) تمام جزیرہ کی تنظیم کی جاچکی ہے۔ اور تمام مسلمانان جزیرہ کی ایک متحدہ مرکزی جمعیۃ بنائی گئی ہے (۲) نماز کے لئے بلانے والے رضاکاروں کی جماعتیں قائم کی گئیں اور ہر مسجد نمازیوں سے معمور ہوگئی (۳) ایسی بستیوں میں جہاں نہ کوئی نمازی تھا نہ نماز کی جگہ مسجدیں تعمیر ہوئیں اور ہورہی ہیں (۴) غیر مسلمین بھی جوق درجوق حضرت مولانا کے پراثر مواعظ کو سننے کے لئے آتے اور جن کی قسمت میں ہدایت ہے وہ اسلام لاتے ہیں۔ یوں تو اس وقت تک بہت ہندو۔ عیسائی مرد وعورت مولانا کے فیض تقریر سے متاثر ہوکر حلقہ بگوش اسلام بن چکے ہیں۔ لیکن حال ہی میں ۶ رجنوری ۱۹۳۲ء کی شام کو یونین لائن کے جہاز کا ایک انگریز افسر جہاز کے بندرگاہ پر لنگر انداز ہونے کے سبب مسجد جامع پورٹ لوئیس کو دیکھنے کے لئے مسجد مذکور میں آیا۔ اور اتفاقاً حضرت مولانا کی زیارت سے مشرف ہوا۔ جو نماز عشا کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔ مولانا کی قوت مقناطیسی نے ان کو اسطرح کھینچا کہ جب تک نماز نہ ہوئی وہیں ٹھیرا رہا۔ اور مولانا سے ملاقات کی درخواست کی۔ بعد نماز عشا حضرت مولانا نے اپنی ملاقات کے بڑے کمروں میں ان کو ملنے کا موقعہ دیا۔ ادھر ادھر کی مختصر گفتگو کے بعد حضرت مولانا نے باتوں ہی باتوں میں اس قدر دلکش انداز میں اسلام کی صداقت اور سادگی کو اس کے سامنے پیش کیا۔ کہ اس کو اسلام قبول کئے بغیر چارہ نہ رہا۔ اور صرف آدھ گھنٹہ کی گفتگو کے بعد بے قرار ہوکر کلمہ شہادت پڑھا۔ اور تقریباً پچاس ساٹھ آدمیوں کے سامنے جو اس وقت حضرت مولانا نے ملاقات کے لئے جمع تھے مشرف باسلام ہوئے۔

آپ کا سابقہ نام ریگنا لڈ اگلی تھا۔ اسلامی نام محمد عبدالصمد دیا گیا۔ حضرت مولانا نے عہد نامہ پر دستخط لئے اور اسلام میں داخلہ کی سند مطبوعہ عطا فرمائی۔ خدائے پاک استقامت بخشے۔ آمین ثم آمین۔

حضرت مولانا کئی مہینہ سے بیمار ہیں۔ اور باوجود علالت کے کام میں مصروف ہیں۔ ناظرین دعائے صحت فرمائیں۔

"الفقیہ" تمام قارئین "الفقیہ" سے درخواست ہے کہ قبلہ مولانا حافظ عبدالعلیم صاحب کی صحت کیلئے بعد نماز دعا کیا کریں کیونکہ مولانا موصوف کا وجود ایک دُرِ بے بہا ہے اور فرقہ حنفیہ میں ایسا گوہر نایاب ملنا مشکل ہے اللہ تعالیٰ مولانا کو صحت عطا فرمائے ہم ملک التجار سیٹھ یعقوب حبیب رمضان صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے ۱۹۲۹ء سے بذریعہ خط وکتابت واقفیت رکھتے ہیں سیٹھ صاحب کا وجود باوجود مارشیس جیسے جزیرہ میں ایک قابل قدر وجود ہے۔ آپکے دل میں اسلام کا حقیقی درد ہے آپ فرقہ حنفیہ کی فلاح و بہبود کیلئے ہر وقت کوشاں پائے جاتے ہیں ہم نے اسقدر ہمدردی آج تک نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے آپ جیسی مبارک ہستیوں کو تاقیامت حنفیوں میں باعزت واقبال قائم اور دائم رکھے آمین۔ تمام ناظرین وقارئین الفقیہ سے درخواست ہے کہ مولانا موصوف ✲

✲ اور سیٹھ صاحب ممدوح کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی زندگیوں میں برکت اور صحت عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت سفیرِ اسلام نمبر

انوارِ رضا

قطعۂ تاریخ وصال

"ہادیٔ خلق، مبلغ اسلام" ۱۹۵۴ء

"نیک سیرت مبلغ اسلام" ۱۹۵۴ء

"مولانا علامہ شاہ عبدالعلیم الصدیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ" ۱۹۵۴ء

فرد فرید و فخرِ جہاں، فخرِ دینِ حق — اُٹھا جہاں سے شیخ طریقت، شرع کی ڈھال

خادم نبی ﷺ کے دین کا وہ نازشِ زمن — سوئے عدم روانہ ہوا فرد جوشِ خصال

شاعر، ادیب و عالم و شعلہ بیاں خطیب — الحق تھی اس کی ذات بجا مجمعِ کمال

رشد و ہدیٰ کے باب میں اس کا وقیع مقام — روحانیت کے اس کی شناسا تھے اہلِ حال

تبلیغ دین کا اُس نے ادا حق ہے کر دیا — پایا ہے اس کی ذات سے اسلام نے جمال

کلمہ پڑھا کے اہلِ کلیسا و دیر کو — دیں کو کیا ہے اُس نے فضیلت سے مالا مال

اسلامیوں کا فخر سے سر کر دیا بلند — حل کر کے اُس نے کفر و ضلالت کے سب سوال

واضح کیا ہے مسلکِ حقہ کی شان کو — باطل کو جا بجا ہے کیا اُس نے پائمال

بند کر کے اُس نے ناطقہ دنیائے کفر کا — دیں کی ضروریات کی، کی خوب دیکھ بھال

تحریر اُس کی جاذبِ قلب و نظر رہی — حاصل تھا اس کو خوبیٔ تقریر کا کمال

رکھتا تھا اپنے پیشِ نظر دیں کی برتری — رہتا تھا اس کو دمبدم ملّت ہی کا خیال

اُس کے خلوص کے ہیں مظاہر یہاں وہاں — اُس کی شبانہ روز کی محنت ہے لازوال

وہ لاڈلا خلیفۂ مرشد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ — گزرے تھے جن کی صحبتِ علمی میں ماہ و سال

بابائے قومؒ کا تھا وہ اک معتمد رفیق — آزادیٔ وطن کا وہ قائد تھا بے مثال

دو آتشہ تھی اس کے سبب سُنّی کانفرنس — ملائے کانگریس کو کہا اس نے خستہ حال

دے کر گیا وہ قوم کو "نورانی" جانشین — ملنا ہے جس کا ثانی و ہمسر بہت محال

خدمات اس کی اس قدر ہیں جامع و وقیع — کرنا جنہیں رقم، نہیں احقر کی ہے مجال

قسمت پہ اس کی رشک کریں ساکنانِ دہر — طیبہ کی سرزمیں ملی اس کو پئے وصال

مہجورؔ دینِ حق کے مبلغ کے وصل کا — ہے "مخزنِ علوم، شہ عبد علیم" سال

۱۳۷۴ھ

(سید عارف محمود مہجور رضوی گجرات)

تاریخی لمحات
(جو کیمرے کی آنکھ نے محفوظ کر دیئے)

Akhbar Al-Aman (Delhi) June 03,1936

چین و جاپان میں تبلیغ اسلام
اور ناظم صاحب جمعیۃ مرکزیہ علماء ہند کا سفر

جناب مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی قادری میرٹھی سکریٹری جمعیۃ مرکزیہ علماء ہند (رجسٹرڈ) دہلی کے ناظر ہیں۔ آپ ایک عرصہ سے ممالک غیر میں تبلیغ اسلام فرما رہے ہیں۔ حال ہی میں آپ نے چین، جاپان کا دورہ شروع کیا ہے۔ آپ نے ورکنگ سکریٹری محمد مظہر الدین، کو حسب ذیل خط تحریر فرمایا ہے جو ناظرین الامان کی دلچسپی کے لئے درج ہے۔

محبِ کرم: زید لطفہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

سنگاپور سے ایک عریضہ حاضرِ خدمت کیا۔ ملا ہوگا۔ ۲۰ اپریل ۱۹۳۶ء کو فرانسیسی جہاز سے راہیِ جاپان ہوا۔ ۲۴ کی سہ پہر کو جہاز بندرگاہ سیگون پر لنگر انداز ہوا۔ یہ علاقہ انڈوچائنا کا ایک بڑا بندرگاہ اور فرانسیسی مستقر ہے۔ شہر نہایت صاف ستھرا اور بالکل پیرس کا نمونہ بنا ہوا ہے۔ جہاز پر مسلمانوں کا ایک جم غفیر استقبال کیلئے موجود تھا۔ جن میں زیادہ تعداد مدراسی، مالاباری مسلمانوں کی تھی جو اس علاقہ میں بغرضِ تجارت قیام پذیر ہیں۔ اور اس علاقہ میں ان کی آمد کا سلسلہ فرانسیسی حکومت کے ساتھ ہی ساتھ ہوا۔ ان کے سردار جو حکومت کے حکام سے بھی بہت اچھے مراسم رکھتے ہیں اور یہاں ہندوستانیوں کے لیڈر مانے جاتے ہیں۔ جناب حاجی محمد اسمٰعیل صاحب ساکن جنوب ہند ہیں۔ وہی اسی انتظامِ استقبال میں پیش پیش اور میرے محترم میزبان۔ تقریباً سو سوا سو پنجاب پشاور اور کابل کے مسلمان تھے جو یہاں بالعموم پاسبانی کی خدمات پر مامور ہیں۔ تقریباً دو سو بمبئی ہوب تھے جو اکثر و بیشتر فرانسیسی جہازوں میں کام کرتے ہوئے یہاں آکر مقیم ہو گئے اور بالعموم خدمتگاری بعض چھوٹی موٹی تجارت کرتے ہیں۔ میمنوں کی بھی ۵ فرمیں ہیں جو صرف دھان اور چاول خریدنے کی خدمت بجا لاتے ہیں۔

شام کو جلوس کی شکل میں مسجد لے جایا گیا۔ یہ مسجد اول ۱۸۶۳ء میں مسلمانوں نے تعمیر کی اور اس کوچستان میں یہ پہلا خدا کا گھر ہے۔ عمارت بوسیدہ ہو چکی تو اس نے سن ۱۹۳۲ء میں اس کی جدید تعمیر کا آغاز ہوا مجھے اس کا سنگِ بنیاد رکھنے کیلئے ستمبر ۱۹۳۲ء میں بلایا گیا تھا۔ مگر میں جنوبی افریقہ کے اشد ضروری کام پر چلا گیا۔ پھر ۱۹۳۳ء کے وسط میں یاد کیا گیا مگر اپنی اور اہلیہ کی علالت کے باعث نہ آسکا۔

اب جاپان جاتے ہوئے ان حضرات کا اصرار ہوا پانچ دن کیلئے یہاں ٹھیرا کر نئی بنائی مسجد میں تقریر کروں۔ اس علاقہ میں اب تک کوئی خدا کا منادی اسلام کی آواز بلند کرنے کے لئے نہیں آیا۔ پہلا موقع ہے کہیں ان شاء اللہ تعالیٰ کل ایک جلسۂ عام میں انگریزی تقریر کروں گا جس کا ترجمہ ملکی زبان میں کیا جائے گا۔ پرسوں پھر ایک تقریر ہوگی جس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں ہوگا۔ آج دوپہر صرف عربی زبان میں تقریر ہے عرب حضرات کیلئے۔ اور شب کو صرف اردو میں ہندی پنجابی و پشاوری حضرات کی خاطر۔ مدراسی مسلمانوں کو تبلیغ کی طرف روزانہ ایک گھنٹہ شب میں تقریر کرتے ہوئے جس کا ترجمہ تامل زبان میں ہو رہا ہے توجہ دلا رہا ہوں۔

یہاں کی اصل آبادی اگرچہ چینی الاصل ہے۔ شکل و شباہت و عادات و خصائل میں بھی چینیوں سے مشابہ۔ دھرم بھی بدھسٹ لیکن زبان بالکل مختلف ہے۔ بے حیائی حد سے زائد۔ سیام کا علاقہ یہاں سے بہت قریب ہے جہاں میں ۱۹۳۱ء میں جا چکا ہوں۔ اور تبلیغی جماعت قائم کر چکا ہوں۔

سنگاپور میں معلوم ہوا کہ میاں عبدالعزیز صاحب بیرسٹر سابق صدر مسلم لیگ رنگون سنگاپور سے تبلیغ اسلام کیلئے کچھ رقم چندہ فراہم فرما کر سال گزشتہ جاپان پہنچے اور اب تک قیام پذیر ہیں۔ خدا کرے کہ انہوں نے تبلیغ کی داغ بیل ڈالدی ہو اور مجھے ان کے سبب کام میں آسانی ہو۔

نعوذ باللہ میری بے پروائی اور بے ترتیبی یا خیال حرف عدم سیلان کے سبب۔ جیسے ملتے ہیں۔ ابھی میں ہی جاتا ہوں۔ بے امید ہے مرزیہ فقیر محض خدا کے بھروسہ پر اپنی جان کئے ہوئے میدان میں جا رہا ہے۔ آپ جیسے احباب نیز قارئین الامان وحدت اگر اپنے اوقاتِ خاص میں صرف اس قدر دعا فرمائیں کہ خدائے قدوس اپنے اس عاجز بندہ سے اس دور بریت کدہ میں اپنے دین کی خدمت اخلاص کے ساتھ انجام دینے کی توفیق بخشے۔ یاوری بھی اور ہمارا میدان میں نہ آئے۔ آواز میں قوت اور اثر بخشے اور گمراہوں کو راہ ہدایت دکھانے زیادہ خاص کرم ہو۔

اگر آپ اپنا اخبار مجھے برابر بھیجتے رہیں تو اچھا ہو تاکہ ہندوستان کی خبروں سے باخبر رہوں۔ اور اسے دیکھ کر یاد آجائے کہ آپ کو اطلاع حالاتِ سفر دینی ہے۔ والسلام

(محمد عبدالعلیم صدیقی خادم جمعیۃ علماء ہند دہلی)

۹ اپریل ۱۹۳۶ء صبح ۸ بجے۔ چونکہ میں ابھی گیا اس نے نقل ڈاک میں نہیں ڈالا گیا۔ اس وقت ہانگ کانگ کیلئے تیار ہوں۔ بحمد تعالیٰ اسی مدت مختصرہ میں حسب ذیل کام ہوئے۔

(۱) ایک مسلم مشنری سوسائٹی قائم کی گئی جو آئندہ تبلیغ کے کام کو اس علاقہ انڈوچائنا میں جاری کرے۔

(۲) ۲۲ سعد عورت مشرف باسلام ہوئے جن میں ایک نیل ہندو اور ۲۲ اتم قوم کے افراد جن کا دھرم بدھ مت تھا۔ والحمد للہ علیٰ ذلک

(۳) مسلم کلاتھ مرچنٹ ایسوسی ایشن اور سندھی ایسوسی ایشن کی طرف سے خیر مقدم کے تہنیت نامے دیئے گئے۔

(محمد عبدالعلیم)

مسلسل اشاعت کے 71 سال
71 YEARS

DAILY
NAWA-I-WAQT
LAHORE

روزنامہ
نوائے وقت
بانی حمید نظامی مرحوم
ایڈیٹر مجید نظامی
لاہور

لاہور، کراچی، راولپنڈی/اسلام آباد اور ملتان سے بیک وقت شائع ہوتا ہے

SUNDAY, 4 SEPTEMBER 2011

جلد	اتوار 5 شوال المکرم 1432ھ 4 ستمبر 2011ء 19 بھادوں 2068 ب / فون نمبرز 54-36302050-36367551 / UAN 111-222-007 / قیمت 15 روپے	صفحات	رجسٹرڈ نمبر سی پی ایل	شمارہ
71		40	101	164

اسلاف کے کارناموں کو اجاگر کرنا ہماری ذمہ داری ہے: چودھری عبد المجید

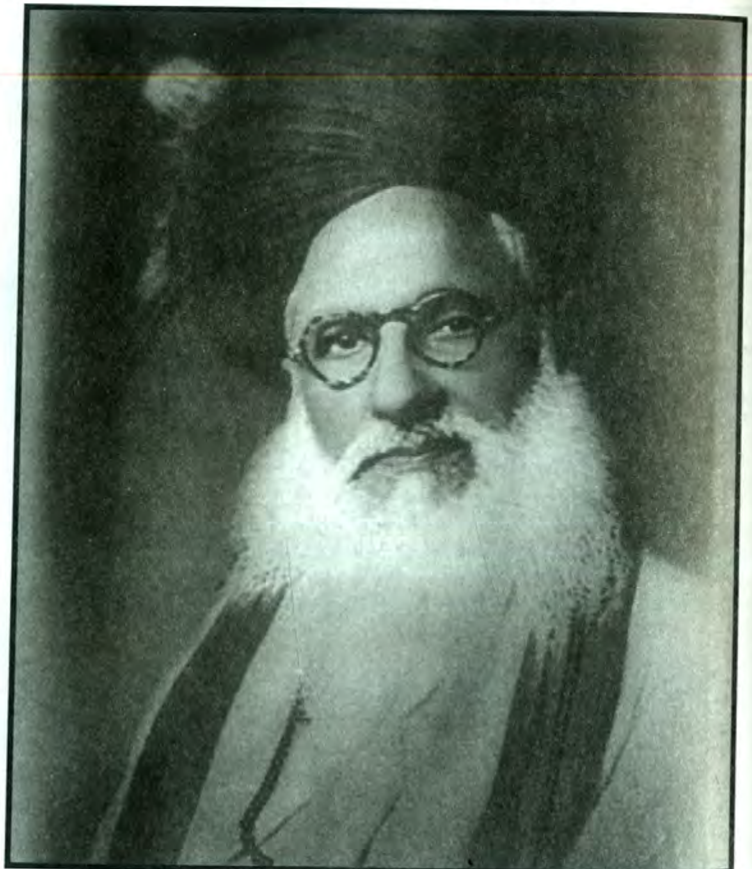
برصغیر میں اسلام کی دعوت صوفیا و علما کے ذریعے عام ہوئی: وزیر اعظم آزاد کشمیر کا محبوب الرسول کو مراسلہ

خوشاب/جوہر آباد (نامہ نگار) وزیر اعظم حکومت آزاد جموں و کشمیر چوہدری عبد المجید نے کہا کہ اسلاف کے کارناموں کو اجاگر کرنا ہماری ذمہ داری ہے اس سے ملک میں مذہبی رواداری اور بھائی چارے کی فضا قائم کرنے میں مدد ملے گی۔ انہوں نے علماء کرام سے اپیل کی کہ وہ پاکستان میں امن کیلئے مذہبی رواداری بھائی چارے کو قائم کرنے کیلئے ایسے ... کی تعلیمات سے سبق حاصل کیا جائے اور ... میں تمام کلمہ گو لوگوں کو آپس میں ملانے کی کوشش کی جائے۔ انہوں نے ان خیالات کا اظہار ضلع خوشاب کے جمعیت علماء پاکستان کے راہنما مولانا محبوب الرسول قادری کو لکھے گئے سرکاری مراسلے میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی ملت و امت کیلئے خیر کا باعث ثابت ہوگی وزیر اعظم آزاد کشمیر نے کہا کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی دعوت صوفیا و علماء کے ذریعے عام ہوئی اور حضرت شاہ عبد العلیم صدیقی نے دنیا بھر میں بالخصوص افریقی ممالک موریشس وغیرہ میں ہزاروں لوگوں کو اسلام کے نور سے سرفراز کیا۔ وزیر اعظم آزاد کشمیر نے علماء مشائخ سے اپیل کی کہ وہ حضرت سفیر اسلام جیسے بزرگوں کی تعلیمات کو عام کرنے کیلئے اپنے حصے کا کردار ادا کریں۔

شاہ عبد العلیم صدیقی ملت اسلامیہ کے عظیم محسن اور مجاہد کبیر تھے

پاکستان اللہ کا انعام اور حضرت سفیر اسلام کی امانت ہے: سیمینار سے مقررین کا خطاب

خوشاب/جوہر آباد (نامہ نگار) علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر جوہر آباد میں منعقدہ "حضرت سفیر اسلام سیمینار" سے مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت شاہ عبد العلیم صدیقی ملت اسلامیہ کے عظیم محسن اور مجاہد کبیر تھے تحریک آزادی تحریک خلافت تحریک ترک موالات تحریک ختم نبوت تحریک پاکستان اور تحریک استحکام پاکستان میں ان کی گراں قدر خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ قائد اعظم محمد علی جناح کے ساتھ ان کے خاندانی ... اور دینی حوالے سے ہر قدم پر ان کی راہنمائی کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ سیمینار کی صدارت پروفیسر قاری محمد مشتاق انور نے کی۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت علماء پاکستان ورلڈ اسلامک مشن اور دنیا بھر کے مختلف ممالک میں ان کے قائم کردہ مشنوں اور ادارے آج بھی حضرت سفیر الاسلام مولانا صدیقی کے مشن کی ترویج و اشاعت میں مصروف عمل ہیں ان کے دست مبارک پر پونے دو لاکھ کے لگ بھگ کفار کا قبول اسلام ان کی زندہ کرامت ہے پاکستان اللہ کا انعام اور حضرت سفیر اسلام کی امانت ہے اس کی قدر افزائی ضروری ہے۔



خلیفۂ اعلیٰ حضرت شیخ التبلیغ سفیر اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ (۱۸۹۲ء۔۱۹۵۴ء) اعلیٰ حضرت امام اہل محبت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کے خلیفۂ مجاز تھے آپ نے گذشتہ صدی عیسوی میں ساری دنیا بالخصوص موریشس سمیت تمام افریقی ممالک میں تبلیغ دین کا فریضہ نبھایا۔ بلا مبالغہ پونے دو لاکھ انسانوں کو آپ کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہونے کی سعادت نصیب ہوئی دو درجن کے لگ بھگ آپ کی اردو، انگریزی اور عربی زبان میں کتابیں آج بھی ہدایت و عرفان کا نور بانٹ رہی ہیں اور آپ کا نعتیہ کلام جہانِ سخن کی آبرو ہے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد قائد اعظم علیہ الرحمہ نے عید الفطر کی پہلی نماز آپ کی اقتداء میں ادا کی۔ بانی پاکستان علیہ الرحمہ ہی نے آپ کو "سفیر اسلام" کا خطاب دیا۔ جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ آپ ہی کے فرزند ارجمند اور محترمہ ڈاکٹر فریدہ احمد (مؤسس، خواتین یونیورسٹی کراچی) آپ ہی کی دخترِ نیک اختر ہیں جنہوں نے آپ کی تربیت کے مطابق اپنے دیگر بہن بھائیوں کی طرح اسلام کے لئے اہم اور مفید خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ اس وقت حضرت قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کے دونوں فرزند صاحبزادہ شاہ محمد انس نورانی اور صاحبزادہ شاہ محمد اویس نورانی ورلڈ اسلامک مشن اور جمعیت علماء پاکستان کا پرچم تھامے مصروف جہد ہیں۔ حضرت حکیم اسلام مولانا عبد الحکیم جوش علیہ الرحمہ آپ کے والد گرامی تھے۔ قائد اعظم محمد علی جناح کی اہلیہ رتن بائی کو کلمہ طیبہ پڑھا کر مسلمان کرنے والے، حضرت مولانا نذیر احمد خجندی صدیقی آپ کے بڑے بھائی تھے اور بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے ساتھ رتن بائی کا نکاح پڑھانے والے مولانا احمد مختار صدیقی آپ کے چھوٹے بھائی تھے جبکہ دوسری روایت میں مولانا نذیر احمد خجندی ہی نے قائد اعظم کا نکاح پڑھایا۔ عاشق مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی آپ کے سمدھی اور مفسر قرآن صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ آپ کے پیر بھائی تھے۔ آپ نے اپنی قلبی آرزو کے مطابق مدینہ طیبہ میں وصال پایا اور اللہ پاک نے انہیں جنت البقیع شریف کی مٹی نصیب کی۔



محلہ مدن پورہ، بمبئی میں حضرت علامہ سیّد دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں منعقدہ محفل میلاد شریف کی صدارت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی فرما رہے ہیں جبکہ ان کے ساتھ میزبان محدث الوری اور حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی تشریف فرما ہیں جبکہ معروف نعت گو و نعت خواں حضرت جمیل قادری منبر پر بیٹھ کر نعت سرور کونین ﷺ پڑھ رہے ہیں۔

نوٹ: ہمیں یہ تصویر حضرت محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ کے مخزونہ سے ان کے پڑپوتے صاحبزادہ سیّد مصطفیٰ اشرف رضوی صاحب کے ذریعے دستیاب ہوئی۔



حضرت علامہ محمد عبدالحکیم جوشؔ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی

۔۔۔۔ جو خود اپنے زمانے کے بڑے زعما اور جیّد علماء میں شمار ہوتے تھے ۔۔۔۔



حضرت سفیر اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی



ساؤتھ افریقہ......ڈربن میں حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کا ورودِ مسعود (۱۹۵۳ء)



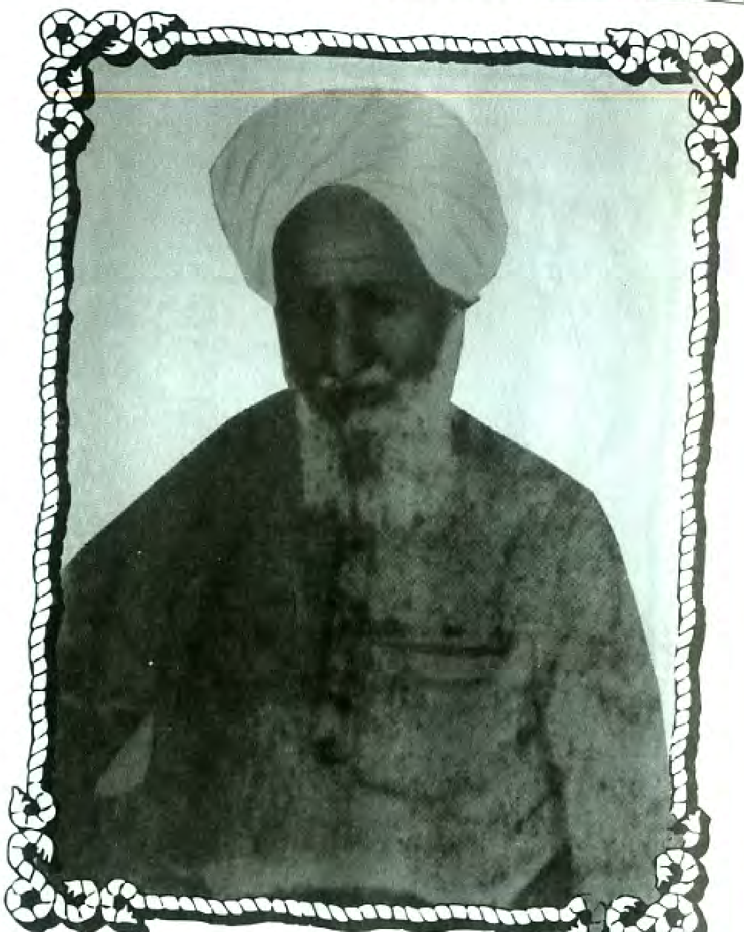
خلیفۂ اعلیٰ حضرت مفسر قرآن صدرالافاضل مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ

مفسرِ قرآن صدرالافاضل حضرت مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۸۳ء۔۱۹۴۸ء) حضرت مولانا سیّد
معین الدین نزہت ابن حضرت مولانا سیّد امین الدین راسخ کے ہاں تولد ہوئے۔ درس نظامی، دورۂ حدیث کی تکمیل اور
نویسی کی مشق کے بعد اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا سیّد محمد گل رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے او
حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت عطا ہوئی۔ آپ نے عیسائی، آریہ، روافض، خوارج، قادیانی اور غیر مقلدین
سے مناظرے کیے اور ہمیشہ فاتح وغالب رہے۔ تحریک پاکستان میں جاندار کردار ادا کیا۔ بے مثال سیاسی بصیرت کے حامل
و مدرس تھے۔ ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی تحریک شدھی (۲۵،۱۹۲۴ء) کے مقابلے کے لئے آ
جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی شریف کے پلیٹ فارم سے بھرپور کردار ادا کیا اسی زمانے سے آپ کی زیر سرپرستی مراد آ
ماہنامہ ''السواد اعظم'' کا اجراء کیا گیا۔ حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کی تعلق داری مثا
فکری ہم آہنگی کے سبب گہرا رابطہ تھا۔ قیام پاکستان کے لئے آپ نے سپیشل لاہور کا سفر کیا اور علماء و مشائخ سے مل کرا
وطن کی اہمیت وافادیت اجاگر کی۔ آپ کا مزار مبارک جامعہ نعیمیہ مراد آباد (انڈیا) کی جامع مسجد کے پہلو میں مرجع خلائق



خلیفۂ اعلیٰ حضرت زینت السادات حضرت سیّد محمد محدث کچھوچھوی

حضرت سیّد محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹۴ء ۔ ۱۹۶۱ء) رائے بریلی میں حضرت حکیم سیّد نذر اشرف کے ہاں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی جیسے اکابر علماء سے استفادہ کیا اور علماء بدایوں سے حدیث پاک کی سند حاصل کی۔ حضرت سیّد احمد اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے شیخ سے خلافت واجازت ملی۔ تحریک پاکستان میں گراں قدر جدو جہد کی۔ آل انڈیا مسلم سنی کانفرنس کی روحِ رواں اور صدر کانفرنس تھے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد جماعت رضائے مصطفےٰ کے مرکزی تاحیات امیر رہے۔ آپ نے قرآن پاک کا اردو ترجمہ مسمّٰی بہ معارف القرآن بھی کیا جو پاکستان سے بھی چھپ چکا ہے۔ حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے باہمی تعلقات مثالی اور ایک ہی مشن کے نمائندے اور ترجمان تھے بھرپور جدو جہد میں زندگی بسر کی اور واصل حق ہو گئے۔



خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی قدس سرہٗ

عاشق مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷۷ء ۔ ۱۹۸۱ء) کلاس والا ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آفتاب پنجاب ملا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ کے چشم وچراغ تھے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور خلافت واجازت حاصل کی۔ عوام وخواص میں ”قطب مدینہ“ کے لقب سے معروف ہیں۔ مدینہ منورہ حاضری کے لئے گئے اور پھر ساری زندگی اسی خطۂ نور میں بسر کردی۔ آپ کی شدید خواہش کے مطابق جنت البقیع میں مرقد بنا اور آج قرب رسول ﷺ میں آسودۂ خاک ہیں۔ حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقدِ مسنونہ کی آپ کے فرزند حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سے ہوا۔ دعوت اسلامی کے امیر (حضرت مولانا محمد الیاس قادری، حضرت صوفی گلزار حسین قادری (لاہور) اور حضرت صوفی شیر زماں اعوان (حال مقیم کویت) آپ ہی کے مریدین میں سے ہیں اور آپ ہی کے ذریعے قادری رضوی ضیائی معروف ہوئے۔



خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا سیّد دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ

امام المحدثین حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ محدث الوری (۱۸۵۶ء۔۱۹۳۵ء) الور میں پیدا ہوئے۔ علمی و روحانی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ شجرۂ نسب حضرت امام علی بن موسیٰ رضا سے جاملتا ہے لہٰذا آپ مشہدی و موسوی بزرگ ہیں۔ سیدی امام احمد رضا محدث بریلوی کے خلیفۂ مجاز تھے۔ مولانا شاہ کرامت اللہ خان، مولانا ارشاد حسین رامپوری، مولانا احمد علی سہارنپوری اور مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں جبکہ حضرت فاتح قادیان پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور مولانا وصی احمد محدث سورتی آپ کے ہم درس تھے آپ کو حضرت مولانا سید علی حسین کچھوچھوی نے سلسلہ عالیہ چشتیہ اور مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی نے نقشبندیہ شریف میں خلافت واجازت دی حضرت سفیر اسلا مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کے ساتھ کمال فکری ہم آہنگی تھی اور انے دارالعلوم حزب الاحناف کے سالانہ اجلاسوں میں بڑے اہتمام کے ساتھ آپ کو بلاتے اور آپ کے خطبات منعقد کراتے تھے۔ درجن بھر اعلیٰ علمی و تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مزار مبارک اندرون دہلی دروازہ لاہور میں ہے۔

یہ تصویر روزنامہ جنگ اور روزنامہ مشرق میں متعدد مرتبہ چھپی جبکہ ماہنامہ درویش لاہور نے اس کو اپنے ٹائٹل کی زینت بھی بنایا مگر اس پر غلط کیپشن چھپا کہ ...... اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی حالانکہ یہ تصویر حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ محدث الوری کی ہے



نبیرۂ و تلمیذ و خلیفۂ
امام احمد رضا حضرت مولانا مفتی تقدس علی خان رضوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مفتی تقدس علی خان رضوی (۱۹۰۷ء ...... ۱۹۸۸ء) ایک متبحر عال
دین، ماہر مدرس و مترجم اور بزرگ عالم تھے۔ سیّدی اعلیٰ حضرت بریلوی کے چچازاد بھا
کے بیٹے تھے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے فاضل بریلوی کے نواسے تھے۔ آپ کا نا
حضرت حسن رضا خان بریلوی نے رکھا جبکہ آپ نے شرح جامی کا خطبہ اعلیٰ حضرت
پڑھا۔ تصنیف و تراجم کے حوالے سے آپ کے علمی کارناموں میں حجۃ الاسلام امام غزالی
کتاب مکاشفۃ القلوب کا شاندار اردو ترجمہ بھی ہے۔ حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعل
صدیقی اور آپ دونوں بزرگوں کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس س
سے تمام سلاسل میں خلافت کا شرف حاصل ہوا۔ تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور ہجرت
کے پاکستان میں آگئے۔ آپ کا مزار اقدس پیر جو گوٹھ (خیر پور) سندھ میں ہے۔



نیروبی: مسلم گرلز سکول کے دورہ کے موقع پر حضرت مولانا سیّد عبداللہ شاہ m کے ساتھ حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کا تاریخی فوٹو (یہ وہی بزرگ ہیں جن کی وصیت کے مطابق ان کے وصال کے بعد حضرت سفیر اسلام رحمۃ اللہ علیہ ان کے جسدِ خاکی کو مدینہ منورہ لے گئے اور جنت البقیع میں ان کی تدفین کا اہتمام کیا...... محبوب قادری)

(جنوری ۱۹۴۰ء)



حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھائی مولانا بشیر صدیقی، محمد علی اور دیگر زعماء کے ساتھ......

(اگست ۱۹۵۲ء)



کانینٹل ہوٹل جوہنسبرگ (ساؤتھ افریقہ) میں حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم لیکچر......(۱۹۵۳ء)



فرانس: مدرسہ تعلیم الاسلام میں حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے اعزاز میں استقبالیہ سے قبل خطبۂ استقبالیہ دیا جا رہا ہے۔...... (۱۹۵۳ء)



حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ گیانا میں تقریب کے بعد تاثرات قلمبند کئے جا رہے ہیں...... (۱۹۵۱ء)



افریقہ میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس سے
حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ مخاطب ہیں۔ (۱۹۵۲ء)



مسلم مشنری سوسائٹی کے بانی حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ایک اہم تقریب میں......
(۲۶ ستمبر ۱۹۳۸ء)



مسلم یوتھ لیگ کے دفتر میں حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ انڈین نمائندوں کے ساتھ......

(۱۸ اکتوبر ۱۹۳۴ء)



مدرسہ تعلیم الاسلام میں موریشس حضرت سفیر اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی کی تشریف آوری (۱۹۵۳ء)



علیمیہ دارالعلوم موریشس میں جانشین سفیر اسلام حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی
کا لیکچر...... (۱۹۵۴ء)



قائداعظم محمد علی جناح پہلی عید الفطر ادا کرنے سے پہلے سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی
کا خطاب سماعت فرما رہے ہیں
سردار عبدالرب نشتر اور دیگر زعما بھی نظر آ رہے ہیں



عیدگاہ گراؤنڈ کراچی میں قائداعظم محمد علی جناح
پاکستان کی پہلی عید الفطر کے موقع پر
حضرت سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی
کی دعوت پر اجتماع سے خطاب کر رہے ہیں۔



نگویا جاپان میں مسلم مسجد کا افتتاح۔۔۔
حضرت سفیر اسلام افتتاح سے قبل تشریف فرما



شیخ الاسلام قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں



مولانا شاہ احمد نورانی
اور
حضرت مجاہد ملت
مولانا محمد عبد الستار خان نیازی



حضرت قائد اہل سنت
مولانا شاہ احمد نورانی
استاذ العلماء مولانا
محمد عبد الخالق بندیالوی
اور
ملک محبوب الرسول قادری
سے محو گفتگو



حضرت قائد اہل سنت
مولانا شاہ احمد نورانی
اور
ملک محبوب الرسول قادری
(چیف ایڈیٹر انوار رضا)
تنظیمی صورت حال پر
گفتگو کر رہے ہیں۔

western African countries touching the shores of Atlantic. So he was named as roving ambassador of Islam. His illustrious son also a preach of highest order and connoisseur of Islamic constitutionalism , late Shah Ahamed Noorani revealed an anecdote relating to his eminent fathers encounter with George Bernard Shaw at a resort in Durban South Africa. The icon of English Drama and Fabian socialism remained engaged in sort of dialogue for hours while expressing his intellectual delight in the end in the most enthusiastic manner by recalling the ecclesiastical anecdotes about the grace of Jesus Christ Peace Be Upon Him. It may amaze those who are well conversant with George Bernadshaw's mind and works which always underscore intelligently the irrationality generally associated with the Christian tradition and literature interspersed on two millenniums. The greatest amongst the modern times thinker Shaw's dialogue with Shah Abdul Allem Siddique was fortunately recorded by a steno, later published as "Shawian and Theologian". His son in law Dr. Fazal ur Rehman Insari was also a scholar of Islamic thought who earned his doctoral appellation from university of excellence devoted to studies in literature and civilization known as Sorbonne of Paris France, on sociology of Islam. The bondage of saint preacher with the the devout preacher(Dr. Insari) was a blessing in disguise. Although the itinerary of the preacher of Islam was diverse and multi faceted but his contribution towards the creation of a new nation in the

Indian Sub continent was also considerable. He was one of the leading lights of Banaras Sunni Moot, which proved a defining moment in shaping the polity of Islam in India. The eminent historian Dr. I.H Qureshi has rightly recounted the role of Sunni Ulema enjoying allegiance to Shah Ahamed Raza Khan's specific emphasis to love for the Prophet S.A.W,in his treatise known as "Ulema in politics".

HADITH

"O people! Verily, your Lord is one and your father is one. All of you belong to one ancestry of Adam, and Adam was created out of clay. There is no superiority for Arab over a non-Arab; nor for white over the black; nor for the black over the white except in piety; verily the noblest among you is he who is the most pious.

– Prophet Muhammad (PBUH)

Jaber and Huzaifah reported that the Messenger of Allah said: Every good deed is charity.—Agreed.

Abu Zarr reported that the Messenger of Allah said; You must not despise a (trifling) thing of good deed, although it be your meeting with your brother (Muslim) with a cheerful countenance.

—Muslim

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ

وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

"Say: Verily, my prayer and my sacrifice,

my life and my death, are all for Allah,

Lord of the world, Who has no partner

(in His Kingdom)" (VI: 162)

SHAH ABDUL ALEEM

Nazeer Ahmed Ghazi

(Former Judge Lahore High Court Pakistan)

My friend Allama Mahboobur Rasool Qadri asked me to write few lines about the special number which he is going to publish in the memory of his eminence Allama Shah Abdul Aleem Siddiqi R.A. I was not feeling well and also have a very short time therefore I take pride to express heartiest congratulation on the publishing of this valuable work and my humble views about the great scholar are mentioned as under.

The last century witnessed greatest of the events and personalities in this part of world which now constitute three dominions India, Pakistan and Bangladesh. Maulana Shah Abdul Aleem Siddiqui was one of those towering personalities rather sages who spiritually reigned the realm of spiritual firmament for decades around the globe. He was roving ambassador of Islam particularly in the dark continent. Thus the children of Sayyedna Bilal , owes their gratitude to him as in those times a nefarious and satanic movement was taking its roots in the African continent in the name of Islam having its origin in India. The saint preacher was great orator of languages of contemporary Islamic communities of variance and cultural diversity ranging from far eastern countries touching the pacific to

hands. Princess Gladys Palmer of Burinia, Merwate Tifinch, the French Governor of Mauritius, Mahifli Donawa, a Minister of Trinidad and Mr. F. Gengson, the Christian Minister of Ceylon, were some of the famous personalities who accepted Islam after meeting him.

Governor-General of Pakistan, Qaid-e-Azam M.A. Jinnah, participating in a public ceremony attended by Ministers of State. His Eminence Maulana Abdul Aleem Siddiqui is seen presiding over the function. Maulana Abdul Aleem also led the first Eid prayer in Pakistan 1947.

Farewell meeting with Maulana Abdullah Shah RA, Kenya

His Eminence spent most of his remaining life traveling to the most obscure corners of the world to spread the message of Islam and imparting spiritual teachings to adherents of various sufi orders. It is said that he traversed the world seven times over and has no doubt earned the title - Mubaligh-e-Azam (The Greatest Propagator of Islam).

On 22 August 1954 (22 Dhulhijjah), at the age of 63, after a last visit to the grave of the beloved Prophet Muhammad (Peace Be Upon Him), Maulana Shah Muhammad Abdul Aleem Siddique (R.A) left this world for the hereafter - his body rests peacefully at the Jannatul Baqqi in Madinah.

انوار رضا حضرت سفیرِ اسلام نمبر

The Special Message

............By............

Nazeer Ahmed Ghazi

(Former Judge Lahore High Court Pakistan)

3. Le Mauricien/Cernee Newspaper dated 4 May 1949

4. Le Mauricien-Cernee dated 7/14/16/17/21&25 May 1949

5. Ariff, Mohamed (1991). The Islamic Voluntary Sector in Southeast Asia. Institute of Southeast Asian Studies. p. 225. ISBN 9813016078.

External links

☆ His Exalted Eminence Maulana Muhammad Abdul Aleem Siddiqui al-Qadiri Radi Allahu 'anhu (1892-1954)

☆ Abdul Aleem Siddique Mosque

Caption of Picture No. 1 & 2

Governor-General of Pakistan, Qaid-e-Azam M.A. Jinnah, participating in a public ceremony attended by Ministers of State. His Eminence Maulana Abdul Aleem Siddiqui is seen presiding over the function. Maulana Abdul Aleem also led the first Eid prayer in Pakistan 1947.

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١
اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢
لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝٣
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤

HISTORY OF ISLAM IN JAPAN

His Exalted Eminence Maul'ana Mohamed Abdul Aleem Siddiqui (Rahmatullah 'ala'ih) traveled to many parts of the Far East in the 1930''s to spread the Message of Islam. In these pictures w/e see His Eminence played a role in establishing the N agoya Muslim Mosque, Japan in 1936.

Maulana Abdul Ale/em Siddiqu/i (RA) is seen here with the local Muslims of Nagoya pıroceeding to lay the foundation stone of the Nagoya Muslim Mosque, 1936

Maulana Abdul Aleem Siddiq ui (RA) with the local Imam examine the direction of qi bla (direction of Kaaba in Mecca)

Maulana Abdul Aleem Siddiqui (RA) recites Qur'an before the laying of the foundation Maulana Abdul Aleem Siddiqui (RA) makes dua fo r the success of Islam and the mosque in Nagoya afte.r laying the foundation.

In 1951, he toured the world preac hing and propagating Islam. He visited America, London, Japan, Indonesia, Malaysia, Europe, Southern Africa, Trinidad, Philippines, Iraq, Holland, Thailand, Ceylon, France, and many other countries. As a result of his efforts, thousands of non-muslims accepted Islam at his

wonders in the hearts of Muslims and other communities as well.

Second visit

On 26 September 1931 he paid his second visit on the requests of several Muslim leaders.

Third visit

On the 30 March 1939 he paid his third visit. Some of his speeches were relayed by radio from the Jummah Mosque.

<detailed information on visits are being compiled>

Fourth visit

He was expected to arrive in Plaisance on 5 May 1949 on board a plane KLM of Batavia at6hrs45am. His flight was delayed by twenty four hours and he reached Mauritius only on 6 May 1949. The Jummah Mosque invited all the Muslims to welcome the Mawlana.[3] His Eminence delivered several waez (Lectures) in Urdu and English throughout the Island. A list of waez held at time is given below[4]:

Date	Time	Place	Event
9 May 1949	20hrs30	Cinema Moderne	waez
15 May 1949	20hrs30	31 Rue David, Port Louis	Canjee Ceremony
14 May 1949	20hrs30	Phoenix Palace	8th Anniversary of foundation of 1st Mauritius Muslim Scouts
16 May 1949	20hrs30	Phoenix Palace	waez

Abdul Aleem Siddique Mosque

In 1953, the land of Abdul Aleem Siddique Mosque was conveyed to several trustees and office-bearers of the All-Malaya Muslim Missionary Society (now known as Jamiyah Singapore). Prior to this, Maulana Abdul Aleem Siddique had identified and chosen the land to be developed as a Mosque. In 1954, Abdul Aleem Siddique Mosque was subsequently built on the land from donations collected through the society.

The Mosque was named after Maulana Shah Muhammad Abdul Aleem Siddique,[5] as recognition for his immense contribution to Islam and the social development of a plural society in Singapore. The contributions of Maulana Abdul Aleem Siddique are in itself historic and seminal efforts that deserve to be carved in stone. Abdul Aleem Siddique Mosque is a testimony and recognition of Maulana Abdul Aleem Siddique's immortal work of spreading the faith of Islam and the message of hope and peace.

References

1. Lacar, Luis Q.; Moner, Nagamura T. (1986). Madrasah Education in the Philippines and Its Role in National Integration. Coordination Center for Research and Development MSU-IIT. p. 123.

2. MENDAKI: 10 Years Making the Difference. Yayasan Mendaki. 1992. p. 212.

England, West Indies, Guyana, Trinidad & Tobago, Suriname, United States of America and Canada.

He was a great Sufi, writer, poet, orator and scholar of Islam and modern sciences, and was known for his spiritual guidance and promulgation of the message of hope and peace. His contribution to literary and academic discourses was also significant. In 1935, in Mombassa (Kenya), Maulana Abdul Aleem Siddique met with European intellectual, Sir George Bernard Shaw, and they enjoyed a exchange of thoughts in which Shaw called Maulana Abdul Aleem Siddique "a learned sage". He delivered hundreds of lectures and wrote several Islamic books and poetry in Urdu and English. He spoke Arabic, Urdu, Persian, English, French, Indonesian, Malaysian and Japanese languages fluently.

Singapore

He came to Singapore in 1930 to spread the message and beauty of Islam. He delivered numerous lectures in Singapore and attracted many people to Islam. He pioneered the establishment of the All Malaya Muslim Missionary Society, now known as Jamiyah, in 1932.[2]

In early 1949, Maulana Abdul Aleem Siddique, together with other religious leaders, met with Malcolm MacDonald, Singapore's then Commissioner-General, to discuss issues of solidarity amongst religions. In a similar meeting, a decision was made to set up an organisation for inter-religious understanding, later called Inter-Religious Organisation (IRO). In March

1949, IRO was formed to foster greater understanding between the faiths in Singapore and to promote the spirit and message of peace amongst the citizens of Singapore. In IRO's inauguration ceremony, on 18 March 1949 at Victoria Memorial Hall, Maulana Abdul Aleem Siddique spoke, saying,

"As far as the common evils and accepted moral principles were concerned, no religion could have any difference, and in the spirit of tolerance and sympathy and the desire to establish peace, all of them were as one. The task of the religious leaders was to let the followers of each and every religion know the teachings of other religions, so that a spirit of fellowship could work together to spread the accepted moral principles and to fight the common evils."

Mawlana Abdul Aleem Siddiqui (R.A) visits to Mauritius

Between 1928 to 1953, his Eminence Mawlana Abdul Aleem Siddiqui (R.A) made five visits to Mauritius. Sir Abdul Rajack Mohamed, then a Muslim leader in Mauritius met his eminence in Colombo and invited him to come to Mauritius which his Eminence accepted without hesitation.

First visit

In December 1928 he arrived in Mauritius at Port Louis Harbour where thousand of Muslims were waiting to welcome him. His lectures (waez) worked

Abdul Aleem Siddiqi

From Wikipedia, the free encyclopedia
(http://en.wikipedia.org/wiki/Abdul_Aleem_Siddiqi)
Jump to: navigation, search

This article needs additional citations for verification. Please help improve this article by adding reliable references. Unsourced material may be challenged and removed. (March 2008)

Maulana Shah Muhammad Abdul Aleem Siddique was born in the month of Ramadhan, on 3 April 1892 (15 Ramadhan 1310), in Meerut, India and was raised in a family that was pious and devout. He is a descendant of Sayyidina Abu Bakr As-Siddique, the first caliph of Islam. From youth, his father, Muhammad Abdul Hakim and his mother were a source of guidance and education in the teachings of Islam.

He was an exceptionally intelligent child and possessed an intellectual capacity beyond his years. He committed the Qur'an to his memory when he was only 4 years old. He also had a remarkable oratory skill and at the age of 9, he delivered his first public speech at the Jamma Mosque of Meerut, mesmerising the audience.

He had a love and thirst for knowledge. At the age of 16, he graduated with a Degree and distinctions in Islamic Theology. He then pursued non-theological

studies in modern sciences and Law. He also acquired advanced knowledge in Qur'anic science, Hadith, Sufism (Tassawuf) and Islamic jurisprudence of the four main madhhab. His teachers include Shaykh Ahmad al-Shams of Morocco, Shaykh Al-Sennousi of Libya, Maulana Abdul Bari of Farangi Mahal and Maulana Ahmad Mukhtar Siddique (his brother). He achieved great Islamic theological and spiritual development under the guidance of Maulana Ahmed Raza Khan, a revered Islamic scholar.

Contents

Life work

Maulana Abdul Aleem Siddiqui travelled continuously for 40 years to all parts of the globe seeking to spread his concepts of spiritual reform and enlightenment to a major part of the world. He visited the Hejaz, Singapore, Malaysia, Indonesia, Thailand, Burma, Vietnam, Ceylon, China, Japan, Philippines,[1] Mauritius, Madagascar, South Africa, Kenya, Tanzania, Belgium, Egypt, Syria, Palestine, Jordan, Iraq, France,

" Wahid Ali (Secretary - Trinidad)

" Tawfiq-ur-Rahman (Ass. Secretary - Trinidad)

" H.I. Hussein-Ali (Treasurer - Suriname).

The welcome function for His Eminence was held at Queen's Park Savannah on Sun. March 12th 1950. Many thousands attended - Muslims and non-Muslims. In the audience there were government representatives and members of the diplomatic corp. At this event a soul stirring recitation of al-Qur'an was rendered by Br. Ali Bin Khamis of Zanzibar who then became a regular at His Eminence's gatherings. Another regular was Br. Jameel Bin Ahmed of Malay (now Malaysia). Both were students at the Imperial College of Tropical Agriculture at St. Augustine (now part of the University of West Indies). After graduating they returned to their respective countries and both became highly acclaimed leaders.

Throughout his stay in Trinidad, and through tireless effort and dedication, Islamic propagation was always at the foremost priority and to the Muslim masses His Eminence expounded on the the principles of the Ahl Sunna wal Jamaah. In particlular, His Eminence Maulana Shah Abdul Aleem Siddiqui made a significant contribution to Islam in the following areas:

1. Hundreds of non-muslims embraced Islam. Prominent amongst them were Haji Yusuf Mitchell, Ahmed Rifae Scope, Abu Bakr (a humble shoe maker of Santa Cruz) and Sr. Muriel Donawa Mc Davidson.

2. His Eminence's lectures captivated Muslims,

Christians, and Hindus who paid glowing tributes to him as the "Roving Ambassador of Peace".

3. His regular dars (Islamic classes) at Jama Masjid Hall, Port of Spain, produced some of the leading thinkers in the Muslim community. Amongst his students were:

" Haji Mohammed Ibrahim (President of Anjuman Sunnah wal Jamaah Association - ASJA)

" Haji Mohammed Yusuff Mitchell (Government architect and prominent Islamic worker)

" Haji Kamaluddin Mohammed (long standing govt. Minister and acting Prime Minister)

HADITH

Abu Hurairah narrates that the Holy Prophet (PBUH) has said: "The world shall not come to an end until Muslims wage a war against the Jews and eradicate them. A Jew might hide himself behind a rock or a where-abouts of the Jew, except the "Gharquad" tree which is held as sacred by the Jews." (Muslim).

Anas narrates that he heard the Holy Prophet (PBUH) say: "Among the signs of the ending of the world are the extinction of knowledge (of Divine Guidance), the universality of ignorance (of real values), the spread of adultery, and addiction to intoxicants, a decrease of the number of men and an increase of the number of women, so that the proportion may reach to one male against fifty females." (Bukhari & Muslim).

Abu Hurairah narrates that the Holy Prophet (PBUH) has said: "The doom's day shall not come until wealth abounds and flows freely (like water). A man would roam about to bestow his charity but he would find none who would accept it. (It will not come until the land of Arabia is covered with orchards and meadows.").

nearly one year, (b) He died and was buried at Medina, which according to Islamic teaching is an enviable blessing of God for every truly pious Muslim, (c) His death occurred at such a time of the year when Muslims from all over the world assemble at Medina after the Hajj. He had served the cause of Islam all over the world. He was Islam's world-missionary. And God, in His Infinite Mercy, blessed him with a world-congregation for his funeral prayers. Muslims from far and near came and participated in praying for him and in paying their last respects to him,

Glorious was the mission of Maulana Abdul Aleem Siddiqui, glorious was his life and glorious was his death. May Allah shower his choicest blessings on his soul and may He cause his great work for Islam to proper!

HADITH

"Verily, I leave amongst you the Book of Allah and the Sunnah of His Apostle which if you hold fast, you shall never go astray.

"And if you were asked about me, what would you say"?."They replied: "We bear witness that you have conveyed the message and discharge your ministry".

– Prophet Muhammad (PBUH)

World Islamic Mission

Introduction (by Dr.wahid Ali)

The work of World Islamic Mission (WIM) in Trinidad began with the arrival of His Eminence Maulana Shah Abdul Aleem Siddiqui al-Qadiri at the opening of the Intercolonial Muslim Conference, held at the Jama Masjid Hall, Queens Street, Port of Spain in 1950.

Maulana Abdul Aleem Siddiqui visit to Trinidad in 1950 accompanied by his student and secretary, Dr. Muhammad Fazlur Rahman Ansari al-Qadiri, lasted for six months as part of his world tour. The presence of His Eminence for such as sustained and intensive period had a profound impact on Islam in the West Indies and indeed it created a generation of highly skilled Muslim Theologians, Imams, leaders and intellectuals most of whom became the spiritual disciples (murideen) of His Eminence.

His Eminence visited neighboring countries in the region including: Guyana (then British Guiana), Suriname, Barbados, etc. The idea of the conference came from His Eminence himself and it gave birth to the Inter-colonial Muslim Organization. Officers of this organizations were:

" Mohammed Hosein Shah (President - Trinidad)

" Moulvi M.A. Nasir (Vice President - British Guiana)

self-respect to depart from himself in his dealings with them, never could love of worldly honours or monetary gains befog his vision; never could ulterior considerations succeed in bringing him down from his pedestal of dignity even in moments of adversity.

Courage of Conviction

This brings us to the third aspect of his character which was comprised of cheerfulness in adversity and reliance in God. both of these aspects revolving around the axis of courage. He was at his best when confronted with obstacles, and he possessed a special aptitude for undertaking tasks for which he possessed apparently no material resources.

His financial resources and physical energies were never unlimited In fact, the case was just the contrary. Always overworked and overstrained, he suffered constantly from physical ailments, at times collapsing to a degree that would frighten his admirers and lovers among, physicians. But his struggle and his work never ceased and was never suspended on that score.

With an infinite store of faith in God and in himself, he always dashed forward under protests from his friends.

Similarly, he flouted financial handicaps. On the one hand, he conspicuously refrained from adopting any course derogatory to the dignity of a servant of God, and on the other, he refused to be cowed down by financial considerations whenever they stood in his way.

Whatever gifts his very close friends presented to him with love and humanity, he spent them most liberally in the way of God.

Consciousness of Duty

Here we might touch on the fourth aspect of hisl character, namely consciousness of duty. This trait of character was the most conspicuous element in his personality and the guiding force of his life. For instance, when he started on his memorable world-tour (1948 - 1951), which gave him a unique distinction in the history of Islam because he, along with tke present writer, was the first Muslim missionary to have performed it, his physicians advised him complete rest in view of his delicate state of health. Not only was he physically weak at that time but also already lost the sight of one eye while the other eye also was suffering from cataract. But those considerations could not deter him. "This body of mine is a trust from God" he told his remonstrating phvsicians, "and is meant to be exhausted in God's way-How, therefore, can 1 suspend my activity even for a day for considerations of bodilv comfort. No, no, gentlemen! that is not possible."

Demise

There are three noteworthy factors which stand out prominently in connection with Maulana Siddiqui's demise: (a) He died while in harness, remaining active in the cause of his mission practically up to the last day, although before his death he had been seriously ill for

cooperation, it was impossible for him not to feel sad at the ugly situation which the theological bickerings and the consequent conflicts between the Sunnis-and among them in India and Pakistan, between the Barelvis and the Deobandis and the Wahabees and the Shias, have created in the Muslim society. There is no doubt that he started his religious career as a member of the Barelvi school of thought and there occurred, in the beginning of his career, certain incidents which re-jvealed his aggressiveness against other schools of thought, but it is also a fact that gradually his preachings acquired the character of presenting Islam at the fundamental level, to which all his published English lectures bear witness, and to avoid all inter-school theological bickerings. And not only that. He made positive effort to bring about goodwill and harmony. His most conspicuous effort in this direction was his participation in the establishment of an organisation, under the presidentship of Muhammad Ali Allouba Pasha of Egypt and with TV. Sclwarbi as its Secretary-General for this purpose. The organisation was named as: "Tayreeb- bain-el-Mazahib-l-hlaml (or, Society for the Promotion of Harmony between Muslim religious Schools of Thought).

Personal Character

The very first thing that struck everyone who came into contact with him was the profourtd charm of his personality, explainable concretely as the light of

sanctity-a light which illumined the atmosphere around, which at once attracted others towards itself and which, in spite of the fact that he was always unassuming in his dealings with people, invariably created a sensation of awe and respect.

The second aspect of his character consisted in his sincerity, independence and self-respect. In theory as well as in practice, in private business as well as in public affairs, he was always sincere to the core, always a man of principles.

His sincerity, combined with his exceptional intelligence and practicality and dignity, lent to his thought and action an independence which always manifested itself whether he was talking to a king or to a beggar, and whether he was exchanging views with a scholar or with a layman.

This independence, however, never took the form of haughtiness Or arrogance. Nay, nothing like that.

Humility was the unbreakable glass through which his independence always radiated itself. He was ever polite, ever sweet, ever persuasively eloquent, though ever independent-independent of all ulterior considerations and dependent on principles alone. This gave him a dignity and, in matters personal, self-respect.

He had the occasion to come in contact with the possessors of sovereign power; he had the opportunity of forming contact and working with great leaders and statesmen; and he counted among his friends a large number of wealthy people. But never did he allow his

well as the individual's life and ignorance of the moral principles of peace between man and man.

Knowledge and grasp of God's Infinite Grace, and of His Laws which govern His creation and the sweet sympathetic understanding of other fellow-beings, are, according to Maulana Siddiqui, the only sure foundations of peace on earth - true knowledge, in his terminology, being co-existent with infallible belief. Thus he struggled against atheism and materialism, not only because they are, academically, wrong metaphysics, but also in the practical life of humanity they form the inexhaustible source of unending strife.

Goodwill and Harmony

The present state of affairs, particularly in the Western countries arid generally in the rest of the world, which is under the spiritual and political influence of the West, is a pragmatic verification of Maulana Siddiqui's stand. Peace has diminished in the same ratio as atheism and have increased.

Maulana Siddiqui struggled not only to remove the differences and antagonisms existing between Muslim and Muslim - differences and antagonisms rooted in political oppositions, social dissensions, scholastic distinctions and juristic variations of interpretation-but also to bring about understanding and goodwill between Muslims and non- Muslims and between 'the multi-coloured differentiations of mankind at large. Harmony and concord formed the warp and woof of to

(a) Society for the Promotion of Inter-Religious Cooperation

How deeply his generous soul yearned to see peace and goodwill established on earth is well known to everyone who came in contact with him. He carried in his heart the conviction that peace is unattainable by modern humanity unless everv man and woman strives for spiritual re-armament, which means, in its positive aspect, practical affirmation ofr God's existence and that of His Moral Order in the lives, of individuals and nations and, in the negative aspect, relentless spiritual struggle bv the leaders of all the world's religions for combating and liquidating the rising tide of atheism and materialism which has lately received a great impetus from the modern materialistic ideologies,

With this end in view, Maulana Siddiqui initiated in 1949 a movement among the leaders of different religions in Singapore-Muslim, Christian, Jewish, Buddhist, Hindu, Sikh, etc. His sincerity of purpose and persuasive eloquence succeeded in opening a new chapter in religious history. A society known as The Inter-Religious Organisation (I.R.O.) and composed of eminent leaders of different religions was formed.

(b) Promotion of Goodwill and Harmony between the different Muslim Schools of Thought:

Having fixed for himself the mission of serving humanity as an ambassador of peace on behalf of Islam and possessing the spiritual capability of rising to heights where he could sponsor inter-religious

In 1946 the showdown in India politics had drawn nigh, while that tawning gap in Muslim work existed. Maulana Siddiqui, who was perhaps the most suitable man for this purpose because of his fluency in speaking Arabic and his contacts with Arab leaders, realised the delicacy of the situation and undertook to visit Egypt, Palestine, Lebanon, Syria Transjordan (now Jordan) and Iraq.

In Egypt, he stayed, with his friend Shaikh Hasan el-Banna, the founder and Grand Master of Muslin Brotherhood. From there he contacted Egyptian intelligentsia, the Press and. the statesmen and convinced them of the righteousness of the India Muslim struggle.

His efforts in the Arab East were long and arduous; but they bore fruit. He was accorded warm welcome by the Arab Ullema, the statesmen and the Press and had the occasion of forming contacts with Arab rulers like His Majesty King Abclullah of Transjordan and topmost statesmen like Abdur Rahman Azam Pasha, then Secretary-General of the Arab League, and Savyid Amin el-Hussaini, the Grand Mufti of Palestine. He addressed public meetings, wrote articles in the press, held private discussions with the leaders of public opinion and ultimately succeeded in removing the cobwabs o(prejudices and misunderstandings and in making a major portion of Arab public opini°n convinced of the correctness of Muslims' stand in Indian politic.

Spirtual Rearmament

Fragrant sweetness was the keynote of Maulana Siddiqui's life; true peace-peace with God and peace with man-was his watch word; harmony between nations and races and Parties was his aim; And the spiritual re-armament of humanity was his mission. Strife was Alien to his nature; so was narrow-mindedness, bigotry and sterile religiosity. Throughout his long career as an international religious leader there was never an occasion when even his most inventerate enemies could point out a flaw in his religious personality or in his sincerity and moral earnestness.

His position as a messenger of understanding on behalf of Islam did not however, mean compromisism. For he was a staunch believer in the absolute truth of Islam, in its great mission, in its ennobling principles and in its elevating practices. What he was deadly against was baseless strife found of usually on egotism and. not on altruism. What he was deadly opposed to was the retusal of a vast mass of humanity to listen to and understand others. What he was in dead earnest to remove was ignorance which combined with mean and selfish aspirations and motives - engenders strife between individuals, between groups of workers and between communities and nations - an ignorance which is dual in nature; ignorance of God's Omnipresence and Grace and of His Laws which govern the universe as

orchards of moral dynamis. His spiritual magnetism purified the social conscience of the people and in the wake of his visits sprang up orphanages for the helpless youth, infirmaries for the destitutes, hospitals for suffering humanity, educational institutions for the propagation of knowledge, spiritual assemblies for the dissemination of spiritual discipline, mosques for the worship of God, missionary societies for the propagation of the Divine Message, inter-religious organisations for the consolidation of religious forces against the onslaught of materialism a ,d atheism Muslin"1 Unity Boards for the creation of harmony among Muslims, organisations for the Ulema for the co-ordination of Islamic religious forces, Muslim Youth Brigades, Muslim Volunteer Corps, Muslim Scout Corps for the physical and moral discipline of the youth. His great work received wreaths of admiration and meads of praise from kings and statesmen from judges and barristers, from professors,and doctors, from the Ulema and the general masses. His enemies called Mm "a magician" while his friends regarded him as "an. angel"

Service to the cause of Pakistan

When Muslim India launched its righteous struggle for self-determination and for the creation of Pakistan, Maulana Abdul Aleem Siddiqui who had already contributed to the cause of Muslim politics during the Khilafat Movement put all his weight in favour of that struggle and went even so far as to snatch one year from

his spiritual work and to travel in Arab Hast for aligning the heart of the Muslim world with the righteous cause of the Indian Muslims.

In those days Muslims of India were fighting the Pakistan struggle singlehanded. Their Hindu and Sikh countrymen were their dead enemies and were opposing them with all the vast resources at their command.

Among the Britishers who had an important say In the matter there was little practical sympathy if not actual aversion. The world as a whole regarded the Muslim claim out of tune and termed it as a "lunatic's dream".

What is most important, Muslims outside India were themselves ignorant of the righteouseness of Muslim struggle, and the propaganda machinery of the Indian National Congress had actually succeeded in prejudicing Muslim countries against the Pakistan idea.

Muslim statesmen and Muslims in general regarded the Movement for the creation of Pakistan as an impediment in the way of India's freedom created by the Powers that be.

This was something most ugly; for the Indian Muslims could never expect such antipathy from their Muslim brethren outside. On the other hand, prepossessed as the All-India Muslim League was, because of its prepossession with various internal issues it remained perforce, virtually inactive as regards propaganda in Muslim countries.

of them repeatedly-are; Burma, Malaysia, Indonesia, Thailand, Viet-Nam, China, Japan, the Philippines, Ceylon, Mauritius, Reunion, Madagascar, South Africa, Portuguese East Africa, Kenya, Tanzania, Uganda, Belgian Congo, the Hejaz, Egypt, Syria, Palestine, Jordan, Iraq, France, Britain, West Indies, Guiyana, Suriname, the United States and Canada.

To travel for forty years is in itself a mighty feat of endurance. And when we consider that they were not pleasure-trips planned by a wealthy man of the world but strenuous journeys undertaken by a spiritual pilgrim whose path was strewn with thorns at every step and who gave to his spiritual labours sixteen to eighteen hours a day, when we probe into his activities spread over those forty years and over far-flung regions of the earth, and when we look at the many societies and institutions with diverse functions which he founded or inspired, the hundreds of converts who received the light of Islam through him, the hundreds of thousands of Muslims belonging to different races who were elevated through his preachings, we get an inkling into the greatness of the man.

The regions which Maulana Siddiqui chose for his work in the very beginning were comparatively more backward as regards religious conditions than his own native country. Consequently, wherever he want he had to encounter dissensions, religious backwardness, ignorance of higher Islamic values, indifference to collective obligations, lack of vision, absence of planning

and spiritual inertia existing on a large scale among Muslims, and misunderstanding of Islam among non Muslims and the consequent friction. Every where he had to crave out his path in stony rocks. Everywhere he had to raise the edifice of his great message almost on virgin foundations. But everywhere he out-matched the obstacles and handicaps with the profound force of his spiritual energy, the abundant treasure of his moral earnestness his indubitable sincerity his deep piety, his versatile knowledge, his practical commonsense and his never-failing smile.

His International Work

His thundering but musical voice proved itself to possess a magical influence in awakening somnolent humanity while his polite persuasions and sweet advices healed many a scar wrought by intellectual or moral per versions, His clarion call for the establishment of righteousness and the effacement of sin for the adoption of good and the adjuration of evil for the enthronement of harmony and the dethronement, of strife echoed over mountains and plains, across green valleys and sandy deserts In the Orient as well as In the Occident among the whites as well as among the coloured.

His message of God-realisation of moral resuscitation and of spiritual revival penetrated millions of ears and hearts. His visits everywhere gave new impetus to the religious fervour of the people. His work transformed sandy deserts of spiritual inertia into green

Thereafter he constantly rose high in world's esteem as a master orator. In his younj* davs he was reputed for keeping large audiences of as many as 5o,ooo listeners spellbound and in pindrop silence with out the help of a microphone and that distinction persisted right up to his last davs with added charm.

As Professor N.H. Berlas wrote from Tokyo "for a fuller appreciation one must hear Maulana Sicldiqui from the platform. One is sure to be charmed like the audience here by his magnetic personality and oratorical powers, his loud and impressive but musical voice and splendid delivery." (Foreword to "Cultivation of Science by the Muslim".)

As an engaging conversationalist and as a charming orator he was equally at home in Urdu {his mother-tongue) Arabic, English and Persian and used the first three languages during his numerous tours in different parts of the world.

Capacity to express himself according to the intellectual stature of his listeners was his great asset and he employed it with equal mastery in his lectures before learned societies as well as during his missionary campaigns among the primitive people ot the African hinterland.

Spiritual Work

With these qualities of head and heart, and with these accomplishments, Maulana Siddiqui resolved in 1919 to devote himself purely to spiritual work as an

itinerant missionary of Islam. It was not a new decision however because he had nursed it in his breast for years. In fact, he wrote a poem while still a boy which proved in later years to be prophetic to the core. An English rendering of two of its couplets may be given here.

My heart yearns to show its bleeding scars.

(Wrought by the spiritual perversions of man) And to teach every-one on earth the Laws.

That might make blessed life's span.

This is my yearning and this is my aim.

This is my intention and this is my claim;

With this I yearn to scan the globe And deliver to humanity the Message of Hope.

The decision once made was irrevocable in spite of the hardships which it entailed and the travels once commenced did not cease until virtually his final journey from this world. Even his last remains were lot buried in his home-town but in the far-off city of Medina.

As a spiritual pilgrim Mauiana Siddiqui visited Mecca and Medina about a dozen times, while as the flag-bearer of the spiritual rearmament of mankind he travelled to different parts of the world almost continuously for forty years, returning to his family only for short breaks.

Countries Visited:

The countries he visited during those travels-many

professions were open to him for earning his livelihood. He chose the commercial line and entered the reputed firm of Haji Mohammad Husain Seedhi as a manager at Bombay towards the close of 1917. Very soon he proved himself to be more than a match for the job and rose to the position of a partner.

But he had been there hardly for a year when his restless soul took him to Islam's Holy Land on his first pilgrimage. From there he returened with the decision to devote ehimself primarily to the moral and relgious uplift of humanity. Thenceforth that decidion remained irrevocable.

Spiritual Discipline:

The atmosphere in which Maulana Siddiqui opened his eyes on entering the world was saturated with spirituality side by side with learning. His mother was a deeply pious lady, while his father, Maulana Abdul Hakeem Siddiqui, was not only a versatile scholar and a high-class poet but also a Sufi of eminence - a spiritually illumined man - and was respected, as such by all and sundry.

Being the youngest child and being endowed with extraordinary potentialities, his father held him in great affection and kept him close to himself and transmitted to him the blessings of his personality until he was nearly twelve. It was thus actually after his father's death that he completed his spiritual training under his brother-in-law, Qazi Intizamuddin, his initial training

in religious work under his elder brother Maulana Ahmad Mukhtar Siddiqi receiving finally the ijazah (authority) in several great Sufi Orders e.g., the Qaderiyyah, the Naqshbandiyyah, the Chishtiah and the Suhrawardiyah.

That completion of basic training while on the one hand, it raised him to the level of a Sufi-teacher, also became on the other hand a prelude to further quest for spiritual illumination. This necessitated continuous struggle and led to frequent journeys on his party to Mecca and Medina and to such spiritual luminaries 35 Shaikh Ahmed-el-Shams of Morocco,

Spirituality thus became the great feature which distinguished Maulana Siddiqui's life from the lives of many a religious leader, even as the combination of Western education with Islamic learning was his mark of distinction as compared with almost all other Ulema. Indeed, spiritual purification and illumination and on that sure foundation the moral, social and political salvation of humanity remained his mission throughout his life.

As an Orator

It has been said that orators are born and not made and it was literally true in the case of Maulana Sicldiqui because he delivered his first public speech at the Jame Mosque of Meerut at the age of nine and he was still in his teens when he had already made his mark as a successful public preacher.

His Eminence Mohammad

Abdul Aleem Siddiqui Qadri (R.A)

A PIONEER WORLD MISSIONARY

The world-renowned missionary of Islam, His Eminence Mohammad Abdul Aleem Siddiqui Al-Qaderi, (R.A.) whose moral earnestness and spiritual magnetism illumined numerous countries in the Orient and the Occident during the last forty years of his travels and whose death occurred at Medina on August 22, 1954, was a descendant of Islam's Caliph Abu Bekr the Truthful (God be pleased with him) and was born on the i yth of the sacred month of Ramadan in, 1310 A,H. (3rd April 1892), at Meerut (U.P., Bharat,) at a time when his great predecessor the famous internationalist, pan-Islamist and Islamic revivalist, the venerable descendant of the Holy Prophet Mohammad (God bless him), Saiyyid Jamaluddin Afghani was about to return to the Abode of Peace leaving his great mission of Islamic peace and progress to posterity.

Education

Endowed with unusual intelligence and exceptional memory, the child Mohammad Abdul Aleem commenced his education at the early age of three years and some months and devoted himself to the acquisition of Islamic learning, completing finally his studies in

Dars-e-Nizami at the Madresah Arabian Qaumiah, Meerut, at the age of sixteen.

The religious and literary education thus acquired had been, and still is, the end of the road" for most Muslim religious leaders of Indo-Pakistan sub-continent. But the latent flame of desire to understand the modern problems of mankind and to reach out the message of Islam to the world at lar^e urged him to acquire modern English education, which he pursued with diligence and determination, after the completion of Dars-e-Nizami, at the Islamiah High School, Etawah, and the Divisional College Meerut, (now Meerut University) completing his formal studentship in 1917.

As regards his religious studies, he did not discontinue them even while acquiring modern education. In fact, he pursued them till many years after he had entered the field as a religious leader and amassed further knowledge in Qur'anic exegesis, Hadith, Tasawwuf and the different schools of Islamic Law at Mecca and Medina through discussions with Islamic scholars and studies in Islamic libraries and at the feet of such masters as Shaikh Ahmad el-Shams of Morocco, Shaikh el-Sennousi of Libya, Maulana Abdul Bari of Ferangi Mahal and Maulana Ahmed Riza Khan of Bareill.

Choice of Career:

With the formal completion of education, various

other book connected with Islam, and I shall try my level best to elucidate them and meet your criticisms, if any, in the light of Quranic teachings.

GEORGE BERNARD SHAW: There is no doubt that your way of presenting the Islamic teachings is very fascinating, but does the orthodox section of Muslims agree with you?

HIS EMINENCE: To be candid, I myself am strictly orthodox and identify myself with that section which refuses to countenance the slightest alteration in the teachings of Islam. The words of the Tradition of our Prophet that "He who interprets the Qur'an according to his own opinion should be prepared to accommodate himself in hell" are indelibly impressed on my mind. Let alone the fundamental principles, I am one of those who try to act in conformity with the precepts of the least significance. For instance, my companion, Mr. Ali Mohammed Jaffer, who is deputizing for the President of the local Muslim Association, had taken a photographer with him as he proposed to have a picture of our meeting, but I refused point blank to accede to his request and sent back the photographer. Pictures have led to idol worship, and a photograph that might be taken today as a mere memento, might at some future date become an object of adoration to some over-zealous admirers who might be carried away by misconceived fervour. Islam, has, therefore, disallowed this practice, and I submit to its veto, and never give permission to take my picture. But

if anyone takes it without my consent, well, the responsibility is his. I have said all this so that you may be able to gauge the extent to which I must be orthodox where the main principles of Islam are concerned, when I am so punctilious regarding such a point of detail which in the opinion of some modern Muslims is permissible.

GEORGE BERNARD SHAW: I have been very pleased to make your acquaintance, and it will be the most precious of all memories of this trip of mine.

(Bidding farewell to each other, His Eminence wishing George Bernard Shaw a bon voyage, they parted and George Bernard Shaw was seen standing on the veranda waving his hand till the car went out of sight.)

the present day Muslims be prepared to accept it?

HIS EMINENCE: This description is by no means a concoction of my brain, but, as I have already said, it is propounded by the Qur'an. I cannot claim any credit, even for the manner of description, because my great predecessors, Imams Fakhruddin Razi, Ghazzali, and Mohiuddin-ibn-Arabi, when addressing enlightened philosophers like you, expressed themselves in similar terms. If I may say it in the original style, I have only gathered a few crumbs from their tables of magnificent feasts. All the teachings of Islam are rational; there are no mysteries and dogmas. They only require to be explained in a proper light to transfuse their correct sense. It is difficult to understand the literature of any art with which we are not conversant. Hence, in order to grasp and assimilate the problematical points related to any art, we must first acquire knowledge and cultivate intimate acquaintance with that particular art. If we then seek their solution in the light of this knowledge, we shall easily understand them.

(At this stage Mr. Shaw's hostess came in, and Mr. Shaw introduced His Eminence to her. Addressing Mr. Shaw, she said that it was almost time for him to leave for the docks. Mr. Shaw said he must certainly make a move then and, turning to His Eminence, said

GEORGE BERNARD SHAW: Your conversation is so very interesting and informative, that I would like to have the privilege of enjoying your company for years, but unfortunately, I have to leave now.

HIS EMINENCE: I also ardently desire to have the benefit of exchanging views with such a cultured and learned scholar as yourself, particularly when I find that an inadequate acquaintance with the teachings of Islam from inauthentic and perhaps tainted sources has evoked such a positive and optimistic statement from you regarding Islam, that: "The future religion of the educated, cultured and enlightened people will be Islam." I would like to speak to you about the profound philosophy and psychological truths the Qur'an expounds, so that a gifted and erudite savant of your parts and genius, perfectly familiar with the tastes and mental tendencies of the civilized world, can present them to it in an effective and desirable manner.

GEORGE BERNARD SHAW: I am really very sorry that I could secure such a short time for speaking to a learned sage like yourself.

HIS EMINENCE: I am, however, grateful even for this opportunity and avail myself of the occasion to present to you the printed copies of two of my Lectures on "Religious and Scientific Progress of the World", and "Spiritual Culture in Islam", which I recently delivered at Durban. I also give you this booklet on "Islam" by my friend, Mr. Elias Burney, M.A., a Professor of Economics at the Osmania University, Hyderabad, Deccan, [India] who has made a classified collection of the Quranic verses under various heads with explanatory notes. You will, please, read them and communicate to me on any point from these or any

likewise their violation entails spiritual torture and tribulation. Now if, according to the law of progress, everything is heading for advancement, there must naturally be a zenith of it, and beyond that there must be no point of further progress. Comfort or happiness and grief or suffering are two states which a person experiences in this life; hence there must be an extreme point of both these states. This very extreme point of pleasure or bliss is called Heaven, and the extreme point of pain or sorrow, Hell. Just as there are material media that are either conducive to happiness or instrumental in inflicting suffering in this world, so must there be some kind of media to procreate that state of bliss or generate pain and suffering in the other world. A metaphorical word-picture of the former has been sketched to portray Heaven, and the tremendously appalling and dreadful portrait of torments has been drawn to symbolize Hell. Now this other world which we can call spiritual or celestial is neither like this material world, nor is it purely spiritual, having no connection, whatsoever, with matter, and where there are only souls utterly free from matter. The human being, body and soul together, is responsible or accountable for his activities. Hence the soul in partnership with the quintessence of this very physical organism will meet with the kind of happiness or grief suitable to the conditions obtaining in that world. Now it only remains to define matter, but as you know, this is not possible even at the present stage of scientific

progress. For, what matter really is, is a conundrum that has not been solved in spite of the attempts made by the best human brains. Far from succeeding in analysing it chemically, the greatest scientists have not been able even to picture its reality. The culminating point of scientific research up to date is the establishment of the Theory of Protons and Electrons, according to which the wave radiation of these are the basis of the universe, and every physical body in its solid form is the result of those very radiations. This is what the magazine 'The World of Wonder' says about matter: "Matter seems very solid, but men of science tell us that if all the spaces in the atoms that make up our bodies were done away with, and the nucleus and electrons of the atoms were concentrated into a mass, the whole matter of a grown man's body would be so small that it could not be seen with the naked eye." Hence, if it is possible for a scientist to accept without positive proof that an average electron flies round its nucleus several thousand million million times every second, and base the formation of solid physical organisms on their wave radiations, there should be no difficulty for him to imagine the soul and body in a form suitable to the conditions of the kind of happiness or grief to be met with in the great Beyond. A very hazy picture of those states can be said to reflect itself in those weird experiences of ours which we call dreams.

GEORGE BERNARD SHAW: This is really a very beautiful, eloquent and gratifying explanation, but will

palpable proof.

I hold the Prophet of Arabia in great esteem and I can quite understand that it would have been impossible to restrain and wean that illiterate and perverse race, sunk in the miasma of utter moral depravity, from committing the most heinous of crimes, and imbue its people with enthusiasm to strive after righteousness and assimilate high morals and virtues, without projecting such a terrible and intensely awe inspiring spectacle of Hell and an equally captivating and enticing image of a land flowing with milk and honey to represent Heaven before their vision. I also very much admire the forcible and striking diction of the Qur'an. What elegant grace and beauty characterizes that passage which depicts the dreadful scene of the doomsday field, and, when dealing with infanticide, dramatically leaves off at the question: "For what crime were thou slain?" to the innocent child that was buried alive or put to death. In my opinion, it is the most effective way of the people. But I am afraid I am digressing, for I would very much like to know how the problem of Heaven and Hell can possibly be elucidated in the light of science.

HIS EMINENCE: You are a master of the art of writing, and your enchanting and novel literary productions with your magical pen revolutionize the mentality of the readers. I am sure you will agree with me on this point, that material language cannot possibly act as an apt vehicle for the accurate conveyance of the significance and reality of spiritual problems and

phenomena without the help of metaphors and similes, and these at best can serve to frame analogies. One must therefore, bear this fact in mind and make due allowance for the mode of expression in describing Hell and Heaven in the Qur'an. Simultaneously, however, with such illustrations that confine their appeal to physical senses, God Almighty stipulates in the clearest terms not to be too inquisitive regarding the true nature of the blessings of Heaven: "So no one knows what is in store for them of that which will refresh the eyes." And, according to the Traditions, we should, under no circumstances, think of them in any way comparable to the objects of this world: "The reality of their constitution has been neither witnessed by any human eyes, nor have the ears listened to words capable of expressing it; it is, indeed beyond the pale of human imagination, and even a perfunctory surrogate of it cannot be visualized." How can it be asserted in the face of this pronounced explanation that the blessings of Heaven resemble in any way, whatsoever, the things that please us or contribute to our happiness in this world. The truth of the matter, on the contrary, is that just as a consequence of compliance with natural or physical laws, material progress and comfort, commensurate with the degree of comprehension and execution, follow as a matter of course, so in proportion to allegiance or adherence to moral and spiritual laws and their translation into practice, one attains the utmost possible spiritual bliss and beatitude, and

HIS EMINENCE: Although the translations of the Bible may attain the highest stage of perfection from the standpoint of language, one cannot say, under any circumstances, that they contain the original message of Christianity, or are the genuine versions of the teachings of Jesus Christ, for the original message, as you know, in its unalloyed purity, as delivered by Jesus, is no more extant. The result of the numerous sections of the Bible, and the absence of the original manuscript, is confusion worse confounded, and a seeker after truth cannot quench his thirst at its hydroid font, whilst the Qur'an, in contrast, has been preserved in such a manner that there has not been the slightest change, not even to the extent of a letter or a dot. Hence, if we want to know the real teachings of Christianity, we must look for them in the Qur'an.

GEORGE BERNARD SHAW: Has there been really no alteration in the Qur'an, and is it absolutely preserved in its original form? Did Prophet Muhammad know how to write, and is his writing in existence?

HIS EMINENCE: There is a complete and authentic record of each and every chapter, nay, even of every verse, or I might say, of every word of the Qur'an. The Prophet, immediately following the revelation of a verse or verses to him, used to send for the special scribes appointed for the purpose and dictate the same to them. When transcribed, he would ask them to recite what they had written, and, after listening to and verifying it, would explain to them its meaning.

The manuscripts in the handwriting of one of the most honoured and trusted among the scribes, by the name of Zaid bin Sabit, are preserved intact in the archives of Constantinople and Medina, and all the editions of the Qur'an in the world are their exact copies, not differing among themselves even in point of a comma or a dash.

GEORGE BERNARD SHAW: What! are there punctuation marks in the Qur'an?

HIS EMINENCE: The punctuation marks, in the English language merely comprise commas, colons, semi-colons, full-points [periods], etc., but the principles of Quranic elocution comprehend numerous signs of a different kind. For instance, a stop is compulsory in certain places, whilst it is optional in others; some endings are to be fully pronounced, whilst others are quiescent, etc. The correct accent, pronunciation, accurate halts, etc., are so intricate and difficult of acquisition that the Quranic elocution has been evolved into a distinct art, and copious volumes have been written on its theory and practice.

GEORGE BERNARD SHAW: All this is rather astonishing and new to me. I was also surprised to learn that you delivered a speech on "Islam and Science" at Nairobi. What I find difficult to understand is how you can possibly present the picture of Heaven and Hell, which is portrayed in the Qur'an, in a manner convincing to persons conversant with science, whose minds are inured to accept nothing without visible or

deputed them, one and all, for the dissemination of much the same teachings.

It was only because their original teachings were tempered with and corrupted, and their authenticity became dubious, that the Almighty God sent the last Prophet, and the last Book, to re-state, confirm and complete His Original Message. The Holy Qur'an has made this quite clear by saying that: "We ordained for you the religion with which We commanded Noah, and which We have revealed unto thee (0 Muhammad!), and with which We commanded Abraham and Moses and Jesus, saying Observe this religion and be not divided therein."

GEORGE BERNARD SHAW: The translations of the Qur'an, which I have read, certainly go to substantiate your statements. I very much prefer the translation made by one who has adopted a different variation of the arrangement of the verses to that which is generally followed by other translators. I had it always with me during my tour of Morocco and Algeria, and my occasional references to its contents proved to be a perennial source of diversion and curious amusement to the Muslims of those lands. It is one of the editions of "Every Man's Library", and I have commended its wider publicity to some of the publishers.

HIS EMINENCE: The translation you allude to is that of Mr. Rodwell?

GEORGE BERNARD SHAW: Yes.

HIS EMINENCE: There is no doubt that Mr.

Rodwell has expended a great deal of energy and industry in translating the chapters of the Qur'an in their chronological order, but as his knowledge of the Arabic literature and Islamic history was not sufficiently wide and profound, a considerable number of translated passages are so misleading and contain such flagrant mistakes, (which I by no means attribute to a deliberate intent on his part, but as I have already said, they may be the result of his limited knowledge in the said spheres) that they are likely to create wrong impressions about Islam.

As far as the translations of the Qur'an are concerned, I would recommend you to read "The Meaning of the Glorious Koran" by Mr. Marmaduke Pickthall, and I am sure that its perusal will enable you to appreciate considerably more the exquisite beauty, the sublime transcendence and the appealing and impressive style of the Qur'an's perspective. However, I do not imply that it is a perfect version of the original, for you yourself can aptly judge, being an admittedly splendid writer, that in spite of the translator being the ablest and the best, he can never transmit the force and brilliance of your original writings into his translations.

GEORGE BERNARD SHAW: It is quite true that the spirit of the original cannot be transplanted into its translation in another language, and the same is the case with the translation of the Bible, but they have now achieved a very high standard, and the process of raising it still higher is being continued.

describing the Muslims as infidels and inveterate enemies of their religion, property and persons. Obviously, therefore, these Church dignitaries alone can be held liable to account for those cruel, protracted, futile wars, and not the original teachings of Christianity or Islam and the Muslims.

Further, if we grant as a supposition, that some Muslim rulers and tribes, actuated by the lust of conquest, became aggressors, long after the advent of Islam, and let slip the dogs of war for self-aggrandizement, we can, in fairness, condemn those individuals for the reprehensible acts, and surely not Islam.

In this connection, I happen to have made certain remarks recently, in one of my speeches at Durban, and, as they are very pertinent, I would like to repeat them to you.

"If certain nations, immersed in paganism and superstition and ignorant of the real teachings of religion, wage wars in its name, the crime is theirs, and no blame can be ascribed to religion. Were not millions of human beings killed during the Great War in the name of peace, justice and the laudable object of safeguarding the rights of weaker nations? Should we then condemn these humane and noble qualities because some statesman abused these terms and sanctioned the inhuman slaughter for the attainment of their own selfish ends?"

GEORGE BERNARD SHAW: There is no doubt

that the Roman Church fanatics were, to a great extent, responsible for the sad events, and the pure teachings of Christianity have no concern with their occurrence. It may also be admitted, that a great many misunderstandings prevail regarding Islam, and that it is being widely misrepresented, but do the Muslim masses agree with your interpretation, and do they believe that Islam was not, and should not be, spread by force?

HIS EMINENCE: Every Muslim is bound to endorse it, for whatever I say is precisely what the Qur'an says, and my own views or conceptions have nothing to do with it. Many books have been written on this subject, and Syed Amir Ali, Sir Syed Ahmed Khan, Allama Shibli and other learned Doctors of Islamic Theology have exhaustively dealt with all aspects of this problem in their books.

GEORGE BERNARD SHAW: I know that there is a considerable amount of concord between Islam and Christianity!

HIS EMINENCE: The concordance is not merely nominal or superficial, for the Qur'an expressly predicates that when the ultimate source or origin of an inspired or revealed and Divine religion is the Being of God, unanimity in such revelations is indispensable. Islam has been conceived as a new religion, but according to the Qur'an itself, the religion preached by it is the same that was promulgated by all the true Prophets and, from Abraham right up to Jesus, God

HIS EMINENCE: This is a common misunderstanding regarding Islam. I was dealing with this problem only last night, and I am really surprised that this myth which has been thoroughly exploded by now should receive any notice from a scholar of your calibre. However, I may briefly tell you now that the literal meaning of every word "Islam" is peace. An authentic record of the teachings of Islam in their pristine purity has been preserved intact in the Qur'an and the Traditions. They go to establish beyond the shadow of a doubt, that Islam permits the use of the sword only when wantonly attacked and compelled to defend itself. Besides, there is an explicit injunction in the Holy Qur'an that: "There is no coercion in religion," thus clearly forbidding the use of force or compulsion in matters of religion. As a matter of fact, I entertain the same conviction regarding the teachings of genuine Christianity, for our sense of reasoning tells us that if they be revelations and their source of emanation be consequently Divine they cannot but emphatically veto any manner of violence in respect of belief and enjoin its inculcation by means of arguments and rational discourses. As far as Islam is concerned the Qur'an distinctly says: "So that he who perisheth thereafter may perish after demonstrative evidence, and that he who liveth may live by the same evidence." The method that Islam teaches for its propagation, and to which its acceptance by all reasonable men and its spread to all corners of the world in the past and the present is due,

consists of the Quranic dictum: "Invite people to the way of your Lord with wisdom and mild exhortation, and dispute with them in the most conciliating manner."

History bears testimony to the fact that Christ was declared consubstantial [of the same substance] with the father by the Council of Nice, convened by Constantine in Bithynia in the year 325 A.C., and to enforce the belief in the Divinity of Christ, there followed a most horrid and inhuman slaughter of thousands of innocent people who refused to accept the dogma, not only in Europe, but in the sacred city of Jerusalem as well; but in spite of it all, I can never hold the real Christianity responsible for it. Of course, those representatives of the Church who wanted to impress the hearts of the people with their power and greatness and perpetuate their priestly authority, ensuring the people's submission to their will, can be rightly saddled with all the blame.

Similarly, the sanguinary wars, known as Crusades, were the outcome of the Machiavellian machinations of such interested ecclesiastical groups of men, who realizing that the uncompromising preaching of the Oneness of God by Islam was a great obstacle in their path and their self-fabricated Divine authority was at stake, launched an unscrupulous campaign against Islam and Muslims.

They instigated the credulous mediaeval Europe to wage the so-called "holy wars" against Islam and Muslims, by circulating blood-curdling tales of imaginary atrocities by Muslims on Christians,

A Shavian And A Theologian

His Eminence Mohammad Abdul Aleem Siddiqui Al -Qaderi, the eminent Muslim Divine, who was on a visit to Mombasa, interviewed George Bernard Shaw, world - renowned Irish savant, who was passing through on his way to South Africa on a holiday.

The Union Castle liner, Linlithgow, by which he was travelling, stopped for three days at the Island, and George Bernard Shaw was a guest of the Resident Magistrate or Mombasa, a distant relative whom he had never met before. When His Eminence arrived at the bungalow of the Magistrate, on Wednesday morning, the 17th of April, 1935, George Bernard Shaw at once came out to receive him.

George Bernard Shaw, a well-built medium-statured, erect and imposing figure, a gentleman of noble mien, was smiling, not the smile of the sceptic that flickers round the corners of the lips, but one of real welcome suffused his face, and there was nothing Shavian about him, if the phonetic pun be permissible, for even his chin was not shaved, and a long, flowing beard, on the contrary, imparted a serene dignity to his, falsely represented Fruedian features. Full of vim and vigour, if it were not for the grey colour of his hair, beard, and eyebrows, he could scarcely be credited with the four score years, which strange to say, he carried with a most youthful buoyancy.

As His Eminence, a venerable figure in his dignified Arabic robes, comparativly very young, for he was only forty-three, although his grey hair due to chronic catarrh and unceasingly intense mental strain made him look much older, stepped out of the car, there was a hearty exchange of greetings, after which His Eminence expressed his great pleasure at meeting him. The Grand Old Man immediately rejoined that having heard about his missionary exploits and his novel way of preaching Islam, he himself was very eager to know him, and it was indeed a very happy coincidence that they had met there that day.

The conversation which followed was very interesting, though devoid of Shavian shafts and sarcasm, perhaps because the usual roles of interviews with George Bernard Shaw were reversed in this case: for it was George Bernard Shaw who asked the question of the interviewer, and listened attentively to the prompt lucid and informative replies of His Eminence. As an indirect account the lively discussion might rob it of its personal touch, it is preferable that the stalwarts are made to speak for themselves.

GEORGE BERNARD SHAW: I regret, I was not able, on account of a previous engagement, to attend your lecture last night, although I was very keen on doing so. You spoke on Philosophy of Peace, but as a Muslim, it would have been more appropriate if you had delivered a lecture on the Philosophy of War, for Islam doubtless, was spread at the point of the sword.

an end. The Byzantine Church also disappeared in due course. The church of St. Sophia, where the Bishops fought on that petty issue so ferociously, became the house of Islamic Worship. Not only this petty controversy, but Christianity itself was wiped out there.

I must make this admission, though I must do so with a very sad heart, that I find the Muslims in the same unenviable position today, which characterised the Byzantine Christians of those days. Muslims have lost all their past glory. They are virtually existing on a ticking time bomb. The antagonistic forces are altogether busy in decimating their spiritual and moral heritage. The very fundamentals of Islam are under fire. The organised movements of irreligion and immorality, which set out to destroy and wipe out religion as such, are also attacking Muslim religious life with a vengeance. Vast Muslim populations in Central Asia, Transcaucasia, Eastern Europe and China have been engulfed by atheistic Communism. Other Muslim populations are also suffering under the stress of the materialist-driven modernity.

Such an overall catastrophe requires that Muslims should stand solidly united like a rock and should concentrate on the fundamental spiritual and moral issues which confront them. And not only this, they should invite the whole world's religions to join with them to fight the organised menace of irreligiousness.

But, in spite of this, there are certain persons who are never tired of raising petty issues for the purpose of dividing Muslims and of wasting their energy. Of course

such persons have their own axe to grind. They don't care what their actions mean to Islam. Nonetheless, it is for all sincere Muslims to see to it that they do not fall into the snare and to not allow themselves to be misled into wasteful pursuits.

Before I conclude, I pray that Almighty Allah may bless Muslims with the right understanding so that they may be able to distinguish right from wrong and to save themselves from pernicious influences. Amen!



مولای صل وسلم دائما ابدا — علی حبیبک خیر الخلق کلهم
هو الحبیب الذی ترجی شفاعته — لکل هول من الاهوال مقتحم
محمد سید الکونین والثقلین — والفریقین من عرب ومن عجم
فان من جودک الدنیا وضرتها — ومن علومک علم اللوح والقلم

command: "You should follow my Sunnah and the Sunnah of the righteous Caliphs."

(5) To hold Milad assemblies and to recite the life of the Holy Prophet, in conformity with the Holy Qur'an and the Hadith, is Mustahab and Mustahsan (i.e., a religiously good action.)

(6) To send blessings to the dead with Quranic recitation is permissible and is an act based on the teaching of the Qur'an and the Hadis.

(7) It is forbidden for Muslim ladies to appear before strangers dressed half-naked in the Western style. This bare statement of Islamic guidance should not, however, mislead anyone to think that I am not prepared to argue out the Fatwas which I might thus state. In fact, I am always ready to discuss any issue on the basis of the original sources found in the Holy Qur'an and the Hadith, provided the person who wishes to discuss it with me has proper access to the technical knowledge necessary and comes to me as an honest student on the subject. Otherwise to discus the 'ins' and 'outs' of technical points with those who possess no technical knowledge of the Qur'an and the Sunnah would be as absurd an act as discussing Atomic Physics with a schoolboy.

Unfortunately, certain sections of Muslims today have lost all sense of proportion. They may not even know the ABCD of the various Islamic sciences, but they have the courage to indulge in discussions of Islamic things with such a tone of authority as to make even the worse form of lunacy look grave. And not only can they

pose as authorities, but they can also fight with fellow Muslims on the basis of their unwarranted and unauthorised views and can extend the fight to a limit where the community gets smashed up into pieces and becomes the laughingstock of the enemies of Islam. What is still more pathetic is that all this bickering of those ignorant and petty "Mujtahids" revolves mostly around problems and issues which have no relation to the mission of Islam or the progress and stabilisation of the Muslim community.

Here I might call to your attention an incident in history which depicted very well the condition of these so-called "friends" of Islam.

Before the Islamic conquest, Constantinople was the seat of the Byzantine Church and a great centre for Christian controversies. Fighting amongst themselves on petty issues relating to ceremonials and the like, had become the pastime of the Christian clergy. They were engaged in it during that night also when the armies of Mohammed the Conqueror were crossing the Bosphorus. The most eminent among them were present in the beautiful church of St. Sophia, and a heated discussion was in progress. The issue was whether the bread to be used in the feast of Eucharist should be leavened or unleavened. The fury of the debaters rose ultimately to such a pitch that they tore off the robes of each other. Everyone had in mind to vanquish his opponent, not only in argument, but also physically. In the meantime, the armies of Islam broke through the fortification of the town. The Byzantine Empire came to

of evil. Even as the true Prophet of God (peace be with him!) truly prophesied: "A party of my followers will continue to conclusively demonstrate the Truth."

In the fulfilment of this prophecy, numerous refulgent [brilliant] stars have appeared from time to time on the firmament of Islamic learning and have illumined the path for the followers of Islam. As for my humble self. I would consider it my good fortune if God Almighty counts me as among their true pupils. As such, I am always ready to render any service of which I may be capable.

Since my arrival on this island [Trinidad], I have found Muslims entangled in various controversies. The following are the questions which I have been asked to reply to time and again.

(1) Whether Jesus (peace be with him) was born without a father or through the agency of a father?

(2) Whether Jesus died a natural death or is still alive?

(3) Whether the Mir'aj (Ascension) of the Holy Prophet Mohammed (peace be with him!) was of a spiritual character or physical?

(4) Whether a Muslim should read twenty Rakats in Tarawih or eight?

(5) Is it permissible to hold the Milad assemblies?

(6) Is it permissible to send blessings to the dead with Quranic recitation?

(7) Is it permissible for Muslim ladies to appear before strangers in the semi-naked Western style of dress?

I have been replying to individuals on these points.

But I have been asked to state the verdict of Islam in these matters for the benefit of the general Muslim public. According to the argument which I have fully elucidated during the discussion of "The Codification of the Islamic Law", my function is only to state the Fatwa as it is found in the authoritative books of Fiqh. That is the procedure which the Islamic world has been following. Let me now state that during the past thirteen centuries, the overwhelming majority of the learned men of Islam have unanimously held in the light of the Qur'an and the Sunnah, that:

(1) Jesus (peace be with him!) was born without a father.

(2) Jesus was neither killed nor crucified, but Allah saved him from the clutches of his enemies and has preserved him alive under His protection at a place that He chose for him.

(3) The Holy Prophet Mohammed (peace be with him!) performed the Mir'aj with his body which was Light personified. This problem will be explained rationally during my lectures on "Miracles."

(4) Keeping before him the Sayings of the Holy Prophet, which referred to the blessings to be obtained by increased amount of worship performed during the nights of Ramadan and considering thoroughly the Sunnah of the Holy Prophet, Amir-ul-Momineen Omar (God be pleased with him!) fixed up twenty Rakats of congregational Taraweeh prayers behind the Imam. Twenty Rakats of Taraweeh are the Sunnah of Omar, and it is followed in obedience to the Holy Prophet's

Sunnah.

(6) Voluminous books on theological problems are present to guide us on Beliefs (Aqaid).

(7) Exhaustive books of Law are present to guide us in matters of ceremonial, civil and criminal laws.

It is now for us to either practice Islam, which is the purpose for which Islam came, or to continue to waste our time in meaningless and new-fangled controversies. There can be no doubt that the Holy Qur'an is "the storehouse which contains all the knowledge we need." Similarly, the Holy Prophet's Traditions are "the comprehensive Treasure of Guidance." If you want to find out the answer to any one of your problems from the Qur'an and the Hadith, you can certainly find it in them. There you have the Source and the Fountainhead. But to discover it in that vast and deep treasure demands all your ambition, exertion, courage and a thorough mastery of all those sciences which form the key to that unique treasure. Even if you can do that according to your perspective, you might not be still sure of your conclusions.

The safest and the truest path for all is to seek help from those guidebooks which were produced by centuries of honest research-labour performed by the highest and the most pious intellects of Islam. Thus if you have any problem relating to the meaning of the Quranic verses, refer to the Commentaries. If you wish to obtain information on any point relating to the Holy Prophet's life, refer to the authentic books of Hadith. If you want to be clear on any question of Belief, refer to

the classics of Ashaerah and Matureediyyeh philosophers. If you want a reply to some problem relating to ceremonial or general law, then refer to the books of Law according to the Hanafi, Maliki, Shafi'i and Hanbali schools. You will find your problems solved, your questions answered, without much ado. You will discover the beauty of the Codified Islamic Law.

I would advise you not to follow the example of the rat who found a piece of tamarind and started claiming that he was a full-fledged grocer.

Remember! the Holy Prophet (peace be with him!) prophesied for the latter days in unambiguous terms that: "People will appoint ignorant persons as their (religious) leaders, who will give Fatwa (legal verdicts) without knowledge and will mislead themselves as well as others. Beware of those deceivers."

About those very people who do not even know the Arabic language properly but who pose to be, not only Muftis but, Mujtahids, the Holy Prophet prophesied that they will be "wolves in human dress" - hypocritical robbers of faith. They wear a crown of service to him "who whispers (evil) into the hearts of mankind - among Jinns and among men." (114: 5-6) They wear the mantle of hypocrisy. They utter the name of Islam with their lips but instead invite people to all sorts of immorality, nay, sometimes, to Kufr itself.

Those evil geniuses are there, thanks to the ignorance of Muslims. But the true scholars of Islam are also present at all times, to tear the mask from the face

understanding whereby he can associate himself in the scholarly endeavour of the Maulvi to be able to claim, even formally, that he has received the guidance directly from the Qur'an and the Sunnah and has escaped Taqleed?

Can the verdict of the Qur'an be falsified when it says: "Can the learned and non-learned ever be equal?" Tell me, my friends, is it humanly possible for you to establish the above-mentioned procedure as a normal and necessary routine?

And, let me ask you, what do you do when you are confronted with any problem connected with the man-made Law which governs your colony. When you have a lawsuit, do you call upon your Barrister to explain to you all the background of the relevant sections of the law, their origin, their history, their different interpretations by legal authorities, the various rulings given by Judges from time to time, so on and so forth? Well, you only explain the case to the Barrister and discuss it with him and leave out all the above-mentioned questions as irrelevant.

Again, it is the function of the Barrister to state the law and to employ it and interpret it for pleading his case. Do you think that the government can accuse him on that basis of acting as a legislator and a law-giver? Or, do you think that the authors of law books and commentators of law can be reasonably accused of taking the authority into their hands?

If the answer is in the negative (and it can only be in the negative) how can anyone accuse the Imams of

usurping the authority of God or His Prophet (peace be with him!)? Let me declare, and declare most emphatically, that if the Imams took away the authority of anyone, it was only the authority of those mischief-makers who are always out to create confusion in the ranks of Muslims and of those less-educated people who, because of their self-conceit and other faults, like to pose as authorities to misguide people. The Imams only acted as the spokesmen of God and His Holy Prophet and whosoever follows their direction today actually follows nothing else but the guidance of the Qur'an and the Sunnah. The work of the Imams is a demonstration that "the religion (of Islam) is easy." Thanks to the great labours of the Imams of Tafsir and Hadith and Fiqh, today the knowledge relating to every department and every branch of the Islamic Way of Life is open to us, properly systematised and simplified, completely preserved and protected:

(1) The Quranic text is present, preserved to the very letter.

(2) The commentary of the Qur'an is present in extensive volumes.

(3) The Traditions of the Holy Prophet are present in books of Hadith and Siyar.

(4) The literature on Asma-ur-Rijal is present to help us analyse the Traditions.

(5) Comprehensive books on Principles of Tradition and Principles of Law are present to make us understand the method of deducing laws from the Qur'an and the

injunctions of Islam in the light of Usool-e-Fiqh, do so merely to carry out the Quranic injunction, which forms the remaining part of the verse just quoted, namely : "and that they may warn their folk when they return to them, so that they may beware." (9:122)

Those Imams only further the mission of the Holy Prophet (peace be with him!) referred to in the following verse: "O Messenger! Make known that which hath been revealed unto thee from thy Lord." (5:67)

When they teach Islamic guidance to the people, they do so in obedience to the Holy Prophet's command: "Lo! Verily, let him who is present deliver the Message to him who is absent."

When the Imams systematise Islamic law so as to save men from falling into error and to make the path of their understanding smooth, they only act in accordance with the following Quranic command:

" Call unto the way of thy Lord with wisdom and fair exhortation, and reason with them in the better way. Lo! thy Lord is Best Aware of him who strayeth from his way, and He is Best Aware of those who go aright." (16:125)

Let us view this problem more closely. Suppose a Muslim goes to an Islamic scholar and questions him about Islamic law on some point of ceremony and worship or on some point of human activity, what do you think should be the procedure which that scholar should adopt? Do you think the following procedure can be adopted as the normal routine in all such cases ?

When a questioner comes to an Aalim, and asks a question, the Aalim concerned will take up the Holy Qur'an, study it thoroughly in order to discover the relevant verse or verses, shows the verse or verses to the questioner, and then explains the verse or verses in the light of linguistic, logical or historical principles. Then he studies the whole Hadith literature which comprises hundreds of thousands of Traditions, selects the relevant Traditions, examines their authenticity in the light of Historical and Logical Criticism, fixes up the principles for preferring one Hadith to another. He then he establishes the accurate legal form of the question, and applies the knowledge he has obtained from the Qur'an and the Hadith in accordance with certain valid principles, formulates the Islamic law on the point, and then explains the whole procedure to the questioner and so as to prove to him its validity from the point of view of the Qur'an and the Sunnah. Then the questioner might feel that he had escaped Taqleed and that he has received guidance direct from the Qur'an and the Sunnah. Actually, even with such a procedure, the enquirer or questioner has actually slipped into Taqleed, for the knowledge he has obtained is through the medium of that scholar.

Even if you can consider such a procedure feasible in each and every case, do you think that every Maulvi is really capable of adopting and working according to that procedure? Does every Maulvi possess the vast learning and deep insight necessary to adopt that procedure ? Does every Muslim possess that

Qur'an and the Hadith according to the rules of Usool-e-Fiqh, and they are arranged and systematised in the form of a Law-Code, this science is called Ilm-ul-Fiqh. There are a number of classics and numerous handbooks on that subject.

In mentioning this classification of Islamic science, my purpose is to give just an idea to my simple-minded brothers and sisters who are being thrown into confusion concerning the Islamic legal schools by certain unconscientious people, who wish to establish their own domination over others and leadership, and hence they propagate all sorts of confusion. Some of them have their own concealed sectarian ends to gain. Most of them are ignorant of Islamic science and the safest way they can adopt in order to gain leadership is to deny either the validity or the necessity of those sciences. Many of them are so unconscientious as to impute absolutely false motives to the Imams, to call them as "gods besides Allah", and to criminally impute Shirk (polytheism) to the overwhelming majority of the Islamic world which accepts the guidance of the Imams in the matter of understanding the Islamic Law. Even a blind man can see how far they have gone. Even the least intelligent person can grasp the element of blasphemy in their stance. Even the ordinary Muslim can understand that:

(1) When the Commentator of the Qur'an ponders over the verses of that Sacred Book, in accordance with the principles of language and grammar and in the light of the Traditions of the Holy Prophet (peace be with him!), he is doing none other than obeying the following

command of the Qur'an itself: "Do they not then earnestly seek to understand the Qur'an." (47:24)

(2) The scholar of Hadis (Muhaddis) when he applies himself to the understanding of the Holy Prophet's Sayings and Actions, does so only in obedience to the Quranic teaching: "He who obeys the Apostle, obeys God." (4:80)

(3) The scholar of Asthma-ur-Rijal, when he carries out the work of examining the veracity of the reporters of the Traditions, does so in conformity with the Quranic principle of not accepting any report without exhaustive investigation. (See 49:6)

(4) The scholar who applies the science of Usool-e-Hadith for grading the Traditions which are extant and for fixing up the categories of Fard, Sunnah, Mustahab, Permissible, not-Permissible, partially-Permissible, etc., in the domain of practical injunctions, is only elaborating on the Quranic command: "And whatsoever the Apostle giveth you, take it. And whatsoever he forbiddeth, abstain (from it)." (59:7)

(5) The scholar of Usool-e-Fiqh establishes the Principles of Islamic Law in order to elaborate on the practical teachings of Islam for the Faithful, in obedience to the following Quranic injunction: "If a party from every group remained behind, (they could devote themselves to the task of) gaining sound knowledge in religion." (9:122)

(6) The Imams of Fiqh, when they systematise the legal

Hanafi, Maliki, Shafi'i or Hanbali schools, I can answer authoritatively, because I possess the continuous chains of authority which passes through the four Imams and extends as far as the Holy Prophet (peace be with him!).

I am here before you. My mode of life and my character is before you. The evidence of history about the authoritative learning and piety of my teachers is before you. The commands which I am conveying to you and the teaching which I am elaborating is in reality not from me. It is the command and the teaching sent to humanity by God through the Holy Prophet Muhammad (peace be with him!). In the field of Law, I know that every section of law which is found in Hedaya, or Fath-ul-Qadeer, or Durre-e-Mukhtar, or Shami, or any other similar book has been inserted there after the utmost investigation, and I am ready at all times to prove it.

After all, what are these books of Islamic Law (Fiqh)? They are the handbooks detailing the Law which the Holy Prophet brought to humanity. They are the compendiums where each and every one of us can find a ready-made and clear-cut reply to his legal problem.

Even though this may prolong the discussion, let me reiterate the argument that I have expounded so far:

(1) The Holy Qur'an is the basic book - the ground-work of Islamic Law. The explanation and exposition of its teachings, in the light of the Holy Prophet's Traditions, is called Ilm-ut-Tafsir (the Science of Commentary). There exist numerous books on this subject, among

which the better known classics are : Tafsir Tabari, Tafsir Baidwi, Tafsir Kashshaf and Tafsir Ma'alim-ut-Tanzeel

(2) The explanation and detailed exposition of the Quranic teachings by the Holy Prophet, in his Sayings and Actions, forms the second basic source of Islamic knowledge. Now that science which deals with the collection of those Sayings and Actions of the Holy Prophet is called the Science of Hadith. There are numerous books on that subject, the most well-known classical works being: the Sihah of Bukhari, Muslim, Abu Da'ud, Tirmizi, Ibn Majah, Muwatta of Imam Malik, Musnad of Imam Azam, Musnad of Imam Ahmad, etc., etc. There are several compendiums where the Traditions have been arranged alphabetically, e.g. Kanz-ul-Ummal and Bihar-ul-Anwar. There are some compilations arranged in a third way, e.g., Ma'ani-ul-Athar.

(3) The science which deals with the biographies of the reporters of Traditions for the assessment of their worth, is known as the Science of Asthma-ur-Rijal, and there are many classical books relating to it.

(4) The science which deals with the gradation of Traditions is known as the science of Usool-e-Hadith.

(5) The science which deals with the Principles of the Qur'an and the Hadith is known as Usool-e-Fiqh, and there are several classical works and numerous explanatory books on the subject.

(6) When the laws are fixed up and deduced from the

Quran calls ffear of God'.

Now, my friends ! if there is a person who claims to be a Mujtahid, but who does not possess even one-tenth of these qualifications what else can you say about him but that he is groping in the dark, and what else can be the result of his stumbling but misguidance.

Allama Shah Waliullah of Delhi, the celebrated philosopher, theologian, legist, traditionist and commentator, before whose learning and piety bowed the Arab and non-arab Ulema, found all the qualities of a Mujtahid in his person. Yet his sense of responsibility and fear of God withheld him from declaring his Immat and Ijtihad, and in all humility, he continued to regard himself as a follower (muqallid) of Imam Abu Hanifa's school of Law and continued to stress before the Muslims of India that they should stick to the Hanafi school, which had guided the Muslim governments for centuires and had been developed into a perfect system.

Qalaadah and Taqleed are two related Arabic words. The word Qalaadah means "a rope or a chain which is bound to the neck of someone to make him follow behind." Taqleed connotes the act of following. As a religious term, it has reference to the fact that "the servants of God, who are linked together by obedience to Him, receive God's Commandments through such and such a chain."

That is, when someone says that he is the Muqallid of Imam-e-Azam, it means that the chain through which he is receiving the Commands of God is that which passes through Imam-e-Azam to the Holy Prophet

Muhammad (peace be with him!). It does not mean that he is following the commands of Abu Hanifa. Nay, the Command is that given by God, the manner of grasp is that taught by the Holy Prophet, the interpretation is that given by the Companions, the arrangement is that fixed by the Hanafi school. The work of the Aalim and the Mufti is to follow this chain, to acquire his knowledge of Islamic Law in conformity with it and to guide the people in their legal affairs.

Suppose, today, someone makes an enquiry from me concerning some point of Islamic law. What shall I do ? I have no right to give him some commandment on my own behalf or tell him something in the light of my own commonsense. My function is simply to deliver the law which God has given and to guide people on the basis of that revealed Guidance. This function is also based on certain authority and certain qualifications. For instance:

(1) If I am questioned about any particular problemwhich relates to Quranic text, I can answer authoritatively, because I possess a continuous authority reaching up to the Holy Prophet Muhammad (peace be with him!).

(2) If I am questioned about any particular problem which relates to Quranic exegesis or the sciences which relate to Hadith literature, I can answer authoritatively, because I possess a continuous link of authority reaching up to the Holy Prophet.

(3) Similarly, if I am questioned about any problems which relate to Islamic Law, in accordance with the

etc., and can stand up as in the true sense a Doctor of Law. But, what a pity, that people can affrord to believe that the work of Ijtihad, i.e., of interpreting the revealed Law of God and of deducing new laws from it, can be done by x. y .Z. Such a monstrous suggestion simply staggers the imagination, and it can possibly come only from those who have but a scant regard for God and His Law!

The word Ijtihad has been derived from the root JEHAD, and literally means "striving with full exertion". In Islamic legal terminology, it denotes the endeavour of choosing, in the light of the Quran and in Sunnah, between two or more differing legal interpretations and of deducing, from the Quran and the Sunnah, any new rulings for meeting new legal situations. One who performs "Ijtihad" is called "Mujtahid". The learned men of slam have laid down certain qualifications, in the light of the Qyran and the Sunnah, whjch a person must possess for acting and for being accepted as a Mujtahjd. Allama Shah Waljullah of Delhi (on whom be God's Mercy!) has mentioned these qualificatjons in detail in his celebrated book. Hujjatullahjbaljoha. I may summarise them here in their minimum form for the ben!ftt, especially, of those simple-mind brothers and sisters of mine who have been misled into the belief that they can act as Mujtahids in their independent capacities. Let those whom the promptings of personal fancies lead them into posing as Mujtahids without right, and who condemn the great services, rendered by the Imams simply because, their

hearts are gripped by urt Islamic things and they cannot bear the Islamic discipline systematized and codified by the latter, pause for a while in an attitude of just consideration and think. The following are the minimum reasonable qualifications, in their Islamic side, which a Mujtahid should possess:-

(1) He should be an expert in Arabic language, literature and philology, so that he may be able to decide properly between the different connotations of the same word.

(2) He should be a high-class scholar of the Quran, and his study of it should be so extensive and intensive that whenever he has to consider a given problem, he should be capable of keeping before his mind's eye the whole sweep of Quranic thought and all the relevant verses.

(3) He should have the Traditions of the Holy Prophet in his memory, so that whenever he has to focus his mind on any problem, he may have all the connected Traditions, even those connected indirectlyt before him, clearly and vividly, to guide his thought-process rightly and comprehensively.

(4) He should further be an expert of the sciences of historical criticism (Riwayat) and logical criticism (Dirayat) so that he may be able to view the worth and connotation of various Traditions, under study at the time, in their proper perspective.

(5) Above all, he should possess piety and true Islamic character, and his heart should be imbued with what the

For God we are and unto Him is our return. (2:156)

Thus, when the ideal is God alone, it is but meets that a Muslim should conform to the Divine laws in all aspects of his life, individual as well as social. This brings us to the point that a Muslim has to keep constantly to the Golden Mean. to the local point of moderation. Going astray from that point is termed in the science of Medicine as "diseases." in the science of Morals as "Inequity" and in the science of social life as "war". Essentially. the local point is God and when we move away from Him and His laws, we commit what in religious terminology is called "sin" and its consequence is "disease" on the physical plane "inequity" on the moral plane and "war and strife" on the political plane. What the "world", therefore, needs today most of all is the effort to bring rebellious humanity back to God. W c should especially reform our educational systems in such a way that the rising generations may learn to know and love God and to follow His guidance. That alone will ensure peace and healthy progress in the world. Without that we can only expect mankind to continue to descend and deeper into the pit of war strife and misery.

My Friends! I am sorry I cannot prolong my stay in this country owing to certain pressing engagements in America where I am proceeding tomorrow. Therefore. I leave this message in the hands of those admirers and followers of Islam who have a permanent residence here. I hope they will present the best model and serve the cause.

Ijtihad And Mujtahid

His Eminence Maulana Shah Muhammad Aleem Siddiqui Al-Qadri

This Island of Trinidad enjoys British administration and is governed by British law. Those who wish to enter any such Government service here which concerns itself with the administration of law are bound to qualify themselves in knowledge of the British Law. For instance, even he who is desirous of holding the job of a Police Sergeant must study the sections of Criminal Law before he can be fixed up in his job. Thus every Police Sergeant in the colony can claim to possess the knowledge of Law. But, can you ever conceive, that because of t knowledge of Law which a Police Sergeant might possess, the Government can ever consider him eligible for the post of the Judge of the Supreme Court or that of the Attorney General? If a Sergeant could equal a Barrister-at-Law or an L.L.D., the Lincoln's Inn and the Faculties of Law at the great Universities would not have existed.

No one can be given the right of interpreting the man-made laws, which continue to change and to be amended from day-to-day, unless he is a fully-qualified Barrister At Law, nay, unless he has mastered the higher subjects, as, for instance, the Philosophy of Law, the History of Law, Social Psychology and Sociology,

pointed out already, it guides man in all his natural yearnings. In fact, it starts not from the social side but from the divine. It starts from the point where natural science ends, where our physical senses refuses to go further, where the philosophical discussion of the "Great Reality" or, in the words of Sir Oliver Ledge, the "Unknown" begins, Where our physical capacities proclaim their inability. Islam guides to the deeper recesses of human consciousness. It "opens the doors to the mysteries of life and death and of the Great Beyond through prayer and worship on the one hand and by harmonizing our social activity with the spiritual illumination on the other. For in Islam every action, however mundane, performed in the light of God's commands is "worship" and leads to spiritual progress. The five daily prayers in Islam are in reality the spiritual diet which causes the soul force of a consciously practicing Muslim to grow even as our timed daily food guarantees our physical growth. Communion with God and social living in accordance with God's revealed laws, from the road to saintliness is Islam.

My friends! Every code of life has a reference to a certain ideal; we cannot have a code of life. The cause of the confusion which is prevailing in the, world today is really that either the ideal is not well-defined, or it has been defined in a limited perspective, or it is not defined at all. For this reason the first thing that Islam does is that it presents a rational idea for man. The Holy Quran says:

And I have not created the Jinn and mankind except

that they shall worship Me.

In the Hadith Qudsi. God says:

I was a hidden treasure. I loved to be known. So I brought forth Creation.

The purpose of our creation is our attainment of the knowledge of God and His Attributes. Further, every particle of this universe is a manifestation of God's Attributes. Hence when a Muslim engages himself in a scientific pursuit as a true Muslim, whether in the field of Geology, or Astronomy or Chemistry, his goal is the knowledge of God. The Holy Quran says:

Verily, in the creation of the heavens and the earth and in the alternation of night and day, there are signs for men of understanding, who remember God, standing, sitting and reclining, and ponder over the creation of the heavens and the earth, (and say:) 'Our Lord. Thou hast not created all this in vain. Glory be to Thee. Preserve us from the doom of Fire; (3: 190-191)

Thus even the purely scientific pursuit has a deeper significance in Islam. The true Muslim scientist does not stop at the discovery of physical causes, but proceeds further to realize the working of the "Great Beyond". Such an attitude can be possible only when the ideal of God- realization remains constantly in the forefront. Hence, the Holy Quran says:

Say: Verily, my prayer and my sacrifice, my life and my death are all for Allah, the Lord of the worlds, who hath no partner. (6:162-163)

Elsewhere the Holy Quran teaches us to repeat:

attitude towards Muslims, and this will ultimately contribute to international fellowship and goodwill. Besides, Britain is a center where Muslim young men and women come from all parts of the world in search of knowledge. It is necessary to enlighten these youngsters about Islam so that they may safeguard themselves against the anti-Islamic ideas and habits, on the one hand become the emissaries of Islam, on the other.

In view of this it is the bounden duty of the Muslim world to strengthen the Islamic Cultural Center which is ideally situated in the heart of London. The construction of the proposed Mosque is also a necessity in view of the stability it will impart to Islam in this country and because of the general psychological effects. But a Mosque without worshippers is an anomaly. Therefore, what we need before everything else is that every Muslim should' consider the Islamic Center as his own and should regard it his duty to make it the rallying point of Muslims. Muslims should not only come here to study in the valuable library which His Majesty King Farouk has graciously donated for the benefit of Islam and Muslims, but they should also make it their center for Islamically-legitimate sports and all other healthy forms of cultural activity. The aim should be to utilize the great asset which we have in the form of this magnilicent building and library for presenting to the Muslim and the non-Muslim alike the true intellectual as well as the practical picture of Islam.

Friends! Islam is above and beyond those conceptions of religion which have generally come to prevail today. With some people religion consists in a few rituals and a few prayers. With others it is blind faith in certain supposed ultranatural verities where human reason can have no say. With certain others it is synonymous with "ism" and has reference to some particular aspect of life. Then there are people who interpret religion as an individualistic faith in which everyone is tree to speculate and believe and which has no practical relation with the social life and its implications.

Unfortunately, these wrong conceptions are being applied to Islam also in one way or the other. But the fact is that the Islamic religion is coexistent with nature and comprehends human life in its totality. Islam is a complete code of life which contains perfect guidance for all the aspects of human activity, namely, faith and practice, devotional and practical, individual and collective, social and moral, political and economic, Islamic life, therefore, is a life which reflects the Islamic guidance in all these aspects. A Muslim is he who believes that God exists that the world is a moral order that God sends down guidance to human through His chosen Prophets, and that he must submit his will and his whole activity to the revealed guidance. A Muslim is he who believes all this and acts accordingly.

The word "code" should not, however, mislead us to think that Islam is only a social ideology. Nay, as

are men and women in the Muslim folk itself, who, because of one-sided western education, know that picture of Islam which their anti-Islamic teachers have Painted before them and consequently suffer from uneasy conscience. They are descendants of the Muslim parents, they are inheritors of the great and noble tradition. But they have never had the opportunity of learning that tradition from the right source and have therefore become themselves and to Islam.

The dissemination of Islamic knowledge is, therefore crying need of the day and calls for a determined, organized and well-coordinated effort, which should be planned in accordance with modern condition. While I say this, I wish to warn Muslims against the type of formal and lifeless propaganda which certain people have learnt to carry on in the name of Islam. Superficialities cannot carry us for and the glory of superficial attempts is always short- lived. What we need is a high class and honest Islamic intellectual campaign, on the one hand, and the radiation of the light of Islam by personal example, on the other. My thirty year's labour in this field has convinced me that it is ultimately man which attracts man. It is the personal and practical example set by the preacher in his total personality which counts above everything else. This is a fact which many of us seem to have forgotten today and we have thus believed our own history. I remind my Muslims friends that it was the: personality of the Holy Prophet Mohammad (Peace be upon him) who, besides the correct intellectual presentation of Islam, was

responsible for the most wonderful revolution of human history. Again, whole history of the spread of Islam revolves round the personalities of those who were, in their own persons shining illustrations of Islam and possessed not only the knowledge of Islam but also a share of the spiritual magnetism of the Holy Prophet (Peace be upon him). Read and reread the history of the propagation of Islam in India or Indonesia or China or Africa or any other part of the Muslim world and you will come across the same story everywhere. I wish my Muslim friends to study that history and then to cast a glance at those attempts where hundreds of thousand pounds are being spent on formal and lifeless propaganda. Such attempts cannot bear comparison with even the quiet efforts of those who in their missionary work, are relying solely on their sincerity and piety, not to speak of the glorious record of our great ancestors who carved out a whole world for Islam by sheer missionary effort.

I have said this to stress the all-important fact that any effort on our part cannot be fruitful unless and until it crosses the literary boundaries and illumines the path in the moral and spiritual domains on the basis of personal example.

My friends, the close relations which have existed during the past one century between Great Britain and the Islamic world have made it all the more obligatory for us to disseminate the knowledge of Islam among the British people. For the more they will know the correct facts about Islam the more friendly will become their

The Islamic Ideal

Speech Delivered By H.E. Maulana Shah Muhammad Abdul Aleem Siddiqui At The Islamic Cultural Center, London

It is my first and the most pleasant duty to thank the Almighty Allah Who provided me with the opportunity to come to this center and to deliver the message of love on behalf of his last and the greatest Messenger, the Holy Prophet Mohammad (Peace be upon him). After that I have to thank all those who assisted me morally in the execution of my mission during my stay in London.

I do not find words to express my gratitude to my brother. Dr. Ali Hasan Abdul Kader, whom I had the occasion to know for the first time in London. ;He is an embodiment of Islamic brotherliness. May God bless him for the valuable co-operation I received from him.

His Majesty Farouk-al-Awwal of Egypt has laid the whole Muslim world under a debt of gratitude by establishing the Islamic Cultural Center. In that respect he has followed the noble tradition of his great predecessors. God bless him for it and enable him and other sovereigns to further the cause of Islam.

My friends according to the Islamic teaching every Muslim must act as a born missionary. For Muslims have been described in the Holy Quran as the "Best of

nations" on the ground that "they enjoin what is right and forbid what is wrong." Therefore, if Muslims of the present day fulfill this obligation they will deserve this title. If the Muslims neglect to do so, they can only be classified in the reverse category both in this world and in their accountability before God. History bears witness to the fact that so long as Muslims continued to fulfill this great task of the active and dynamic realization of Islam. If they continued to enjoy an enviable position among the community of nations. Its neglect brought them down and we may be sure that if they return to it once again, they will regain their lost position.

The need for such a revival, the call of Islamic missionary activity is indeed more pressing today than ever before. Among all the instruments which the opponents of Islam employed for checking the advancing Islamic tide none was as successful as false propaganda, which at times assumed the most horrifying forms. In his book, "Mohammad and Mohammadanism." Bosworth Smith has given a brief account of those calumnies and vilifications. And not only he many other honest non-Muslim scholars have admitted that no religion was ever more calumniated than Islam. This campaign of mister presentation met with something more than success. Today the average Westerner possesses such strange notions about Islam which are simply staggering and he hates this religion in the same proportion as he ought to have loved it had he known the true picture. Besides the Westerners, there

- ☆ Tazkara Akabir-e-Ahl-e- Sunnat (Urdu) by MuhamInad Abdul Hakeem Sharaf Qadri. Lahore. 1976.
- ☆ Zikr-e-Habeeb by Maulana Muhammad Abdul Aleem Siddiqui. Karachi.
- ☆ Imam Ahmed Raza Arbab-e-Ilmodanish Ke Nazar Main (Urdu) by Maulana Yaseen Akhtar Misbahi. Karachi. 1978.
- ☆ Syed Alam, Banaras Sunni Conference 1946 (Urdu) Anjuman Tajdar-e- Haram, Karachi.
- ☆ Sotun N-isa (Urdu Biannual Souvenir- 1997) by Women's Islamic Mission, Karachi. + Meenara-e-Noor (Urdu Souvenir- Nov 1980) by Halqa Aleemia Qadria (Pakistan), Karachi.
- ☆ GRASS ROOTS -Biannual Research Journal Vol 22, 1999-2000, Pakistan Study Center, University ofSindh Jamshoro Pakistan. Article: The Role ofReligio- Political Elites in Pakistan Movement -A Political case study by Prof. Dr. M. Ahmed Qadri and Prof. Dr. M. Abdullah Qadri.
- ☆ The Minaret. (July 1974). World Federation of Islamic Mission, Karachi.
- ☆ Tarjuman-e-Ihl-e-Sunnat (monthly). Juiy 1972. Karachi.
- ☆ Al-Fakirh (weekly) Amratser India. September 28, 1929.
- ☆ Khuddamud-deen (weekly) Lahore. July 03, 1970.
- ☆ Sunday Magazine (Weekly) Daily Jang Karachi, 3-9

March 2002. Interview Maulana Shah Ahmed Noorani Siddiqui.

- ☆ Family Magazine (Weekly) Karachi (27 Sep -3 Oct 1998). Interview Maulana Shah Ahmed Noorani Siddiqui.
- ☆ Daily Jung, Rawalpindi. Oct 03, 1969 ~. Daily Jung. Karachi. Aug 30, 1954
- ☆ The Straits Times. Singapore. March 19, 1949
- ☆ Zamindar (Lahore). July 31, 1933
- ☆ Siasat (Lahore). July 31, 1933
- ☆ Akhbar Al-Aman (Delhi). June 03, 1936
- ☆ Wahdat Delhi. Feb 28, 1933
- ☆ Al-Fattah (Cairo), Arabic. 9th Rajab 1350 A.H.
- ☆ The Hindustan Times (Delhi) August 08, 1933
- ☆ Shanghai Mainichi. June 19, 1936
- ☆ Sind Observer (Karachi). August 01, 1933
- ☆ Osaka. Mainichi. (Japan) july 15, 1936
- ☆ Sind Observer (Karachi). August 01, 1933
- ☆ As-Sajal (Baghdad) Shaban 25, 1366 A.H.
- ☆ The north Chine (Daily News). June 21, 1936
- ☆ The Shanghai Times. June 17, 1936
- ☆ www.wfim.org
- ☆ www.winkpk.com

The End

☆ Kitab-ut- Tasawwuf (Islamic Mysticism)

Arabic:

☆ Mirat-ul-Quadiyaniyah (which exposes the hollowness of the fake and absurd claims of Mirza Ghulam Ahmed orQuadiyan).

Maulana Abdul Aleem's whole life was ceaseless and continuous Jehad during which he conveyed the message of Islam to every remote comer of the world. At last, the end came peacefully on Sunday 23rd ofZil-Hijj, 1373 A.H./ 22nd August, 1954 A.C., when he departed on his last journey to the world of eternal bliss, in the holy city of Madina Munawwarah. At that time Muslims from all over the world were gathered there on the occasion of Hajj and thus Mu~lims of every country joined his funeral and the burial. He was most fortunate to have found his eternal resting place in Jannat-ul-Baqi at the feet of Sayeda Ayesha Siddiqa, Mother of the Faithful (Peace be on her).

After demise of Maulana Siddiqi, the entire responsibility of his missionary work was taken over by his worthy son Maulana Shah Ahmad Noorani Siddiqui and his son-in- law and private secretary Dr. Maulana Muhammad Fazal-ur-Rehman al-Qadri al-Ansari (1914-1974). Dr. Ansari was also a great Muslims theologian, writer, missionary and a Homeopath.

As an abuled son of a great father, Maulana Shah Ahmed Noorani has not only kept his mission fully alive but has also given it a new life. He is the Chief Patron of

the International Islamic Missionaries Guild and the Islamic Information Centre. He is not only an outstanding exponent of Islam but also a Senator, President Jamiate-ul-Ulmae- e-Pakistan and President Muttahida Majlis-e-Amal.

On the other hand, fully in keeping with the family traditions, the Allama Siddiqui's daughter, Dr. Farida Ahmad Siddiqui is doing missionary work among the ladies. She is MNA, President of Women's Islamic Mission, Vice-Chancellor of Islamic University for Women, President JUP's Ladies Wing and, member Sindh Zakat Council.

Sources

☆ Encyclopeadia Pakistanika by Qasim Mehmood.

☆ A Shavian and a Theologian Published by World Federation of Islamic Mission ," Karachi.

☆ Khalil Ahmed Rana, Allama Shah Mohammad Abdul Aleem Siddiqui.(Urdu) World Islamic Mission, Karachi. 1994. .

☆ The History of Indonesian Civilization by Allama Noor Ahmed Qadri.

☆ Muhammad Jalauddin Qadri, KhutbatAll India Sunni Conference, (Urdu) Maktaba- e-Gujrat, 1978.

☆ Mehmood Ahmed Qadri, Tazkara Ulama-e-Ahl-e-Sunnat, (Urdu) .India. (1391 A.H)

☆ Hayat-e-A'la Hazrat (Urdu) by Allama Zafaruddin Behari, Karachi.

acknowledgement of his great services to the cause of Islam and world peace.

His titles were Roving Ambassador of Peace, Safeer-e- Islam (Ambassador of Islam) and Safeer-e-Pakistan (Ambassador of Pakistan), the last title was given to him by Quaid- e-Azam Muhammad Ali Jinnah, founder of Pakistan for his dynamic service to the cause of Pakistan allover the world. Mr. Jinnah also appointed him as the ambassador to Egypt but he thankfully declined it and told the Quaid that after taking that responsibility his missionary work would suffer.

His clarion call for the establishment of righteous-ness and the effacement of sin for the adoption of good and subjugation of evil, tor the enthronement of harmony and the dethronement of strife echoed over mountains and plains, across green valleys and sandy deserts in the orient as well as in the occident, among the whites as well as among the blacks. His message of God, realization of moral resuscitation and of spiritual revival penetrated millions Of,ears and hearts. His travels around the global brought the message of peace to the millions of human souls. His visits everywhere gave new impetus to the religious fervour of the people.

His Eminence Maulana Shah Muhammad Abdul Aleem Siddiqui was not only an eminent scholar, a great orator and a distinguished missionary but also a polished writer. A list of the published books and booklets that he wrote is as follows:

English

- ☆ Quest for True Happiness
- ☆ The Principles of Islam
- ☆ The Forgotten Path of Knowledge
- ☆ Shavian and Theologian
- ☆ The Elementary Teachings of Islam (Hanafi)
- ☆ The First Teachings of Islam (Shafa'I)
- ☆ The Codification of Islamic Law
- ☆ Cultivation of Science by the Muslims
- ☆ The Universal Teaching
- ☆ Spiritual Culture in Islam
- ☆ Religion and Scientific Progress
- ☆ Islam's Answer to the Challenge of Communism
- ☆ How to Face Communism
- ☆ Women and Their Status in Islam
- ☆ Miracle in the Light of Science and Religion
- ☆ The Message of Peace
- ☆ How.to Preach Islam
- ☆ The Problems of Peace And War
- ☆ The Mirror
- ☆ The Clarion Call

Urdu:

- ☆ Zikr-e-Habib (Life of Muhammad)
- ☆ Bahar-e-Shabab (Happiness of Youth)
- ☆ Ahkam-e-Ramazan (Order of Ramadan)

and other thinkers and men ofleaming. He also secured full support of the Grand Mufti of Palestine, Al-Sayyed Ameen-al-Husseini for the Pakistan movement. In all Middle East countries Arab Ulema and divines received him with great warmth. At various places he addressed public meetings, held Press conferen.ces and contributed series of articles to the newspapers. HIS efforts had the desired effect and the Arab leaders and masses became fully conversant with the ideology of Pakistan. '

In 1946 a Sunni Conference was held at Banaras in which a resolution was passed to the effect that they would continue to carry on the campaign for Pakistan even if the Quaid-e-Azam abandons it. Maulana Muhammad Abdul Aleem Siddiqui was one of the managing committee's member of that conference.

He was always ready and willing to serve the Muslims in every matter and on all levels. .Under his leadership a deputation called on King Ibn-e-Saud in 1946 and appealed for a reduction in Hajj Taxes. The appeal was granted by the King who immediately abolished all Hajj taxes. This great achievement of the Allama will indeed be remembered for ever.

In 1947 after the establishment of Pakistan, Maulana Muhammad Abdul Aleem Siddiqui came to Karachi on completion of his world missionary tour. For two months he lived with his family in Jacob Lines Barracks, then he shifted to a rented house near Cutchi Memon Masjid Saddar Town Karachi. In Karachi first of all he called a Conference of the Ulema and the

Divines and drafted a memorandum for submitting to the Quaid-e- Azam. It was unanimously approved by the Conference. Then a delegation under his leadership, called on Quaid-e-Azam and had detailed and frank discussions with him on all current problems and the future constitution of the state. During this meeting, Quaid-e-Azam declared with full emphasis that the future constitution of Pakistan would be based on Quran and Sunnah.

The "History of Indonesian Civilization" (Part I), published by the Information Office of the Embassy of the Republic of Indonesia at Karachi, has given on page 610 a detailed description of different Muslim missionaries who have done missionary work in that country. Among them Shah Abdul Aleem Siddiqui tops the list. According to this book, the Maulana Siddiqui converted,nearly 45 thousand non-Muslims upto the year 1947 while nearly five thousand atheists were also converted to Islam in Indonesia. Although, actual figures for the .later period are not available, it is believed that the total. number of persons converted by him touches the mark of sixty thousand. The book further reveals that besides Urdu, English, Persian and Arabic, he also had a masterly grasp over French, Japanese, Chinese, Malayan and Sawaheli (African) languages.

At a joint conference or various religious divines held in Singapore, he was bestowed with the title of "His Exalted Eminence" as a token of respect and in

successful move for the promulgation of Waqf Law of the Muslims.

In 1948-51 he started on his memorable world tour, which earned him the distinction in the world of Islam of being the first Muslim Missionary to haye ventured such an extensive journey to the West for preaching. He took the message of Islam to the non- Muslims of France, England, U.S.A., Trinidad and other European countries. Several persons entered to the fold of Islam, including distinguished persons such as Her Higpness Princess Gladys Palmer Khairunnisa of Sarawak State, Muhammad Yousuf Mitchell and Muriel Fatima Donawa (Minister of Trinidad).

Political Services

Side by side with his preaching mission, Maulana Muhammad Abdul Aleem Siddiqui also rendered great political services. These services too were not confined to the Indo- Pakistan subcontinent; he always went out to help the cause of Muslims in any part of the world.

He led a delegation to the Indian Premier Pandit JawaharLal Nehru, to protest against the mal-treatment of Indian Muslims, the suppression of Islamic culture and the desecration of Islamic monuments by the Hindus and the Sikhs; delivered a series of lectures at Bombay and Madras and reviewed the religious condition of Muslims living in the Indian Union. When the nationalist Muslims in India started their struggle for seeking freedom from the yoke of British

Imperialism, the Maulana also joined the Khilafat movement at a young age. He undertook long tours an<;i through his forceful speeches created political awakening among the Muslims of the sub-continent. Later, when the Hindus started the "Shuddhi" movement, Maulana Siddiqui joined hands with other Muslim divines to face the challenge and established Islamic missionary centers throughout British India. Thus the mischievous and dangerous schemes of the Hindus were nipped in the bud and uitimately met with complete failure. He condemned Qadianiat in every stage throughout the world. When the Muslims of the sub-continent launched their struggle for tbe achievement of Pakistan, the Hindus and the Sikhs with the help of their vast resources started a well-panned and organized propaganda campaign against the Muslims demand of Pakistan on an international scale. Under the circumstances it became necessary that the people in other countries, particularly the Muslim states, should be made conversant with the true Ideology of Pakistan and for this purpose none other except Maulana Abdul Aleem Siddiqui was considered more suitable. He was the only Muslim divine in the sub-continent who had full command over English, Arabic and Persian languages; besides he had close contacts with the Arab leaders. He himself felt the delicate nature of the problem and undertook a tour of Islamic countries at his own expense, In Egypt he met Hasan Al-Banna (Head of the Muslim Brotherhood),

Publications. He delivered the message of Islam to the upper classes of Portuguese East Africa, being the First great Muslim leader to enter that country.

Under his guidance one of the world's most distinguished Islamic English monthly, The Genuine Islam, started publication in Singapore. For the first time in recent history, the message of Islam was delivered through him to the intelligentsia as well as the masses of Indo-China, many of whom embraced Islam. His El1)inence also worked for the Islamic revival in China, laid the foundation stone of the Muslim Orphanage at Hong- Kong, lectured on Islam before distinguished audiences at Tokyo, Karuizawa, Osaka and Kobe, and met eminent personalities. A good number of educated Japanese embraced Islam. He als'o laid the foundation stone of the Nagoya Mqsque and was instrumental in sending out a delegation of Muslim students from there to Al-Azhar, Cairo for training as Muslim missionaries.

In Arabia His Eminence discussed with King Ibn Saud at Makkah the difficulties which European converts experienced in performing the Hajj. He also held discussions with Muslim leaders from allover the world about the improv~ment of conditions prevailing in the Hejaz. He later led a delegation on behalf of the All-India Muslim League to King Ibn Saud to plead for the abolition of pilgrimage taxes. Maulana Muhammad Abdul Aleem Siddiqui also introduced the Pakistan movement to Muslim leaders through the Press and

from the platform and by personally calling on the eminent personalities of Egypt and other countries; he aroused the Ulema of the Arab East, especially those of Al-Azhar,to the urgency of various problems confronting Islam; founded a missionary society, known as Taarif, bil-Islam, at Cairo; was the guest of His Majesty King Abdullah at Amman and discussed with him the problem confronting the world of Islam. He also visited important cities of Iraq as a royal guest, and met responsible leaders there to exchange views on various problems concerning Muslims.

His Eminence also met the Sultans and Muslim leaders of Malaya and Singapore and finalized plans of the new building of the All-Malaya Muslim Missionary Society in Singapore and the Siddiqui Library; presided over the memorable celebration of Eid Milad Conference at Singapore, and established the Inter-Religious Organization at Singapore. The All-Malaya Muslim Missionary Society started the publication of "The Muslim World". He also initiated the move for the establishment of the Islamic Arabic University for Malaya. He contacted the highest circles in Indonesia and delivered the message of Divine peace to Muslim and non-Muslim alike; he also established the Inter- Religious Organization at Batavia.

His Eminence was also instrumental in the establishment of the HizbuUah in Ceylon. He presided over the historic Eid Milad Muslim Conference at Port Louis, established the Infirmary there and initiated the

Shaikh Abil Farahi (R.A.)

Shaikh Abil Hasani Aliyil Qurayshi (R.A.)

Shaikh Abi Saidi Mubarak Al Mukharrami

Sayyidina Shaikh Abdul Quadir Jilani (R.A.)

Shaikh Sayyidi Abdil Razzaq (R.A.)

Shaikh Sayyidi Abdil Swalihil Faqeeri (R.A.)

Shaikh Sayyidi Ahmad Shah (R.A.)

Shaikh Sayyidi Shihabbiadin (R.A.)

Shaikh Sayyidi Shamsid Deene (R.A.)

Shaikh Sayyidi Alaa-id Deen Radi (R.A.)

Shaikh Sayyidi Nouri Muhammad Shah (R..A.)

Shaikh Sayyidi Abdil Jalaalis Sahra-yi (R.A.)

Shaikh Sayyidi Bahaawal Sheere Qalandar (R.A.)

Shaikh Abil Ma 'ali (R.A.)

Shaikp Muhkamid Deeni (R.A.)

Shaikh S,hah Amir Baa Laa Peer (R.A.)

Shaikh Abdil LateefFil Bourriyyi (R.A.)

Shaikh Durweishi Muhammadin (R.A.)

Shaikh Shah Ahmad (R.A.)

Shaikh Abdil Lateefi Thani (R.A.)

Shaikh Madhe Shah (R.A.)

Shaikh Sayyiddi A' azam Ali Shah (R.A.)

Shaikh Sayyidi Muhammad Ghawse Ali Shah (R.A.)

Shaikh Maulana Shah Muhammad Abdil Hakeem Al Quaderi (R.A.)

Shaikh Shah Ahmad Mukhtar Siddiqui (R.A.)

Shaikh Shah Muhammad Abdul Aleem Siddiqui Al Quaderi (R.A.)

Missionary Work

Shaikh Shah M~hammad Abdul Aleem Siddiqui preached Islam in Burma, ,Ceylon, Malaysia, Indonesia, Thailand, Vietnam, China, Japan, Philippines, Mauritius, Reunion, Madagascar, South Africa, Portuguese, East Africa, Kenya, Tanganyika and Zanzibar (now Tanzania), Uganda, Belgium, Congo, the Hedjaz, Egypt, Syria, Palestine, Jordan, Iraq, France, England, West Indies, Guyana, Suriname, United States of America and Canada.

In 1935 at Mombasa(Africa) Maulana Muhammad Abdul Aleem Siddiqui had a conversation with George Bernard Shaw. The latter was so much impressed by Maulana's talk that he agreed that future religion of the educated, cultured and enlightened people will be Islam.

His Eminence's disciple J. Majid established the "Star of Islam" at Colombo, being the best Muslim Journal so far published there. His Eminence's lecture tour created an unprecedented countrywide awakening for Islam in South Africa and several Europeans and native leaders saw the light of Islam; he established the intemationalIslamic Service Centre at Durban, which publishes the famous Islamic English Journals, The Muslim Digest, The Ramadan Annual, The Five Pillars and the series of Islamic books known as the Makki

Dars-e-Nizami at the Madrasah Arabia Qaumiah, Meerut at the age of sixteen.

The religious and literary education thus acquired used to be the "end of the road" for most Muslim religious leaders of that time. But the latent flame of desire to understand the modem problems of mankind and to carry the message of Islam to the world at large, urged Maulana Muhammad Abdul Aleem Siddiqui to acquire modem English education. Therefore after completion ofDars-e-Nizami he acquired modem education at the famous" Islamia High School Etawah, and at the Meerut College. He obtained his B.A degree with distinction in 1917. He also studied law, only for academic purpose, and not to ; enter in to the legal profession.

At the same time, he devoted himself, especially during vacations, to Advanced Islamic .1 studies under the guidance of the greatest Muslim scholar and reformer of the century . Hazrat Maulana Shah Ahmed Raza Khan Bareilvi (1856-1921). In fact he continued it even many years after he had entered the field as a religious leader and amassed further knowledge in Qur'anic exegesis, Hadith, Tasawwuf, and the four schools of Sunni Islamic law at Makkah and Madinah through discussions with Muslim scholars and studies in Islamic libraries and from such masters as Hazrat Maulana Abdul Bari of Farangi Mahal, Hazrat Sheikh Ahmad-El-Shams of Morocco and Hazrat Sheikh el-Sennousi of Libya.

Spiritual Training

As far as the spiritual training is concerned he completed it under his elder brother Hazrat ' Maulana Shah Ahmed Mukhtar Siddiqui receiving finally the Ijazah (authority) in several Sufi orders.

The formal completion of training while on the one hand it raised His Eminence to the level of a Sufi-teacher, and on the other hand, it became a prelud.e to further quest for spiritual enlightenment. This necessitated further struggle and led His Eminence to make frequent journeys to Hijaz and to visit such luminaries as Maulana Ahmed Raza and the sun of .Spiritualism Hazrat Shaikh Ahmad Al Shams of Morocco.

Maulana Siddiqui's Spiritual Genealogy

Hazrat Muhammad Mustufa (Sallallahu Alaihe Wassallam)

Hazrat Ali (Radi Allahu Ta'ala Anhou)

Hazrat Hasan Basri (R.A.)

Shaikh Habibbe Nil Ajamiyi (R.A.)

Shaikh Dawood Dan Ta'irri(R.A.)

Shaikh MaroufFil Karoukhiyi (R.A.)

Shaikh Sirriyi Nis Saqa- Tiyyi (R.A.)

Shaikh Abil Qasim Junaid Baghdadi (R.A.)

Shaikh Abi Bakr Nis Shibli (R.A.)

Shaikh Abdil Wahidi (R.A.)

Shaikh Abdil Azeezi (R.A.)

Bernard Shaw in this connection is well known to everyone; The latter very much appreciated the scholarship of His Eminence and the way he delivered it. The selfless services of the scholars like Maulana Shah Abdul Aleem Siddiqui have really left a great deal for us to learn and to be inspired thereby. The compiler and editor of this book comprising various articles, interviews, messages etc. of the Maulana has really done a great service to the seekers of Qur'anic knowledge. May his effort be really fruitful in that direction (ameen).

HADITH

Abu Hurairah reported that the Messenger of Allah said: Whose spends two kinds of a thing out the thing in the way of Allah will be called from the doors of Paradise; and there are doors for Paradise, Whoever belonged to those who prayed will be called from the door of prayer, and whoever belonged to those who fought will be called from the door of Jihad; and whoever belonged to the persons of charity, will be called from the door of charity; and whoever belonged to men of fasting will be called from the door of Rayyan. Abu Bakr said that there might be no necessity for anybody to be called from all of those doors. Will anybody be called from all of those doors? 'Yes', said, he, 'and I hope that you will be one of them'. —Agreed

Ayesha reported that the Messenger of Allah said: Every man of the children of Adam has been created on joints. Whoever declares Allah to be the greatest, praises Allah, imputes power to Allah, glorifies Allah and begs pardon of Allah and removes from way of men either stone or a thorn or a bone, or bids good and forbids evil, counts those; because he will certainly walk at that time after he has removed himself from the Fire. —Muslim

Life and Works of Maulana Shah Muhammad Abdul Aleem Siddiqui

Dr. Muhammad Younus Qadri

His Exalted Eminence Maulana Shah Muhammad Abdul Aleem Siddiqui (Rehmatullah Alaih) is one the most outstanding scholars of Islam. He carried the message of Islam to the f~rthest comers -of the world and sixty thousand non-Muslims embraced Islam at his hands. He was a direct descendant of the First Caliph of Islam, Syedna Hazrat Abubakr Siddiq (Peace be on him). He was born in a reputed family of Sufis.

His father Hazrat Maulana Shah Muhammad Abdul Hakeem Siddiqui (d.1322 A.H./1904 A.C.) was noted for his scholarly, poetic and spiritual merits. Maulana Muhammad Abdul Aleem Siddiqui was born on the 15th ofRamazan in 1310 A.H. (3rd April, 1892) at Meerut (V.P. India). His father died when he was only 12 years old and the responsibility of his upbringing and education was taken over by his mother, who was a pious and God fearing lady.

Endowed with unusual intelligence and exceptional memory, his education begun at the early age of three years and some months. He was given instruction in Islamic learning, completing his studies in

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

Contents

Message

DR.Abdul Khaliq

Previously, Professor and Chairman
Deptt. of Philosophy, Punjab University Lahore
& President Pakistan Philosophical Congress

His Eminence Maulana Shah Abdul Aleem Siddiqui, the illustrious father of Maulana Shah Ahmad Noorani Siddiqui, a well known spiritualist and learned scholar of our own times, was a prolific writer, an impassioned orator, a dialectician, a philosopher and a poet. He had the capability of looking at the contents of the Qur'an with a seeing eye and with the help of logic inherent in its own mode of argumentation. He had the remarkable proficiency in more than 15 languages of the world and thus was capable to propagate and spread the message of the Qur'an almost all over the world. He was justifiably called the roving ambassador of Islam. His unostentatious, simple living concealed behind it a spirit reverberating with a desire to make the real meaning of the Qur'an accessible to all sections of people he came across in life. Besides writing a number of books and articles he participated in various discussions with many learned religio-philosophical celebrities of his times on Qur'anic subjects in regard to which the West, in general, and these scholars, in particular, had serious doubts in their minds. His dialogue with George

ANWAR-E-REZA
2011
Jauharabad

Hazrat **Safeer-e-Islam**
Shah Abdul Aleem Siddiqui رحمۃ اللہ علیہ
Number

Chief Editor
M. Mahboob-ur-Rasool Qadri

Editors
M. Qamar-ul-Islam
M. Fawad Ali Qadri

International Ghousia Forum
ANWAR-E-REZA Library

Block No 4, Jauharabad (Pc41200) Pakistan
0321/0300-9429207
mahboobqadri787@gmail.com

Quarterly

Jauhar Abad

Anwar-e-Reza

Vol. 5 No. 4, 2011

International Ghousia Forum





انوارِ رضا

HAZRAT SHAH ABDUL ALEEM SIDEEQI

SAFEER-E-ISLAM NUMBER



انٹرنیشنل غوثیہ فورم